مضمون	صفحہ
سمجھا جاتا ہے۔	۳۴۶
دوسرا ضرر قیاس مذموم کا پیدا ہونا	۳۴۷
دفع دخل اسبات کا کہ شیطان کا وجود جب حکمت ہو سزا غلط ہوگی	۳۴۸
پانچوان سوال	″
بعد مردود کرنیکے جنت مین کیون جانے دیا کہ مین آدم کو گیہون کہلا سکا	″
جواب	۳۴۹
میر سید علی کا جواب کہ اس طریقہ مین منفعت عظیم شروع ہونے دنیا کی تھی	″
قاضی صاحب کا جواب کہ مصلحت حضرت آدم کا مرتبہ بلند پر پہونچانا ہے	″
راقم کا جواب کہ روکنا خلاف مقصود تھا۔	۳۵۰
بیان ایک اشکال کا جو اس سوال	

مضمون	صفحہ
مین پیدا کیا گیا ہے کہ ایک طرف عہد لیا دوسری طرف سامان عہد شکنی کیا	۳۵۰
جواب کہ خدا نے سامانِ عہد شکنی نہین کیا۔	۳۵۱
بیان اسکا کہ قاعدہ ترک فعل کے گناہ ہونیکا حق تعالی کے افعال متعلق نہین ہو سکتا۔	″
ترک ممانعت دخول جنت کا ہم جنت کے محافظون کا تہا نہ حق تعالی کا	۳۵۲
بیان مصالح دخول شیطان کا جنت مین عام فہم طرح سے۔	۳۵۳
چھٹا سوال	۳۵۵
شیطان کو اولاد آدم پر اس طرح کیون مسلط کیا کہ وہ شیطان کو نہین دیکھہ سکتے۔	″

مضمون	صفحہ
جواب	۳۵۶
میر سید علی صاحب کا جواب کہ ضرورت نظم اسکا باعث ہے اور حدیث قدسی کا بیان۔	〃
راقم کی شرح حدیث قدسی کے متعلق	〃
قاضی صاحب کا جواب پہلے بیان ہولیا۔ برا ہونا ذریعہ ظہور صفت غفاری ہے۔	۳۵۷
راقم کی شرح کہ ظہور صفت غفاری علت برا کر دینے کی نہیں ہے۔	〃
شرح سوال	〃
جواب اسکا کہ شیطان کو اللہ نے بنی آدم پر کیوں مسلط کیا۔	۳۵۸
جواب اسکا کہ اسطرح کیوں مسلط کیا کہ وہ دکھلائی نہیں دیتا۔	۳۵۹

مضمون	صفحہ
وجہ اول کہ قلب ماہیت کرنی پڑتی۔	۳۵۹
وجہ دوم۔ کہ وہ دشمن روح کا نہوتا۔	〃
وجہ سوم کہ اقتدار مخفی کا اظہار مصلحت نہیں۔	۳۶۱
وجہ چہارم۔ اگر شیطان دکھلائی دیتا آدمی کا اختیار سلب ہوجاتا۔	〃
وجہ پنجم۔ کہ اگر ظاہر ہوتا بیکار ہوتا۔	۳۶۲
جواب دفع دخل کہ یہہ نظام زیادہ بہتر ہے	〃
ساتوان سوال	〃
شیطان کو قیامت تک مہلت کیوں دی اگر نہ دیجاتی بقاء عالم خیر محض پر ہوتا۔	۳۶۲و۳۶۳
جواب	۳۶۳
میر سید علی صاحب کا جواب کہ بقاے شیطان تابع بقاے بشر ہے۔	〃

مضمون	صفحہ
قاضی صاحب کا جواب کہ بقائے شیطان خود اوسکے اور انسان کے لئے اصلح تھا	۳۶۴
قاضی صاحب کا استدلال ایک حدیث سے جسمین ذکر کثرت مغفرت کا ہے۔	۳۶۴
	۳۶۵
راقم کا بیان بنسبت شرح حدیث مذکور کے۔	〃
راقم کا جواب کہ جب وجود شیطان مین حکمت ہے بقائے حکمت لازم ہے۔	〃
خاتمہ	۳۶۷
حقیقت شیطان۔ تاویلات اور دوسری ضروری چیزونکا بیان۔	〃
وجوہ بیان دلائل وجود شیطان	〃
تحقیق معنی لفظ شیطان۔	۳۶۸
دلائل منکرین وجود شیطان۔	۳۶۹
پہلی دلیل کہ اگر موجود ہوتے یا دکھلائی دیتے یا قابل وجود نہوتے	۳۶۹ و ۳۷۰
جواب میر صاحب کا کہ موجود ہین مگر قابل دکھلائی دینے کے نہین ہین۔	۳۷۰
جواب راقم کا کہ یہہ کلیہ غلط ہے کہ جو دکھلائی نہ دے موجود نہین۔	۳۷۱
دوسری دلیل کہ اگر ہوتے دکھلائی دیتے۔	۳۷۵
جواب سید صاحب کہ دکھلائی دیتے ہین	〃
تیسری دلیل کہ اونپر اعتماد کرنیسے معجزات پر وثوق نرہیگا۔	۳۷۶
جواب میر صاحب کا کہ جب صحت معجزات ثابت ہو صاحب معجزہ کے ارشاد سے وجود شیطان ثابت ہوگا۔	〃
جواب راقم کہ اطاعت ایسے مخلوق	

مضمون	صفحہ
کی خود معجزہ ہے۔	۳۷۶
میر صاحب کا بیان حقیقت شیطان	۳۷۷
راقم کا بیان نسبت حقیقت شیطان	۳۷۸
بیان وجہ انکار وجود شیطان۔	۳۷۹
شیطان کے وجود کی دلیل عقلی کی پہلی دلیل۔	″
دلیل وجود شیطان کی دوسری تقریر	۳۸۰
وجود شیطان کی دوسری دلیل۔	۳۹۲
بیان اسباب کا کہ تاویلات نے آج کل کیوں زیادہ رواج پایا ہے	″
پہلی غلطی اصول تاویل و تطبیق فلسفہ و اسلام کی۔	۳۹۳
دوسری غلطی اصول تاویل و تطبیق کی	۳۹۶
پہلی مثال غلطی دلائل فلسفہ کی نسبت نظریات کے۔	۳۹۸

مضمون	صفحہ
دوسری مثال حرکت شمس کی۔	۳۹۹
تیسری مثال پہاڑوں کے وتد ہونے کی۔	۴۰۰
چوتھی مثال فلسفیوں کا خدا پرست ہو جانا۔	۴۰۲
پانچویں مثال دور و تسلسل کی غلطی۔	″
چھٹی مثال متعلق انکار بدیہیات کے	″
بیان ضررہائے تاویلات۔	۴۰۳
ضرر اول۔ دین اسلام اسلام نہیں رہا	۴۰۴
دوسرا ضرر تاویلات سے کمزوری دین کی ظاہر ہوتی ہے۔	۴۰۵
تیسرا ضرر۔ اسلام سے نفور کا جاتا رہنا	″
چوتھا ضرر۔ افعال تعبدی کا ترک ہو جانا۔	۴۰۶
اللہ اگر رحیم ہے اتنے بندوں کو	″

مضمون	صفحہ
عذاب نہین کرسکتا۔	
جواب	۴۰۹
تقریر اعتراض کی غلطیان۔	″
غلطیون کے اسباب۔	۴۱۰
پہلی غلطی کے اسباب۔	″
پہلا سبب تقلید سلطنت ہے۔	″
دوسرا سبب حفاظت ضرر ہے۔	″
تیسرا سبب۔ خیالات آزادی ہے	۴۱۱
چوتھا سبب خواہش تاویل ہے۔	″
تیسری اور چوتھی غلطی کی بنا ناواقفیت اور حیرت ہے۔	۴۱۲
پانچوین غلطی۔ ان اسباب کا لازمہ ہے	″
تفصیل اسکی کہ یہہ غلطیان کیون غلطیان ہین۔	″
سبب اول مین غلطیون کی تفصیل	۴۱۳

مضمون	صفحہ
اور بیان فرق تدبیر سلطنت و مذہب	
سبب دوم کی غلطیون کی تفصیل	۴۱۴
اور اسلام مین رنج دہی کا منع ہونا	
سبب سوم کی غلطیون کی تفصیل	۴۱۷
آزادی کے معنی لغت عرب سے	۴۱۸
آزادی کے معنی لغت فارسی سے	″
آزادی کے معنی لغت انگریزی سے	″
عربی اور فارسی اور انگریزی کے معانی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وسعت معنی آزادی مین رفتہ رفتہ پیدا ہوی ہے اور غلط ہوگئی ہے۔	۴۲۱
وسعت کی خرابیان۔	۴۲۸
اول آزادی مذہب سے۔	″
دوسرے اصول حسن و قبح کا بدلجانا	۴۳۰
تیسرے مذہب خدا صفی کا پیدا ہونا	۴۳۱

مضمون	صفحہ
چوتھے ضرر رسان آسان پسندی پیدا ہونا۔	۴۳۲
پانچوین بیحیائی اور عدم اطاعت پیدا ہونا۔	″
چھٹے قطع رحم پیدا ہونا۔	″
ساتوین قدرت حصول فوائد عامہ کا کم ہوجانا۔	۴۳۳
آٹھوین عورتون مین مضر آزادی پیدا ہونا۔	۴۳۴
نوین۔ مقدمہ فنا عالم ہونا۔	″
دسوین تکلیف سے آزاد ہونے کی خواہش کا پیدا ہونا۔	۴۳۶
گیارہوین سامان جیلخانہ جانے کا پیدا ہونا۔	″
آزادی کی خوبیون کی شرح۔	″
سبب چہارم یعنی تاویل مین غلطیون کی تفصیل۔	۴۳۹
تعریف تاویل۔	۴۴۰
وسعت دائرۂ تاویل۔	″
ضرورت تاویل۔	۴۴۱
قابلیت تاویل۔	″
ضرورت تاویل کا کلام مجید مین بسبب سقم کلام کے نہونا۔	۴۴۳
کلام مجید کا وحی ہونا۔	۴۴۴
انکار فصاحت کی وجہ اور اوسکی تردید	۴۴۶
تفصیل ضروری اعتراضات کی۔	۴۴۷
جواب اجمالی اعتراض اول کا بذریعۂ اثبات عدم قابلیت معترضین کے	۴۴۸
جواب تفصیلی اعتراض اول کا بذریعۂ فرق کلام کلام کے۔	۴۴۹

مضمون	صفحہ
جواب اجمالی مقابلہ کلام فصحاے انگریزی کا۔	۴۵۲
جواب تفصیلی اعتراض بعض کلام کے مقفے ہونے اور نہونے کا۔	۴۵۶
بیان وجہ ضرورت تاویل کلام مجید مین۔	۴۶۲
اصول تاویل کے کلام مجید سے متعلق کرنیسے ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ قابلیت راسخون فی العلم مین ہے۔	۴۶۳
بعض تاویلات و تصریحات راسخون فی العلم کی حالت کا بیان۔	۴۶۵
تاویلات نبوی مین ایک خاص نکتہ ہے کہ وہ نائب کی تاویلین ہین۔	۴۶۸
حالت تاویل ماولین کی نسبت وجود	〃
سموات کے۔	
حالت تاویل ماولین کی نسبت انکار جنات کے۔	۴۷۰
حالت تاویل ماولین کی نسبت انکار معجزہ غرق فرعون کے۔	۴۷۲
بیان اعتراض کہ علماء اسلام کی تاویلون اور اولین کی تاویلون مین فرق نہین ہے	۴۷۴
جواب اول کہ محال عادی و عقلی مین امتیاز نہین کیا جاتا۔	۴۷۵
دوسرا جواب کہ علماء کی تاویلون اور حال کی تاویلون مین یہہ فرق ہے کہ وہ نظر آیات مین بنظر فلسفہ۔	〃
تیسرا جواب کہ یہہ تاویلین تحریف دین ہین۔	۴۷۶
چوتھا جواب کہ حال کی تاویلین	۴۷۷

مضمون	صفحہ
مخالف لغت ہین۔	
پانچوان جواب کہ تبعیت فلاسفہ بمقابلہ دین عموماً غلط ہے اور آگ کا عنصر نہ ماننا خصوصاً۔	۴۷۸
ترک تمسک احادیث کا یہہ ضرر کہ چھوٹی تدبیرین اس سے فوت ہوجاتی ہین۔	۴۸۲
تمسک احادیث پر استہزا کا بیان۔	۴۸۳
متمسکین احادیث کے اوہام مین مبتلا ہونے کا بیان۔	۴۸۵
احادیث مین تنقید کے وقت وجہ ترک نہین ہوسکتے۔	۴۸۷
غلطی اول کا اثبات بذریعہ اسکے کہ مذہب حق ایک ہی ہوسکتا ہے	۴۸۸
دوسری غلطی کا اثبات بذریعہ بیان نوعیت تصوف و شریعت۔	۴۹۳
تیسری اور چوتھی غلطی کا اثبات و تحقیق معنی رحم۔	۴۹۵
معنی رحم صاحب صراح کے۔	″
معنی رحم صاحب قاموس کے	″
معنی رحم صاحب بحار کے۔	″
معنی رحم صاحب تفسیر جلالین کے	۴۹۷
معنی رحم صاحب تفسیر کبیر کے	″
معنی رحم صاحب تفسیر مجمع البیان کے	″
معنی رحم صاحب تفسیر تیسیر الرحمن کے	۴۹۸
معنی رحم صاحب تفسیر غرائب القرآن کے	۴۹۹
معنی رحم صاحب تفسیر عزیزی کے	″
معنی رحم صاحب تفسیر خلاصۃ المنہج کے	۵۰۰
معنی رحم صاحب تفسیر مظہر العجائب کے	۵۰۱

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
معنی رحم لغت انگریزی سے	۵۰۱	نعمت دوم بقاے وجود۔	۵۱۶
معنی رحم بموجب اقوال بالا کے	۵۰۲	نعمت سوم تمتع متعلق ذاتیات	〃
تین ہین۔		نعمت چہارم فضیلت روح۔	۵۱۷
اون مین رقت شامل نہین ہے	۵۰۴	نعمت پنجم اختیار۔	〃
شرح رقت قلب کی۔	۵۰۵	نعمت ششم اختلاف مراتب۔	〃
رقت قلب کا اللہ تعالی مین نہونا	۵۰۸	نعمت ہفتم تمتع متعلق دیگر مخلوق	〃
شرح اوس سقم کی جو رقت کے معنی	۵۰۹	نعمت ہشتم ہدایت۔	۵۱۸
رحم مین شمول سے پیدا ہوتی ہے		نعمت نہم شر کا خیر مین مبدل ہونا	〃
بیان معنی رافت۔	۵۱۲	نعمت دہم افزایش جزا سے خیر۔	〃
تنقیح معنی صحیح رحم کے۔	۵۱۳	نعمت یازدہم جنت۔	〃
شرط اول۔	〃	نعمت دوازدہم حفظ دخول نار۔	〃
شرط دوم۔	۵۱۴	نعمت کے قاعدہ کا عموم۔	۵۱۹
معنی نعمت صحیح معنی ہین۔	۵۱۵	معنی رحمت مین تخصیص پیدا کرنا غلطی	۵۲۱
تفصیل بعض نعمات	〃	ہے۔	
نعمت اول وجود۔	〃	دوسرے معنی تخلیص آفات کی شرح	۵۲۲

مضمون	صفحہ
تیسرے معنی ترک عقوبت مستحق کی شرح یعنی مغفرت۔	۵۲۵
بیان وسعت دائرۂ رحمت۔	″
ومغفرت۔	۵۲۹
وسعت رحمت۔	۵۳۰
وسعت مغفرت۔	۵۳۱
طرق مغفرت۔	۵۳۲
اسلام۔	۵۳۳
توبہ۔	″
استغفار۔	″
شفاعت۔	۵۳۴
ازدیاد اجر حسنات۔	۵۳۶
کفارۂ صغائر۔	″
کثرت ذنوب کا بیان۔	۵۳۷
قلت حسنات کا بیان۔	
گناہونکی سختی کا بیان۔	۵۳۹
وجہ آسانی قواعد معافی۔	۵۴۰
بیانِ عدل۔	۵۴۱
نتیجہ بیان بالا کا۔	۵۴۳
ذکر حیرت وجواب اصلی سوال کا۔	۵۴۴
پانچوین غلطی اور اوسکا جواب۔	۵۴۹
ذکر پیدا ہونے اس سوال کا مذاق شرع پر اور اوسکا جواب۔	۵۵۰
دلائل تاویلین نسبت ضرورت وسعت تاویل کے۔	۵۵۴
دلیل اول۔ ضرورت مقابلہ	۵۵۵
جواب کہ یہہ ضرورت صحیح نہین ہے۔	″
دلیل دوم۔ بغیر وسیع تاویلون کے کام نہین چل سکتا۔	۵۵۶

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
جواب کہ یہہ تسلیم اعتراضات ہے	۵۵۷	دلیل ہوگی۔	
اصولہاے اسلام کا سب سے بہتر ہونا۔	۵۵۸	جواب کہ ہم علم کے منکر نہین ہین مگر قدرت کے علوم معلوم ہونے کے مقر ہین۔	۵۶۴
اصول اسلام کا نسبت سود کے بہتر ہونا۔	۵۵۹	پہلی مثال غلبہ قدرت الٰہی کی لڑائیون کی حالت سے۔	۵۶۵
اصول اسلام کا نسبت شراب خواری کے بہتر ہونا۔	″	دوسری مثال غلبۂ قدرت الٰہی کی حالات جناب ملکۂ معظمہ سے۔	۵۶۶
اصول اسلام کا نسبت زنا کے بہتر ہونا۔	۵۶۰	تیسری مثال۔ سحر کی نوعیت سے۔	۵۶۷
اصول اسلام کا نسبت تعدد ازواج کے بہتر ہونا۔	″	چوتھی مثال۔ سواریون کے تابعدار کرنے سے۔	۵۶۸
اصول اسلام کا نسبت مسئلہ وراثت کے بہتر ہونا۔	۵۶۲	پانچوین مثال۔ مرضون کی حالت سے۔	۵۷۰
تیسری دلیل۔ علم جب ذریعہ شناخت ماہیت نہو تو اور کیا	۵۶۴		

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
چوتھی دلیل بنسبت مضرت اعتقاد تقدیر۔ وعلم الٰہی۔ وتوکل ودعا کے	۵۷۱	معنی دعا۔	۵۷۸
		حکم دعا	″
جواب کہ معنی ان چیزون کے صحیح بتلانے چاہئین۔	″	قصہ قبول دعا حضرت زکریاؑ۔	۵۷۹
		قصہ قبول دعا حضرت نوحؑ۔	۵۸۱
		قصہ قبول دعای حضرت موسیٰؑ	۵۸۳
اول معنی تقدیر اور اوسکی شرح۔	″	قصہ قبول دعاے حضرت ایوبؑ	۵۸۴
اتفاقات اتفاق نہین ہوتے	۵۷۲	قصہ قبول دعا حضرت یونسؑ	″
تدبیرات قدرت الٰہی ہوتی ہین		ثبوت الفاظ کے اثر کا۔	۵۸۵
دوسرے علم الٰہی اور اوسکی شرح	۵۷۴	خدشات متعلق دعاے۔	۵۸۶
تیسرے توکل اور اوسکی شرح۔	۵۷۶	جواب مذاق دین پر۔	۵۸۷
چوتھے دعا اور اوسکی شرح۔	۵۷۸	جواب مذاق اہل دنیا پر۔	۵۹۳

تمت بالخیر

دیباچه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یعنی بیان حال مصنف وسبب تصنیف

حامداً و مصلیاً۔ ملک عرب کی رسم ہے کہ جب لڑائی مین دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے اپنا حسب و نسب بیان کرتے اور رجز پڑہتے ہین۔ چونکہ حق تعالی نے مجہہ سے خاکسار کو توفیق شیطان سے بڑے دشمن کے ساتہہ مقابلہ کی عنایت فرمائی اسلئے مناسب ہے کہ تہوڑی رجز خوانی کرون اور بحکم وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ نعمات الٰہی کا جو مجہپر نازل ہوئین ذکر کرون۔ کیا عجب ہے کہ وہ ذکر بہی باعث عبرت و تیقظ ہو۔ میرا نام مہدی علی بن سید حمایت علی معروف

بہ سید عمر دراز علی بن سید الٰہی بخش عرف میر منڈھو بن سید میر بن سید عبد الرسول بن سید جلال ہے۔ الحمد للہ والشکر للہ کہ اوسنے مجھے خانۂ سیادت مین پیدا فرمایا اور ایسے شخص کے ذریعہ سے خلعت وجود عنایت کیا جو بہت سے ذاتی اوصاف حمیدہ سے متصف اور سیف و قلم دونون کے ہنرون مین فرد تھے جناب جد مرحوم نے انقلاب روزگار سے بلدۂ میرٹھ مین توطن اختیار کیا تھا اور ایسی حالت تھی کہ والد مرحوم کو ابتدائے عمر مین نوکری کرنے کی ضرورت ہوی۔ لیاقت خداداد عجب چیز ہے۔ وہ بہت جلد مناصب جلیلہ پر پہونچ گئے مگر اپنے آپکو کمترین بندگان الٰہی مین سے جانتے رہے۔ اور ہمیشہ جود و کرم کے ساتھ بسر کرکے اپنے بنی نوع سے اور بھی احسانات عظیمہ کرتے رہے۔ چنانچہ جب غدر ۱۸۵۷ء کا ہوا جناب ممدوح لہار ضلع جالون مین ڈپٹی کلکٹر اور سب ڈویزنل افسر تھے۔ (وہ علاقہ اب مہاراجہ گوالیار کو مل گیا ہے) باوجودیکہ غدر مئی ۱۸۵۷ء سے شروع ہوگیا تھا وہان اکتوبر ۵۷ء تک حکومت کرتے رہے۔ کچھ ایسا طریقہ تھا کہ اوس شورش عظیم مین بھی لوگون نے اونکو ضرر نہ پہونچایا بلکہ بدستور حاکم مانتے رہے۔ جب اس کمال کا صلہ گورنمنٹ انگلشیہ نے دینا چاہا تو صرف خلعت قبول کیا۔ جایداد اس لئے نہ لی کہ جسکی ملتی تھی اوسی کو واپس دلانا حق تھا۔ یہہ خاکسار اونکا اکلوتا بیٹا ہے۔ چونکہ قدردان کمال تھے میری تعلیم مین بڑی کوشش فرماتے تھے چار شخص نوکر تھے جو علوم عربی اور دونون مذہب کی کتابین اور انگریزی پڑھاتے اور خوشنویسی کی مشق کراتے تھے۔ جب مین اونکے ساتھ ہوتا تھا خود بھی پڑھایا کرتے

تھے۔ میری ولادت کمال ثروت کے زمانہ مین ہوی تھی اسلئے مجھنے زمانہ اور اوسکے حوادث سے اونکی حیات مین بالکل بیخبری تھی۔ مصائب غدر نے جناب مرحوم کی صحت و تندرستی پر بڑا اثر کیا تھا۔ چنانچہ آخر کار ۲ مارچ سنہ ۱۸۶۰ء مطابق ۲۷ شعبان سنہ ۱۲۷۷ھ کو اونہون نے انتقال فرمایا۔ حق تعالیٰ غریق رحمت فرمائے **آمین بمحمد وآلہ اجمعین**۔

اوس وقت میرے اوپر عجب حالت گذری۔ مدت تک یقین نہ آیا کہ وہ دار دنیا مین نہین ہین۔ مرنا اونکا محال معلوم ہوتا تھا گویا اس شعر کا ترنم تھا۔ **شعر**

لا تقل مات بموت الاجساد	بل من الدار الی الدار رحل

یہہ صدمہ پہلا تھا جو مجھپر عالم مین گذرا۔ مگر ایسا سخت تھا کہ اگر اللہ کی مدد نہوتی تو سنبھلنا ناممکن ہوجاتا۔ اونکی وفات کا ہونا تھا اور انقلاب کا ہونا۔ دنیا کا رنگ بدل گیا۔ زمین آسمان اور ہوگئے۔ ؎

تغیرت المودة والاخاء	وقل الصدق وانقطع الرجاء

بعض بزرگ تو التفات فرماتے رہے (حق تعالیٰ اونکی مغفرت فرمائے) لیکن عموماً معلوم ہوتا تھا کہ ان تلون تیل نہ تھا۔ مین اوس وقت اس قابل نہ تھا کہ اپنے آپکو سنبھال لون۔ عمر ۱۴-۱۵ سال کے قریب تھی۔ اوسکے بعد سب سے زیادہ نازک یہہ معاملہ پیش آیا کہ بعض بزرگونکی یہہ رائے ہوی کہ خاکسار اتنا پڑھ چکا ہے کہ شہر مین سب پڑھے ہوؤن سے زیادہ استعداد ہوگئی ہے تکمیل تعلیم کی ضرورت نہین ہے۔ اونہون نے اور مصارف کے ساتھہ مصارف تعلیم بھی تخفیف کردئے۔ ناچار مین بیکار رہنے لگا

لیکن دو اوستاد دونون مذہب کے معلم رہ چکے تہے اسلئے مذہبی علم کلام کے ساتہہ
مجہے قدرتی طور سے دلچسپی ہوگئی تہی۔ آخرکار اپنے اوقات اس علم کی کتابون کے
دیکہنے مین صرف کرنیلگا۔ بیکار محض نہین رہا۔ دلائل کے دیکہتے دیکہتے یہہ حالت ہوی
کہ تہوڑے دنون ایک دلیل زور آور معلوم ہوی پہر وہ دلیل کچہہ دنون بعد کمزور معلوم ہونے
لگی یہانتک کہ بالکل لیس نشبی نظر آنے لگی۔ اسی اثنا مین ضرورت کی وجہ سے انگریزی
مین ترقی کرنی شروع کی۔ اور جب اتنی انگریزی آگئی کہ مین کتاب انگریزی کی بلا امداد دیکہہ سکون
تو خیالات مین ایسا تغیر ہوا کہ مذہبی دلائل سب کے سب کمزور معلوم ہونے لگے۔ اسلام
کے متعلق شکوک پڑنے لگے۔ کسی نے معجزہ بیان کیا اور دل مین آیا کہ کسقدر ناممکن ہے
کسی نے قدرت الٰہی کو بیان کیا اور سخت حیرانی ہوی کہ کسقدر خارج از عقل بات ہے
ابتدا مین مجہے عبادت کی عادت تہی اور طہارت کا شوق تہا۔ وہ ان خیالات نے اسقدر
گہٹا دیا کہ مین جب نہاتا تہا نماز پڑہ کر ایک آدہ دعا پڑہ لیا کرتا تہا۔ ورنہ نماز روزہ سب
چہوٹ گئے۔ گویا کہ توفیق الٰہی نے میری رفاقت ترک کردی۔ ان وساوس مین ہمیشہ
مبتلا اور منہمک رہا کرتا تہا تاہم کتاب دیکہنا نہ چہوڑتا بلکہ آخر زمانہ قیام وطن مین کچہہ اوستاد سے
بطور خود پڑہا کرتا تہا۔ جناب والدہ مرحومہ کو میرے ساتہہ معمولی مہر مادری سے زیادہ شفقت تہی
اسلئے باوجود ضرورت کے اونہون نے گوارا نہ کیا کہ مین میرٹہہ چہوڑ کر طلب معاش کرون۔
اس مدت مین یہانتک نوبت پہونچی کہ لوگ مجہے ننگ خاندان اور بدترین خلائق جاننے
لگے۔ کوئی روادار نہ تہا کہ یہہ ہمارے پاس آکر تہوڑی دیر بیٹہہ جائے۔ جو والد مرحوم

کے سلامی تھے نہین چاہتے تھے کہ میرا سلام لین - یہہ حالت اسطرح ختم ہوی کہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو والدہ ماجدہ نے دنیا سے رحلت کی اور اونکے انتقال نے مجھہ مین ایک تازہ تغیر پیدا کیا وہ تغیر یہ تھا کہ اونکی آنکھہ بند ہوتے ہی یہہ معلوم ہوا کہ دنیا مین کوئی حقیقی شفیق اور سرپرست سوائے ذات خداوند عالم کے باقی نہین رہا - اوس سے تین دن پہلے میرے بڑے چچا سید کفایت علی سررشتہ دار کمشنری دہلی نے انتقال فرمایا تھا - اونسے مجھے بڑی محبت تھی اور وہ میرے محسن تھے - ان دونون موتون نے دل کو پیس ڈالا دنیا آنکھون مین تاریک معلوم ہونے لگی اور اوس تاریکی مین جب آنکھہ کھلی گویا خدا نظر آنے لگا اندھیرا اوجالا ہوگیا - چھوٹے چچا سید ولایت علی اوسوقت زندہ تھے - اللہ تعالی اونکو بھی غریق رحمت فرمائے - اونکو بھی ایسا صدمہ ہوا کہ وہ ان دونون بزرگون کا فقدان اور اون گھرون کو جن مین یہہ لوگ رہتے تھے اونمین اونکا نہونا نہ دیکھہ سکے اور قصد حج و زیارات فرمادیا بھائی سید گوہر علی صاحب کو اللہ غریق رحمت کرے - وہ میرے معاملات کے کفیل باقی رہ گئے - اونکی حمایت میرے لئے مثل والد مرحوم کے تھی (اونکی عقل خداداد بھی مثل والد مرحوم کے تھی -) گھر بار اونپر چھوڑ کر مین نے قصد کیا کہ جناب عم نامدار کو لکھنؤ تک پہونچا آؤن - جب اون سے جدا ہوا وطن کو واپس جانے کی دل مغموم نے اجازت نہ دی اسلئے یہ قصد کیا کہ جناب والد مرحوم کی قبر مطہر پر جو کالپی ضلع جالون مین ہے فاتحہ خوانی کرتا چلون کچھہ اور دن گذر جائینگے ؎

جب سینہ مین مضطر دل بے صبر کو دیکھا	گھر سے گئے روتے ہوے اور قبر کو دیکھا

چنانچہ مین جب جالون مین جہان میرے مادری عزیز بہائی سید ظفریاب علی اور سید
مظفر علی تحصیلدار اور سب انسپکٹر تہے (آخر دسمبر ۱۸۶۹ء) پہونچا اونہون نے
صلاح دی کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے ملنا چاہیئے کیونکہ اب نوکری کرلینی ضرور ہے
یہہ راے مجہے بہت پسند آئی اسلئے کہ اوسمین ترک وطن بہی تہا اور کسب معاش بہی
اتفاق تقدیری کی بات۔ صاحب ممدوح اوسوقت کالپی مین رونق افروز تہے
چنانچہ مین وہان پہونچا اور بعد فاتحہ خوانی اونسے ملا۔ عرض کرون کہ ان حوادث کو
تین ماہ کا زمانہ ہولیا تہا۔ اور مین متوجہ الی اللہ ہوچکا تہا۔ مین نے کالپی
پہونچکر توبہ کی اس حالت کا ظہور۔ اور توفیق الٰہی کی رفاقت۔ سچ یہہ کہ جو تغیر وساوس
شیطانی کی بدولت ہوا تہا۔ اور توفیق اوٹہا لیگئی تہی وہ بہی میری بہلائی کیلئے
تہا۔ اور یہ بہی۔ کیونکہ اس طریقہ سے ایسا نفع ہوا کہ اگر ناز و نعمت مین بسر ہوتے جاتی
ہرگز نہوتا۔ الغرض صاحب ممدوح کے ذریعہ سے مجہکو کشایش رزق ہوی اور بے
شان و گمان ایسی نوکری مل گئی کہ والد مرحوم کے مرتبہ پر پہونچنے کا ذریعہ ہوی۔ جب مین
رخصت لیکر پہر وطن گیا تو مین نے دیکہا کہ وہی لوگ جنکو سلام لینا گران تہا پہر سلامی
بنگئے دوست پہر دوست ہوگئے لوگ تواضع کرکے پاس بٹہلانے لگے بلکہ حاجت
مانگنے لگے۔ اس حالت نے مجہکو اور متوجہ الی اللہ کیا باوجود ان سب امور کے جو وساوس
پیدا ہوچکے تہے دل مین باقی تہے۔ لیکن پہلے زمانہ مین پیدا ہوتے تہے اب گہٹنے
لگے تہے۔ اب ہر وقت طبیعت مین مقابلہ رہنے لگا اور ۲۵ برس اس حالت مین گذرے

کہ شیطان ایک طرف زور کرتا تہا اور توفیق الٰہی میری کوششونکی رفیق ہوکر دوسری طرف
زور کرتی تہی - اس حالت نے مجہہ مین عادت پیدا کردی کہ کسی امر مین تعصب نکرون بلکہ
صبر کرون - (کیونکہ دلیل کی بڑی بے وقعتی میرے دل مین سما چکی تہی -) اوسوقت
راے قائم کرون جب کچہہ ایسی طرح تسکین ہو کہ دل مان جائے - ۱۸۷۱ء مین مجھے
کوچ مین رہنے کا اتفاق ہوا وہان جناب مولوی محمد کریم بخش صاحب ڈپٹی کلکٹر حاکم حصہ
ضلع تہے - اونسے مجھکو اکثر باتین کرنیکا اتفاق ہوتا تہا حقیقت مین یہ بزرگ بڑا ہی
راستباز تہا اور بڑی خوبی یہ تہی کہ اخلاق کی کتابون مین جو باتین لکہی ہوی ہین اونپر پورا
عمل کرتا تہا - بیشتر ملاقات کا وقت ایسے ہی تذکرون مین صرف ہوا کرتا تہا - کبہی وہ
مجھے مدد دیتے تہے کبہی مین اونکو - الغرض کس زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرون
کہ محنت شاقہ کے بعد مین لڑائی جیتا - معاملات کو دیکہتے دیکہتے اور ہر بات پر غور کرتے
کرتے یہہ یقین ہوگیا کہ پہلے خیالات اور توہمات بالکل لغو تہے - نظر آنے لگا کہ بلا سبب
کچہہ نہین ہوتا اور سبب مین سبب پیدا ہوتا ہے کہ بلا مرضی الٰہی کچہہ نہین ہوتا - اللہ قادر
مطلق موجود ہے - بندہ فاعل مختار ہے لیکن وہین تک کہ اختیار باطل نہ ہوجائے
اور اسپر بہی اللہ تعالیٰ کے بس مین ہے - جو کچہہ شارع علیہم السلام نے ارشاد فرمایا ہے
حق ہے - معجزات حق ہین - الغرض جو کچہہ قرآن و حدیث مین ہے حرف حرف سچ ہے
مین بلا تصنع ناظرین کی خدمت اقدس مین التماس کرتا ہون کہ ایک راے جلدی سے
قائم کرکے پہر اور بات نہ سُننا اور ہمیشہ ماہیت اور طریقۂ اسباب سے غفلت کرنا ایسی عادت

ہے کہ وہی مادہ اور سبب سب گمراہیون کا ہوتا ہے۔ جب انسان اسکا عادی ہوجاتا ہے
توفیق الٰہی رفیق نہین رہتی گویا دل پر مہر ہوجاتی ہے اور آدمی گونگا بہرا ہوجاتا ہے
جو کچھہ مین نے اس عرصۂ دراز مین غور کرکے سمجھا تھا وہ میرے دل مین تھا۔ اتنی فرصت
نہ تھی کہ اوسے قلمبند کرون کہ شاید کوئی اور بھائی اسی حالت مین مبتلا ہو۔ اوسے نفع
پہونچے۔ یہانتک کہ مین جونپور مین متعین کیا گیا۔ اوس زمانہ مین وہان ایک شخص مولوی
ناصر حسین صاحب تھے (اب مرحوم ہوگئے) اونہون نے ایک کتاب ادب عربی کی
ناصر الادب نام اس قصد سے تصنیف کی تھی کہ اوسے داخل درسیات کرائین تاکہ جو لوگ
بی۔ اے کے لئے انگریزی کے ساتھہ زبان عربی لین اوسے پڑھین۔ ایک
جلد اس کتاب کی اونہون نے مجھے بھی عنایت فرمائی تھی۔ مین نے جب اوسے دیکھا
تو اوسمین سوالات شیطان کا ذکر بطور تعلیم زبان کے مندرج پایا۔ اور یہہ بھی دیکھا کہ جواب
مین صرف اسقدر لکھا ہے کہ شر قلیل خیر کثیر کے لئے جائز ہی نہین لابد ہے۔ مجھے یہہ
جواب اسلئے برا معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کیطرف شر قلیل کو منسوب کیا ہے۔ یہہ بھی خیال
ہوا کہ ایسی کتاب مین جو آجکل کے نوجوان طالبعلمون کے لئے تصنیف فرمائی ہے
ان اعتراضات کو نقل فرمانا صحیح نہین ہے۔ اسلئے کہ یہہ سوالات ایسے عام فریب ہین
کہ ہر شخص اونکا جواب نہین دیسکتا۔ خصوصاً وہ طالبعلم جو دوسرے علوم مین منہمک
ہین۔ اونکے لئے یہہ سوالات سم قاتل ہونگے۔ کیونکہ جب وہ سوالات دیکھین گے اور
جواب نہ پائینگے اثر سوالات مستقر ہوجائیگا۔ ممکن ہے کہ وہ دین سے انحراف کامل کا

سبب ہو۔ چونکہ مین ان سب امور کو اللہ کی مہربانی سے سوچے ہوے تہا اور شیطان
سے ساری عمر لڑکر غالب آیا تہا مناسب سمجہا کہ اون سوالات کا جواب لکہون۔ شاید جناب
اقدس الہی کو پسند آئے کہ اس بندہ نے اپنی مثال دوسرون کو اونکے تیقظ کے لیئے بتلائی
مین نے جونپور مین جواب لکہنا شروع کیا۔ تہوڑا سا لکہا تہا کہ مجہپر حوادث تازہ پڑے
(اور ایسے وقت مین کہ فرزند عزیز سید علی اوسط لندن مین طلب علم کے لیئے گئے تہے۔
اور برخوردار عزیز سید سلطان الحق بہی مجہہ سے جدا تہے) اور تصنیف پوری نہوی مگر مین
شکر الہی بجا لاتا ہون کہ ان حوادث نے اوس نفع سے بہی زیادہ نفع کیا جو ۱۸۶۹ء مین
گذرے تہے۔ غالباً اونسے بہت سی کمی دور ہوگئی اور اس تحریر کی زیادہ قابلیت پیدا
ہوی۔ جونپور مین نوکری کا کام بہی زیادہ تہا اور آب و ہوا بہی اچہی نہ تہی اسلیئے پہر ایسا نہوا
کہ مین متوجہ تکمیل کتاب ہوتا۔ یہان تک کہ مظفر نگر بدل آیا۔ وہانکی حالت بہی قریب قریب
جونپور کے تہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کو اس تصنیف کا پورا کرنا منظور تہا کہ اوسنے
تبدیلی مظفر نگر کو ذریعۂ تبدیلی سہارنپور کا گردانا۔ اور چہاونی کا محکمہ توڑ کر روڑکی مین جب حصہ
ضلع قائم ہوا تو مجہے وہان پہونچا دیا۔ یہہ جگہہ پر فضا۔ خوش آب و ہوا۔ تو قدرتی ہے
مگر میرے لیئے بہت ہی موافق ہوی۔ چونکہ یہان مکان بہی اچہا ملا اور دو حاکم کے رہنے
سے کام بہی مناسب مقدار کا تہا مجہے خیال اوسکی تکمیل کا از سر نو اسطرح پیدا ہوا کہ ایک روز
جناب قاضی ناظر حسن صاحب رئیس منگلور علاقہ روڑکی مجہسے ملنے آئے تہے اثنائے گفتگو
مین اونہون نے ایک قصہ بیان کیا جس سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب معمولی آدمیون

مین سے نہین ہین - بلکہ بلند مرتبہ لوگون مین سے ہین - اسلیئے مین نے اونکو وہ اوراق
جو جونپور مین لکھے تھے سنائے - اونہون نے لفظاً اور معناً دونون طرح داد دی
یعنی لفظ بہی کہے اور چہرے سے بہی ظاہر ہوا کہ جو لفظ کہے تھے مطابق اوس
اثر کے تھے جو دل مین پیدا ہوا تھا - یہانتک فرمایا کہ یہہ تو انگریزی مین ترجمہ
ہونے کے قابل ہین تاکہ ممالک یورپ مین مشتہر ہون اس بڑی داد نے پہر
میرے دل مین خیال اوس کے تکملہ کا پیدا کیا - جب مین نے لکھنے کا قصد کیا
تو اوس حالت کے ساتھہ جو میرے اوپر گذری تھی اوس حالت پر بہی غور کرنا
شروع کیا جو میری دیکھتی آنکھون اس ۲۵ برس کے عرصہ مین عام و خاص خلائق
پر گذرے تھے - اوس نے اسلام مین ایک اختلاف پیدا کیا ہے جسکے نتائج ویسے
ہی ہین جیسے اختلاف کے ہوتے ہین - اس لئے ضرور معلوم ہوا کہ اس تصنیف
کو اوس اختلاف کے رفع کرنے کا ذریعہ بہی گردانون - چنانچہ مین نے چہہ مہینے
کے عرصہ مین اس کتاب کو لکھا اور قصد کیا کہ مشتہر کرون - لیکن طبع سے پہلے
اس قصد مین بعض امور مخل ہوے - اجمالی بیان اونکا یہہ ہے کہ چہپوانا بلا اجازت
حکام وقت کے ممکن نہوا - حکام موصوف انتظام طاعون ہر دوار مین مصروف ہو گئے
- دو سال کا عرصہ گذر گیا اور یہہ قصد ملتوی ہوتا رہا - تاہم مین نے اس وقت کو
ضائع نہین کیا - کچھہ نہ کچھہ اصلاح و ازدیاد مضامین کرتا رہا - یہانتک کہ عالی جناب
معلے القاب **ڈبلیو ایچ ایل امپی صاحب بہادر** ضلع سہارنپور کی

کلکٹری پر تشریف لائے اور اونہون نے اس کتاب کے چھپنے کی اجازت بعد منظوری ضروری کے عطا فرمائی - لازم ہے کہ مین جناب ایبی صاحب کا شکریہ ادا کرون - چنانچہ ادا کرتا ہون - یہہ وہی شخص ہین کہ مین اونکا نام اس دیباچہ مین اظہار احسانمندی کے لئے لکھتا ہون حقیقت مین یہہ بزرگ نہایت ستودہ صفات ہین - حکام انگریزی کی عموماً یہہ حالت ہے کہ اونکی لیاقتین مسلم ہین - اور خوبیان بیشتر حکام کی حیرت انگیز - لیکن ضرور بعض کو بعض پر بہتری مین فضیلت ہوتی ہے یہہ بزرگ اون بعض اور بہت ہی خاص لیاقت کے حکام مین سے ایک ہین جو باعتبار صفات اعلیٰ اس صوبہ مین مشارٌ الیہ ہین حقیقت مین اونہون نے مجھپر احسان کیا ہے اور مین اوسکا اقرار کرتا ہون اور اسلیئے دعا کرتا ہون کہ وہ اس صوبہ کے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ہون آمین

معذرت اس کتاب مین بعض مقامات کو ایسے بسط سے لکھا ہے کہ اوسے طول مخل کہہ سکتے ہین اور تکرار مضامین بھی ہے - یہہ طریقہ اسلیئے اختیار کیا ہے کہ مسائل مبحوث عنہ ایسے ہین کہ اونکے سمجھانے مین بسط کے بغیر کام نہین چل سکتا - علی الخصوص جب کتاب مذاق زمانہ حال کے مطابق لکھی جائے اسلیئے پہلے دو باب مین حتی الامکان نقلیات سے کام نہین لیا - اوسکے بعد دو باب مین نقلیات سے اونہین مضامین کو مدلل اور روشن کیا ہے - پانچوان باب خلاصہ اون مطالب کا مع خاص اون مضامین کے ہے جو جواب کے لئے ضروری تھے - تکرار اس ضرورت خاص سے بھی جائز رکھا ہے کہ اس بات کی توقع کمتر ہے کہ ناظرین ساری کتاب کو صبر و اطمینان سے پڑھین گے

جب یہ ظن غالب ہوا لازم آتا ہے کہ وہ مسئلہ جو بحث خاص کے متعلق ہے
اس طریقہ پر ہر مقام مین (خواہ تطفلی ہو یا مستقل) ایسا بیان کیا جائے کہ بقدر
ضرورت مقام تسکین بخش ہو۔ باوجود اسکے مین اون حضرات کی خدمات اقدس
مین جو اس کتاب کو دیکھین التجا کرتا ہون کہ اس خطا اور ساری اور خطاؤن کو
جہان معلوم ہون دامن عفو سے پوشیدہ فرمائین۔ اللہ تعالی اجر دیگا۔

سید محمد نعیمی عفی عنہ } مقام رورکی محررہ ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شفاء الجنان من شبہات الشیطان

ملقب بہ

شہاب ثاقب

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام دلاور علیخان صوفی حلیہ طبع پوشید

سنہ ۱۸۹۹ عیسوی

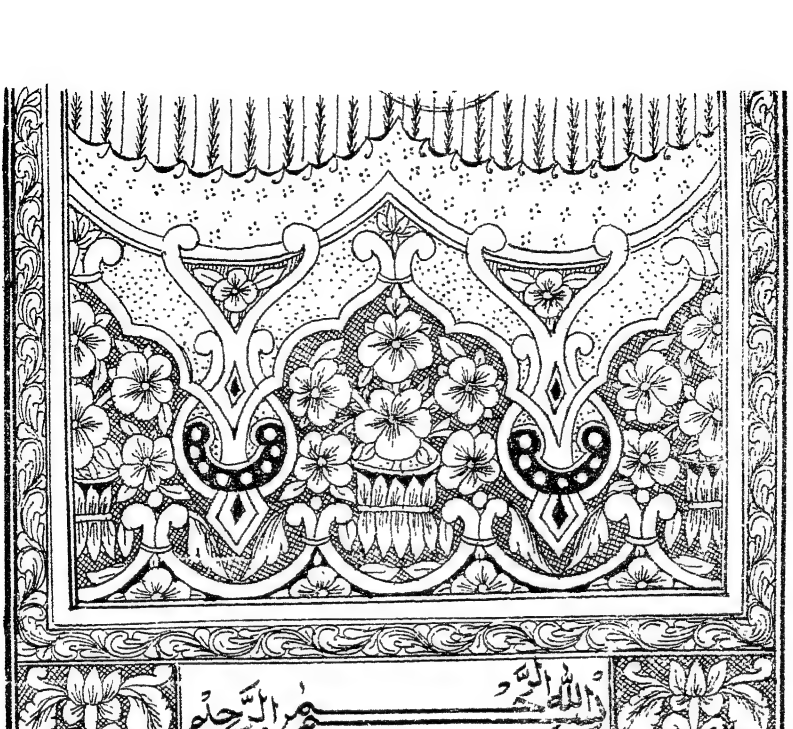

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و نعت

کرور کرور شکر اللہ تعالی کا بنی نوع انسان پر واجب ہے جسنے ہمکو
ایسا بنایا کہ ہماری کوئی نظیر دنیا مین نظر نہین آتی - کرور کرور احسان اللہ تعالی کا اسپر ہے
کہ اوسنے مخلوق کو ہمارے فائدہ کے لئے بنا کر ہمکو اونکا حاکم کیا - اے اللہ - ہم
اوس شکر کے ادا کرنے سے قاصر ہین - اور اس نعمت کے لئے تجھسے بڑے
مالک کے سامنے سوا اسکے کیا کر سکتے ہین کہ سجدہ کرین جو سب سے بڑی منت اور عادت
و شکر کا طریقہ تونے ہم مین خلق فرمایا ہے - سجدہ بھی کرین اور تیرے حکم بھی بجا لائین
جن حکمون کے پہونچانے کو تونے جناب محمد مصطفے صلی علیہ وآلہ وسلم سے نبی کو بھیجا -
اللہ اکبر! کیا پاک نبی عنایت فرمایا کہ جب اوسکی خوبیون پر ہم خیال کرتے ہین تو معلوم
ہوتا ہے کہ آدمیت کا نمونہ کیا ہے اور تونے آدمی کو کیا کیا رتبے دیے ہین - اوسکے

ساتھہ تو تنے اوسکی آل اور جانشینون مین کیا کیا خوبیان پیدا کین ! اون خوبیون نے
کیا کیا اثر دکھلائے جنکا فیض آج تک ہم لوگون پر جاری ہے - تیرے احسان
بنی نوع انسان پر اتنے ہین کہ اونکو ہر وقت تیرے شکر مین مصروف رہنا چاہیے -
ان نعمتون کے ساتھہ جو تو نے ہمکو دی ہین بڑی نعمت یہ عطا فرمائی ہے کہ ہمکو اپنا
بندہ بنایا اور شکر کا آسان طریقہ ہمکو یہ دیا کہ ہم تیرے ہو کر رہین - اے اللہ تو نے
ہمارے لیے مراتب عظیمہ مقرر فرمائے اور تو نے ہمکو اون تک پہونچنے کا وسیلہ دیا کہ
جسقدر عقل کے موافق کام کیے جائین اوسی قدر اون مرتبون پر پہونچتے جائین - تو نے
اون ذریعون مین اپنی کمال مہربانی سے آسانی دی - اپنی توفیق ہمارے ساتھہ رفیق
کی - کوئی امتحان ایسا سخت ہمارے لیے نہین رکھا جو ہم سے نہ ہو سکے اور بمقابلہ
اوسکے مراتب بہت ہی عظیم بنائے - اے اللہ تو نے عزازیل کو پیدا کیا اور اوسکو
ہم پر غلبہ نہین دیا - باوجود اسکے اوسکے ذریعہ سے جو امتحان لیا اوسکے مراتب بہی
بلند فرمائے - اے اللہ مین قصد کرتا ہون کہ تیرے شکر نعمت مین اس طرح مصروف
ہون کہ اوس مخلوق کی بابت جو دہوکا ہو رہا ہے اور اوسنے جو دہوکے دئے ہین
کچھہ لکھون - تو توفیق دے - تو مدد کر تو راہ نیک دکھلا - اور تو اوسے
مقبول فرما - بحمد و آلہ الامجاد - صلوٰۃ اللہ علیہم الی یوم المعاد
وہ دہوکے بہت دنون سے ذکر ہو رہے ہین اور ہر وقت کے مذاق کے مطابق اونکے
جواب ہوے ہین مین آجکل کے مذاق کے موافق کچھہ بیان کرنا چاہتا ہون اور اوسکو

یون شروع کرتا ہون کہ پہلے وہ سات دہوکے یعنی سوال بیان کرتا ہون پہر جواب کو بہی سات حصون پر تقسیم کرتا ہون۔

فہرست اجمالی

حصہ اول - تمہید - دلائل کی دقت

پہلا حصہ جسکا نام تمہید ہے - اوسمین ذکر اس بات کا ہے کہ دلیلون مین صحیح کو سقیم سے پہچاننا کتنا مشکل ہے۔

باب اول حصہ دوم - نظام عالم کی خوبیون کا بیان -

دوسرا حصہ جسکا نام باب اول ہے اوسمین ذکر نظام عالم اور اوسکی خوبیون کا ہے۔

باب دوم حصہ سوم نظام عالم کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب

تیسرا حصہ جسکا نام باب دوم ہے اوسمین ذکر اون اعتراضات کا ہے جو آجکل دلون مین نظام عالم کے متعلق خطور کرتے ہین اور اونکے جوابات کا۔

باب سوم حصہ چہارم - آیات قرآنی متعلق شیطان اور اونکے نکات -

چوتہا حصہ جسکا نام باب سوم ہے اوسمین ذکر اون آیات قرآنی کا ہے جو متعلق شیطان کے ہین - اور نیز اون نکات کا جو آیات مذکورہ پر غور کرنے سے ظاہر ہوتے ہین - اور بعض اعتراضات کے جوابات کا۔

باب چہارم حصہ پنجم - ساتون سوالات کا جواب اجمالی -

پانچوان حصہ جسکا نام باب چہارم ہے اوسمین ذکر ساتون سوالون کے جواب اجمالی کا ہے۔

باب پنجم حصہ ششم - ساتون سوالات کا جواب تفصیلی -

چہٹا حصہ جسکا نام باب پنجم ہے اوسمین ذکر جوابات تفصیلی یعنی ہر سوال کے مقابل جدا جواب کا ہے۔

خاتمہ حصہ ہفتم حقیقت شیطان

ساتوان حصہ جسکا نام خاتمہ ہے اوسمین ذکر حقیقت شیطان

تاویلات اور دوسری ضروری چیزون کا بیان —

کا اور اوسکے وجود کا ہے۔ اور یہ بھی بیان ہے کہ شیطان کے وجود سے انکار کی اصلی وجہ کیا ہے۔ اور اوسکے وجود کے متعلق تاویل اور عموماً مذہب کی باتون مین تاویلات کرنیکی برائی کیا ہے اور بغیر تاویلون کے تاویلات کرنیکی بنسبت کام اچھا چل سکتا ہے۔

شیطان کے ساتون سوال

وہ سات سوال جنکی نسبت علمانے لکھا ہے کہ شیطان نے فرشتون سے کیئے اور کہا کہ جناب اقدس الٰہی مین ان سوالات کو عرض کرو اور جواب مانگو۔ یہہ ہین۔ **توضیح** اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا اوسکا ذکر باب چہارم مین ہے۔

پہلا سوال

پہلا سوال

شیطان کو کیون پیدا کیا

اِنَّهٗ عَلِمَ قَبْلَ خَلْقِیْ اَیَّ شَیْءٍ یَصْدُرُ عَنِّیْ وَیَحْصُلُ مِنِّیْ فَلِمَ

اللہ تعالیٰ کو میری پیدایش سے پہلے معلوم تہا کہ مجھسے کیا افعال صادر ہونگے پہر اوسنے

خَلَقَنِیْ اَوَّلًا وَمَا الْحِکْمَةُ فِیْ خَلْقِهٖ اِیَّایَ۔

مجھے پیدا ہی کیون کیا میرے پیدا کرنیمین خصوصاً کیا حکمت ہے؟

دوسرا سوال

دوسرا سوال

تکلیف معرفت کیون دی

اِنْ خَلَقَنِیْ عَلٰی مُقْتَضٰی اِرَادَتِهٖ وَمَشِیَّتِهٖ فَلِمَ کَلَّفَنِیْ بِمَعْرِفَتِهٖ

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق مجھے پیدا کیا تو پہر تکلیف معرفت

وَطَاعَتِهٖ وَمَا الْحِکْمَةُ فِی التَّکْلِیْفِ بَعْدَ اَنْ لَّا یَنْتَفِعُ بِطَاعَتِهٖ

اور طاعت دینے مین کیا فائدہ تہا؟ کیونکہ اللہ کو بندون کی طاعت سے نفع اور اونکی نافرمانی

وَلَا يَضُرُّ بِمَعْصِيَتِهٖ۔

سے نقصان نہین پہونچتا اسمین کیا حکمت ہے؟

تیسرا سوال

تیسرا سوال

سجدۂ آدم کا کیون حکم دیا

اِذَا خَلَقَنِیْ وَكَلَّفَنِیْ فَالْتَزَمْتُ تَكْلِيْفَهٗ بِالْمَعْرِفَةِ

جب مجھکو پیدا کیا اور عموماً اپنے احکام کا مکلف بنایا مین نے اللہ تعالی کو پہچان لیا

وَالطَّاعَةِ وَاَطَعْتُ فَلِمَ كَلَّفَنِیْ بِطَاعَةِ اٰدَمَ وَالسُّجُوْدِ لَهٗ وَمَا الْحِكْمَةُ

اور اوسکی عبادت کرنیلگا اور فرمانبردار ہوگیا پھر علی الخصوص سجدہ حضرت آدمؑ کا مجھکو کیون حکم دیا

فِیْ هٰذِهِ التَّكْلِيْفِ عَلَى الْخُصُوْصِ بَعْدَ اَنْ لَّا يَزِيْدَ ذٰلِكَ فِیْ مَعْرِفَتِیْ وَطَاعَتِیْ

اس حکم دینے مین کیا حکمت ہے؟ کیونکہ آدم کیطرف سجدہ کرنیسے میرا عرفان اور طاعت زیادہ نہین ہوسکتی تھی

چوتھا سوال

چوتھا سوال

انکار سجدہ سوا ذات الٰہی پر شیطان کو مردود کیون کیا۔

اِذَا خَلَقَنِیْ وَكَلَّفَنِیْ عَلَى الْاِطْلَاقِ وَكَلَّفَنِیْ بِهٰذَا التَّكْلِيْفِ

جبکہ مجھکو عموماً کل احکام کی بجا آوری اور خصوصاً آدم کی سجدہ پر مامور فرمایا

عَلَى الْخُصُوْصِ فَاِذَا لَمْ اَسْجُدْ فَلِمَ لَعَنَنِیْ وَاَخْرَجَنِیْ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا الْحِكْمَةُ فِیْ ذٰلِكَ

پس اگر مین نے سجدہ نکیا تو پھر مجھپر کیون لعنت کی اور کیون جنت سے نکال دیا مینے کچھ برا نہین کیا تھا

بَعْدَ اَنْ لَّا ارْتَكَبَ قَبِيْحًا اِلَّا قَوْلِیْ لَا اَسْجُدُ اِلَّا لَكَ

صرف یہہ کہا تھا کہ سوا تیرے دوسرے کو سجدہ نہ کرونگا۔ اس مین کیا حکمت ہے؟

پانچوان سوال

پانچوان سوال

بعد مردود کرنیکے جنت مین کیون جانے دیا کہ مین آدم کو گیہون کیلا نکالا

اِذ خَلَقْتَنِیْ وَکَلَّفْتَنِیْ مُطْلَقًا وَخُصُوْصًا فَلَمْ اُطِعْ فَلَعَنْتَنِیْ وَطَرَدْتَنِیْ

جبکہ مجھکو پیدا کیا اور تکلیف طاعت کی عموماً و خصوصاً فرمائی مگر مین نے

اطاعت نہ کی اور مجھے ملعون کرکے نکال دیا۔

فَلَمْ طَرَدْتَنِیْ اِلٰی اٰدَمَ حَتّٰی دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ ثَانِیًا وَعَذَرْتَہٗ بِوَسْوَسَتِیْ فَاَکَلَ

تو پھر مجھے اس طرح کیون چھوڑ دیا کہ مین جنت مین جانے پایا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر

مِنَ الشَّجَرَۃِ الْمَنْہِیِّ عَنْہَا وَاَخْرَجَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ مَعِیْ وَمَا الْحِکْمَۃُ فِیْ

گیہون کھلا دیا اور پھر اونکو بھی جنت سے نکال دیا اگر مین جانے نہ پاتا حضرت آدم

ذٰلِکَ بَعْدَ اَنْ لَّوْ مَنَعْتَنِیْ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ اِسْتَرَاحَ بَنِیْ اٰدَمَ وَبَقِیَ خَالِدًا فِیْہَا

ہمیشہ جنت مین رہتے اور مجھ سے محفوظ رہتے۔ اس مین کیا حکمت ہے؟

چھٹا سوال

شیطان کو اولاد آدم پر اسطرح کیون مسلط کیا کہ وہ شیطان کو نہین دیکھ سکتے۔

چھٹا سوال

اِذ خَلَقْتَنِیْ وَکَلَّفْتَنِیْ عُمُوْمًا وَخُصُوْصًا وَلَعَنْتَنِیْ ثُمَّ

جبکہ مجھکو پیدا کیا اور ہدایت کی عموماً اور سجدۂ آدم کی خصوصاً تکلیف دی اور

طَرَدْتَنِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَکَانَتِ الْخُصُوْمَۃُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اٰدَمَ فَلِمَ سَلَّطْتَنِیْ عَلٰی اَوْلَادِہٖ

اور نافرمانی پر نکال دیا اور پھر جنت مین جانے دیا اوسوقت مجھمین اور حضرت آدم مین دشمنی تھی پس مجھکو اونکی

حَتّٰی اَرَاہُمْ مِنْ حَیْثُ لَا یَرَوْنَنِیْ وَتُؤَثِّرُ فِیْہِمْ وَسْوَسَتِیْ وَلَا تُؤَثِّرُ فِیْ حَوَاسِّہِمْ وَقُوَاہُمْ

اولاد پر کیون مسلط فرمایا اور وہ بھی اسطرح کہ مین اونہین دیکھتا ہون وہ مجھے نہین دیکھتے میرا وسوسہ

اون مین اثر کرتا ہے اونکی قدرت و قوت۔

وَاسْتِطَاعَتُهُمْ فَمَا الْحِكْمَةُ فِي ذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ لَوْ خَلَقْتَهُمْ عَلَى الْفِطْرَةِ دُوْنَ مَنْ

واستطاعت مجھمین اثر نہین کرتی اسمین کیا حکمت ہی؟ کیونکہ اگر وہ مطیع اور فرمانبردار پیدا ہوتے

يَحْتَاجُ عَنْهَا فَيَعِيْشُوْا طَاهِرِيْنَ سَامِعِيْنَ مُطِيْعِيْنَ كَانَ اَحْرٰى بِهِمْ وَاَلْيَقَ بِالْحِكْمَةِ

کوئی اونکا دہوکے دینے والا نہوتا۔ پاک زندگانی عبادت و اطاعت کے ساتھہ بسر کرتے

زیادہ بہتر اور شایان حکمت تہا۔

ساتوان سوال

ساتوان سوال

شیطانکو قیامت تک مہلت کیون دی اگر نہ دیجاتی بقاء عالم میں محض تھوڑا

سَلَّمْتُ هٰذَا كُلَّهُ خَلَقْتَنِيْ وَكَلَّفْتَنِيْ مُطْلَقًا وَمُقَيَّدًا

یہ سب کچھہ مینے تسلیم کیا کہ مجھے پیدا کیا اور تکلیف معرفت دی اپنی ذات کی اور سجدہ آدم کی

وَاِذْ لَمْ اُطِعْ لَعَنْتَنِيْ وَطَرَدْتَنِيْ وَاِذْ اَرَدْتُ دُخُوْلَ الْجَنَّةِ

اور جب مین نے فرمانبرداری نہ کی نکال دیا۔ اور پہر جب مین نے جنت مین جانا چاہا

مَكَّنْتَنِيْ وَطَرَدْتَنِيْ وَاِذْ عَمِلْتُ عَمَلِيْ اَخْرَجْتَنِيْ ثُمَّ سَلَّطْتَنِيْ عَلٰى بَنِيْ اٰدَمَ

مجھے جانا ملا۔ اور پہر جب مین نے اپنا کام کرلیا پہر نکال دیا پہر مجھے بنی آدم پر مسلط کردیا

فَلِمَ اِذَا اِسْتَمْهَلْتُهُ اَمْهَلْتَنِيْ فَقُلْتُ اَنْظِرْنِيْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

لیکن جب مین نے مہلت مانگی تو مجھے مہلت کیون دی یعنی مینے عرض کیا کہ مجھے مہلت دی قیامت تک

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ وَمَا الْحِكْمَةُ فِيْ ذٰلِكَ

تو ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے اس مین کیا حکمت ہی؟ اسلیے کہ اگر اوسیوقت

بَعْدَ اَنْ لَوْ اَهْلَكْتَنِيْ فِي الْحَالِ اِسْتَرَاحَ اٰدَمُ وَالْخَلْقُ مِنِّيْ وَمَا بَقِيَ شَرٌّ مِّمَّا

تو مجھے ہلاک فرما دیتا تو نسبت حضرت آدم کے اور مخلوق کے کوئی شر۔

فِی الْعَالَمِ اَلَیْسَ بَقَاءُ الْعَالَمِ عَلٰی نِظَامِ الْخَیْرِ خَیْرًا مِنْ اِمْتِزَاجِہٖ بِالشَّرِّ۔

عالم مین باقی نہ رہتا۔ کیا عالم کا بقا نظام خیر پر بہ نسبت اسکے کہ خیر و شر یعنی نیکی اور بدی دونون ملی ہوی ہون بہتر نہین ہے؟

تمہید

تمہید

دلائل کی دقت

اس مین ذکر اس بات کا ہے کہ دلیلون مین صحیح و سقیم کا امتیاز کتنا مشکل ہے

امور الٰہی مین خوض کرنا کیون منع ہے۔

قبل اسکے کہ جواب ان اعتراضات کا دیا جایے بیان کرنا ایک تمہید کا ضرور معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہہ ہے کہ حق تعالےٰ نے بعض خوض کرنیوالون یعنی سوچنے والون کی امور عظیمہ مین مذمت فرمائی ہے اور یہ ایک طرح کی ممانعت ہے وہ ممانعت عوام کے لیے اسی لیے ہے کہ اونکی عقل بہت چھوٹی ہے اور جب وہ عمدہ تدبیرون اور صنعتون کے سمجھنے مین قاصر رہتے ہین تو اعتراضات کرتے ہین اور اون اعتراضات سے گمراہ ہو جاتے ہین اور مفاسد مین پڑتے ہین۔

سلطنت کے رموز ہر شخص کے فہم کے قابل نہین۔

مثال کے طور پر سلطنت اور بادشاہون کا حال قابل غور ہے۔ فارسی کا ایک مصرع مشہور ہے۔ ع رموز مملکت خویش خسرو دانند یعنی بادشاہ اپنے ملک پر حکومت کرنے کی بادشاہ ہی جانتے ہین۔ ظاہر ہے کہ جو ضرورتین

بادشاہون کو پیش آتی ہین عوام کو پیش نہین آتین - انسان جو نتیجہ نکالتا ہے وہ ہمیشہ اون معلومات
پر مبنی ہوتا ہے جو اوسکے پیش نظر ہین - ہر شخص کی معلومات کے وسائل اسقدر وسیع نہین
ہوتے جتنے اون لوگون کے وسیع ہوتے ہین جو بہت سے آدمیون سے معاملہ کرتے ہین
بہت سے ملکون مین پھرتے ہین بہت سی باتین دیکھتے سنتے ہین - پس جو نتائج بڑے معلومات
پر کسی نے نکالے ہین ممکن نہین ہے کہ اونکو وہ شخص سمجھ سکے جسکو اوسقدر معلومات نہین ہوئے
نتیجہ یہ ہے کہ کم معلومات والا جو بڑے معلومات والے پر اعتراض کریگا غلط بھی ہوگا اور مفاسد
بھی اوسمین بھرے ہونگے یہ مثال پرانے بادشاہون کی ہے جب ایک شخص کے ہاتھ مین
باگ سلطنت کی ہوتی تھی - زمانہ حال مین آپ ملاحظہ فرمایئے کہ سلطنت کی باگ واقعاً ایسے
چند عقلاء کے ہاتھ مین ہے جنکے معلومات مجموعاً اسقدر زیادہ ہین کہ کسی ایک فرد مین جمع
نہین ہوسکتے - باینہمہ برابر ہم دیکھ رہے ہین کہ لوگ سلطنت پر اعتراض کرتے ہین اور یہ
بھی دیکھتے ہے ہین کہ جب اصلی کیفیت اور وجہ کسی خاص عمل کی معلوم ہوتی ہے قائل ہوجاتے
ہین کہ اعتراض غلط تھا اور وہ عمل جو سلطنت نے کیا صحیح تھا جب کبھی ہم قائل نہین ہوتے
اوسکو ہمارا تعصب کہنا لازم ہے اسلیے کہ اس بابت کوئی شک نہین کرسکتا کہ انگریزونکی سلطنت
مین بہت سی خوبیان موجود ہین - ایک طریقہ کا انصاف ہوتا ہے - امن موجود ہے بیرونی دشمنون
سے اطمینان ہے مراسلت اور مسافرت کی لاانتہا آسانی ہے - تجارت آزاد ہے پس یہ سب
نتائج جو پیدا ہوے ہین ضرور صحیح افعال کا نتیجہ ہین - آپ خفا نہ ہوجیئے کہ مین انگریزونکی تعریف
آپ کے خلاف طبع کرتا ہون - اسبات پر غور کیجیے کہ ہندوستان مین مختلف گروہون پر انسانون

کے یہ لوگ حکومت کرتے ہین - آپ انصاف سے مجموعی حالت پر غور فرمائیے کہ ہر گروہ ایک ایسی
مناسب حالت مین خوش ہے کہ ایسا کبھی خوش نہ تھا کیونکہ مسلمانون کے وقت مین ہندو اور
ناراض رہتے تھے - ممکن نہین ہے کہ اونکے مذہب مین مداخلت ہو اور وہ راضی رہین - ہندوؤن
کے وقت مین مسلمان ضائع کیے جاتے تھے - بہرحال جو لوگ سلطنت پر اعتراض کرتے
ہین وہ ضرور حقیقت حال سے بیخبر ہین اونکو معلوم نہین کہ مختلف گروہون پر حکومت کرنے کے
لیے - انتظام کے درست رکھنے کیلیے امن باقی رکھنے کیلیے اندرونی اور بیرونی دشمنون سے بچانیکے لیے
کیا کیا کچھ کرنا پڑتا ہے اس ناراضی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معترضین قوی سلطنت کے دشمن
ہین اور اس سے کیا ہوتا ہے ؟ - اپنے پانون مین کلہاڑی مارتے ہین - اپنا ضرر کرتے ہین

سلطنت کی حالت اور حکمت عالم کی حالت مین فرق ہے -

یہ مثال سلطنت کے ساتھ صرف آپ کے سمجھانے اور غور کرنیکے
لیے دیجاتی ہے ورنہ یہ مثال حق تعالی کی سلطنت کے ساتھ کسی
طرح صحیح مثال نہین ہے یعنی تشبیہ ناقص ہے - اسلیے کہ جتنی بڑی سلطنت اللہ تعالی کی ہے
اوسقدر بڑی کوئی نہین ہے - اور اوسکی مصلحتین بھی ضرور اسقدر بڑی ہین کہ ہماری سمجھ مین
آنا اونکا ناممکن اور محال ہے - بہرحال چونکہ کوئی مثال دنیا کے پیدا کرنیوالے کی حکومت کی
مل ہی نہین سکتی اسلیے کہ موجود نہین ہے پس اوسکے جملہ مصالح کا پہچاننا ضرور ناممکن ہے -
جسقدر لوگ بیان کرتے ہین - بقول ایک عالم مشہور کے ع ہر کس ز سر قیاس حرفی گفتند -
اپنی چھوٹی عقل کے موافق اوس معلومات پر جو اونکو ہے نتیجے نکالتے ہین جو ضرور محض قیاس
ہونا چاہیے واکثر وہ نتیجے غلط ہونے چاہئین - یہی وجہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے جو نکات اور حقائق ارشاد فرمائے ہین وہ اون لوگون کو جو اپنی عقول ناقصہ پر بھروسہ کیے ہوئے بیٹھے ہین اور واقع مین سخت بیخبر ہین ناممکن معلوم ہوتے ہین اور اونکو خلاف عقل اور ناممکن جانکر بعض بعض پر اونمین سے ہنستے ہین —

نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا

مخلوق کو شناخت ذات خالق نہو سکنے کا بیان —

ایک روز کا مین ایک واقعہ عرض کرتا ہون کہ ایک شخص اپنے بال بچون کے ساتھ کھانا کھانے مین مصروف ہوئے دسترخوان بچھا روٹیان آتی جاتی تھین — ایک لڑکی دس گیارہ سال عمر کی جو بہت ذہین اور غائر فکر کرنیوالی تھی بول اوٹھی کہ اباجان اللہ کیا چیز ہے — اونہون نے جواب دیا کہ بیٹی یہ بات کہ اللہ کیا چیز ہے — کوئی نہین بتلا سکتا — اسلیے کہ تم دیکھتی ہو کہ یہ روٹی جو پک کر تمہارے سامنے آئی ہے کیا جان سکتی ہو کہ اوسکو جسنے پکایا ہے وہ کیا چیز ہے تم دیکھو کہ روٹی بغیر پکانیوالے کے یہان نہین آتی تو یہ ساری دنیا بغیر بنانے والے اور سخت تدبیر کرنیوالے کے کیسے بن سکتی ہے —

رموز سلطنت خالق کی بھی شناخت نہین ہو سکتی —

پھر غور فرمائیے کہ انگریز جو سلطنت کرتے ہین وہ ایک سلطنت ہے یعنی ایک ملک مین امن قائم رکھتے ہین اور سلطنت کے متعلق ضروری امور بجالاتے ہین وہ کسی کو پیدا نہین کرتے — مرنیوالے کو زندہ نہین کر سکتے — پانی نہین برساتے — ہوا نہین چلاتے — سورج چاند نہین بناتے — اونکی سلطنت اور اونکے

علم مین اسقدر بڑی خوبی ہے کہ وہ یہ جانتے ہین کہ مثلاً جب سمندر مین ایک خاص قسم کی ہوا پیدا ہوگی تو موسم مین ایک خاص قسم کا تغیر ہوگا - مگر یہ امر وہ نہین جانتے کہ وہ کس طرح پیدا ہوگی یعنی وہ اسباب سے نتیجون کے پیدا ہونیکی بابت باخبر ہین لیکن اسباب کے وجوہ سے قطعاً بے خبر ہین - پس مجازی سلطنت کے امور مین جب بہت سی عقلین قاصر رہتی ہین تو حقیقی سلطنت کے امور مین کیون تمام عقول قاصر نہ رہین -

بھلائی اور برائی مین امتیاز کی قوت

ان اعتراضات مین جنکی بابت ہم بطور جواب کچھہ کہنا چاہتے ہین اصل مین یہی سقم ہے کہ لوگون نے اپنے خیال مین اپنی اغراض پر نظر کرکے کچھہ امور اچھے مان لیے ہین کچھہ برے - تب یہ اعتراض ہے کہ برے کیون پیدا ہوئے - اول تو یہ امر بہت بحث کے قابل ہے کہ اونکا اعتقاد نسبت اچھائی اور برائی کے صحیح ہے یا نہین - ثانیاً یہ امر دیکھنا چاہیے کہ اچھی چیز کو اچھی چیز اونھون نے کیسے جانا ہے - ضرور اسلیے جانا ہے کہ وہ بدی کو جانتے ہین - بیشتر یہ اعتراض اون لوگون کا ہے جنھون نے اچھائی کو ایک خیالی بات دل مین ٹھہرا لیا ہے - جنکو ایسے خیال کے لوگ اچھا سمجھتے ہین اونکی حالت پر غور فرمایئے -

فقیرون مین جو بھلائی سمجھی جاتی ہے اوس بھلائی کی حالت

فرض کر لیجیے کہ ایک فقیر ہے جسے لوگ بہت اچھا جانتے ہین وہ کیا کرتا ہے ؟ رات دن عبادت کرتا ہے - کسی سے برائی نہین کرتا - آپ غور کیجیے کہ وہ جو دوسرون کا مال بلا محنت استعمال کرتا ہے - یہ کیا اچھا ہے - یہ کہوگے کہ وہ دوسرون کا بھلا کرتا ہے - یہ تو ضرور ہی غلط ہے کہ وہ ساری دنیا

کی بہلائی کرتا ہے یا جو شخص اوسکی پرورش کرتا ہے اوسکی حاجتین پوری کرتا ہے۔
میرا خیال یہ ہے کہ وہ جو عبادت کرتا ہے صرف اپنے آیندہ آرام کے لیے کرتا ہے۔
حاجت کسی کی اوسکے ہاتھ مین نہین اور مفت خورہ ہے۔

امیرون مین جو بہلائی سمجھی جاتی ہے اوس بہلائی کی حالت۔

ایک امیر کو فرض کر لیجیے کہ اوسکی لوگ مدح کرتے ہین کہ بہت اچھا ہے۔ کیا اچھا ہے۔ بڑا مخیر ہے۔ بڑا نیک ہے۔ کیا آپ نے ایسے امیرون کا انجام نہین دیکھا کہ مجلس افروزی کے لئے صاحب جمع ہوئے انتظام سے بیخبری ہوئی قرضہ ہوا۔ بالآخر خود بھیک مانگی یا اولاد کو اس قابل چھوڑا کہ بھیک مانگین۔

حکام مین جو بہلائی سمجھی جاتی اوس بہلائی کی حالت۔

ایک کلکٹر کو لیجیے اوسکی تعریف ہے کہ بڑا اچھا ہے۔ وہ کیا کرتا ہے سب لوگون کی سنتا ہے۔ اور بڑا رحمدل ہے یعنی بڑے بڑے جرائم کو معاف کرتا ہے۔ کیا بدی کی سزا نہ دینا اچھا ہے۔ کیا ہر اہل غرض کی بات سننے سے مفاسد نہین پیدا ہوتے۔

اللہ تعالی مین جو بہلائی سمجھی جاتی ہے اوس بہلائی کی حالت

اسی طرح درباب حق تعالی آپ نے اپنی خیالی نیکی کے موافق سمجھا ہے کہ وہ نیک ہے ضرور وہ ایسا نیک ہے کہ کوئی اوسکی دوسری مثال نہین ہے۔ لیکن وہ زندہ کو مردہ کرتا ہے۔ جننے کی عورتون کو تکلیف دیتا ہے۔ وہ جرائم کی سزائین علاوہ اسکے جو آیندہ کے لئے مقرر ہین دنیا مین بھی دیتا ہے پس جو نیکی آپ نے خیال کر رکھی ہے وہ غلط نیکی ہے۔ آپ اوس خالق کا حال سوچ رہے ہین جو ایک بڑا منتظم ہے اوسمین طرح طرح کے اوصاف موجود ہین جب ایک صفت کو دوسری

صفت سے ملائیگا عقل حیران ہو جائیگی اور ایک صفت دوسری صفت کے مضاد اور مخالف معلوم ہوگی اور آپ کی سمجھ سے باہر ہو جائیگی (لفظ آپ سے ذات قاری یا مخاطب مراد نہین ہے عامہ خلائق مراد ہین) اسی لیے یہہ امر ہے کہ جو لوگ قابلیت نہین رکھتے اونکو اللہ جل شانہ کے امورات مین سوچنا ہی منع ہے - اسی لیے مین ناظرین کی خدمت اقدس مین گزارش کرتا ہون کہ اگر آپ کی طبیعت مین زیادہ خلجان کی کیفیت ہو تو آپ ان مباحث مین نہ پڑین اور خیال کرلین کہ وسوسہ شیطانی ہے اور آگے اس کتاب کو ملاحظہ نفرمائین -

شرح اس بات کی کہ بیان بالا کا مقصود انکار دلائل نہین ہے

ممکن ہے کہ جو کچھ آپ سے مین نے گذارش کیا آپ فرمائین کہ اسکی معنی یہ ہین کہ دلیل کام کی چیز نہین ہے - اور جب دلیل کام کی چیز نہ ہو تو کوئی چیز ثابت ہی نہین ہو سکتی حالانکہ دنیا کا کام دلیل سے چلتا ہے - مثلاً جو شخص مکان مین بیٹھا ہو وہ چاندنی چھٹکی ہوئی دیکھکر جان سکتا ہے کہ چاند نکلا ہوا ہے - گو اوسنے چاند کو اوس وقت نہ دیکھا ہو - جو شخص مرا پڑا ہو اور سینے مین اوسکے زخم ہو جس سے خون اوبلا ہوا ہو آپ جان لینگے کہ یہ زخم اس موت کا باعث ہے اور کسی نے گولی چلائی یا تلوار ماری ہے تب زخم ہوا ہے - کوئی زخم کا لگانیوالا ہے - اسکی توضیح بھی ضرور معلوم ہوتی ہے -

امتیاز صحیح و سقیم کی دقت کا بیان -

پس جاننا چاہیے کہ ہم دلیل سے اور اوسکی صحت سے کب انکار کرتے ہین - ہمارا مطلب یہ ہے کہ محض دلیل جو قوت فکر اور معلومات کا نتیجہ ہے قوت فکر و معلومات پر اوسکی صحت اور عدم صحت موقوف ہے اگر آدمی کی عقل اوسوقت صحیح ہے

تو دلیل بہی جو صحیح معلومات پر مبنی ہے صحیح ہوگی ورنہ نہین۔

مثال عدم صحت اوس دلیل کی جو آنکہہ سے دیکہکر پیدا کی ہو۔

ایک مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص جو دنیا مین نہین پہرا اور ناواقف ہے جب موسم گرمی مین ایسے جنگل سے گذریگا جہان ریت کے سوا اور کچہہ نہو جان لیگا کہ تالاب بہرے ہوے ہین۔ یہ نتیجہ غلط ہے گو آنکہہ سے دیکہی ہوی چیز کے متعلق نکالا ہے۔ غلطی اسلیے ہوی کہ اس شخص کو معلوم نہین کہ گرمی مین دور کی ریت بشکل تالاب نظر آتی ہے۔

مثال عدم صحت اوس دلیل جو سنکر پیدا کی ہو۔

ایک مثال یہہ ہے کہ ایک مجسٹریٹ کے سامنے ایک شخص لایا گیا جو اس الزام مین ماخوذ تہا کہ اوسنے اپنے آقا کے مال کی چوری کی اور جب اوسپر سختی ہوی تو اوسنے چورایا ہوا مال دیدیا۔ دو آدمیون نے قسم کہا کر بیان کیا کہ اسنے چوری کا مال دیا ہے اور اوس شخص نے بہی قبول کرلیا کہ ہان مین نے مال آقا کا چورایا تہا اور ایک جگہہ چہپا رکہا تہا مین نے دیا ہے۔ مجسٹریٹ نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ چور ہے اور اسکو چوری کی سزا دینی چاہیے۔ اوس دن مجسٹریٹ حکم نہ دیسکا۔ دوسرے دن اوسکے پاس ایک گمنام عرضی آئی اوس مین لکہا تہا کہ یہ شخص جو چوری کرنا اپنی نسبت قبول کرتا ہے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے کیونکہ چوری آقا کے بہتیجے نے کی ہے اور اوسکے دوست نے اور وہ دونون وہی شخص ہین جنہون نے قسم کہا کر بیان کیا ہے کہ یہ مال قبول کرنیوالے کے دینے سے ملا ہے۔ مجسٹریٹ کو آقا اور ملازم کے تعلق سے شبہہ ہوا اور اوسنے زیادہ تحقیقات کی اور آخر کو دونون نے قبول کیا کہ دراصل چور وہی تہے

جنہون نے قسم کہا کر گواہی دی تہی اور جو الزام مین پکڑا ہوا آیا تہا صرف آقا کے بہتیجے کے بچانیکے لیے الزام اپنے اوپر لیتا تہا۔ وجہ اسکی یہہ تہی کہ جسکے یہان چوری ہوی تہی نہایت بامروت تہا چوری اوسکی غیبت مین ہوی تہی اور پولیس والے اوسکے گہر پہونچنے سے پہلے آچکے تہے اونہون نے مال بہی بہتیجے سے لیلیا تہا اور اصلی کیفیت بہی معلوم کر چکے تہے۔ اس بہتیجے کی شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی تہی۔ یہ وہ بہاوج یعنی چور کی مان نے خوشامد کی تہی اور مالک نے مروت مین آکر اپنے ایک وفادار ملازم سے کہہ دیا تہا کہ تم ایک دو برس جیلخانہ مین رہنے کی مصیبت جہیل لو اور میرے خاندان کو بدنامی سے اور اس بہتیجے کو قید سے بچا دو۔ اوسنے قبول کر لیا تہا۔ چنانچہ مجسٹریٹ نے اصلی مجرمونکو سزا دی اور وفادار ملازم کو چہوڑ دیا۔ یہ مثال فرضی نہین ہے ایک مقدمہ ہے جسکی مثل ایک ضلع مین موجود ہے۔ پس غور کرنا چاہیے کہ جو نتیجہ پہلے دن مجسٹریٹ نے نکالا تہا وہ غلط تہا اس لیے کہ غلط معلومات پر مبنی تہا گو پہلے دن لاجواب تہا۔

(واضح دلائل مین سخت دہوکے ہو سکتے کا بیان۔)

یہان تک دلیلون مین دہوکہ ہوتا ہے کہ جو دو مثالین صحیح نتیجے کی اعتراض مین بیان کی ہین ممکن ہے کہ وہ بہی صحیح نہون۔ جس شخص نے چاندنی سے چاند کو جانا ممکن ہے کہ وہ روشنی کسی دوسرے ستارہ کی ہو یا کسی بڑی بجلی روشنی کا عکس ہو۔ یا بنایا ہوا چاند ہو جیسے مشہور ہے کہ ایک جہوٹے دعویدار پیغمبری نے نکالا تہا اور وہ شخص جو مرا پڑا ہوا تہا بازیگر ہو۔ خون جو آپنے اوبلا ہوا دیکہا وہ اوسکے جسم کا نہو اور وہ زخم صرف بنا ہوا ہو جیسے آپ نے عمدہ شعبدہ بازون کو تماشہ

کرتے ہوے دیکھا ہوگا - وہ شخص مرا ہوا بھی نہو دم سادہ لیا ہو - زیادہ تر غور کے قابل یہ بات ہے کہ آپ نے نارنگی کو دیکھکر نتیجہ نکال لیتے ہین کہ اوسکے اندر سے پہانکین نکلینگی اور اُن پہانکون مین جو زیرہ ہوگا اوسمین رس ہوگا - لیکن اگر موم کی نارنگی کو جیسے بنتی ہے آپ دیکھینگے تو بھی یہی نتیجہ نکالینگے حالانکہ اوسمین نہ پہانک ہوگی نہ رس - اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ دلیلون کی صحت کا جان لینا اور دھوکون سے بچنا آسان کام نہین ہے گو دلیل حقیقت مین ایک شے مستقل ہے -

علم منطق سے دھوکون کے زیادہ بڑھ جانے کا بیان -

اسی لیے لوگون نے اس باب مین کتابین تصنیف کی ہین اور بڑی بڑے قواعد مقرر کیے ہین جنکی نسبت دعوی کیا جاتا ہے کہ اوس طریقہ پر جو شخص فکر کریگا خطا نہوگی - حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ جسقدر اوس طریقہ پر فکر کرنیوالے خطا کرتے ہین اتنا وہ لوگ نہین کرتے جو اوس علم سے واقف بھی نہین ہین - ثبوت اسکا یہ ہے کہ جسقدر منطقی لوگون مین اختلاف ہوتا ہے اوسقدر دوسرون مین نہین ہوتا - ضرور ہے کہ ایک نتیجہ صحیح ہو - پس یہان جو ایک ہی امر کی بابت مختلف نتیجے نکالے ہین وہ سب کیونکر صحیح ہو سکتے ہین -

عدالت ہائیکورٹ کی حالت سے دلائل کی دقت اور اشکال امتیاز پر استدلال -

آپ ہائی کورٹ کو ذرا غور سے دیکھیے کہ ایک ہی معاملے مین ایک وقت وہی جج ایک رائے دیتے ہین دوسرے وقت دوسری رائے حالانکہ اون رائے دہندون کے کمال عقل اور کمال قوت فکری کے متعلق کوئی شخص شبہہ نہین کرسکتا - پریوی کونسل مین جب وہ فیصلے جاتے ہین اونکی غلطیان ثابت ہوتی ہین - یعنی دوسرے نتیجے نکالے جاتے ہین - قیاس یون چاہتا ہے کہ اگر کوئی اور مجمع ایسا

مان لیا جایے کہ اوسے پریوی کونسل کے احکام کی نظر ثانی کا اختیار دیا جایے تو وہ بھی ایسا ہی کریگا۔ چنانچہ جو شخص شرع محمدی کے احکام جانتا ہے اوسے معلوم ہے کہ وقف بالوصیت کے معاملات اوس عالی عدالت سے ابتک صحیح فیصلہ نہین ہوئے۔ ایسے ہی امور کا نتیجہ یہ ہے کہ اب اختلاف راے ایسی آسان شے ہے کہ لوگ اختلاف کرنیوالونکو معذور سمجھنے لگے ہین۔ پھر آپ غور کیجیے کہ کن معاملات کی نسبت علی الاکثر ایسا واقع ہوتا ہے اون معاملات کی نسبت جنمین دستاویزین تحریر شدہ موجود ہین رجسٹریان ہو چکی ہین۔ قوانین سے پہلے معاملات کے فیصلے کے لیے منضبط ہین۔ نظائر اونکی شرح کر چکے ہین یہان سوچنا اللہ تعالی کے کارخانہ کا مقصود ہے جسمین بدلنے والے قانون اور اختلاف کرنیوالی رائین درماندہ ہین۔ اس بڑے کارخانہ کی مثال دوسری موجود نہین جہان قیاس کام دے۔

دلائل کے دقت امتیاز کے متعلق تجربات کی ایک مثال

دلائل کا ضعف یہان تک میری نظر مین ہے کہ جسقدر مخلوقات ہین بعض ایسی ہین کہ اوسیطرح کی مخلوقات مین ایک تجربہ صحیح ہوتا ہے یہی تجربات سب سے مضبوط دلیل ہو جاتے ہین۔ مگر وہی تجربہ اوسی طرح کی مخلوق مین ناکافی و ہیچکارہ ثابت ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دلیل عموماً مضبوط شے نہین مثال اوسکی یہ ہے کہ آپ غور فرمایئے کہ آفتاب کی حرارت اور آگ کا خاصہ یہ ہے کہ برف کو گلا دے اور جبتک وہ برف کو نہ گلایے برف سے جو چیز ڈھکی ہوئی ہو اوسپر حرارت آفتاب کا اثر نہ پہونچے۔ مگر آپ دیکھیے کہ ایسا مضبوط قاعدہ اللہ تعالی جلشانہ کے بعض مصنوعات ہم قسم مین کسقدر ٹوٹا

ہوا ہے۔ چنانچہ بذریعہ غبارہ جو لوگ بہت اوپر گئے ہین اونہون نے یہ بات دیکھی ہے
کہ کرۂ ارض کے گرد ہوا اسقدر سرد ہے کہ اوسمین پہونچکر آدمی زندہ نہین رہ سکتا۔ حکمار سابق
قائل تھے کہ کرۂ زمہریر ہمارے اوپر ہے اوسپر کرۂ نار ہے اوسکے اوپر آفتاب ہے۔ معنی
یہ ہین کہ ہم برف سے ڈہکے ہوے ہین باوجود اسکے وہ برف بہی بحال خود قائم رہتا ہے مگر
گرمیون مین آفتاب کی حرارت اور آگ ہم لوگون کو اسقدر ستاتے ہین کہ بدن پر آبلے پڑجاتے
ہین۔ یہ عجیب بات ہے کہ تہوڑی سی برف تو اتنے بڑے آفتاب اور آگ کی گرمی کو ایسا
بچالیے کہ جبتک اوس سے ڈہکے رہیے بچے رہیے۔ اور اتنی بڑی سردی کرۂ زمہریر
یا ہوای سرد کی کچہہ نہ کرسکے۔ یہ بات کہ شعاعین ٹیڑھی ترچھی ہوجاتی ہین اور اثر بدل
جاتا ہے زمین پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو گرم کرتا ہے قریب والون کو گرمی پہونچاتا ہے۔
مضبوط نہین معلوم ہوتی اسلیئے کہ آگ کے انگارے برف پر ٹیڑہے ترچھے رکہہ لیجیے اثر
یکسان ہوگا۔ آخر کرہ زمہریر سب طرف یکسان محیط ہے اور کسی قسم کی شعاعین ہون
سیدہی یا ترچھی سب برف مین سے ہوکر آتی ہین مگر آپ کے قاعدہ کلیہ کو توڑے ڈالتی
ہین۔ اسلیئے کہ شعاعین ایسی سرد ہوا مین ہوکر آتی ہین کہ سوای اس مثال کے اور کوئی مثال
دنیا مین نہین ہے جہان آگ کی شعاعین اور لپٹ بعد ایسے سرد مقام سے مرور کی گرمی کا
اثر رکہہ سکتی ہون جسیقدر وجوہ اسکے حکمار نے بیان کیے ہین وہ وجوہ گرمی کے احساس
کے ہین ایسی کوئی مثال نہین بتلائی جسمین گرمی اور سردی باوجودیکہ ایک دوسرے مین
مین نفوذ کرتی ہون بحال خود باقی ہون ہمیشہ یا سردی معدوم ہوجاتی ہے یا گرمی کیونکہ یہ

دونون صریحاً اضداد ہین۔

اس بیان سے یہ امر ذہن نشین ہوگیا ہوگا کہ گو دلیل ہی پر مدار عالم کا ہے مگر دلائل مین امتیاز کرنا اور صحیح کو سقیم سے پہچاننا کیسا دشوار کام ہے جسکی وجہ سے عالم ان اختلافات مین مبتلا ہے کہ حقیقت مین دو آدمی بھی ایک رائے کے کم ہوتے ہین۔

بیان اسکا کہ اللہ تعالی نے وقت امتیاز کو کیونکر رفع فرمایا ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ حق تعالی کو جو نبی بھیجنے کی ضرورت ہوئی وہ یہی تھی کہ لوگون مین ایک ایسا آدمی بھیجنا چاہیئے (۱) جو ایسی مضبوط عقل کا ہو کہ اوسپر صحت دلائل مین امتیاز کرنیکے لیے پورا اعتماد کیا جاسکے۔ (۲) اور اوسکی قوت فکری ایسی خاص طرح کی بنائی ہوئی ہو جو کبھی غلطی نہ کرے۔ (۳) اور وہ جان سکتا ہو کہ حقیقت مین یہ دلیل صحیح ہے اور یہ دلیل غلط ہے۔ (۴) وہ دلائل کو ایسی واضح باتون سے ثابت کرے کہ دل مان جائے (۵) اور وہ دکھلادے کہ اوسمین کیا قوت ہے یعنی وہ قوت ہے جو اور کسی فرد بشر کے اندر نہین ہے۔ ضرور ہے کہ اسمین بڑی آسانی ہوسکتی ہے اور جھگڑا چک جاتا ہے۔

آپ اون دلائل کو دیکھیے جو اپنے نبی کی زبان سے حق تعالی نے کہلائی ہین وہ سب چھوٹے چھوٹے ہین نہایت مختصر اور واضح۔ اور وہ صرف اونہین مطالب کے لیے بیان کیے گئے ہین جو حق تعالی کی ذات کی شناخت کے متعلق ہین۔ جب شناخت ہوگئی اور حق تعالی کے پیغمبر کو پیغمبر مان لیا تو جسقدر احکام بیان ہوئے اونمین اکثر دلیل نہین بیان کی گئی (مثلاً نماز کیون واجب کی ہے۔ عدد رکعات کیون مختلف ہین

عام فائدہ اور نقصان ہر چیز کی دلیل نہین ہے) اس لیے کہ دلیل کا سلسلہ ہی خطرناک تہا۔ حق تعالی کے وجود کی بابت جسقدر دلائل ہین میرے نزدیک وہ اسقدر ظاہر ہین کہ اگر آدمی اونسے انکار کرے تو وہ پانی کے پانی ہونیسے انکار کرسکتا ہے اور آگ کے آگ ہونے سے۔ اسی لیے بعض بڑے علماء کا مقولہ ہے کہ وجود باری تعالی کا مان لینا تو گویا ایک فطری اور طبیعی امر ہے۔

اب مین مقصود اصلی کیطرف توجہ کرتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ آیندہ جو گذارش کرون آپ کی تسکین اور تفریح کا باعث ہو گو یہہ میرا لکہنا بہی دلیل ہے مگر یہہ بات پائیگا کہ صرف اون چیزون کیطرف توجہ دلائی ہے جنکے موجود ہونے مین اگر آنکہہ کہول کر دیکہیئے تو کوئی شخص شک نہین کرسکتا اور اونکے وہ مصالح بیان کیے ہین جو بہت ہی ظاہر ہین۔

باب اول

باب اول

نظام عالم کی خوبیان

اسمین ذکر نظام عالم اور اوسکی خوبیون کا ہے

نظام عالم کے بیان کی وجہ

اصل مین یہ اعتراضات خلق شیطان اور اوسکے اقتدار کی بابت نہین ہین بلکہ اوس نظام اور حکمت عملی اور صنائع و بدائع الہی کے متعلق ہین جو اس بڑے کارخانہ مین موجود ہین جسکی عظمت اور دقائق کنہ ماہیت کا پہچاننا ابتک ہماری سمجہہ سے باہر ہے۔ یہی وجہ ان اعتراضون کے دشوار معلوم ہونیکی ہے۔ اس لیئے لازم آتا ہے

کہ کسی قدر بسط کے ساتھہ اس سلسلہ نظام کی خوبیون کا جہانتک ہماری سمجھہ مین آسکتی ہین بیان کیا جائے۔

موجودات عالم مین افراط اور تنوع ہے

پس سب سے اول اجلای بدیہیات سے یہ بات ہے کہ جناب باری تعالی جل شانہ نے جو عالم کو ایجاد فرمایا ہے اوسکی مخلوقات مین بڑا افراط اور تنوع ہے اور باوجود افراط اور تنوع کے اونمین عجیب و غریب نظم ہے۔

افراط کا بیان

افراط کو آپ ملاحظہ فرمایئے۔ ستارون کو دیکھیے۔ اونکی کثرت کہ وہ گنے نہین جا سکتے ضرب المثل ہے! ہوا کو دیکھیے کہ اتنے بڑے کرۂ زمین پر محیط ہے۔ مٹی کو دیکھیے زمین کی وسعت اور فصحت نہایت عظیم الشان ہے! اسقدر بڑا کرۂ زمین کا ہے کہ ہر جگہہ پہونچنا کسی فرد بشر کا ناممکن ہے۔ پانی سمندر کو ملاحظہ فرمایئے۔ بارش کو دیکھیے۔ دریاؤن کی عظمت اور طغیانی کو دیکھیے۔ جو چیزین زمین اور آسمان کے اندر ہین اونکو بنظر تعمق دیکھیے کیا کثرت ہے! مثلاً ذی روح یعنی انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند۔ کیڑے۔ مکوڑے۔ انسانون کی کثرت ہر بازار مین ہر فوج مین کیسی نظر آتی ہے۔ اور ملکون ملکون مین بھی یہی ہین۔ انکے ساتھہ سواریان۔ باربرداری کے جانور۔ ہاتی۔ گھوڑے۔ اونٹ۔ خچر۔ اور پھر اور مخلوق۔ لاکھون چڑیان کروڑون چڑیان۔ کیڑے۔ مکوڑون کا تو شمار نہین ہو سکتا! گویا تصور مین بھی تعداد اونکی نہین آسکتی۔ نباتات کو ملاحظہ فرمایئے۔ گویا عدد اونکے حصر کو کافی نہین۔ جمادات کا بھی یہی حال ہے۔

الغرض یہ ایسی بدیہی چیزین ہین کہ زیادہ اشارہ اونکی طرف ضرور نہین صرف اس لیے اونکا ذکر کیا جاتا ہے کہ خیال اونکی افراط پر رجوع ہو کہ کیسی کثرت ہے!۔

تنوع کا بیان

اب تنوع پر نگاہ فرمایئے۔ ستارے۔ کتنے چھوٹے بڑے گوناگون اور مختلف خاصیتون کے ہین جنمین سے بہت تھوڑون کا علم ہمکو ہو سکتا ہے کوئی ثابت ہے کوئی سیارہ ہے کسی کی تاثیر یہ ہے کہ گرمی پیدا کرتا ہے۔ کوئی دانہ پیدا ہونے مین مدد کرتا ہے۔ کوئی اوسے پکانے مین مدد کرتا ہے کوئی چمڑہ کو پکاتا ہے وقس علےٰ ہذا۔

ہوا۔ متنوع اجزا سے مرکب ہے اختلاف امتزاج سے طرح طرح سے متنوع ہو جاتی ہے جسکا تنوع ہماری سمجھ مین آسانی سے نہین آتا ظاہر تنوع اوسکا یہ ہے کہ ایک ہوا ہے کہ پانی برساتی ہے۔ ایک ہے کہ خشکی پیدا کرتی۔ ایک ہے کہ بیماری پیدا کرتی ہے۔ ایک ہے کہ بیماری دور کرتی ہے۔ ایک ہے کہ دل خوش کرتی ہے ایک ہے کہ پریشان کر دیتی ہے

مٹی کو دیکھیے وہ بھی مختلف اجزا سے مرکب ہے اور اسلیئے اتنے اقسام کی ہے کہ ابتک شمار نہین ہو سکا ہر قطعہ ملک مین مختلف اقسام کی ہوتی ہے۔ کہین ہیرا پیدا ہوتا ہے۔ کہین کوئلہ۔ کہین گنا پیدا ہوتا ہے کہین گھاس بھی نہین جمتی۔ کہین سیب پیدا ہوتا ہے کہین امرود۔

پانی کی طرف توجہ فرمایئے اوسکا بھی ایسا ہی حال ہے۔ کھاری ہے میٹھا ہے کڑوا ہے۔ اور صدہا چھوٹے چھوٹے فرق اس عنصر مین ہین۔

انسانون کو ملاحظہ فرمایئے کہ ان مین کتنا تنوع ہے۔ ہر شخص اپنی صورت کے خاص فرق سے پہچانا جاتا ہے۔

حیوانات مین سے کوئی چیز لیلیجئے۔ بیلون کو دیکھیے۔ اختلاف صورت ورنگ و قد و قامت پر لحاظ کیجیے۔ کوئی اتنا بڑا ہے کہ گاڑی کھینچتا ہے! کوئی اتنا چھوٹا ہے کہ پنجرون مین رہتا ہے! بندرون کا تنوع مشہور ہے۔ پرندون مین سے اسیطرح کسی چیز کو لیلیجیے۔ مثلاً طوطا۔ سیکڑون طرح کا ہے باعتبار رنگ و قد و ہیئت کے کوئی سفید۔ کوئی سبز۔ کوئی چتلا۔ کوئی سرخ۔ اور کوئی مختلف رنگون پر شامل ہوتا ہے۔

حشرات الارض پر جب متوجہ ہوجیے گا عجب ہوگا۔ سانپ کتنی قسم کے ہین چھوٹے کیڑے کتنے نوع کے ہین۔ تتلیان لاکھون قسم کی ہین۔ پانی اور ہوا اور ہر عنصر کے کیڑے کتنی طرح کے ہین۔

نباتات کے اقسام آپ کو بھی معلوم ہین کہ گنتی سے زیادہ ہین۔

جمادات کی بھی یہی حالت ہے۔ اونکے فرق خاصیت پر جب نظر ڈالیے! اور اونہین کے فرق خاصیت پر کیا موقوف ہے ان جملہ اشیاء کی فرق خاصیت پر ذرا توجہ کیجیے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اسقدر تنوع ہے جسکا کوئی شمار نہین۔ اللہ اکبر! بعض چیزین ایسی ہین کہ اونکے کھانے سے زندہ مردہ ہوجاتا ہے بعض ایسی ہین کہ قریب المرگ تندرست ہوجاتا ہے۔ ایک شے ایسی ہے کہ قبض ہوجاتا ہے۔ ایک ایسی ہے کہ اسہال ہوجاتا ہے۔ ایک چیز جلاتی ہے ایک چیز جلی کو اچھا

کرتی ہے۔ ایک پگھلاتی ہے۔ ایک منجمد کرتی ہے!۔

متنوع ہونا اضداد ہو جانیکی حد کو پہونچا ہے۔

اس تنوع کی کوئی حد نہین ہے اور جب یہ تنوع لاتعد و لاتحصے اشیا مین ہے وہ اس رتبے اور حد پر پہونچ گیا ہے کہ مخلوقات ایک دوسرے کی ضد ہو گیے ہین۔ آگ کو پانی کے ساتھہ کر دیجیے یا آگ بجھہ جائیگی یا پانی بخار ہو کر اوڑ جائیگا۔ آدمی کو شیر کے ساتھہ بند کر دیجیے وہ اسے یا یہ اوسے مار ڈالیگا یہان تک اضداد ہین کہ جو چیز ہے وہ اپنا بقا اور نفع چاہتی ہے اور دوسرے سے حاصل کرتی ہے کہ وہی دوسرے کا یا اپنا ضرر ہے اور گویا ہر چیز ضد ایک دوسری کی ہے

اضداد باوجود اضداد ہونیکے بحال خود ہین۔

باوجود اسکے انمین ایک نظم ہے کہ ہر شے اپنی اپنی جگہہ موجود ہے اور ایسی حالت مین ہے کہ اونکا اثر اونمین پورا برقرار ہے۔ ان اضداد کے پیدا کرنے مین اور اُنکے ایک مدت تک بحال خود رکھنے مین فی الواقع عجیب صنعت ہے کہ تصور اور بیان اسکے احاطہ سے قاصر ہین۔

اضداد سے کیا عجیب کام حق تعالی نے لیا ہے اور مخلوق پیدا کی ہے۔

یہ خوبی اور صنعت یعنی اونکا پیدا کرنا بحال خود برقرار رکھنا ضرور حیرت مین ڈالتا ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ حیرت اس بات پر نظر کرنے سے ہوتی ہے کہ اضداد سے کیا کام اللہ تعالی نے لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر کام ہوے ہین اضداد کے ذریعہ سے ہوے ہین۔ ایک مخلوق کی قوت دوسری مخلوق سے جو ضد ہے ملا کر دونون کو محدود کیا ہے اور اوس سے اور مخلوق پیدا کیے ہین اور وہ چیزین جو مخلوق کے کام آئین۔ اصل اشیا مین ایک خاص قوت بڑے زور

شور کی اور نہایت تام اور کامل ہے۔ مثلاً پانی کی قوت۔ کیسے کیسے مضبوط پل توڑ دیتا ہے! قطعات اراضی جنہین لاکھون آدمی ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجائین دم مین ادہر سے اودہر کردیتا ہے۔ مضبوط پتہر ایسے کٹ جاتے ہین جیسے لکڑی چہری سے کٹ جاتی ہے **ہوا** کی قوت۔ کیسے مضبوط درخت جڑ سے اوکھڑ جاتے ہین۔ کرورون من پانی لیے ہوے بادل اوسپر چلتے ہین! وہی پانی جو ایسا قوی ہے اوسکے ذریعے سے چلتا پہرتا ہے۔ بڑے بڑے جہاز اوڑتے اوڑے پہرتے یا رُکے رُکے رہتے ہین۔ **آگ** کی قوت۔ کوہ آتش فشان سے پتہر اسطرح گل کر بہتے ہین کہ جیسے پانی اور شہرون کو تباہ کرڈالتے ہین! جب آگ زور سے مشتعل ہوجاتی ہے بجہانا مشکل ہوتا ہے اوسی مین لوہا اور ساری دہاتین جو ایسی سخت ہین کہ اکثر چیزین اونسے کٹ جاتی ہین گل جاتا ہے۔ **مٹی** کی قوت ہر چیز کو گلا کر اپنا سا کرلیتی ہے۔ کیسی سخت سے سخت شے کیون نہو یہہ **قوتین** غور فرمایئے کتنے زور کی ہین کہ بظاہر اجتماع اونکا محال معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ہوا اور مٹی مین کسقدر زور اور اختلاف ہے۔ ہوا ہر وقت متحرک ہے۔ مٹی ہر وقت سکون کی حالت مین ہے۔ آگ ہر وقت جلاتی ہے۔ پانی ہر وقت بجہاتا ہے۔ باوجود اسکے یہہ چارون ایک جگہہ ہین اور یہی مادہ خلق ہین جنکا نام اربع عناصر مشہور ہے۔ **اسوقت** کی تحقیقات مین عناصر بہت زیادہ ثابت ہوے ہین۔ اور آگ عنصر قرار نہین پائی۔ اوس بحث سے قطع نظر کرکے ان اربع عناصر یعنی آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی پر غور فرمایئے کہ انہین سے جمادات پیدا ہوے نہین سے نباتات

انہین سے کیڑے۔ انہین سے چوپایے۔ انہین سے دوپایے۔ یہانتک کہ آدمی انہین سے پیدا ہوا۔ ہر چیز مین دو یا زیادہ چیزون کو کمابیش ملاکر ہر ایک کی قوت محدود کی ہے اور اس قدر متنوع اور بافراط اشیاء پیدا فرمائی ہین۔ کہ سبحان اللہ!۔

مخلوقات مین قوتون کا تنوع ہے اور وہی مادہ فضیلت ہے اسلیے انسان بہترین مخلوقات ہے

ان مخلوقات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان اونکے اندر افراط ہے اونکی قوتون مین تنوع کا افراط ہے اور وہی کمی بیشی مادہ فضیلت ہے مگر قوت ایک خاص زور کی سب کے اندر موجود ہے۔ جمادات مین اس قدر قوت ہے کہ جیسے ہین ویسے ہی ہین اتنا خاصہ اون مین ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز اونپر آپڑے اور اونسے ملصق رہے وہ اوسے اپنا سا بنالین۔ حرکت ارادی اونمین نہین ہے۔ یہ قوت نباتات مین ہے کہ وہ مٹی کو اپنا سا چند روز کے لیے کرلین اور جلد بڑہین مگر حرکت ارادی اون مین بہی نہین ہے۔ یہہ مخلوقات اوس مخلوقات اول سے اسلیے افضل ہین کہ مخلوقیت اور تغیر اون مین زیادہ ہے اور وہ زیادہ کام کرتے ہین چنانچہ پہل لاتے ہین۔ جمادات نہین لاتے۔ مگر نباتات مین بہی یہ قوت نہین ہے کہ خود حرکت ارادی کرین جنمین یہ قوت ہے وہ جاندار ہین اور اسلیے وہ مخلوق ثانی یعنی نباتات سے بہتر ہین۔ کیونکہ جس چیز مین ایک خاصہ زیادہ ہو اوس سے وہ بہتر ہوگا جسمین وہ خاصہ نہو۔ مفردات تو وہ ہین ہی نہین۔ حرکت سے وہ ضائع ہونے سے بچتے ہین نباتات نہین بچ سکتے۔ جان والون مین وہ چیزین اون چیزون سے بہتر ہین جنکو اپنی پرورش کا زیادہ مادہ دیا گیا ہے اور دشمن سے بچنے کا بہتر طریقہ بتلایا گیا ہے اور وہ انسے بہی زیادہ کام کرسکتے ہین۔

مثلاً کیڑونمین یہہ مادہ کم ہے - اون سے چوپایون مین زیادہ ہے - اون سے انسانون مین بہت ہی زیادہ ہے - انسانون سے زیادہ یہ مادہ کسی مین نہین ہے - اور اسلیے اون چیزون مین جو ہمکو دکھائی دیتی ہین انسان سب سے بہتر مخلوق اللہ تعالی کی ہے اوسکی قوتون کا کوئی مخلوق بہ ضد و مقابلہ نہین کرسکتا یہانتک کہ وہ سب پر غالب ہے - جن سے وہ بنا ہے اونپر بہی اوسے غلبہ ہوتا ہے - معنی اوسکے یہ ہین کہ اللہ تعالی نے زمین کی چیزون مین اختلاف مراتب رکھا ہے اور ہر چیز مین تہوڑا یا بہت اپنی حفاظت اور دفع ضرر کا مادہ بذریعہ اپنی قوت کے دیا ہے - اور اوسقدر وہ مادہ عنایت فرمایا ہے کہ اوسکے بقا کو اور اوسکی منفعت کو جس لیے وہ پیدا ہوا ہے جبتک منظور ہے فِی نَفْسِہٖ کافی ہو - مثلاً جمادات مین اونکی مضبوطی مادہ دفع ضرر و حفاظت کا ہے - نباتات مین اونکی افراط اونمین بغیر کمال پر پہونچے ہوے نکلنا ہونا باعث دفع ضرر و حفاظت کا ہے - حیوانات مین مختلف ذرائع عطا فرمایے ہین - کسی کو سینگ کسی کو بہاگنے کا مادہ - کسی کو ڈنک کسی کو کچہہ کسی کو کچہہ - آدمی مین سب سے بہتر مادہ عقل ہے ہم جب اول سے آخر تک نظر ڈالتے ہین تو ہر چیز مین ایسے مادے پاتے ہین اور انسان مین سب سے کامل - باوجودیکہ اختلاف مراتب جیسا اور تمام مخلوق مین ہے اس مین بہی ہے پس ضرور انسان بہترین مخلوق اللہ تعالی کا ہے -

اس مادہ فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب -	مادہ فضیلت ہماری نظر سے ہے کیونکہ ہم ناظر ہین یہ نظر غلط نہین ہے - غور فرمایئے کہ خواص اور صفات مین مادہ فضیلت دوسری چیزین

ہین ایک خاصہ اور صفت کا فِی نَفسِہٖ تام و کامل ہونا۔ دوسرا ایک سے زیادہ خواص اور صفات کا ہونا۔ عناصر مین خاصہ اول زیادہ ہے مخلوق بعناصر مین خاصہ ثانی جہان ترکیب بہ اضداد ہو اور خواص محدود کیے گئے ہون ہر ایک مخلوق باضداد مین وہ کمال خاصہ کا جو مفرد مین تہا باقی نہین رہ سکتا لیکن اوسمین تعدد خواص کا ہوتا ہے یہ تعدد اوس خاصہ واحد سے یقیناً افضل ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ تیز خاصے ہمارے لیے مضر ہوتے ہین۔ ظاہر مثال یہ ہے کہ جامع آدمی غیر جامع آدمی سے اچھے سمجھے جاتے ہین گو غیر جامع مین ایک فن کامل تر موجود ہو۔ جرنیل وہی ہوتا ہے جسمین سپاہی پن بہی اعلیٰ درجہ کا ہو اور قوت نظم جو سپاہی پن کے خلاف بہی ہے اعلیٰ درجہ کی ہو حق تعالیٰ اسی لیے بہتر ہے کہ اوسمین سارے صفات کمال موجود ہین پس جتنے صفات زیادہ انسان مین ہون وہی زیادہ افضل ہونا چاہیے اور زور کو نہونا چاہیے کہ زور کی قوت مفرد مجموعی اور متنوع قوت سے افضل ہے۔ قوت مفرد بہی کام کی ہے اور افضل ہے مگر یہہ اجتماع اور تعدد اوس سے بہی اعلیٰ اور افضل ہے۔ اگر اس طریقہ دلیل کو نہ مانئے تو اسطرح ضرور ماننا پڑیگا کہ عقل آدمی مین افضل ہے اگر عقل نہو جانور کے لیے ہیرے اور پتہر مین فرق نہین ہے۔ عقل وہ چیز ہے جس سے تعدد صفات حاصل ہوتا ہے پس انسان کے افضل المخلوقات ہونے مین شک نہین ہو سکتا۔ یہی نہین ہے کہ ہم اپنے آپ میان مٹھو بنتے ہین بلکہ حقیقت مین افضل ہین ورنہ ہم اور کسی مخلوق کے کام کے ہوتے یہ نہوتا کہ سب ہمارے کام کے ہوتے ہین۔

دوسری طرح یون سمجھیے کہ ہر عنصر ایک کام کا ہے اگر وہی کام باعث فضل ہوتا تو دوسرا
نکما اور بغیر فضل کے ہوتا۔ چونکہ دوسرا بھی اپنے موقع پر کام کا ویسا ہی ہے جیسا پہلا تو
جہان دو صفتین جمع ہون ایک صفت سے بہتر ہین۔ جہان چار صفات جمع ہون دو صفتون سے
بہتر ہین۔ قس علی ہذا۔ جہان صفات کا مجموعہ ہو اوسمین جسقدر ہر صفت مین کمال ہو وہ زیادہ
فضیلت ہے چونکہ سب صفات اللہ تعالی مین جمع ہین وہ سب سے بہتر ہے آدمی مین
بعد اللہ کے اسقدر صفات جمع ہین کہ بعد اوسکی ذات پاک کے اوسی مین سب سے زیادہ
کثرت صفات کی ہے اس لیے وہی اور سب سے بہتر ہو سکتا ہے یہ صفات کسی دوسرے
مین نہین۔ ایک سے دو کا اچھا ہونا روپیہ کی مثال مین بخوبی ظاہر ہے صرف دو خدا اچھے
نہین جسکی اور وجہ خاص ہے۔ یہہ امر کہ یہ قاعدہ اور ایسے ہی قاعدے سب ہمارے طبعزاد
ہین اور اس لیے صحیح نہین غلط ہے۔ آپ کسی دوسرے سے قاعدہ بنوا کر لائیے تب مقابلہ
اور حجت فرمائیگا۔ صریح امور مین مجادلہ بیفائدہ محض ہے۔

انسانونکی قوتونکا بیان۔ اب انسانون کی قوتون پر جو عطائے الٰہی ہین غور فرمائیے۔ ہم مین
وہ طاقت ہے کہ لوہا ہاتھ سے توڑ ڈالتے ہین۔ روپیہ سی سخت چیز کے حرف مٹا دیتے
ہین۔ ہم مین وہ طاقت ہے کہ ملک فتح کر لیتے ہین۔ ہم حکم دیتے اور کوسون تک کی مخلوقات
جنکو ہمنے دیکھا بھی نہین ہمارا حکم مانتی ہے اور یہانتک مانتی ہے کہ ہم اپنے بنی نوع کو بھی
مثل پشہ کے مار ڈالتے ہین وہ کچھ بھی مقابلہ ہمارا نہین کر سکتا۔ ہم مین وہ طاقت ہے
کہ ہم ہر مخلوق کو اپنے بس مین لے آتے ہین چاہے وہ کتنا ہی ہمسے زبردست کیون نہو

ہم ہاتی کو قابو مین کر لیتے ہین - ہم شیر کو مار ڈالتے ہین اوسکو تابعدار کر لیتے ہین - ہم چرندون کے علاوہ پرندون کو ایسا تابعدار کر لیتے ہین کہ جو ہم کہین کرائین اور پھر ہماری ہی باتین چلے آئین یہان تک کہ ہم خود اون چیزون سے جن سے بنے ہین یا وہ ہم مین خاصہ امتزاج سے پیدا ہوی ہین مقابلہ زور سے کرتے ہین - پانی کو پیر جاتے ہین آگ کو بجھا دیتے ہین - مٹی کو کھود ڈالتے ہین - ہوا کو روک دیتے ہین - اللہ اکبر! - یہ قوتین اسقدر زور کی اور آزاد ہین کہ ہم جو چاہتے ہین ہو جاتا ہے یعنی مثلاً جب چاہتے ہین لوہا گلا لیتے ہین - جیسا چاہتے ہین اوسے موڑ لیتے ہین یا ایسا نوکدار یا دہار دار کر لیتے ہین کہ جب چاہتے ہین اوس سے جسے چاہین کاٹ ڈالین - پہاڑون مین روزن ہو جاتا ہے وہ بیچ سے کٹ جاتے ہین - جہان کو ہم چاہتے ہین پانی بہتا ہے جہان کو نہین چاہتے نہین بہ سکتا - جتنا نیچا ہو سطح زمین پر آجاتا ہے - ایک پانی اوپر بہا کرتا ہے دوسرا نیچے کو چلا جاتا ہے کیا ممکن کہ ایک دوسرے سے مل جاے - ہمنے ایسی عمارتین بنائین ہمنے ایسے باغ لگائے - ہمنے اونمین ایسے آدمی جمع کیے - ہم نے ایسی حکومت حاصل کی کہ ہمکو خیال ہوا کہ ہم ہی خدا ہین یہ بہشت ہے اور سب کچھ جو دکھلائی دیتا ہے ہمارا ہے - علیحدہ علیحدہ قوتون پر نظر کیجیے تو زیادہ حیرت ہوگی - مثلاً ایک دیکھنے کی قوت ہے وہ اسقدر قوی ہے کہ چھوٹی سی آنکھ اتنے بڑے پہاڑ اور اتنے بڑے ستارونکو جیسے چاند اور سورج ہین دیکھ سکتی ہے - اگر اس قوت کو بڑھائین تو وہ یہانتک بڑھ جاتی ہے کہ حائل کے باوجود آدمی اوسی طرح دیکھ سکتا ہے جس طرح بلا حائل ہونے کے -

پہلے لوگ اسے کشف کہا کرتے تھے اور اب قوت مقناطیسی نام ہے۔ ایک قوت تعقل ہے اوسکے کرشمے ملاحظہ فرمائیے۔ وہ عقل یہانتک زور آور چیز بنائی گئی ہے کہ سخت سے سخت قدرتی ضرورتون پر بعض وقت غالب آجاتی ہے۔ اوسی کی بدولت ہے جو کچھہ ہمکو حاصل ہے۔ ہم غلہ حاصل کرتے ہین۔ ہم کپڑا طیار کر لیتے ہین۔ ہم مکان بناتے ہین۔ ہم دشمن کو دفع کرتے ہین۔ ہم دوست کی مدد کرتے ہین۔ ہمنے وہ اصول اور قواعد بنائے ہین جن سے بولنا لکھا جاتا ہے۔ محنت کا معاوضہ ایک جگہہ کہا جاتا ہے یعنی روپیہ۔ ہمنے کیسے کیسے نازک قاعدے حساب کے بدولتِ عقل ایجاد کیے! کیسی کیسی کلین طیار کین۔ کیسی کیسی عجیب خاصیتین دریافت کین۔ جنکے ذریعہ سے کوسون کے فاصلہ پر آدمی بات کر سکتا ہے اور آن کی آن مین جا پہونچتا ہے!۔

جملہ مخلوقات کا انسانون کے نفع کے لیے ہونا۔

اس سے بھی زیادہ حیرت ناک یہ امر ہے کہ جتنی چیزین مخلوق ہوئی ہین اون سب مین نفع ہے اور باوجود اختلاف مراتب ہر چیز ہمارے لیے نفع رسان ہے گو خلق کرنیکا کام اوسمین زیادہ ہو یا کم یعنی ہمکو کیسے ہی کم درجہ کی معلوم ہوتی ہو۔ مثلاً **جمادات** دیکھیے اونمین کتنے منافع ہین؟۔ **دھاتین** کن کن کامون مین آتی ہین؟۔ **پتھر** کن کن کامون مین آتے ہین؟۔ **زمین** مین سے جو جو چیزین نکلتی ہین کیا کیا کام دیتی ہین؟۔ مثلاً اگر پتھر کا کوئلہ نہ نکلتا اور ریلون مین لکڑی ہی کا خرچ ہوتا تو نہ ریل کا کرایہ اتنا سستا ہوتا نہ آپ کو لکڑی اتنی ملتی کہ جاڑون مین تاپ لین۔ یہانتک کہ روٹی پکالین۔ **نباتات** مین کتنی قوت ہے؟۔ آپ بوٹیون کی قوتون کو خیال فرمائیے

بعض بوٹیان ایسی ہین کہ انڈے پر لگا دیجیے دن بہر مین بچہ نکل آئیگا۔ کیسی ہی ہات سخت
مضبوط ہو گل جائیگی یہ سب قوتین ہمکو نفع دیتی ہین۔ آدمی کے امراض کی جسقدر دوائین
ہین اکثر بوٹیان ہین۔ زیادتی قوت کی زیادتی نفع کی ہے۔ کیڑون مین کسقدر نفع ہے؟
شہد آپ کو کہان سے ملتا ہے؟ ریشم آپ کو کہان سے ملتا ہے؟۔ پرندون
کا گوشت کسقدر مزہ دار ہے اور اونکے گوشتون مین اور پرون مین سے کتنے منافع
حاصل ہوتے ہین؟۔ الغرض کوئی بُری سے بُری چیز یعنی جو آپکو بُری معلوم ہوتی ہے
لیلیجیے اور اوسکے منافع ملاحظہ فرمائیے مثلاً سنکھیا ایک چیز ہے کہ اوسکے کہانے
سے آدمی مرجاتا ہے مگر زیادہ کہانے سے مرتا ہے اگر بقدر مناسب کہایے بخار بہی
اوتر جاتا ہے اور قوت بہی ہوتی ہے۔ فضلہ آپ کو بُرا معلوم ہوتا ہے مگر اوس سے
دیا سلائی کا مادہ اور اوسکے کیڑے سے آنکہہ کی دوا ملتی ہے۔ کہیتون مین ڈالا جاتا ہے
قوت پیداوار کی بڑہ جاتی ہے۔ مردار خوارون کا کام صفائی ہے۔ سور کی
چربی اوجاع مین آخر علاج بعض مقامات پر ہے لال سرکا کنکہجور اسکہلائیے ناک
مین بہونکیے صرع دفع ہو جائیگی۔ بچہو کا تیل آپکو معلوم ہے کس نفع کا ہے۔ مکہیان
آپ کو معلوم ہے کہ کیون مخلوق ہوی ہین یعنی اسلیے کہ ہوا مین جو رداءت ہے اوسکو
جذب کرتی ہین اور گرم ملکون مین اسکی ضرورت تہی اور ایسے ہی بہت سے حشرات کی۔

اضداد کا خلق برا نہین ہے

اب بعد اسکے غور فرمائیے کہ خلق اضداد برا ہے یا نہین۔
ظاہر ہے کہ ہرگز برا نہین۔ پہر چارون عنصر پر غور فرمائیے۔ آگ نہوتی تو روٹی کیسے

پکتی - پانی نہوتا تو روٹی کیسے بنتی - مٹی نہوتی تو روٹی کا غلہ کہان سے آتا - ہوا نہوتی تو غلہ کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ کون پہونچاتا کون اوسکو سکہلاتا - اگر پانی آگ سے نہ ملایا جاتا اسطرح کہ ایک دوسرے کو نہ بجہا دے یا ضایع نہ کردے بخار کیسے پیدا ہوتا لوہا بغیر آگ دہوا و مٹی کے کہانسے آتا بلکہ ہم آپ ہوتے ہی نہین - اتنی ضرورت کی چیزین کہانسے ملتین اور آپ کیسے دنیا بہر مین چلتے پہرتے - بہت موٹی مثال یہ ہے کہ آپ ہر وقت لکہتے ہین قلم اونگلیون مین پکڑتے ہین (۱) ایک اونگلی وہ ہوتی ہے جسپر قلم رہتا ہے (۲) دوسری اوسے حرکت دیتی ہے (۳) تیسری اوسے روک دیتی ہے تب قلم چلتا ہے اور وہان کو چلتا ہے جہان کو آپ چاہتے ہین - اس سے یہ سمجہہ مین آتا ہے کہ خلق اضداد اور اوسکا امتزاج سب سے بڑی ترکیب ہے اور ہر ترکیب مین ہمارا فائدہ ہے اسلیے یہ سب سے بڑی نعمت ہمارے لیے ہے -

وجہ اسکی کہ اضداد مین برائی کیون معلوم ہوتی ہے -

برائی جو ہمکو معلوم ہوتی ہے وہ اسلیے معلوم ہوتی ہے کہ ہم ان عمدہ اشیا کو کام مین لانے کے اندر غلطیان کرتے ہین دیکہیے کہانا کیسی اچہی چیز ہے - جب نہین ملتا اور قحط ہوتا ہے لوگونکی کیا حالت ہوتی ہے کہ بچے بیچ ڈالتے ہین درختون کے پتے کہاتے ہین اور جب وہ بہی نہین ملتے مردار کو بہی کہا جاتے ہین اور جب کچہہ نہین ملتا مر جاتے ہین - لیکن وہی کہانا ہے جب زیادہ کہا لیتے ہین بدہضمی اور تخمہ ہوتا ہے سخت تکلیف مین پڑتے ہین اور نکمے رہتے ہین - یہانتک کہ مر بہی جاتے ہین - اسیطرح ہر ایک اضداد کا حال ہے - مثلاً لحاف اچہا معلوم ہوتا ہے

مگر گرمی مین نہین —

اضداد ہونا سبب قریب انعدام ایک دوسرے کا نہین ہے

پہر غور فرمائیے کہ اضداد ہونے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ہر چیز اپنی ضد کو معدوم کرے اور چونکہ خلق بذریعۂ اضداد ہے تکمیل خلق اور خلق مین جلب منفعت داخل ہے تو جلب منفعت کے خاصہ سے یہ امر لازم ہوتا ہے کہ ہر چیز ہر دوسری سے آپ نفع اوٹھانے کی کوشش کرے اور وہی انتفاع دوسرے کے انعدام یا ضرر کا باعث ہو۔ اسکا اثر ضرور ہے چنانچہ آدمی کا آدمی دشمن ہے۔ جانور کا جانور نباتات نباتات کی دشمن ہین۔ چنانچہ سایہ مین بڑے درخت کے چہوٹے نہین ہوتے بڑے جمادات چہوٹون کو توڑتے ہین وقس علی ہذا باوجود اسکے حیرت ہوتی ہے کہ ہر چیز مین اپنے حفظ اور بقا کا مادہ دیا گیا ہے جیسا اوپر بیان ہوا۔ اور عرض کرون کہ جو چیزین زیادہ مضر ہین کمیاب اور دور ہین اور جو چیزین ایسی نہین ہین ہر جگہہ بافراط موجود ہین شیر آدمی سے جدا رہتا ہے۔ سانپ بہی الگ رہتا ہے۔ سخت زہر نادر الوجود ہین — پانی اور ہوا اور غلہ ہر جگہہ ہے۔ مگر یہی نہین ہے کہ دور ہین پاس بہی ہین اور پہر بہی بحال خود قائم ہین۔ یہ نظم واقع مین اعجب العجاب ہے۔

ان سب امور کا نتیجہ اور یہ کہ کونسی انسانی جسقدر ہین عطا شدہ ہین

اس سلسلہ پر جو درجہ بدرجہ عطا قوت اور خواص کا ہے جب غور فرمائیگا معلوم ہوگا کہ جتنی قوتین ہین وہ دیدی گئی ہین اور مل چکی ہین اور درجہ بدرجہ اختیار ہے کہ اوس قوت کو کام مین لائے یا نہ لائے۔ اور اوسی اختیار سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ یہ بہی اختیار ہے کہ اوسے اچہی طرح کام مین لائے یا بری طرح

چنانچہ ہر چیز کی قوت پر غور فرمائیے - پانی کی - آگ کی - ہوا کی - جمادات کی - نباتات کی - حیوانات کی - ہمکو غرض اسوقت انسان کی قوتون کے دیکھنے سے ہے اور اون پر غور کرنے سے - پس ان بڑی قوتون کو جب ہم آدمی مین دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر قوتین حق تعالی نے عطا فرمائی ہین وہ اس طرح عنایت فرمائی ہین کہ اپنی ذات مین ایک حد تک تام اور کامل ہین ایسی حالت نہین ہے کہ کام کوئی دوسرا کرتا ہو اور وہ آدمی مین ہو کر ظاہر ہوتا ہو جیسے کٹھ پتلی یا کلون کے پرزے ہوتے ہین - اسلیے کہ کوئی وجہ نہین ہے کہ جب اور چیزون مین خواص اور قوتین ہون اور خاصہ لازمی ہون انسان مین وہ قوتین اور خواص نہ ہون نہ خاصہ لازمی ہون - آگ مین خاصہ اور اوسکے ساتھہ لازم ہو - پانی مین خاصہ اور اوسکے ساتھہ لازم ہو - ہوا مین خاصہ اور اوسکے ساتھہ لازم ہو - مٹی مین خاصہ اور اوسکے ساتھہ لازم ہو - انسان جب اونسے بنے کٹھ پتلی کے مثل ہو کر بیحس و حرکت ہو جاوے سارے خواص اور لزوم جاتے رہین - مادہ عقل بیکار کرنیوالا نہین ہو سکتا جب خاصہ خاصہ ہو اور اوس مین لزوم ہو نظر بعمل تا حد خاصہ مختار یا آزاد ہونا چاہیے - مادہ انسانی کی آزادی اس بات سے ظاہر ہے کہ آدمی صحیح اور غلط دونون قسم کے نتیجے نکالتا ہے - چنانچہ یہ نتیجہ بھی نکالتا ہے کہ اللہ تعالی موجود نہین - اگر انسان مجبور ہوتا - یا کبھی کوئی نتیجہ غلط نہ نکالتا نہ کوئی برا فعل کرتا - یا ہمیشہ غلط نتیجے نکالتا اور ہمیشہ برے افعال کیا کرتا - حالانکہ ایسا نہین ہے - کیا آپ یقین کر سکتے ہین کہ بندہ جو یہہ نتیجہ کبھی کبھی نکالتا ہے کہ اللہ تعالی جلشانہ نہین ہے دنیا ایک مخلوق بحال خود ہے یہہ نتیجہ بھی اللہ کا نکلوایا ہوا ہے نہین

ہوسکتا۔ یہہ کہ اللہ نے لڑکی پیدا کی اور پہر اوسی اللہ نے اس ڈر کے مارے کہ اوسکی شادی کے مصارف کہان سے آئینگے یا کسی کا داماد ہونا اللہ تعالی کو ناگوار ہوگا اوس لڑکی کو مار ڈالا اگر ایسا ہوتا خلق نفرماتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب آدمی کا فعل ہے اور خواص اور قوتین اوسکی جسقدر اوسکو ملی ہین اوسکی ہین یعنی جتنی ہین اپنی حیثیت مین پوری ہین

دفع دخل اسبات کا کہ اسنیکی اور شیطان بدی کرانے والا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ بدی شیطان پیدا کرتا ہے اور نیکی اللہ اور اسلیے انسان مثل کل کے ہے تو یہہ مسئلہ لازم آئیگا کہ جب شیطان اور اللہ دونون ایک ہی کل کا چلانا چاہین تو شیطان غالب ہو۔ غلبہ اوسکو ہونا چاہیے جو کل کو بنایے اور شیطان خدا ہوا اگر ایسا نہو بدی نہو۔ کوئی وجہ نہین کہ اگر انسان کل کی مثل ہو تو جو کل کو بنایے اوسے اپنے چلانے کو نہ بنایے۔ اگر فرمایئے کہ بعض کلین یعنی آدمی اللہ نے اپنے چلانے کے لیے مخصوص کرلی ہین اور بعض شیطان کے چلانیکے لیے چہوڑدی ہین تو یہ اوس سے بہی زیادہ غلط ہے۔ اسواسطے کہ ہم دیکہتے ہین کہ بد سے بد آدمی بھی نیک کام کرتے ہین۔ اور نیک سے نیک آدمی سے بہی فعل بد یا افعال بد صادر ہوتے ہین۔ بلکہ عام طور پر یہ حالت دیکہی جاتی ہے کہ ہر آدمی سے بعض اچہے بعض برے افعال صادر ہوتے ہین۔ یہانتک کہ بعض برے خواص بہلائی سے پیدا ہوتے ہین بعض اچہے خواص برائی سے پیدا ہوتے ہین چنانچہ بعض آدمی بڑے خیرات دینے والے ہوتے ہین مگر وہ رشوت بہی بہت سی لیتے ہین۔ بعض مین عادت سلوک اور احسان کرنیکی ہوتی ہے مگر وہ بے موقع احسان کرتے ہین۔ بعض آدمی عشق مجازی کے بعد

خدا پرست ہو جاتے ہین - اللہ تعالی نے توفیق اور شیطان کے متعلق جو فرمایا ہے وہ اعانت ہے اور اعانت کا یا ترک اعانت کا وعدہ بعد اسبات کے ہے کہ استحقاق اعانت خود اپنے اختیار سے پیدا کیا جائے آپ اوس سے دھوکا نہ کھائیے -

وجہ اسبات کی کہ افعال مین برائی کیون معلوم ہوتی ہے اور اونکا معیار نفع ہے -

جیسا کہ اضداد کی نسبت مین نے بیان کیا ہے کہ وہ بجائے خود بڑے عمدہ اور نہایت عجیب و غریب خواص کے ہین برائی مین غلطی استعمال کی ہے اسیطرح آپ اون افعال پر غور فرمائیے جو انسان سے سرزد ہوتے ہین کہ برے کون سے ہین اور اچھے کون سے ہین اور برائی اون مین کیون پیدا ہوئی ہے - شاید سب سے بہتر معیار اور محک یعنی کسوٹی پہچان کی یہہ ہے کہ جو فائدہ دینے والے ہین وہ اچھے ہین جو مضرت اور نقصان پیدا کرنے والے ہین وہ برے ہین - جو فائدہ دینے والے نہین ہین وہ خواہ مخواہ انہین دونون مین سے ایک قسم کے ہین فائدہ خواہ اسوقت کا ہو یا آیندہ کا - مضرت خواہ اسوقت کی ہو یا آیندہ کی - زیادہ غور فرمائیگا تو آخر کو یہین تشریف لے آئیگا مثال عرض کرون - ایک ہاتھہ ہلانے کی قوت ہے - اپنے سر مین اپنے ہاتھہ سے ایک اینٹ اوٹھا کر مار لیجیے سر مین چوٹ لگے گی شاید خون نکلیگا - درد ہوگا زخم ہوگا ممکن ہے کہ وہ سڑ جائے اور مر جائے - وہی اینٹ اوٹھا کر ایک بچھو کے مارے اگر وہ مر جائے آپکا دشمن جو آپ کے قریب آرہا ہے اور کاٹنے کو تھا دفع ہو جائیگا - یا سانپ کا سر کچل جائیگا اور آپ بڑی تکلیف یا مرنے سے بچ جائیگا - اور لیجیے کہ زوجہ سے بحالت سخت ضرورت ایک صحیح بچہ پیدا ہو سکیگا جب تھوڑی سی رغبت سے اوسی فعل کا قصد

ہوگا ایک قوت ضائع ہوگی اور وہ اضاعت ناحق کا ضعف پیدا کریگی۔ اگر عادت ہو جائیگی
بیحد ضعف ہو جائیگا اگر اولاد ایسی حالتون مین پیدا ہوگی کمزور روتی بسوتی ناک بہتی پیدا ہوگی
سب قوا اوسکے ضعیف ہونگے خصوصًا دماغ نکما ہوگا۔ اگر عورت محللہ نہین ہے اور فرض
کیجیے کہ وہ کسی دوسرے کی ہے دونون کو ضرر ہوگا ممکن ہے کہ اوسکی ناک کاٹ لیجائے
اور وہ ساری عمر مبتلاے تکلیفات رہے اور بلائین دور دور تک سرایت کرین۔ اگر نہین ہے
اوسکے اخلاق خراب ہون اوسپر سے اعتماد جاتا رہے اور اوسکی ساری زندگی تباہ ہو جائے
آپ ایک ہاتھہ اسلیے ہلاتے ہین کہ مستحق کو دیتے ہین ایک اسلیے ہلاتے ہین کہ پانسہ
پھینکتے ہین۔ اوس سے آپ کتنی خیر کرتے ہین اس سے آپ اپنے ہارنے کا رنج اوٹھاتے
ہین یا دوسرے کو بلاوجہ ہارنے کا رنج دیتے ہین اور دونون اوقات عزیز ضائع کرتے ہین
جو ہار جیت محض اتفاق پر موقوف و منحصر ہے۔ آپ غور فرمائیے کہ ہاتھہ ہلانے کی قوت
دینا آپکو اچھا ہے یا برا ہے۔ آپکو عقل دینا برا ہے یا اچھا ہے۔ الغرض ان تمام عجیب و
غریب قوتون کا۔ ان تمام خواص کا جو انسان مین پیدا ہوے ہین دینا اچھا ہے یا برا ہے
آپ ذرا آنکھہ کھولیے تھوڑی سی توجہ فرمائیے۔ کوئی ذی عقل نہین کہہ سکتا کہ ان قوتون کا
دینا برا تھا جو مصلحت سے بھی عطا ہوی ہین اور جو انعام بھی ہین۔

بعض اون قوتون کا بیان جو باعث تکلیف ہو کر ضرر معلوم ہوتی ہین

اب مثال کے طور پر اون بعض قوتون کو خیال فرمائیے جو باعث تکلیف ہین اور بظاہر فی نفسہٖ بری معلوم ہوتی ہین۔ انسان کو ایک مادہ دیا گیا ہے کہ درد کو معلوم کرے۔ بچہ جب رحم مادر مین ہوتا ہے اوسکا رکھنا تاکہ

وہ وہان رہے اور ایک حالت پر آئے ضروری ہے۔ اگر درد معلوم کرنے کی قوت نہوتی تو پتہ نکل جاتا اور خبر نہوتی اور وہ مطلب یعنی اوسکا پرورش ہونا فوت ہوجاتا۔ اسلیے درد کی کیفیت کی تمیز دینا ضروری تہا۔ واقع مین درد کے احساس کی قابلیت ایک بڑی نعمت اور بڑی بخشش ہے۔ اور یہی حال ہر خاصیت کا ہے اگر تفصیل کیجایے تو یہ بحث ختم ہونے سے رہ جایے۔ صرف اسقدر غور کرنا کافی ہوگا کہ اگر درد کا احساس نہوتا آدمی کا ہاتہہ ٹوٹ جاتا اور خبر نہوتی۔ کٹ جاتا اور خبر نہوتی۔ کون ہاتہہ ٹوٹنے اور کٹنے کو روکتا۔ پس یہ قوت احساس کیسی ضروری چیز ہے۔ جو بظاہر بُری معلوم ہوتی ہے۔ نتیجہ یہہ ہے کہ ہر قوت ایک بڑی نعمت اور ایک بڑی ضروری چیز ہے جسکے بغیر کام نہین چل سکتا۔ ذراسی اور زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ قوت احساس اسلیے عنایت ہوی ہے کہ آدمی کے اعصاب مین قوت صدور افعال کی پیدا ہو ورنہ وہ بے حس ہوتے مطلقاً قوت ہی نہوتی۔ پس دونون کی ایسی حالت ہے کہ ایک بغیر دوسرے کے ہو ہی نہین سکتا۔ یہی ایک بڑا نکتہ ہے جو زیادہ غور کے قابل ہے یعنی اگر مادہ حس نہوتا آدمی مثل کل کے ہوتا۔ کلون کے پرزون پر غور کرنے سے یہ فرق سمجہہ مین آتا ہے چونکہ اونمین حس نہین ہوتا۔ جب ٹوٹ جاتے ہین بے خبر پڑے رہتے ہین بیحس ہونے کی وجہ سے کلونکی قوت اپنی ذات مین تمام نہین ہے۔ جبتک انسان نہو کل بیکار ہے چل نہین سکتی۔ نہ پرزہ بدلا جاسکتا ہے۔ وہ محدود کام کے لیے ہے۔ مثلاً کپڑا بننے کی کل۔ سینے کی کل۔ لوہا بنانے کی کل۔ اوزار بنانے کی کل۔ تولنے کی کل۔

آپ نے منٹ یعنی ٹکسال مین دیکھی ہوگی یہ سب کلین ایک ایک کام کی ہین - وہ کل جو
ان سب کلون کو بناتی اور چلاتی ہے ضرور اوسمین ان کلون سے مغائرت اور فوقیت
ہے - یہ کلین اسکی بنائی ہوی کل سے کہین ادنی درجہ کی اسلیے ہین کہ ان مین مادہ
حس نہین ہے - الغرض اگر انسان مین قوت حس کی نہوتی انسان ایک کل ہوتا اور محض
کل - اسلیے قوت احساس دونون کے لیے ہے وہی قوت احساس درد کی قوت ہے
اور وہی قوت صدور افعال کی قوت ہے اور دونون کیسی ضروری اور کتنی بڑی نعمت
ہین اور کیسی ملی جلی ہین کہ جدا نہین ہوسکتین اگر انسان ایسا پیدا کیا جاتا کہ بھلائی کے وقت تو اوسمین
قوت ہو برائی کے وقت وہ قوت جاتی رہے تو بھلائی اور برائی کے افعال کا انسان تابع
ہوتا اور پھر اوسکی مثال جمادات اور بعض حیوانات کیسی ہوتی یا اون خاصیتون کی سی جنپر انسان
خلقۃً مجبور ہے - (مثلاً کھانا معمولاً ایک ہی راستہ سے کھایا جاتا ہے - فضلہ ایک ہی
راستہ سے دفع ہوتا ہے) اور جو سلسلے آگے گزارش کیے جاتے ہین کہ آدمی کہان سے کہان
ان قوتون کے ذریعہ سے پہونچ سکتا ہے سب جاتے رہتے - اس طریقہ خلقت مین
سوای اسکے کہ اختیار ہو دوسری صورت ہی نہین نکل سکتی - نتیجہ اس بیان کا یہہ ہے کہ بھلائی
اور برائی کوئی مجسم شے یا مخلوق الہی نہین ہے جسکو بہت سے لوگون نے اپنے خیال مین
ٹھہرا رکھا ہے صرف نسبت سے اور موقع استعمال قوت سے بھلائی برائی پیدا ہوتی ہے اگر نسبت نہو
برائی کوئی چیز نہین ہے -

بیان اسبات کا کہ تضاد کیسین ابتداءً | جب مخلوق مین ہین الاضداد اور متضاد قوتون پر آپنے غور کیا تو اسبات پر بھی

چھوٹی معلوم ہوتی ہین چھوٹی تدبیرون کو چھوٹا نہ جاننا چاہیے

غور کرنا لازم ہے کہ انکے ملانے اور اونسے کام لینے کی ترکیبین ابتدا مین کیسی چھوٹی معلوم ہوتی ہین اور جمع ہوکر وہ کسقدر عمدہ اور قوی ہوجاتی ہین اور آثار و نتائج ذرا ذرا سے فرقون سے کسقدر متغیر ہوجاتے ہین — یعنی ایسی حالت ہے کہ اگر اون آثار کو ابتدا مین بیان کیجیے تو یہ معلوم ہوگا کہ ایک بیحقیقت چیز ہے لیکن وہی بیحقیقت چیزین ایسے ایسے نتائج انجام کار پیدا کرتی ہین کہ اگر وہ بیحقیقت چیزین نہوتین کبھی وہ نتائج بزرگ اور منافع سترگ جو عقل کو حیرت مین ڈالتے ہین اور عقل سے باہر ہوجاتی ہین پیدا نہوتے — نتیجہ اس بیان کا یہہ ہے کہ ترکیبون کو گو چھوٹی معلوم ہون خواہ بڑی حقیر نہ سمجھنا چاہیئے گو اوسوقت وہ کیسی ہی چھوٹی اور بیحقیقت معلوم ہوتی ہون تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آپ علوم کے ابتدائی مراتب پر غور فرمائیے اول لکھنے کو لیجیے — آواز کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے اور ہر ٹکڑے کے لیے ایک نشانی بنائی گئی جسکا نام حرف ہے اور پھر وہ نشانیان ملائی گئین — اولاً ٹکڑا کرنا کیسا ضروری تھا پھر حروف بنانے کیسے ضروری تھے مگر یہہ سب کیسا بیحقیقت اور ہنسی کے قابل معلوم ہوتا ہے — آ — عا — جا — وغیرہ وغیرہ مگر بعد مشق اور مرکب ہوجانے کے ملاحظہ فرمائیے کہ اس بھونڈی سی ترکیب سے کتنا ضروری کام نکلا جو تمام علوم اور فنون اور دنیا مین بسیار اوقات کا ذریعہ ہے **حساب** کو لیجیے — حساب اسطرح شروع ہوا کہ ایک شخص کو منظور ہوا کہ ایک فوج جو اوسکے سامنے سے گذرتی ہے معلوم کرے کہ کتنی ہے — اوسنے ہر آدمی کے واسطے ایک کنکری گھڑے مین ڈال دی — اوسکے بعد اکائی دہائی سیکڑے بنانے سے تمام دنیا کا کام چلا اور ایسا

نفیس علم نکلا کہ بغیر اوسکے کوئی بھی کام نہین ہوسکتا۔ ہر چیز مین حساب کی ضرورت ہے
حروف اٹھائیس ہین۔ دن کے چار پہر ہین۔ بنیے کے یہان سے جنس بغیر حساب کے نہین
خریدی جاتی۔ آدمی حساب کے ذریعہ سے کتنے کام کرتے ہین اور اوسکے ذریعہ سے
زندہ رہتے ہین دوا بلا حساب کہا جایے مرجائیگا۔ یہہ ایسا امر ظاہر ہے کہ اوس مین
طول دینے کی ضرورت نہین ہے مگر اولاً غور فرمایئے کہ وہ کیسا بحقیقت سا طریقہ تہا
پہر اور ریاضیات کو ملاحظہ فرمایئے اقلیدس کے اشکال جو ذریعہ تمام عمارات اور پلون
کے بنانے کا ہین وہ ابتدا غور کیجیے کہ کیسے کیسے سہل قاعدون سے شروع کیا گیا ہے اوسکے
حدود اور اصول موضوعہ اور علوم متعارفہ پر خیال فرمایئے۔ مثلاً ایک علوم متعارفہ مین سے
یہ ہے کہ جتنی چیزین کسی ایک چیز کے برابر ہوتی ہین وہ سب آپسمین برابر ہوتی ہین کیسی آسان سی بات ہے
مگر ایسی ہی چہوٹی باتین جمع کرلی گئین اور چند اصول جمع کرکے کتنا نفیس اور مشکل علم نکالا
گیا ہے جسکے ذریعہ سے تمام دنیا کی کلین اور عجیب عجیب چیزین ایجاد ہوئین۔ واقع مین
ترکیب کو ایسا دخل ہے کہ عقل حیران ہوجاتی ہے۔ آدمی جو ایک دو من سے زیادہ
بوجہہ نہین اوٹھا سکتا ترکیب سے ہزار دو ہزار من اوٹھا سکتا ہے اور اوسی ترکیب مین ایک
اجتماع قوت ہے اوس سے کروڑون من بوجہہ اوٹھایے جاتے ہین۔ مثلث بناکر
اکثر کام نکالے جاتے ہین اور مثلث ایک دو کیل ٹھوکنے سے بن جاتا ہے۔ کیل کتنی
بحقیقت چیز ہے۔ یہہ بحقیقت چیز بعض وقت ایسا نفع دیتی ہے کہ اوس سے جان
بچ جاتی ہے۔ بڑی بڑی ترکیبون کو جانے دیجیے چہوٹی چہوٹی ترکیبون پر غور فرمایئے

آدھ سیر چنے انسان کہا سکتا ہے۔ اوسی آدھ سیر چنون کو بوتل مین رکھدیجیے بوتل پر کپڑا لپیٹ دیجیے اور بوتل کے منہہ مین سکین بھر دیجیے ایک چھوٹا گڑھا بنایئے اور ایک بڑا۔ بڑے گڑھے مین بوتل رکھکر اوپلے بھر دیجیے اور آگ دیدیجیے چھوٹے گڑھے مین جو برتن رکھا جائے اوسمین اون چنون کا تیل نکل آئیگا۔ بھلا اوسکو تو کہا جایئے۔ چنا سوای بھوک دور کرنیکے کچھہ اور بڑا کام نہین کرتا مگر یہ تیل بہت سے امراض کی دوا ہو جاتا ہے۔ یہانتک چھوٹی چھوٹی ترکیبون کو اثر ہے کہ اون لوگون کا نتیجہ جو ان تدبیرون پر لحاظ کرتے ہین اون لوگون کے نتیجہ سے جو چھوٹی چھوٹے اسباب پر لحاظ نہین کرتے ایسا مختلف ہوتا ہے جیسا رات اور دن مین فرق اور اختلاف ہے۔ اسکی مثالین لاکھون ہین چنانچہ روزمرہ کے استعمال مین ملاحظہ فرمایئے۔ اوسی مصالحہ اور دال چاول سے ایک آدمی ایسے مزہ کی کھچڑی پکا سکتا ہے کہ کھایئے تو انگلیان چاٹتے رہ جایئے ایک ایسی پکاتا ہے کہ زبان پر رکھنے کو جی نہین چاہتا۔ لکڑی اور لوہے کے تختے کو پٹ کرکے توڑیے آسان یا تھوڑے بوجھہ سے ٹوٹ جائیگا اگر اوسکو کھڑا کرکے توڑیے کئی گنے بوجھہ سے ٹوٹیگا حالانکہ صرف ہیر پھیر سیدھا اور ٹیڑھا کرنیکا ہے بھلا لکڑی تو مضبوط شے ہے انڈا جو ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے اگر اوسے سیدھا کھڑا دبا کر توڑیے وہ بھی تو مشکل سے ٹوٹتا ہے کھٹکنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ مین نے اپنی آنکھہ سے دیکھا ہے کہ ایک شخص موم کا تیل بغیر نمک ملایے ہوئے خشت آب نارسیدہ کے ذریعہ سے نکالتے تھے اور موم کی مقدار سے قریب ۶/۱۰ کے نکلتا تھا اور ایسا نفع کرتا تھا کہ مین نے کسی دوا کو ایسا نفع کرتے ہوئے جیسا

دفع اوجاع مین یہ تیل کام کرتا تہا کم دیکہا ہے۔ یعنی خفیف درد ونمین ایک دفع لگانے
سے یہ معلوم ہوتا تہا کہ کبہی وہان درد ہوا ہی نہین تہا سخت قسم کے اوجاع مین یہانتک کہ جب
وہ خدر پیدا کرین اور اوس حالت مین کہ لقوہ یا فالج کا مادہ ہو اوسکا بکثرت استعمال باعث
استیصال ہوجاتا تہا۔ مین ترکیب ظاہری اوسکی لکہے دیتا ہون آپ بنائیے ایک قطرہ
بہی تیل کا نہ نکلیگا اور اگر واقف ہوجائیے مختلف آنچ لگا دیجیے وہ تیل اوسیقدر نکل آئیگا
اور ایسا نکل آئیگا کہ ٹھنڈے پانی مین بہی نہ جمے۔ ترکیب یہ ہے کہ مٹی کی ہانڈی جسمین
دو اڈھائی سیر چربی پانی لیجیے اوسکی پیندی پر گڑ کے شربت کا لیپ کر دیجیے (یہہ بہی عجیب
ترکیب ہے کہ مٹی کی ہانڈیان سخت آنچ مین چٹک جاتی ہین لیکن جس ہانڈی مین گڑ کے
شربت کا لیپ کر دیا گیا ہو صد ہا من لکڑی کی آنچ مین بہی نہین چٹکتی) اوس ہانڈی کے
اوپر چولہہ کی راکہہ جسکا وزن ڈیڑہ سیر ہو آدہ پاؤ نمک ملا کر ہانڈی پر کپڑا لپیٹ کر گل حکمت کر دیجیے
اوپر اوسکے چینی مین وزن کر دیجیے اوسمین پیتل کی ٹیڑھی نلکی لگا دیجیے کہ ایک سرا اوسکا چینی مین رہے
دوسرا بوتل مین ہانڈی کے اندر موم کو اسطرح بند کر دیجیے کہ پہلے اینٹ کی کہوہہ کی تہ لگائیے اوسکے بعد موم دیجیے پہر
اینٹ کہوہہ دیجیے وزن اینٹ کہوہہ کا موم سے ڈیوڑہا ہو ہانڈی کے منہ سے اینٹ کہوہہ اور
موم تہوڑا نیچا رہے یہ ہانڈی بہٹی پر اسطرح سے رکہی جائے کہ آنچ بہٹی کی ہانڈی کے
گرد سے نہ نکلے۔ علاوہ اسکے کانچ کی حالت کو ترکیب کے ذریعہ سے ملاحظہ فرمائیے
اولاً وہ کہاردار مٹی سے اسطرح نکل آتا ہے کہ کچہہ بڑی دقت نہین ہوتی بعد نکلنے کے مختلف
ترکیبون کے ذریعہ سے صاف ہوتا ہے صاف کرتے کرتے اوس سے خردبین بنائی

جاتی ہے جو اشیاء کو اپنی مقدار سے ہزارون گنا زیادہ دکھلاتی ہے یہانتک کہ انسان کی کھال مین جو باریک روزن ہین جنکو مسامات کہتے ہین اتنے بڑے دکھلائی دیتے ہین کہ اون مین خون بہتا ہوا نظر آجاتا ہے چھوٹے چھوٹے کیڑے نظر آنے لگتے ہین اور اوس سے بڑی بڑی تدبیرین متعلق علاج کے پیدا ہوتی ہین۔ غرض اس بیان سے یہہ ہے کہ جب ترکیبون کو دلیل کے طور پر بیان کیا جاوے تو کچھہ مضبوط معلوم نہین ہوتین لیکن حقیقت مین بڑی مضبوط ہوتی ہین۔ چونکہ آپ متوجہ طرف دریافت اور غور اون ترکیب اور صنائع کے ہین جو خلق عالم مین مخفی اور پوشیدہ ہین اور دیکھہ رہے ہین کہ ایسے مدبر کے افعال قابل اعتراض ہین یا نہین اوسکے غور مین اس امر بزرگ سے غفلت نہ کیجیے گا۔

عالم مین ترکیب اختلاف مراتب کا بیان۔

اب اس ترکیب پر غور فرمایئے کہ اختلاف مراتب انسانون مین کیون ہے اور یہ کیا ترکیب ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ عقلون مین اور دیگر قوتون مین چھوٹے بڑے ہونیکا فرق ایک بہت بڑی ضرورت سے کہا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان قوتون کے ساتھہ جب انسان کی تکمیل ہو تو اوسکو ایک اور قوت دینے کی ضرورت تھی یعنی بہت سی انسانی قوتون کو جمع کرکے قوتون کا مجموعہ بنایا جاوے اور اونسے ایسے ایسے بزرگ اور ایسے ایسے نفیس کام لیے جائین کہ ایک انسان کی قوت سے گو کیسی ہی بڑی ہو ہرگز نہ ہوسکین۔ یہہ قوت مجموعی اتنی بڑی چیز ہے کہ بقاے حیات اسکے ذریعہ سے ہے اور تمام آرام اسکے سبب سے ہین۔ مان لیجیے کہ حضرت آدم سراندیپ مین اوترے جو جزیرہ ہے اونکی اولاد بڑھی اور بڑھتے بڑھتے یہان تک بڑھی کہ وہ جزیرہ اونکے مکانکو بھی کافی

نہوا۔ اگر جہاز نہ بنائے گئے ہوتے اور ذریعہ جزیرہ سے باہر جانے کا نہ ہوتا تو خلقت بڑہتے بڑہتے بہوکون مرجاتی اوس مخلوق کے لیے نہ کہیت ہوتے جو کہانے کا غلہ پیدا کرتے نہ جگہہ ہوتی جس مین تندرست رہتے اسلیے سمندرون اور بڑے دریاؤن کے پار جانے کے ذرائع بنانا ایسا ہی ضروری تہا جیسی اور ضرورتین ہین جنپر مدار زندگی کا ہے۔ جہاز کا بنانا بغیر اجتماع قوتون کے ناممکن ہے کیونکہ بہاری بہاری شہتیر اور بڑے بڑے تختے جن مین بڑا بوجہ ہے ایک آدمی نہین اوٹہا سکتا نہ درخت سے کاٹ کر لا سکتا ہے۔ قوتون کے جمع کرنیکی غرض بدون اسکے حاصل نہین ہوسکتی کہ آدمیون مین ایسا امتیاز اور تفاوت کہا جاے کہ ایک دوسرے سے بڑا ہو تاکہ چہوٹے بڑونکی اطاعت کرین اور ایک ایک طرحکی قوتین علیحدہ علیحدہ جمع کیجائین اور علیحدہ علیحدہ ضرورتون مین صرف کی جائین۔

اختلاف مراتب سے بادشاہ بنانے کا لزوم

علیحدہ علیحدہ ضرورتون مین صرف کرانا قوتون کا بغیر دباؤ اور اقتدار کے نہین ہوسکتا سب سے بڑے دباؤ اور اقتدار کا نام بادشاہت ہے۔ اگر ایسا نہوتا یعنی کوئی بادشاہ نہوتا تو مجموعی قوتین بہی مجموعاً مجموعاً جدا رہتین اور وہ اجتماع چونکہ ناقص ہوتا انتظام نہوسکتا۔ غور فرمایئے کہ دو برابر کے آدمی یا جانور ایک دوسرے کے مطیع نہین ہوتے۔ دو بادشاہ برابر قوت کے ایک دوسرے کی اطاعت نہین کرتے۔ فرداً فرداً قوتون کی ایسی مثال ہے جیسے لکڑیان برابر برابر قوت رکہتی ہین مگر ایک دوسرے کی اطاعت نہین کرتین اونمین اجتماع بغیر رسی باندہے کے نہین ہوسکتا یعنی تیسری شے کے مجموعاً مجموعاً قوتون کے اجتماع کی مثال عرب کے قبیلے اور جرگے ہین۔ باوجودیکہ انسانون مین عقل

ہے مگر جلب منفعت کا مادہ جو دوسری بڑی ضرورت سے دیا گیا ہے اسبات کا مانع اور حارج ہے کہ اطاعت بغیر فرق کے کیجایے۔ جب معلوم ہوا کہ اجتماع قوت ایسا ضروری امر ہے اور اتنی بڑی مصلحت سے دیا گیا ہے تو ملاحظہ فرمایئے کہ جو عام ناراضی خاصیت جلب منفعت کے سبب سے ہے کہ کیون ہمکو اللہ زیادہ نہین دیتا اور کیون ہم اپنے سے بہتر نہین ہوے کسقدر غلط ہے۔

بعض انسانون مین بعض کامون کی مناسبت پیدا کرنیکا لزوم

اسی ضرورت پر خیال کرنے سے کہ قوتین جمع کیجائین اس خاصہ کا دینا ضروری ہوتا ہے کہ انسان مین مناسبت بعض کامون سے دی جایے۔ یعنی جب وہ اسکو کرین ایسا اچھا ہو کہ بغیر مناسبت والون سے نہو سکے اور جب ایسے ایسے بہت اچھی مناسبت والون کی قوتین جمع ہون تو عجیب و غریب کام ہون۔ یہہ ذریعہ بقای تفاوت کا ہے اور تجارت جو ایسی عمدہ چیز ہے اسی خاصہ سے پیدا ہوی ہے چنانچہ آدمی بعض زور آور بنایے گیے ہین بعض کمزور۔ بعض کو کھیتی کرنیکا سلیقہ زیادہ ہے بعض کو ہتھیار چلانے کا۔ بعض کو حساب سے مناسبت ہے۔ بعض کو روپیہ جمع کرنے سے۔ بعض کو کسی سے نہین ہے۔ بعض کو نثر اچھی لکھنی آتی ہے بعض کو نظم۔ اگر مناسبت نہوتی اتنی ضرورت مبادلہ محنت کی نہوتی۔ اور یہی تجارت کی جڑ ہے۔

مناسبت ہونا دوسری وجہ بادشاہ بنانے کی ہے۔

اس مناسبت و تفاوت سے ایک اور نکتہ سمجھ مین آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کامونکی تقسیم کیجایے جیسے روم قدیم کی ابتدائی حالت مین ہوی تو بعض انسانون کے متعلق کھیتی کا کام ہوگا کہ وہ غلہ بو کر تیار کرین۔ بعض کے

متعلق ہوگا کہ وہ کپڑا تیار کرین اسلیے کہ اونکے کامون مین کوئی خلل نہ ڈالے اونکے کھیت
اونسے نہ لیلے اونکے آلاتِ زراعت نہ چھین لے۔ محافظت کی ضرورت ہوگی۔ اس
بات کے لیے بھی اور بیرونی دشمنون سے حفاظت کے لیے بھی۔ پس چونکہ غلہ اور کپڑا
مدار زندگی اور آرام کا ہے بہت سے آدمیون کو یہ کام کرنا پڑیگا۔ اونکی حفاظت بہت سے
آدمیون کی قوت جمع کیے بدون نہین ہوگی پس ایسے آدمی درکار ہونگے کہ جنمین زور زیادہ ہو
اونکو ہتھیار اچھا چلانا آتا ہو وہ اسی کام کے ہون۔ اگر اون مین یہ خاص مادہ ہو یعنی قوت
اور ہتھیار چلانے کا تو تھوڑون سے یہ کام نکل آئیگا۔ اون ہتھیار چلانے والونکی قوت جب
جمع ہوجاے تو بسبب خاصہ جلب منفعت کے وہ ایسے خطرناک ہونے چاہئین کہ وہ سب کا
مال چھین لین اور وہی حفاظت فریعہ ضائع ہونے غلہ اور کپڑے والون کا ہوجاے۔ اسلیے
ضرور ہے کہ کوئی روک ہو تاکہ اونکی اس عمدہ خاصیت کو برمحل اور مناسب موقع پر استعمال
کرلے۔ وہ لوگ سوچنے والے اور انصاف کرنیوالے ہونے چاہئین۔ انصاف والے
بھی غلطیان خاصہ جلب منفعت و دیگر وجوہ سے کرینگے اور اونکی غلطیان روکنی پڑینگی اونکے
لیے حاکم بنانا پڑیگا جو ہر غلطی کو خواہ کسی کی ہو دور کرے ہر قوت کو جہان ضرورت ہے کام
مین لاسکے۔ آخر قوت کا جو آدمی ہو وہی بادشاہ ہونا چاہیے۔ اوسی جمہوری سلطنت کا پریسیڈنٹ
کہیے یا پارلیمنٹ کی مدد والا بادشاہ یا کوئی خود سر شہنشاہ۔ ہر صورت مین ایک ایسا شخص
لازم ہوگا جو رایون کو قطع کرکے ایک حکم نکالدے اور ختم کردے۔

بادشاہ بغیر غذا کے بنایے | اب اوس شخص پر جسکی قوت ایک بشر کی قوت ہے غور فرمایئے۔ بادشاہ

بادشاہ نہین ہوسکتا۔ ہمیشہ اپنی رعایا کی افراد سے بہتر نہین ہوتے یعنی ایسے کہ اون سے بہتر کوئی آدمی موجود نہو۔ اکثر وزرا بہتر ہوتے ہین۔ جب قوتون کے مجموعے کو لیجیگا تو صاف ظاہر ہوگا کہ مجموعی قوتون سے کسی ایک کی قوت ہرگز بڑی نہین ہوسکتی۔ پس ایک آدمی کیونکر سب کا یا اتنے بہت سے آدمیون کا بادشاہ ہوجاتا ہے۔ دلیل کے لیے مستثنے حالتون کو چھوڑ دیجیے عام حالتون پر غور فرمایئے۔ آیا یہی بلاوجہ مان لینا اور اطاعت بلاوجہ بادشاہ بن جانے کا ذریعہ ہوتی ہے یا کوئی دوسرا ذریعہ ہی؟ خاصہ جب منفعت اور آزادی کی خواہش ہمیشہ اطاعت کی مخالف ہے پس وہ کون چیز ہے کہ اتنی قوتون کو اطاعت کی حالت مین باقی رکھتی ہے اس سے یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بغیر اوس مدد کے جو ایک بشر کی قوت سے باہر اور علاوہ ہے بنتا ہے کیونکہ جب ایک چیز کی دوسری چیز روک ہے بغیر اوس مدد کے جو ان تدبیرون سے باہر ہو ممکن نہین ہے کہ پیدا ہو۔ ایک شخص کچھہ نہین کرسکتا جبتک اون قوتون سے باہر اور اونکے علاوہ اوسکے ساتھہ دوسری مدد نہو جو اوسے حالت اقتدار مین باقی رکھے۔ اسلیے سمجھہ مین آتا ہے کہ بادشاہ ہونا صرف اللہ تعالی کی مدد پر موقوف ہے نہ کسی دوسری چیز پر۔ اور یہہ بڑی دلیل اوسکی ہے کہ خداوند عالم موجود ہے اور اصلی سلسلہ انتظام کا ان اسباب سے اور بغیر ان اسباب کے اوسکے ہاتھہ مین ہے۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ

بادشاہ بنانے کی ایک اور ضرورت کا بیان۔ بادشاہت قائم ہونے کی ایک اور ضرورت ہے اوسکو خیال فرمایئے کہ جب عمدہ کام تقسیم ہوگیے تو ایسے کام باقی رہ جائینگے جن سے

بڑی ضرورت کی وجہ سے طبعاً نفرت انسان مین خلق کی گئی ہے وہ فضلہ اوٹھانے کا کام ہے فضلہ سے اسلیے نفرت خلق کی گئی ہے کہ وہ فضلہ ہے اگر نہ نکلے کہانا پینا بند ہوجاے وہی نفرت باعث نکالنے کا ہوتی ہے اوسکے اجتماع و بقا مین ضرر پیدا کیا گیا ہے تاکہ ضرور دفع ہو۔ پس اوسکو کسکے سپرد کرنا چاہیے؟ اور کون سپرد کرے؟ اسکے لیے بہی ایک طرف ضرورت کم عقل دینے کی اور اون مین ایسا مادہ خلق کرنے کی ہے کہ آخر کو وہ نفرت جاتی رہے۔ اور دوسری طرف اسکی ضرورت ہے کہ بعض آدمی مجبور کیے جائین اور دبائے جائین کہ وہی کام کرین اوسکو بغیر بادشاہ کے کوئی نہین کرسکتا۔ اوسکے بعد اچہا کام کرنیکے لیے فرصت دینے کا ذریعہ آدمی کے ذاتی کام کردینا یعنی خدمتگاری ہے وہ بہی چونکہ ادنی درجہ کا کام ہے اوس سے نفرت دینا ضروری ہے تاکہ آدمی مین بلندی کی طرف رجوع کرنیکا مادہ پیدا ہو اوسکے لیے بہی دباؤ کی ضرورت ہے جس سے غلامی کا ابتدائی مادہ پیدا ہوا۔ لوگ اس طریقہ کو بہت برا کہتے ہین مگر خیال فرمائیے کہ کسقدر ضروری ہے باوجودیکہ اسمین جو برائی غلطیون سے پیدا ہوگئی تہی اوسکو بہت کچہہ اصلاح کرکے دور کیا گیا ہے مگر اصل غلامی بحال خود موجود ہے۔

بادشاہت کے بعض منافع۔ الغرض جب بادشاہت کا سلسلہ قائم ہوا دیکہیے کہ کتنے کام ہوے سلطنتون نے ہی علوم کی تدوین کی۔ جغرافیہ بنایا۔ تحقیقاتین کین۔ اُنسے علوم حکمت اور فلسفہ اسقدر بڑہا ہے کہ اگر سلطنت نہ ہوتی یہ عمدہ اشیا کہان سے آتین لہذا اختلاف مراتب کو ہرگز برا نہ کہیے گو آپ کو بظاہر کیسا ہی برا معلوم ہوتا ہو۔

قوتون کا دفعتاً دینا مناسب نہین

اب بعد اسکے غور فرمایئے کہ انسان کو قوتون کا ایکدم سے دیدینا مناسب ہے یا نہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ خلق کے ساتھہ جو اس عالم کے بنانے مین اختیار کیا گیا ہے اور اس سے بہتر اور طریقہ ہمارے خیال سے باہر ہے ایسا ممکن نہین۔ کیونکہ اوسقدر قوتین جسقدر دینی ہین اگر دفعتہً مل جاتین یعنی جب مضغہ مین روح پڑتی اوسکو پوری عقل اور قوت اوسی وقت پیدا ہو جاتی تو وہ رحم مین نہ رہتا جیسا اب آدمی تنگ مقام مین نہین رہ سکتا وہ شرمگاہ مادر کو اوس حالت مین دیکھتا جب اوسے قوت اور تمیز ہوتی نہ اوسکا رکھنا ضروری ہوتا اور یون ہوتا کہ نطفہ رحم مین ادہر پہونچا اودہر باپ مان سے جدا نہونے پایا تھا کہ بیٹا باہر آگیا۔ رفتہ رفتہ تغیر اور بڑھنا جیسا بچہ کی نظر سے ضروری ہے ماں کی نظر سے بھی ضروری ہے ورنہ روح پڑنے تک یا آدمی پتھر سا ہوتا اور بڑھ نہ سکتا۔ یا ایکدم سے بڑھتا اور مان کے اعضا کو سخت نقصان پہونچاتا بظاہر یہ طریقہ برا معلوم ہوتا ہے کہ انسان رحم مادر مین رہ کر آدمی کے خون سے پرورش پایے اور جب پیدا ہو ایسا بے بس اور کمزور ہو اور اوسکی پرورش دوسرون کے ہاتھہ مین ہو اور وہ محنت اپنی قوتون کے بڑھانے کی اوٹھایے لیکن خلاف اس طریقہ کے اگر خلقت انسان واقع کیجاتی تو انسان انسان مین تعلق نہوتا انسان کو ان قوتون کا دینا بیکار ہوتا۔ آپ غور فرمایئے کہ اصلی تعلق انسانون مین بذریعہ ولادت کے ہے اور بعد اوسکے تعلقات اسلیے پیدا ہوتے ہین کہ انسان دوسرے لوگون کے ذریعہ سے کمال پیدا کرتا ہے اور اونکی قوتون کے صرف سے جو عمدہ علوم اور صنائع پیدا ہوئے جو اتنی بڑی ضرورت کے لیے ہین۔ حاصل کرتا ہے

اور انسان کو انسان سے نفع ہوتا ہے کہ یہی مبادلہ محنت کا ہے اگر انسان کو یہ قوتین دفعۃً ملجاتین وہ بیکار اسلیے ہوتین کہ یون ہوتا کہ آدمی بنا بنایا پیدا ہوا اور تھوڑے دنون جیا اور کچھہ کہایا اور پیا اور مرگیا۔ یہ وہی حالت ہے جو چوپایون کی ہے یا جمادات ونباتات کی۔ اگر یون فرض کیجیے کہ صرف تجربہ اوسے باقی رہتا تو یہ فرض ہو نہین سکتا۔ اسلیے کہ پہر لازم آئیگا کہ نمو نہو کیونکہ جب تکمیل قوت اوسی وقت ہوچکی تو ضرورت نمو کی نہین اور یہ ممکن نہین کہ آدمی مین سے آدمی اپنے قد کا دفعۃً نکل آیے۔ یہ امر قاعدہ ظرف ومظروفیت کے خلاف ہے اسکے علاوہ تجربہ سے مادہ عقلی مین ترقی ہوتی ہے جب فرض کرو کہ مادہ عقلی کی تکمیل ہوچکی تجربہ بہی بیکار اور ناممکن ہوگا۔ جہان اجتماع قوتون کا بڑے منافع کے لیے ہے یہی ذریعے اجتماع قوتون کے ہین اور اونہین مین یہ نفع ہے کہ انسان باقی رہے قوی دشمن اوسے ہلاک نہ کرین۔ خود انسانونکی ضرورتین انسانونکو ہلاک نکرین معنی یہ ہین کہ اگر اسطرح خلق نہ ہوتا بیکار بہی ہوتا۔ بہترین مخلوقات سے بہی نہوتا اور انجام مین ہوتا ہی نہین ہلاک ہوجاتا۔

قوتون کے خود بڑہا لینے کا مادہ دینا ضرور ہے۔

اس طریقہ کے اختیار کرنے سے یہ امر لازم ہوتا ہے (علی الخصوص اس بات پر نظر کرنے سے کہ اختیار دیا گیا ہے) کہ انسان مین ایسی قوت دیجاے کہ وہ خود اپنی قوتون کو بڑہا سکے۔ اپنی بہی قوتون کو اور جنکو وہ پیدا کرین اونکی بہی قوتون کو اور وہی ذریعہ اسبات کا ہو کہ وہ اپنا شرف دوسرون پر خود ثابت کری یہ سلسلہ اول اوس ذریعہ مین بہی انسانون کی پرورش کا ہے پایا جاتا ہے اور بعد پرورش

بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمایئے کہ بچونکی اچھی حفاظت کا دوسرا ثمرہ ہوتا ہے بُری
کا دوسرا۔ مثلاً اگر اولاد کو اول سے وقت پر سونے۔ کھانے۔ اوٹھنے چلنے پھرنے علم اخلاق
کے مطابق افعال صادر کرنیکی عادت ڈالیے وہ اور طرح کے بچے ہونگے۔ اونکی ان باتونکا
انتظام نہ کیجیے وہ بالکل دوسری طرح کے ہونگے۔ اور ایسی حالت ہوگی کہ پھر اونکو مشق اچھے
افعال کی کرانا دشوار ہوگا۔ اگر اونکو مٹھائی کھلایئے ایک خلط زیادہ پیدا ہوگا۔ بچے
ناتندرست ہونگے اور وہ ایام نمو اور بڑھنے مین ضرر کا باعث ہوگا۔ اونکی اچھی طرح پرورش
کیجیے قوی اور تندرست ہونگے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ جن بچون کے مان باپ یا اوستادون
نے اپنی اولاد یا شاگردون مین اس بات کی پہلے سے احتیاط کی ہے کہ وہ جھوٹ بولنے
کے خوگر نہ ہون یعنی اونکو اسقدر کبھی نہین ڈرایا کہ جھوٹ بولنے کی عادت پڑے ہر قصور مین
معافی اسلیے دی کہ جھوٹ بولنے کی عادت نہو اور سوای جھوٹ کے اور سزا کمتر دی
وہ سچے ہوگیے اور اوس سچائی نے اونکو مجبور کردیا کہ تمام افعال قبیحہ سے جنکے چھپانے
کے لیے اللہ تعالی نے شرم کا مادہ دیا ہے کہ وہ بھی رک اون افعال کے صدور کی ہو
بچے اور محفوظ رہے۔ اور اِسبات سے جو فوائد ہو سکتے ہین اور وہ محتاج بیان نہین
ہین اونکو حاصل ہوے۔ جنہون نے ایسا نہین کیا اونکی اولاد مین جھوٹ بولنے کی
مشق پیدا ہوی اور اونہون نے تمام افعال قبیحہ کیے یا کم سے کم اون مین نفرت اون
افعال سے جاتی رہی۔ جنہون نے بچون کو رات دن پڑھایا اور اونکی حفاظت جسمانی
نہ کی پرورش مین مذکورہ بالا غلطیان کین وہ ایسے کمزور ہوگیے کہ جب وہ ایک درجہ

کمال پر لکھہ پڑھہ کے پہونچے اوسے کام مین نہ لاسکے اور سب محنت اکارت ہوگئی زندگی وبال ہوی - اور جن لوگون نے اسکی حفاظت کی یعنی اونکو ورزش کرائی اور چلنے پہرنے کی بہی مشق کرائی وہ قوی رہے اور ہر کام کرسکے - یاد رہے کہ باوجود اس طریقہ کے انسان مجبور نہین ہوتا کیونکہ جب اوسکو شعور پیدا ہوتا ہے ان باتونکی تمیز اتی ہے ہر ایک سقم کا جو پیدا ہوے ہین رفع کرنا اوسکے ہاتہہ مین بہی ہوتا ہے اور ابتدائی حالت بطور ایک بخشش کے ہوتی ہے -

وہ مادہ مشق ہے - جب انسان مین سمجہہ آگئی اور قوت بہی ایک حد کی پیدا ہوی تو ہم دیکہتے ہین کہ انسانی قوتون مین یہ خاص بات ہی کہ ہر قوت کی اگر مشق کیجاوی تو وہ بڑھہ جاتی ہے اگر وہ قوت بیکار کیجاوی تو جاتی رہتی ہے مثال اوسکی یہ ہی کہ ہاتہہ ہلانیکی قوت پنجہ کے ذریعہ سے بڑھہ جاتی ہے اور کتنی بڑھہ جاتی ہے کہ پنجہ کش کے ہاتہہ کا تہپڑ لٹہ کا اثر پیدا کرتا ہے - ہاتہہ کو اوٹہائے رہنے سے جیسے جوگیون کو آپ نے دیکہا ہوگا کہ ہاتہہ اونچا رکہکر خشک کردیتے ہین گہٹ جاتی ہے اور کتنی گہٹ جاتی ہے کہ ہاتہہ ہلانے تک کی قوت جس سے دشمن کو دور کرنے اور اپنے کام کرنے کی قابلیت ہے جاتی رہتی ہے - جیسی قوت ہاتہہ مین ہے ویسی ہی ذہن اور قوای دماغی مین ہے - مشکل باتونکو سوچنے کی مشق کیجیے جیسے علم منطق اور حساب اور فلسفہ کے اصول - تو عقل کی قوت بڑھہ جاتی ہے نہین تو نہین بڑہتی - الغرض جس طرح ورزش سے اعضا کی قوت بڑھہ جاتی ہے اسیطرح علوم پر محنت کرنے سے عقلی قوت بڑھہ جاتی ہے - البتہ اوسقدر محنت کہ اصلی قوت فوت ہوجاے

مضر ہے - کیونکہ قوتون کو محدود رکھنا بھی لازمی ہے اگر ایسا نہوتا بڑھنے کی حد نہوتی اور وہ بڑھنا بھی بڑی خرابیونکو باعث ہوتا - کم سے کم یہ ہے کہ سب مین مساوات ہوجائے اور پھر اجتماع قوت نہو اور وہی آدمی کے انعدام کا ذریعہ ہو -

مشق بذریعہ اضداد ہوتی ہے

جب معلوم ہوا کہ انسانی قوتونمین یہ مادہ ہے کہ جو انسان ایک کام کی مشق کرے وہ کام اون انسانون سے اچھا کرے جنکو اوسقدر مشق نہین ہے خواہ اونہون نے دوسرے کامون مین مشق بہم پہونچائی ہو یا نہین - لازم آتا ہے کہ ہر قوت کے بڑھانے کے وہ ذرائع اور وسائل پیدا کیے جائین جو اونکو بڑھا کر اقصای غایت کمال پر پہونچا دین چنانچہ وہ وسائل بھی ساتھہ ساتھہ پیدا ہوے ہین جنکا نام اضداد ہے تفصیل طریقہ ارتقای مدارج کمال کی یہ ہے (۱) قوتہای جسمانی (۲) قوتہای عقلی - قوتہای جسمانی مین ترقی کرنیکے لیے آدمی کو جب ورزش سکھلاتے ہین پہلے ڈنڈ کراتے ہین - پھر اونکی تعداد کو بڑھاتے ہین - جب فقط ڈنڈ پیلنا کافی نہین رہتا مگدر ہلانا سکھلاتے ہین - اونمین پہلے چھوٹے چھوٹے ہلکے ہلکے مگدر پھرانے کو دیتے ہین اوسکے بعد بھاری بھاری یہانتک کہ لوہے کی لیزم کی نوبت پہونچتی ہے - پھر کشتی لڑنا سیکھتے ہین اول اوستاد زور دلاتا ہے اور جب شاگرد قوت مین اوستاد سے زیادہ کمال پیدا کرتا ہے یا اوستاد کا زور دلانیوالا کوئی نہین ہوتا یعنی کمال پیدا ہوتا ہے وہ بلکہم سے زور کیا کرتے اور قوت بڑھایا کرتے ہین - اسی طرح جب پنجہ کی مشق کرتے ہین آدمی سے پنجہ کرتے ہین اور جب قوت مین کمال پیدا ہوتا ہے لوہے کے پنجہ سے پنجہ کرکے کمال کو اقصای

غایت پر پہونچایا کرتے ہین نتیجہ یہ ہے کہ کمال اضداد سے پیدا ہوتا ہے - پہلے اضداد
ہم جنس سے کمال حاصل کیا جاتا ہے جو ضد بنکر کمال پیدا کراتے ہین پہر اضداد غیر جنس
سے جو بنی بنائی ہوی ضد ہین - بعد اسکے قوتہای عقلی کو لیجیے - جب بچونکی تعلیم
شروع کیجاتی ہے تو اونہین حروف جو بولی کے اجزا ہین سکہلایے جاتے ہین اوسکے
بعد اونکا ملانا - اوسکے بعد عبارت - تب قاعدے زبان کے - تب اوس زبان کے
علوم سکہلاتے ہین - اسمین پہلے آسان قواعد پہر مشکل سکہلاتے ہین - یہانتک کہ جسقدر
اوس علم مین آگہی باعتبار قابلیت متعلم کے ہوسکتی ہے ہوجایے - جب قوت عقلی ایک حد
کمال کو اس مشق کے ذریعہ سے پہونچ جاتی ہے تب انسان معاملات مین ڈالا جاتا ہے
اور وہ تجربہ کرکے اقربا اور اغیار سے عقل کو بڑہاتا رہتا ہے - قوت جسمانی ایک حد تک
بڑہتی ہے مگر قوت عقلی کے بڑہنے کی ایسی حالت ہے کہ اوسکے اندر کوئی حد نہین لگائی
جاسکتی ان دونون قوتون مین یہ امر غور کرنے کے قابل ہے کہ قوتہای جسمانی کے لیے
اضداد جنس و غیر جنس دونون موجود ہین جنکا بڑہنا محدود ہے لیکن قوتہای عقلی کے لیے ضد
غیر جنس کوئی نہین جسکا بڑہنا محدود نہین اگر فرض کیا جایے کہ جسمانی قوتین جنکی عقل حاکم ہے
اضداد ہین تو یہ اضداد ویسے اضداد نہین ہین جیسے لوہا انسان کے لیے کیونکہ
خواہشہای نفسانی جب بری طرح کام مین لائی جائین قوای جسمانی کی دشمن ہوتی ہین -
اگر فرض کیا جایے کہ انسان جب دشمن ہو ضد ہے اور حیوان جب دشمنی کرے ضد
انسان ہے یہ بھی صحیح نہین ہے اسلیے کہ وہ اضداد بھی قوای جسمانی کے ہین کیونکہ اثر

جسم کے ذریعہ سے ہوتا ہے صرف عقل کا دشمن بلا تعلق جسم کے بھی ہونا ضرور ہے جو
سوای عقل کے اور کسی چیز کا دشمن نہو۔ یہ امر معلوم ہو چکا ہے کہ اقصای غایت کمال بغیر وسایل
غیر جنس کے نہین ہوتا اسکے بعد غور کیجیے کہ قوای عقلی بڑی چیز ہین یا قوای جسمانی مسلم ہے
کہ عقل بڑی چیز ہے جو باعث امتیاز انسان اور حیوان وغیرہ کا ہے۔ اوسکے لیے دلیل
بیان کرنیکی کوئی ضرورت نہین۔ پس آپ غور فرمایئے کہ قوای جسمانی کے اقصای غایت
کمال پر پہونچانے کے وسائل اور ذرائع تو وہ چیزین ہون جو مضاد اور مخالف قوای جسمانی
کی ہین جیسے لوہا کہ آدمی اوس سے قتل ہوتا ہے۔ یا لکڑی جو آدمی کو کچل ڈالتی ہے مگر
عقل کے اقصای غایت کمال پر پہونچانیکے ذرائع اون مین محدود ہون جو عقل بے خود بنائے
یا ضد اور مخالف عقل کے نہین بلکہ عقل کے محکوم ہین۔ یہ قیاس صحیح نہین ہوسکتا کہ ادنی
خاصیت کی چیز کے لیے اعلی ذریعے تکمیل قوت کے ہون اور اعلی کے لیے اوسی قدر
اور ویسے ہی اعلی نہون۔ ادنی چیز جو محدود رہتی ہے اپنی قسم مین اعلی مرتبہ کی ہو جائے
لیکن جو ایسی اعلی قسم کی چیز ہے اور کون اعلی وہی جو باعث فخر و امتیاز ہے اور جسکی ترقی مین
کوئی حد نہین لگائی جا سکتی اعلی سے اعلی نہو سکے یہ غلط ہے۔ ترکیبون کی باریکیون کو
یہان ملحوظ رکھیے۔ پس ضرور عقل کے لیے ایسی کوئی چیز ہونی چاہیے کہ جب اوس ضد
غیر جنس سے عقل مقابلہ کرے اور وہ محض دشمن عقل ہو تو عقل مین وہ کمال پیدا ہو کہ بدون
اوس مقابلہ کے پیدا نہو سکتا ہو وہی شیطان ہے اور ذریعہ عقل کے اقصای غایت
کمال پر پہونچانے کا ہے۔

مشق کا معیار اور اوسکی شناخت امتحان ہے۔

اسی طریقہ پر کہ انسان بذریعہ استعمال اضداد کے کامل بنتا ہے غور کرنیسے یہ بات لازم آتی ہے کہ جسقدر زیادہ استعمال اضداد کیا جائے اوسی قدر زیادہ کمال پیدا ہو اور وہی وجہ انسان کی دوسرے انسانون پر ترجیح کی ہو اسکے لیے ضرور ہوتا ہے کہ انسان کے اندر کمال پیدا کرنے کے ذرائع دشوار سے دشوار ہون کہ جو دشواریون پر غالب آئے وہ سب سے بہتر ہو جو نہ آئے اونسے بہتر نہو۔

دنیاوی امتحان۔

دنیاوی مثال اسکی وہ امتحان ہین جو دنیا مین آدمیون نے مقرر کر لیے ہین۔ آپ خیال فرمایئے کہ بچون کو پہلے ایک سی کتابین پڑہاتے ہین جو لڑکے ذہین اور محنتی ہوتے ہین اونکو یاد کر لیتے ہین جو نہین ہوتے وہ یاد نہین کر سکتے۔ یاد کرنیوالے آگے بڑھ جاتے ہین نہ یاد کرنیوالے پیچھے رہ جاتے ہین۔ پس محنتی اور ذہین ہونے کی شناخت کے لیے امتحان ہے۔ پہر آگے بڑھ کر اور امتحان ہوتے ہین جو ذریعہ شناخت کمال کا ہین یہانتک کہ ایک سلسلہ امتحانون کا قائم ہو گیا ہے اونہین مین سے وہ امتحان بہی ہین جنمین شرط یہ ہے کہ لڑکے ایسون کے پرورش کیے ہوے ہون جنہون نے لڑکپن سے استعمال عمدہ خواص کا سیکہا ہے اور وہ ذہین اور محنتی اور اچہے ہوے بدون ایک مدت معین مین وہ امتحان نہین دیسکتے۔ وہی لوگ ہین جنکو حکومت ملتی ہے اور وہ ضرور ثابت کرتے ہین کہ اپنی خلقی اور ذاتی قوت کے ذریعہ سے اور باعتبار صحیح استعمال اضداد کے برتر ہین۔ اونمین ملکہ پیدا ہو چکا ہے کہ قوتون مین انسان کی جو زور ہے اونکی عقل اوسپر غالب ہے وہ اپنی خواہشون کو روک سکتے ہین۔ یہ طریقہ

اوس بڑے طریقہ ایجاد سے نکالا گیا ہے جو اللہ تعالی نے اپنی مخلوقات مین اختیار کیا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائینگے تو معلوم ہوگا کہ یہ طریقہ امتحان کا ایسا ہے کہ بغیر اوسکے کام نہین چل سکتا تہا۔ تاہم یہ بہی ظاہر ہے کہ بہت ہی مشکل امتحان سول سروس کا بہتر سے بہتر دنیاوی آدمی بنانے کا ذریعہ نہین ہے اسلیے کہ اس گروہ مین بہی گو بہت کم ہون برے ہوتے ہین۔ اسکی مثالین ہمارے سامنے ہین کہ سولین کی موقوفی کی نوبت آئی کیا آپ شک کرسکتے ہین کہ ذاتی تنعم مین فاحش غلطیان نہین ہوسکتین۔ یہ مقام بڑی بحث کا ہے اور جب بحثون کو تمام کر لیجیے تو اس سے یہ بات سمجہ مین آئیگی کہ عقلی قوت کا ضد جواب تیار کیا ہے یعنی دنیاوی علوم کافی نہین ہین کوئی اور ملکہ اور مادہ ہونا چاہیے جو انسان کو روکے رہے اور غلطی کبہی ہونے دے۔ یہ بات بہت نازک ہے اور اگر زیادہ غور فرمائیگا تو زیادہ سمجہ مین آئیگی خصوصاً دینی مثال سے ظاہر ہوگی۔

دینی امتحان۔ دینی مثال دینے سے پہلے کچہہ اوسکے امتحان کی تشریح کرنی ضرور معلوم ہوتی ہے۔ دنیا کے امتحان یہ ہین کہ آدمی لکہایا جائے پڑہایا جائے اور اوسکو بذریعہ علم اخلاق اپنی خواہشون کا اوسقدر روکنا بتلایا جائے کہ جو دنیا کے لیے ضروری ہے۔ دین مین مقصود ایک خالق عالم کا پہچاننا اور اوسکی عبادت کرنا ہے اور پہر اوسکی عبادت مین اپنے آپ کو ختم کردینا۔ پس بعد علوم ضروری کے جو ذریعے اور وسیلے شروع شناخت کے ہون یا بغیر اونکے آدمی کو ایسی مشکل بحث مین پڑنا ہوتا ہے

اگر جہان اندھیرا ہوتا ہے۔ آخری فطری طور پر اللہ کیطرف متوجہ ہوتا ہے مگر بعد اسکے
اوسپر غور کرے کہ اس پیچیدہ نظام کا سمجھنا اور اپنے آپ مین ایسا مادہ پیدا کرنا کہ صحیح راستہ پر
چلا جاے ضرور ہوتا ہے تاکہ وہ دکھلاے کہ اوسنے اپنے آپ کو بڑے اور عمدہ کامونکے
لائق بنا لیا ہے اوسکی سب سے پہلی تعلیم یہ ہے کہ قوتون کو اسقدر روک سکے کہ اونہین
نیست و نابود کر ڈالے۔ اوسکا امتحان یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر بلا مین پڑے مگر مالک کو نہ بھولے
اوسکی یہانتک اطاعت کرے کہ بلا مین خوش رہے اور پھر جب اوسپر افاضہ علوم و
کمالات ہو جاے اور اوسمین ایک وہ کمال جو کسی اہل دنیا مین نہین ہے پیدا ہو جائے
تو بھی وہ اس بات کو نہ بھولے کہ مین بندہ ہون کارخانہ قدرت اللہ تعالی کا اتنا بڑا ہے
کہ مین بندہ ناچیز ہون۔ باوجود اسقدر بلندی کے وہ اور بلندی کیطرف رجوع کرتا رہے
اور ہمیشہ اپنے آپکو ناچیز اور اوسکا گنہگار بندہ سمجھتا رہے۔ یہ مراتب طے کرے تو وہ
امتحان مین کامل العیار ہوا اور اوسکے کمال کے بعد ہی اوسکا زمانہ راحت کامل کا شروع
ہو جاے۔ دیکھیے وہ امتحان کتنا سخت ہے اور اوسکے پاس شدہ کیسے عمدہ ہین
وہان کوئی مثال نہین ملتی کہ اچھے اور برے دونون اون لوگون مین ہون۔

دین کے امتحان لیے ہوئے لوگون کا ذکر یعنی حضرت عیسی اور جناب سید الشہدا۔

دینی امتحانون کی مثال گروہ انبیا و اوصیا ہین جنمین سے اسوقت
خاص قابل ذکر حضرت عیسی علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام
ہین۔ حضرت عیسی علی نبینا و علیہ السلام طفلی سے نبی ہوے یہ خاص مراد اللہ تعالی کی تھی
اونہون نے ہمیشہ عبادت مین بسر کرکے دنیا کو چھوڑے رکھا ہمیشہ مصائب مین ثابت

قدم رہے۔ اونکے معتقدین خاص قائل ہین کہ اسی کام مین جان فدا کی اور سولی پانے کی سی سخت بلا قبول کرلی۔ اوسکے ذریعہ سے اونکو حیات ابدی حاصل ہوی۔ سولی پاتے ہی اونکا زمانہ راحت شروع ہوا۔ جناب امام حسین علیہ السلام ابتداء عمر مین منصوب بہر امامت نہین ہوے نہ وہ مثل حضرت عیسی علیہ السلام کے تنہائی پسند تھے لیکن اونکو امور دینی کے لیے جتنی سختیان خیال مین آسکتی ہین سبکا مقابلہ کرنا پڑا یعنی گرمی کی شدت کا۔ بھوک کا۔ پیاس کا۔ پیارے بچون اور عزیزون اور لائق مصاحبون کے اپنے سامنے قتل ہونے کا۔ اور اوس حالت یاس مین لڑنے کی ضرورت کا اس اندیشہ کا کہ بعد مین عیال لوٹے جائینگے بے حرمتی ہوگی۔ اضاعت مال کا۔ اور سب سے بعد اپنی جان کا۔ دیکھیے کہ ان کمال مرتبہ کی سختیون کا مقابلہ آنحضرت نے کس زور شور اور خوبی سے کیا کہ کوئی مثال اوسکی دنیا کی تاریخ مین نہین ہے آنحضرت کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اونمین اپنی قوتون کے روکنے کا اسقدر تام اور کامل مادہ حاصل ہو چکا تھا اور اتنی قوت حاصل ہو چکی تھی کہ قوتون کو روکتے روکتے اونکو نیست و نابود کرسکین یعنی اپنی مرضی سے شہید ہون اپنی مرضی سے شہید ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ لڑائی بیعت پر تھی اگر مرضی سے شہادت نہ ہوتی بیعت کا اقرار کر دیتے بمجرد اقرار جملہ مصائب سے نجات ہو جاتی۔ اقرار اسلیے نہین کیا کہ بیعت کرنیسے جو مفاسد ہوتے حقیقت مین قابل رضا کے نہین تھے۔ پس ضرور ہوا کہ سلامتی چھوڑ کر ہلاکت کو اختیار کرین۔ یہ سچ ہے کہ دنیا مین خودکشی ہوتی ہے۔ سپاہی جان دیتے ہین۔ لوگ روپیہ کے

ایسے ہلاکت مین پڑتے ہین لیکن اون لوگون کے افعال مین اور جناب امام حسین علیہ السلام کے افعال مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خودکشی نافہمی اور ذریعہ اوس رنج کے دور کرنیکا ہوتا ہے جسکا علاج قدرت مین خودکشی کرنیوالے کے نہین ہوتا۔ رنج مین انسان مثل پاگل اور مجنون کے ہوجاتا ہے مجنون کے افعال قابل استدلال نہین ہوسکتے۔ سپاہی جو جان دیتے ہین وہ خوبی ہے مگر اس خوبی مین اور سپاہیون کی خوبی مین یہ فرق ہے کہ اونکو امید و بیم دونون ہوتے ہین۔ یہان سوای بیم اور ہر طرح کے دنیاوی نقصان کے کوئی امید نہ تھی۔ سپاہی اکثر مجبور ہوتے ہین یہان کوئی جبر سوای ضرورت دین کے نہ تھا۔ ضرورت دینی یہ تھی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت کرکے اسلام کو جاری فرمایا تھا اور وہ اسلام کیسا اسلام تھا کہ اوسکے ذریعہ سے اعلی سے اعلی مرتبہ قوت صدور افعال حسنہ اور خداپرستی کا پیدا ہوتا تھا حقیقت مین معدوم ہوجاتا اور نام بھی اوسکا روی زمین پر باقی نہ رہتا کیونکہ تاریخی حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید ایک نہایت بدافعال شخص تھا اور مسلمان نہین تھا۔ واقعہ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ اسبات کی دلیل قاطع ہین کہ وہ دشمن اسلام تھا۔ ایسے آدمی کے خلیفہ اسلام تسلیم ہوجانیسے اسلام مین ایسی برائی کا بیج بویا جاتا کہ آیندہ چلکر اسلام کو بیخ و بن سے اوکھاڑ دے۔ چنانچہ بعد ایسی قوت پانیکے کہ اوسوقت کسی مسلمان مین اوس سے قوت مقابلہ باقی نہین رہی تھی پہلا کام اوسنے خاندان نبوت کے برباد کرنیکا کیا۔ دوسرا خانہ نبوت کے خراب کرنیکا۔ تیسرا خانہ خدا کے نیست و نابود کرنیکا یہانتک کہ وہ خود نیست

ونابود ہوگیا۔ ضرر اوسکا جسقدر ہونا چاہیے تہا صرف اسلیے نہین ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کی مخالفت نے چونکا دیا۔ جتنے مسلمان اوسوقت موجود تہے اون سب مین سے صرف امام حسین علیہ السلام نے اس ضرورت کو جان لیا اور جو کچہہ اس شر عظیم کے دفع کرنے مین ہوسکتا تہا وہ سب کچہہ کیا۔ الغرض ایسی حالت مین کہ مثل دوسرون کے مصائب عظیم سے بچ جانا خود امام کے ہاتہہ مین تہا حضرت نے اپنے اوپر یہ سختیان گوارا کین۔ دیکہیے کہ حضرت مین کتنی بڑی قوت صدور افعال حسنہ اور حمایت اسلام کی تہی۔ اس قوت کا اظہار اوسی حمایت کی وجہ سے ضرور تہا وہ ہوا۔ اور کیسا سخت امتحان اونسے لیا گیا اور وہ کیسے اوسمین کامل العیار نکلے۔ فرمایئے کہ وہ امتحان سول سروس اور ہر دنیا کے امتحان سے مشکل تہا یا نہین۔ اور اونکا رتبہ اقلاً ہر دنیا کے آدمی سے جو اوسوقت موجود تہے بہتر ہونا چاہیے یا نہین۔ آپ غور فرمایئے کہ جو ذرائع اس امتحان کے تھے وہ کیا تھے۔ اگر عرب نہوتا گرمی کی یہ شدت نہوتی۔ آفتاب نہوتا تو گرمی نہوتی۔ پانی نہوتا تو پیاس نہوتی۔ غلہ نہوتا تو بہوک نہوتی۔ دشمنون کی کثرت نہوتی تو بے بسی نہوتی۔ قاتل نہوتے تو شہادت نہوتی تو فرمایئے کہ عرب کا پیدا کرنا برا ہے؟ نہین۔ آفتاب کا پیدا کرنا برا ہے؟ نہین۔ پانی کا پیدا کرنا برا ہے؟ نہین۔ غلہ کا پیدا کرنا برا ہے؟ نہین۔ دشمنون اور قاتلون کا پیدا کرنا بہی برا نہین ہے۔ اسلیے کہ وہ بہی تو اوسی جنس و نوع مین سے ہین جسمین امام علیہ السلام تہے۔ وہی بشری قوتین دشمنون مین تہین جو امام مین تہین۔ پس جیسے ان اضداد کے پیدا کرنے مین جنکو آپ برا نہین سمجہتے برائی نہین ہے اون اضداد

مین بہی جنہین آپ بُرا سمجہتے ہین بحیثیت خلقت بُرائی نہین ہے۔ کوئی حجت اللہ تعالیٰ پر اور کوئی الزام نہین ہے۔ الزام اونمین اپنی قوتون کو بُری طرح استعمال کرنیکی مشق اور اپنی غلطیون سے حاصل ہوا تہا مگر بغیر اونکے وجود کے امام کو رتبہ شہادت کا ملنا ممکن نہین تہا نہ ان کمالات کے اظہار کا۔ جیسا امام کا پیدا کرنا تہا ویسا ہی انکا۔ اور کیسا ضروری تہا اسی طرح شیطان کا پیدا کرنا حضرت آدمؑ کے ساتہہ ضروری تہا۔ وہ مراتب جو امام حسین علیہ السلام کو بعد اس امتحان کے حاصل ہوے ہونگے قیاس یون چاہتا ہے کہ سختی جب سب سے زیادہ تہی مراتب بہی سب سے زیادہ تہے۔

ایک مثال لطیف اور بیان اسکا کہ دین کے امتحان دیکر ہونیکی کیا مراتب ہوسکتے ہین۔

اس مثال پر غور فرمایئے مشہور ہے کہ ایک بادشاہ شکار کو نکلا۔ ہرن کے پیچہے اوسنے گہوڑا دوڑایا اور اسقدر دور ہوگیا کہ لشکر اوس تک نہ پہونچ سکا۔ شام ہوگئی اور وہان ہوی کہ جنگل مین پہاڑون کے سوا کوئی چیز ماکولات اور مشروبات سے نہ تہی۔ وہ بادشاہ سرگردان اور حیران ہوا اور اس عادت سے کہ ہمیشہ تنعم مین بسر کرے سخت مصیبت مین مبتلا ہوکر قریب بہلاکت پہونچ گیا۔ اوسوقت بادشاہ کو پہاڑی پر ایک مکان نظر آیا جسکے دیکہنے سے ایسی راحت ہوئی جیسی مایوسی مین جان بچنے سے ہوتی ہے۔ بادشاہ وہان گیا۔ چونکہ شکاری لباس مین تہا اوسے مالک مکان نے جو ایک پُرانی بڑہیا تہی نہ پہچانا کہ یہ کون ہے بادشاہ نے اوس سے پانی طلب کیا مگر پانی موجود نہ تہا اوس ضعیفہ نیک نہاد نے اپنی ایسی بکری کا دودہ بادشاہ کو دیا کہ وہی بکری صرف اوسکا مالِ دنیا تہا۔ بادشاہ کو اوس بہوک پیاس مین اوس تہوڑے سے

دودھ نے عجیب راحت دی۔ بادشاہ گھوڑے سے اوتر پڑا دودھ پیا بڑھیا سے حال
پوچھا تو اوسنے بیان کیا کہ میرے ایک لڑکا ہے وہ ہر روز محنت کو بستی مین جو یہانسے
دور ہے جاتا ہے اور شام تک جو پیدا کرتا ہے وہی قوت لایموت کا ذریعہ ہوتا ہے بادشاہ
منتظر رہا کہ وہ آئے تو بھوک دور ہونے کا سامان ہو۔ وہ لڑکا بڑھیا کا اوس روز معمول
سے زیادہ دیر مین آیا اور جب آیا خالی ہاتھ آیا ماں سے بیان کیا کہ آج مزدوری نہین ملی
بڑھیا کو حیرانی اور بادشاہ کو سخت پریشانی ہوی۔ بڑھیا اپنے بیٹے کو الگ لے گئی اور
صلاح کی کہ مہمان بھوکا رہنا نہین چاہیے اسکی کیا تدبیر ہوسکتی ہے آخر کو دونون نے
اوسی بکری کو ذبح کیا جنگل کی لکڑیان توڑین اور آگ جلا کر اوسے بھونا لڑکا چشمہ سے
پانی لایا اوس گوشت کو بادشاہ کو کھلایا اور پانی پلایا کھال بکری کی بادشاہ کو بچھا دی
اور سلا دیا صبح ہوتے ہی بادشاہ کا لشکر ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا بادشاہ تک پہونچ گیا اوسوقت
بادشاہ نے حکم دیا کہ بڑھیا اور اوسکے بیٹے کو ساتھ لے آئین۔ گھر لاکر دونون کی مہمانداری
کی اور تین روز تک بڑی تعظیم اور تکریم سے رکھا بعد تین دن کے بادشاہ نے اپنے
ارکین سلطنت کو جمع کیا اور پوچھا کہ بتلاؤ اس عورت اور مرد کا مجھے انصافاً کیا بدلہ دینا چاہیے
اس بات پر غور کرو کہ مجھے اُس پانی اور گوشت کی ایسی ضرورت تھی کہ بدون اُسکے مرجاتا
اور پھر یہ ساری سلطنت میرے لیے نکمی ہوجاتی شعر

ہمین کیا جو قبرون پہ ریلے رہے		کہ ہم اوسکے اندر اکیلے رہے	

اوس حالت مین ان دونون نے تمام مال جو وہ رکھتے تھے میرے اوپر تصدق کیا ہے

اور مجھے دیدیا ہے اور نیز اوس حالت مین کہ کسی بڑے نفع کی توقع مجھہ سے نہ تھی کسی نے
کچھہ بتلایا کسی نے کچھہ کہا آخرکار بادشاہ نے کہا کہ چونکہ یہ دونون میری بقاء انتفاع سلطنت
کا باعث ہوسے ہین اور زندگی کا جواب یہ ہے کہ مین انکو سلطنت کے انتفاع کا مزہ چکھا دون
اس مثال پر حال امام علیہ السلام کو غور فرمایئے کہ جس شخص نے اپنی اولاد۔ اپنا مال۔ اپنی
آبرو۔ اپنی جان۔ یعنی اونکے پاس جو کچھہ تھا وہ اسی لیے صرف کردیا کہ اللہ کا دین
باقی رہے اور خداشناسی کے طریقے اور ذرائع ضائع نہو جائین خدا جو سب سی بہتر بدلا دینے
والا ہے اوسکا کیا بدلہ دیگا۔ ضرور اوسکا بدلہ یہ ہے کہ ساری خدائی کا اختیار اوسکو ہو وہ
دین کا بادشاہ ہو۔ اور بعد ان مراتب کے اوسکو وقت سزا اور جزا پورا اختیار خلق پر دیا جائے
اس سی یہ بات بھی سمجھہ مین آتی ہے کہ بادشاہونکی تعداد کی زیادہ ضرورت نہین مگر بادشاہ
بنانے کی ضرورت بھی اہم ہے۔ اسلیے دشمنون کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے اور اونکی کم۔

شہادت کی ضرورت کا مختصر بیان

یہان اور ایک نکتہ قابل بیان ہے کہ شہادت ایک ایسی ضروری
چیز ہے کہ جسکے بدون کام نہین چل سکتا وہی ذریعہ غلبہ کا ہے اور قوتون کے روکنے کا
اسلیے کہ جبتک دشمن دفع نہ کیے جائین غلبہ نہین ہوسکتا وہ بھی انسان ہین بغیر مرے مارے
کیونکر دب سکتے ہین۔ ایسی ضروری چیز کے لیے دیکھیے اسلام نے کیا کام کیا ہے
اور کمال یہ ہے کہ قول ہی سے نہین بتلایا خود اوس شخص کے نواسہ نے جو بانی اسلام تھا
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فعل سی اور خود حاصل کرکے بتلایا ہے۔ کیا اب آپ اسلام اور اوسکے
بانی کو یون کہہ سکتے ہین کہ وہ محض حصول حکومت کے لیے سب کچھہ کرتا تھا نہین اوسنے

ایسی تعلیم دی تہی کہ محض دین کے لیے جان دی جاتی ہے خواہ حکومت ہو یا نہو۔ یہہ دکہلانا دیکہیے کتنی بڑی ضرورت سے ہے اور شہادت امام حسین کیا چیز ہے۔

بعض شبہات کا دفعیہ

بعض لوگ جو اس کمال کے مرتبہ کی منقصت اور استخفاف کرتے ہین۔ افسوس ہے کہ وہ کسقدر اصلی ضرورتون سے ناواقف ہین۔ مثلاً بعض لوگون کو مین نے کہتے ہوے سُنا ہے کہ شہادت حضرت مسلم اسکا باعث ہوی کہ حضرت نے یہ مصائب اپنے اوپر گوارا فرمایے۔ کیا ہزارون بادشاہون کو آپ نے شکست پر دیکر صلح کرتے ہوے نہین دیکہا! اگر خاص سبب نہوتا حضرت صلح کر لیتے۔ اس قول کے معنی یہ ہین کہ بانی اسلام اور اوسکے ایسے لواحق مین اصلی نیکی باعث ان افعال کے صدور کا نہین تہی۔ غصہ اور دوسری چیزین تہین۔ حالانکہ اور سارے افعال اونکے اسکے خلاف ہین۔ بعض کہتے ہین کہ ہندہ کا معاملہ اس غصہ کا سبب تہا۔ مختصر قصہ اوسکا یہ ہے کہ ہندہ نے خانۂ نبوت مین پرورش پائی تہی اور جناب امام علیہ السلام کے نکاح مین آئی تہی وہ بہت خوبصورت تہی یزید کو جب اوسکی کیفیت معلوم ہوی درپے ہوا کہ وہ میرے نکاح مین آیے معاویہ صاحب نے جناب امام علیہ السلام کو لکہا کہ آپ اوسے طلاق دیدیجیے کہ یزید اوس سے نکاح کرلے وہ غصہ ور ہے اوس سے اور آپ سے عداوت ہونا بہتر نہین ہے۔ امام علیہ السلام نے طلاق دیدیا۔ یہہ بات غور کے قابل ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو طلاق دیدے اسلیے کہ بغیر ضرورت سخت کے اور بغیر کمال مرتبہ مین ضرورت کے ظاہر ہوجانے کے کچہہ نہین کرنا چاہیے یعنی لڑنا اور تلوار کا معاملہ۔ وہ کسقدر اپنے

نفس پر قابو رکھنے والا ہوگا۔ جو شخص اس عار کو گوارا کرلے کیا وہ ان تکالیف مین بیعت کی عار کو گوارا نکرلیتا اگر محض ضرورت دین کے لیے نہ لڑتا۔ دیکھیے ایسے خیالات کسقدر لغو ہین۔ کیا ایسا شخص حضرت مسلم اور ایک عورت کے لیے یہ تکلیفین گوارا کریگا ہرگز ہرگز نہین۔ ضرور مہالک مین نفس کو ڈالنا منع ہے مگر شہادت جب ایسی ضرورت سے ہو منع نہین ہوسکتی فرض ہوجاتی ہے۔

ممکن ہے کہ یون کہا جاوے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ۔ یعنی اپنے ہاتھون اپنے آپ کو ہلاکت مین مت ڈالو جناب امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام نے اگر ہلاکت خود اختیار فرمائی خلاف حکم خدا کیا۔ یہ صریحًا غلط ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے ہلاکت کو منع فرمایا ہے شہادت کو منع نہین فرمایا بلکہ اوسکا حکم دیا ہے۔ یہ شبہہ ہلاکت اور شہادت کے معنی مین فرق نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ ہلاک۔ ہلوک۔ مہلکہ۔ تہلکہ سب کے معنی نیست ہوجانے کے ہین۔ شہادت جس کسی کو نصیب ہوتی ہے اوسکی نسبت خود اللہ تعالی جل شانہ کا ارشاد ہے کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ ترجمہ۔ اونکو مرے ہوئون مین شمار نکرنا بلکہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے ہین اور کھاتے پیتے ہین۔ معنی یہ ہین کہ شہید ہلاک نہین ہوتا یعنی نیست۔ دوسرا لباس یعنی جسم پہنکر ہماری نظرون سے چھپ جاتا ہے اور اس حیات سے بہتر حیات اوسکو حاصل ہوجاتی ہے۔ کھاتا پیتا چلتا پھرتا ہے۔ جب دونون ارشاد الہی کو ملایے کہ ایک طرف قتال کا حکم ہے اور مرنے مارنے کا

دوسری طرف ہلاکت مین اپنے آپ کو ڈالنے کی ممانعت ہے تو صاف معنی یہہ ہوتے ہین کہ جب ہلاکت بیفائدہ ہو ہلاکت ممنوع ہے جب اوسمین دین کا نفع ہو شہادت واجب ہے چنانچہ شیخ سعدی بہی فرماتے ہین ۔ مصرعہ تو مرو در دہان اژدرہا ۔ کیونکہ اوس وقت ہلاکت بے نفع محض ہوگی ۔ خداوند عالم نے کتمان ایمان مومن آل فرعون کی تعریف فرمائی ہے ۔ اسلیے کہ اگر کتمان نہوتا ہلاکت بے نفع واقع ہوتی ۔ شہادت جناب سید الشہدا مین دین کا نفع ہی نہ تہا باقی رہنا دین کا اوسپر موقوف تہا ۔ پس وہ ہلاکت نہوئی جو ممنوع ہے اعلی درجہ کی شہادت ہوئی جسکا حکم ہے اور واجب ہے باقی رہا مواقع استعمال کا جاننا ۔ ظاہر ہے کہ جو شہادت قبول کرے اور ایسا ہو وہ مواقع استعمال کو یقیناً ہمسے بہتر جان سکتا ہے اور لازم ہے کہ جانے ۔ الغرض واقعہ جناب امام حسین علیہ السلام ایسا صاف واقعہ ہے اور اسلام اور ہر نیکی کا ثبوت ایسا صاف ہے جسپر کوئی اعتراض نہین ہو سکتا ۔ کوئی دوسرا واقعہ ایسا صاف نہین ہے ۔

سزا مقرر ہونے کی وجہ ۔ بعد اسکے اسبات پر غور فرمائیے کہ آیا یہی کافی ہے کہ انسان جب قوتون کے عمدہ اور برمحل صرف کرنیکی مشق کرے باعث ترجیح ہو ۔ یا قوتون کے اس مشق کی طرف راغب کرنے کے لیے کسی دوسری چیز یا ترکیب کی بہی ضرورت ہے ۔ ظاہر ہے کہ سخت ضرورت ہے ۔ اسلیے کہ انسان مین جو قوتین ہین وہ ایسی تیز ہین کہ آدمی اونکے برلانے مین اسقدر بے سوچے سمجھے کام کرتا ہے کہ مضرتین اونکی بہت زیادہ ہین ۔ مثلاً قتل کرتا ہے ۔ چوری کرتا ہے وقس علی ھذا ۔ قتل سے جو مضرتین ہین وہ ظاہر

ہین یعنی انسان جو اللہ نے ایسی عمدہ شے بنائی ہے معدوم ہوتا ہے اوسکے معدوم
ہونے سے اکثر اوقات ایک گھر کا انتظام بگڑ جاتا ہے۔ عورتین بیوہ ہوجاتی ہین
بچے ناتربیت یافتہ رہ جاتے ہین۔ چوری سے جو مضرتین ہین ظاہر ہین۔ آدمی
دوسرے کا مال جو ایسی محنت سے پیدا ہوتا ہے بغیر استحقاق کے لیلیتا ہے۔
بعض وقت چوری ہوجانے کی مضرتین مثل قتل کے ہوتی ہین۔ جیسے عرب مین پانی
یا لندن مین گرم کپڑے چرالینا بعض صورتون مین۔ پس قوتون کے بے محل استعمال
سے رکنے کے لیے سزا کا مقرر کرنا ضروری ہے۔ علاوہ اسکے چونکہ قوتون مین
تیزی دی گئی ہے اور ہر برے اور اچھے کام کی مضرتین اور منافع ہر وقت پیش نظر نہین
رہ سکتے۔ بعض مضرتین ایسی نازک ہین کہ وہ باعتبار استعمال قوت مضرت نہین ہین بعض
وقت وہ مضرت اس لیے ہوجاتی ہین کہ آدمیون کی قوت کے جمع ہونے مین ہارج اور مانع
ہوتی ہین یعنی میل جول کے اصول۔ پس اونکے لیے کسی تیسری چیز کی ضرورت ہے
جو انسان کو بتلایا کرے اور پیش نظر رکھا کرے کہ یہ کام برا ہے اور اسکے کرنے سے
خرابی پیدا ہوگی اور وہ بھی روک افعال بد کی ہو جسکا نام سزا ہے۔ مثالین اوسکی یہ ہین
(۱) انسان کے لیے پیشاب کرنا لازمی چیز ہے اور اوسکا جاری کرنا تندرستی کا مدار ہے
مگر مجمعون مین جیسے میلے اور بازار مین بول کرنا منع ہے اسلیے کہ وہ بیحیائی ہے۔
بیحیائی اسلیے مضر ہے کہ اوس سے افعال قبیحہ آخر کو پیدا ہوتے ہین۔ علاوہ برین
زیادتی پیشاب سے ایسی بدبو پیدا ہوتی ہے کہ وہ ہوا کو بگاڑ دیتی ہے اور آخر کار وہ مجامع

کے متفرق کردینے کا منجملہ اور اسباب کے ایک سبب ہوتا ہے۔ ذاتی ضرورتین اسکی طالب ہین مگر مجامع کی ضرورتین اسکی مانع ہین۔

(۲) غصہ کرنا چھوٹے بچون کے ڈرانے کے لیے کہ تعلیم مین مار پیٹ کی ضرورت نہو اچھی چیز ہے۔ غصہ مادہ اپنی ذلت سے روک کا ہے جسکو حمیت کہہ سکتے ہین۔ طعن کرنا جب طالبعلمون کی غلطی کی وقتِ مناسب پر روک ہو نہایت آسان ترکیب اصلاح کی ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ مجموعون مین یہی دونون چیزین کیسی مضر ثابت ہوسکتی ہین۔ آپ غصہ فرمایئے دوسرے کو بھی غصہ آجایے لڑائی ہو طرفین کے طرفدار شریک ہون اور کشت و خون ہوجایے۔ گو ہر روز ایسا نہین ہوتا۔ طعن کرنے کی بھی یہی حالت ہے کہ لوگ طعن کر جاتے ہین اور کچھہ نہین ہوتا۔ غصہ مین جب زور ہوتا ہے مصالح اوسکے پیش نظر نہین رہتے۔

(۳) سچائی اور راستی جب معاملت دوسرے سے ہو لازمی ہے ورنہ کوئی کام نہین چل سکتا۔ یعنی اگر سچائی نہوتی نوٹ کیسے چلتا۔ ہنڈی کیسے جاری ہوتی اور یہ آسانی روپیہ کے بھیجنے اور رکھنے کی کیسے پیدا ہوتی۔ حالانکہ سچائی کے فائدے ہر وقت پیش نظر نہین رہتے بلکہ آسان طلبی اور راحت کی خواہش مقتضی ہوتی ہے کہ جھوٹ بولیے اور مال اوڑا کر بفراغت بسر فرمایئے۔ بہت سے لوگ ایسے ہین اور ہوسکتے ہین کہ قوت اونکی اونکو بعد اس ترکیب کے یعنی اچھے افعال کی مشق باعث ترجیح ہونے کے ضرر نہ پہونچا سکی۔

جزا کا بیان۔ اس طریقہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا کا بنانا لازم ہے
جب وہ لازم ہوا اوسکے جانب مقابل پر پہر غور کیجیے کہ جب سزا مقرر کیجاے افعال نیک
کے لیے جزا کا بنانا بہی ضرور ہوتا ہے پہر زیادہ غور فرمایئے کہ انسان کا سخت امتحان نہین
ڈالنا اور اوسکا پڑنا اور ہمیشہ نیک افعال کرتے رہنا اوسکو کس رتبہ کی جزا کا مستحق بناتا
ہے اور آیا ہر فعل کی جزا اُسے دنیا مین مل جاتی ہے وہی اوسکی کافی جزا ہے؟ ظاہر
ہے کہ نہین ہے کیونکہ اس صورت مین افعال نیک کی تعداد شمار سے زیادہ ہوگی۔
ہم دیکھتے ہین کہ اوس مقدار کی جزا نہین ملتی بلکہ ہزارون بڑے بڑے افعال نیک
کی بہی نہین ملتی خصوصاً جب آدمی ملک کے لیے مثلاً جان دیدے اوسے اسکی جزا
کچھہ بہی نہین ملتی علاوہ اسکے جزا کا بنانا اسلیے بہی ضرور ہے کہ سزا روک ہے۔ ترقی
افعال حسنہ کا ذریعہ نہین ہے۔ اور یہہ امر ضرورت جزا کو ایسا ظاہر کرتا ہے کہ لاجواب
ہے۔ حقیقت مین سزا اور جزا دونون کا مقرر کرنا ترکیب کا تعدد ہے اور مختلف صورتون
مین تکمیل تدبیر لازم شی ہے کیونکہ نتیجہ اختیار دو چیزین ہین نیکی اور بدی یا بہلائی اور برائی
نیکی مین دو چیزین ہین ایک بقدر اپنی ضرورت کے دوسری اپنی ضرورت سے زیادہ اگر سزا
مقرر ہوتی اور جزا نہوتی بعد اپنی ضرورت کے زیادہ نیکی کے کام کرانیکا کوئی ذریعہ نہوتا
اور وہ بیفائدہ ہوتی اور اوس صورت مین انسان قریب قریب حیوان مطلق کے ہوکر
بیفائدہ ہوجاتا۔ یعنی اورون کے کام کا معنی یہہ ہین کہ اختیار کو اچہا بنانے کے لیے
کوئی تدبیر ایسی نہین ہے کہ اللہ تعالی نے اوسکا رکہی ہو اور نہ کی ہو۔ سزا بہی بنائی

اور جزا ایسی کہ دونون ملکر تو اچھا کام کرائین بغیر اسکے تدبیر مکمل نہ تھی۔

سزا اور جزا ہر فعل مستحق سزا اور جزا کی ہونی چاہیئے۔

جب یہ دونون امر سمجھ مین آگیے تب یہ غور فرمایئے ضرور ہے کہ سزا اور جزا ایسی ہون کہ ہر فعل مستحق سزا کے لیے سزا ہو۔ اور ہر فعل مستحق جزا کے لیے جزا۔ ورنہ کوئی وجہ نہین کہ بعض افعال سزا سے باقی رہین بعض کی سزا ہو بعض کی جزا ہو بعض کی نہو۔

دونون کے لیے قاعدہ ہونا چاہیے۔

اب دنیا مین جو سزائین ہین اونپر غور فرمایئے کہ وہ صرف ایک طریقہ سے دی جاسکتی ہین۔ یعنی اونکے لیے مقرر کرنا قاعدہ کا ضرور ہے قاعدہ مقرر نہ کرنے کی برائیون کو ملاحظہ فرمایئے۔ فرض کیجیے کہ چوریون اور زنا کی سزا کا قاعدہ مقرر نہ کیا جاتا تو یون نہوتا کہ جو شخص چاہتا کہہ دیتا کہ فلان شخص نے میرے مال کی چوری کی۔ جو چاہتا کہہ دیتا کہ اوس شخص نے اوس عورت سے زنا کیا حالانکہ شاید اوس ذریعہ سے وہ خود چوری کرنا چاہتا ہو یا خود زنا کا طالب ہو۔ اسلیے یہ قاعدہ مقرر کرنا ضروری ہوا کہ گواہ کے بدون کوئی سزا نہ دیجایے۔ یہان تک کہ ہر معاملہ کے لیے قاعدہ مقرر کرنا ضرور ہوا ہے چنانچہ لین دین کے لیے تحریر کیا جانا دستاویز کا لازم کیا گیا ہے ورنہ اعتماد صحت معاملہ کا اوٹھ جائیگا جو چاہے دعوی کر دیگا اور دوسرے کا مال حاصل کر لیگا۔ الغرض قاعدہ کے بدون کام نہین چل سکتا۔

قاعدون کا کافی نہونا۔

اب قاعدہ مقرر کرنیکی دوسری شق پر غور کیجیے قاعدہ ہی ہزارون جگہہ انصاف ہونیکا مانع ہے۔ ہزارون جگہہ بے انصافی کرنیکا سبب ہے۔ لیکن

اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ قاعدہ کے مقرر کیے بدون جو مضرتین پیدا ہوتی ہین
وہ اوس مضرت سے جو قاعدہ مقرر کرنے پر ہوتی ہین بہت ہی ادنی درجہ کی
ہین۔ انگریزی قوانین کی نسبت بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ ہندوستان مین اس
سے بڑی خرابی پیدا ہوی ہے۔ اسقدر جھوٹ کا رواج ہوا ہے کہ دلونمین سے جھوٹ
کی بُرائی جاتی رہی ہے۔ یہانتک کہ اب زبان زد عوام وخواص ہے کہ صاحب یہ عدالت
تھوڑا ہی ہے کہ جھوٹ بولین۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اسواسطے کہ انگریز اہل اسلام
کے معاملات وراثت وازدواج وغیرہ کے شرع کے موافق فیصلہ کرتے ہین اور ہندوؤن
کے ہندوؤن کے شاستر کے مطابق۔ عام معاملات اپنے قوانین کے موافق جو اون
اصولون پر مبنی ہین جو باستثنا بعض مسائل جزئی کے خلاف شرع وشاستر نہین ہین۔
اس سے ظاہر ہے کہ یہ وجہ جھوٹ کے رسوخ کی نہین ہے۔ البتہ میرا خیال یہ ہے کہ انگریزی
قوانین اس ملک کی عام رعایا کے لیے زیادہ نازک ہین۔ علاوہ اسکے اوس قانون کے
متعلق کرنے والے وہ ہین جنکے دماغون مین وہ نزاکتین مرتکز ہین اور وہ خود بھی نازک
فہم ہین کہ بعض اوقات سیدھے سادے معاملون کو اسقدر نزاکت سے سوچتے اور فیصلہ
کرتے ہین کہ وہی غلطی کی جڑ ہوتی ہے۔ ایسی غلطی ضرور ہونی چاہیے اسلیے کہ جہان
نزاکت معاملے مین موجود نہین اوسمین پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کبھی رسم ورواج سے عدم
ممارست بھی اسکا سبب ہوتا ہے جسکی مثال ملا عبدالرحمن جامی کی حکایت ہے۔
امیر خسرو ایک ہندی شاعر تھے اونکا ایک شعر ہے ؎

گرمہ شود برادستارہ شود بری	باخوان نعمت تو کند کی برابری

ملا صاحب چونکہ ایرانی تھے بڑا اور بڑیون کو نجانتے تھے کسی نے اس شعر کے معنی پوچھے تو ملا نے جو طبع آزمائی کی تو تین سو معنی کہے اور سب غلط تھے۔ آخر کار برسون کے بعد معلوم ہوا کہ بڑا اور بڑی ہندوستان کے دو کھانون کے نام ہین اونسے تشبیہ دی ہے ان دونون امر کا اثر رعایا پر یہ ہوتا ہے کہ وہ معاملات بھی جیسے اور سارے امور حماقت یا شرارت سے کرتے ہین بے سوچے سمجھے کر گذرتے ہین۔ جب چارہ جوئی کی ضرورت ہوتی ہے تب یہ خیال ہوتا ہے کہ معاملات مین نزاکتین پیدا ہونگی اونکو سوچتے ہین اور بقدر فہم سوچ سوچ کر رخنون کو بند کرنا چاہتے ہین۔ اس سے بناوٹ کی ضرورت ہوتی ہے اور جھوٹ بولنے اور بلوانے کے تقریبًا ہر مقدمہ مین ایسے خیالات ہوتے ہین۔ اگر مدعی کو کم ہون مدعا علیہ کو زیادہ ہوتے ہین۔ اگر مدعا علیہ کو کم ہون مدعی کو زیادہ ہوتے ہین۔ اسلیے کوئی مقدمہ جبتک رخنے بند نہون نہین چلتا۔ پس حقیقت مین یہ قصور قانون اور اوسپر عمل کرنیوالے حکام کا نہین ہے بلکہ اصول تقرر قانون کا ہے اور بعض عمدہ تدابیر کرنے کا۔ جنسے چارہ نہین۔ علاوہ بران جھوٹ بولنے کی عادت کچھہ جدید نہین ہے بعض لوگون کو یہ اعتراض ہے کہ قوانین انگریزی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک گروہ قانون پیشیون کا پیدا ہو گیا ہے اور انصاف کی قیمت اتنی گران ہو گئی ہے کہ گرانی اوسکی ہر جگہہ پہونچنے کو مانع ہے اور مجرمون کو قانونی نزاکتین سزا سے بچا دیتی ہین یہ امور بھی سقم قانون کا نہین ہین بلکہ اوسی اصول تقرر قاعدہ کا سقم ہے۔ **الغرض**

اس حالت پر غور کرنے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قاعدہ کی بغیر کام نہین چل سکتا۔ اور قاعدہ کو کتنا ہی آسان ہو باعث نارانصافی کا بھی ہے۔ اوسمین جسقدر عمدگی نزاکت کی ہو دقت بڑھ جاتی ہے اور یہہ ایسا امر ہے جسکا علاج قوت بشری سے باہر ہے۔

بیان اوس ذریعہ کا جس سے ہر فعل کی سزا جزا ہونا عقبیٰ کی

جب یہ بات معلوم ہوی کہ قاعدہ کے باوجود ہر گناہ کی سزا نہین ہو سکتی اور دنیا مین ہر فعل مستحق جزا کی جزا نہین مل سکتی تو لازم آتا ہے کہ ایسے ذرائع پیدا کیے جائین کہ ہر گناہ سزا پاوے اور ہر فعل صواب جزا۔ میری رای مین وہ سوای اسکے کہ عقبیٰ کا وجود مانا جاوے دوسرے طریقہ سے نہین ہو سکتا اور چونکہ اوسمین تاخیر ضروری ہے ورنہ اختیار اختیار نہ رہے اوسمین دونون کا اعلیٰ درجہ پہ ہونا بھی لازمی ہے ورنہ قریباً بے اثر ہوگی۔ سزای عقبیٰ وجزای آخرت ماننے سے انسان کی روح کا بقا لازم آتا ہے اور خداوند عالم کا وجود اس ترکیب پر خیال کرنے سے کسقدر ظاہر معلوم ہوتا ہے۔

تناسخ کا بیان

تناسخ کا مسئلہ میری سمجھ سے باہر ہے (۱) جب مین مقابلہ کرتا ہون یعنی ایک اعتقاد یہ ہے کہ انسان کی روح پیدا ہوی دنیا مین آئی اور افعال کے مطابق اوسکو سزا یا جزا ملی اور معاملہ ختم ہوگیا۔ دوسرا اعتقاد یہ ہے کہ روح قدیم ہے اور بار بار دنیا کی بھٹی مین آتی اور جوش کھاتی رہتی ہے اور ہمیشہ کھاتی رہیگی کبھی یہ معاملہ ختم نہوگا تو اعتقاد تناسخ ایسا غلط معلوم ہوتا ہے کہ مجھے کسی دلیل کے بیان کی حاجت نہین۔ (۲) اوسکے یہ معنی ہین کہ جیسے کٹ پتلی کے تماشے والے کے پاس چند کٹ پتلیان ہوتی ہین اسی طرح اللہ تعا

ڈبا میں چند روحین ہین تماشہ والا بعض کٹ پتلیون کو ایک طرح کے کپڑے پہنا کر ایک تماشہ کے لیے نکالتا ہے اور بعد تماشہ کے چہپا دیتا ہے۔ اور یہی کام دوسرے تیسرے تماشہ کے لیے کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالی چند روحون کو ایک لباس جسمانی پہنا کر نکالتا ہے پہر چہپا لیتا ہے۔ اوسکا تماشہ ختم ہو جاتا ہے اللہ تعالی کا ختم نہین ہوتا۔ یہ تو فعل عبث ہوا۔ اسلیے کہ آخر کسکو اللہ تعالی یہ تماشہ دکہلاتا ہے۔ کوئی ہے جو مثل تماشہ دیکہنے والے کے ہو۔ کٹ پتلیون کو اس سے کیا نفع۔ (۳) اوس آدمی کو سزا دینا جسے اپنے گناہ معلوم نہین یا بعد گناہ کی سزا کے یا بعد افعال نیک کی جزا کے اوسکو دوسری حالت مین بہیجنا یا مطلقاً پہر دنیا سے امتحان گاہ مین بہیجنا اور برابر بہیجتے رہنا بلا نتیجہ محض ہے۔ کیونکہ اوس سے وہ کچہہ متنبہ نہین ہو سکتا۔ ہم روز دیکہتے ہین کہ اس خیال کا نفع کچہہ نہین ہے یا اسقدر کم ہے کہ بمقابلہ اوس تکلیف کے جو دنیا کی ہے کچہہ نہین۔ بلکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالی ظالم ہے یعنی اپنے تماشے کے لیے تمام عالم کو اس بلا مین مبتلا کر رکہا ہے (۴) روح اور مادہ اگر قدیم ہون تعدد قدما لازم آئیگا اور وہ باطل ہے درحقیقت یہ اعتقاد اوسی وقت قائم ہو سکتا ہے کہ دنیا قدیم ہو۔ ورنہ نہین۔

وجود روح اور بعد موت کے روح کی بقا کا بیان۔

روح کے وجود کی نسبت اربعہ عناصر پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ مٹی ایک مادہ ہے جسمین پانی اور ہوا اور آگ ملائی گئی ہین۔ پانی کا کام یہ ہے کہ باعث امتزاج کا ہو۔ ہوا کا کام یہ ہے کہ قوت متحرکہ

پیدا کرے - آگ کا کام یہہ ہے کہ اوس قوت متحرکہ کو کام مین لاوے - یعنی ہوا نہوتی تو چلنے پہرنے کی قابلیت نہوتی - آگ نہوتی تو وہ چیز نہوتی جو اوس چلنے پہرنے کی قابلیت اور قوت کو کام مین لاتی - یعنی انبعاث یا ول پور WillPoWer جب انسان مرجاتا ہے تو مٹی اور پانی باقی رہ جاتے ہین حرکت کی قوت اور اوس قوت کا محرک باقی نہین رہتا اب یہ امر غور کے قابل ہے کہ یہ دو چیزین جو علیحدہ ہوگئین اون دونون مین ایسی علیحدگی ہوی کہ اپنے اپنے مقام پر چلی گئین - یعنی ہوا ہوا مین جا ملی اور آگ آگ مین - یا دونون مین امتزاج باقی رہا - اب اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ حیوانون مین مادہ عقل نہین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین آگ اور ہوا کا امتزاج اوس طریقہ کا نہین ہے جیسا حیوان کا ہے اب غور کرنا چاہیے کہ انسان کوئی کام اسطرح کرتا ہے اور کرسکتا ہے یا نہین کہ جو طریقے ادراک اور عقل مین آنے کے بذریعہ جسم کے ہین بدون اوسکے وہ کام ہوجاوے - مطلب یہہ ہے کہ ادراک بذریعہ حواس خمسہ کے ہوتا ہے یعنی سُننا - دیکھنا - چھونا - چکھنا - سونگھنا - انکے بغیر بھی ادراک ہوتا ہے یا نہین - اب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ہوتا ہے اس لیے کہ قوت مقناطیسی کے بڑھانے سے جب آدمی عامل اور معمول بن جاتے ہین تو معمول ایسی جگہہ کی خبر لاتا ہے جسکو حواس خمسہ سے تعلق نہین ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان دونون چیزون یعنی آگ اور ہوا کا امتزاج انسانی روح مین بالکل دوسری طرح کا ہے - ہم انسان کی موت کا قیاس حیوان کی موت پر کرتے ہین لیکن یہان وجہ فرق کی موجود ہے - اس لیے

روح انسانی قابل بقا بعد موت کے ہے۔

خواب دیکھنے سے روح کے وجود پر استدلال اور خیالات حکما کی نسبت خواب کی تردید۔

علاوہ اسکے انسان خواب دیکھتا ہے۔ انسان کے خواب مین روح وہ کام کرتی ہے جو صرف روح کا ہے اوسکی بابت خیالات حکما کا ذکر ضرور ہے وہ کہتے ہین کہ انسان مین ایک مادہ آرام کرنیکا ہے خون دماغ کے اعصاب مین ٹھہر جاتا ہے اور اسلیے اعصاب کام کرنے سے معطل ہوجاتے ہین۔ چونکہ اعصاب تمام جسم مین ہین اسلیے پہلے دماغ بے خبر ہوتا ہے پھر باقی جسم بے خبر ہوجاتا ہے اور آدمی آرام مین آجاتا ہے۔ جب جاگنے کا وقت ہوتا ہے اور بقدر ضرورت آرام کرچکتا ہے تو خون رفتہ رفتہ دماغی اعصاب سے ہٹنا شروع ہوتا ہے بعدہٗ اور جسم کے اعصاب سے اور جب بالکل ہٹ جاتا ہے تب آدمی جاگ اُٹھتا ہے چونکہ مقام تعقل دماغ ہے اور تصورات مین ہر ممکن اور ناممکن چیز آتی ہے۔ لیکن جاگنے مین حواس کے ذریعہ سے تجربہ اور ادراک صحیح کرنیوالا قوت متخیلہ کا ہوتا ہے سوتے مین نہین ہوتا لہذا اوس عرصہ مین کہ دماغ کے اعصاب جو سب سے پہلے کام کے قابل ہوتے ہین اپنا کام شروع کردیتے ہین اور اوسوقت کردیتے ہین جبکہ روکنے والا اونکا کوئی نہو تب آدمی کے ایسے امور خیال کے اندر آتے ہین جو محض خیال اور ناممکن ہین اور یہی خواب ہے اور خواب اسلیے کوئی منتج شے نہین ہے یعنی جس سے کوئی فائدہ یا نتیجہ پیدا ہوتا ہو۔

لیکن اگر غور کیجیگا تو یہ بات پائیگا کہ یہہ دلیل اس خیال پر مبنی ہے کہ حواس خمسہ

کے علاوہ جسکا ادراک معمولی طور پر ہوتا ہے کوئی دوسرا ذریعہ اور کوئی دوسری شے
موجود نہین جسکے ذریعہ سے ادراک ہو۔ غلطی اسکی اسبات سے ظاہر ہوتی ہے کہ اگر
ایسا ہوتا ہر جاگنے کے پہلے ایک خواب دکھلائی دیا کرتا حالانکہ ایسا نہین ہوتا۔ علاوہ
اسکے غلطی یہ ہے کہ اعصاب مین قوت ادراک اسقدر تیز ہے کہ اتنا کم وقفہ ہوتا ہے
جسے کہہ سکتے ہین کہ وقفہ نہین ہوتا مثلاً بدن پر ہاتھہ رکھیے فوراً دماغ مین خبر پہونچتی
ہے کہ ہاتھہ رکھا۔ قصد کیا اور ہاتھہ ہلا۔ پس یہ توقف جو خوابون مین ہوتا ہے
خلاف اوس طریقہ کے ہے جو اعصاب کے کام کرنے کا ہے۔ یہ امر کہ خون رفتہ رفتہ
ہٹتا ہے اس اعتراض کو اسلیے نہین توڑتا کہ بدن مین سونے کے وقت سیلان خون کا بند
نہین ہوتا اس سے ظاہر ہے کہ سوای دماغ کے باقی بدن مین خون نہین ٹھہرتا اور اعصاب
جسم کے بحال خود رہتے ہین لازم ہے کہ خون دماغی اعصاب اور اونکی جڑ سے جسوقت
ہٹے فوراً تمام بدن جاگ جاے دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ خیال اگر خیال
محض ہو دکھلائی نہین دیسکتا کیونکہ آنکھہ ذریعہ دیکھنے کا ہے وہ اگر جاگ گئی ہے
ایک چیز حواس خمسہ سے جاگ چکے پس تصحیح کرنیوالا خیال کا موجود ہو گیا۔ آپ نے
مانا ہے کہ حواس خمسہ تصحیح خیال کرتے ہین آنکھہ سب سے بڑا ذریعہ اس تصحیح کا ہے۔
قطع نظر اسکے جتنے خواص انسان مین رکھے گیے ہین اونکو سب مانتے ہین کہ نہایت
عجیب و غریب صنائع اون مین موجود ہین۔ پس اس صنعت کے وجود کو بلا وجہ ماننا
بدلیل ہو سکتا ہے نہ بلا دلیل کیونکہ مثال اسکی ایسی ہے کہ اگر کسی کل کا ملاحظہ فرمایئے

اور اوسکو نہ سمجھیے تو اوسیوقت آپ کو بعضے پرزے بیکار معلوم ہونگے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کل کی نسبت کسی پرزے کے بیکار ہونیکا خیال آپ اس لیے نہین کرتے کہ کلون کے موجدون کو عاقل اور باکمال جانتے ہین مگر انسان کی سی کل کے بعض خاصیتون کے بیکار ہونیکا آپ یقین کرتے ہین اسلیے کہ آپ اوسکے موجد کے باکمال ہونے سے بے خبر ہو جاتے ہین۔ آپ خواب مین ارواح سے ملاقات کرتے ہین اور وہ ارواح ایسی چیزین بتلاتی ہین کہ انسان کی خیال کے متعلق نہین ہے۔ مثلاً بعض چیزین جو زندگی مین کسی نے مخفی رکھی تہین اوسے مرے ہوے کی روح نے بتلا دی ہین۔ حکماء نے غالباً یہ قیاس بعض حیوانون کو سونے مین آوازین دینے سے کیا ہے جیسے گھوڑا۔ اوسکے خواب مین اور انسان کے خواب مین فرق ظاہر ہے گھوڑے کبھی جاگنے کے قریب آواز نہین کرتے لہذا وہ مقدمہ جاگنے کا نہین ہے حکماء کی دلیل پر غور کیجیے وہ اوسے مقدمہ جاگنے کا کہتے ہین۔ علاوہ اسکے عقل انسانی اور عقل حیوانی مین جو فرق ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ ہمکو کیا معلوم ہے کہ روح حیوانی کیسی ہے قرآن مجید مین خواب کا جو شد و مد سے مذکور ہے۔ یہان استدلال مین ارشادات شرعی پر اسلیے نظر نہین کی گئی کہ یہ بیان عقلاً سوچنے کا ہے۔ پھر افسوس اس بات کا ہے کہ ایسی چیزون کے غلط ہونیکا ایسا مضبوط خیال دلمین بٹھلا لیا اور راسخ کر لیا گیا ہے کہ گو ناقل کیسا ہی معتبر ہو اوس خیال کے آدمی اوسکو جھوٹا کہہ دیتے ہین۔ چنانچہ وجود روح کے انکار سے ایسی چیزون کی تکذیب لازم آتی ہے کہ اگر تکذیب کیجاے تو بڑا علم نکما قرار پاجاے۔

تاریخی ثبوت خواب کی صحت کا فتوح الشام سے۔

وہ علم تاریخ کا علم ہے اسلیے کہ تاریخ مین لکھا ہے کہ فلان واقعہ یون ہوا۔ تاریخ فتوح الشام مین علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ جب قلعہ حلب کا مسلمانون نے محاصرہ کیا کئی مہینے گذر گیے مگر وہ قلعہ فتح نہوتا تہا۔ یوقنا اوسوقت حاکم حلب تہا اور بڑا مدبر اور دلیر آدمی تہا وہ موقع ڈہونڈہا کرتا تہا اور جب مسلمانون کو غافل پاتا چہاپا مارا کرتا تہا۔ اسوجہ سے مسلمان تنگ آگیے تہے اور حیران تہے یہ خبرین سنکر وامس ابو الہول نے مدینہ طیبہ سے قصد حلب کا کیا اور جب سردار لشکر اسلام کے پاس جنکا نام حضرت ابو عبیدہ تہا پہونچے اور اونسے ملاقات ہوی اونہون نے وامس سے پوچہا کہ تم بزرگ منش آدمی معلوم ہوتے ہو تمہارا دل اس قلعہ کے فتح ہونے کے باب مین کیا کہتا ہے؟ وامس نے جواب دیا کہ اسی سفر مین مین نے ایک خواب دیکہا ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ انشاء اللہ تعالی فتح ہوگی خواب یہ بیان کیا کہ مین نے دیکہا کہ میری قوم آگے چلی گئی ہے اور مین اونکے نشان قدم دیکہتا ہوا جلدی جلدی چلا جاتا ہون جب اونکے قریب پہونچ گیا تو دیکہا کہ میری قوم کے آدمی حیران و پریشان کہڑے ہوے ہین مین نے پوچہا کہ آگے کیون نہین بڑہتے اونہون نے جواب دیا کہ دیکہو سامنے پہاڑ ہے اوسکے پار جانے کا راستہ نہین ملتا۔ مین نے کہا کہ یہہ شگاف نظر آتا ہے چلو اسمین ہوکر نکل چلین۔ اونہون نے جواب دیا کہ اس شگاف مین ایک بہت بڑا اور خونخوار اژدہا رہتا ہے وہ ایسا ہے کہ اوسنے بڑے بڑے دلیرون کو ہلاک کر دیا ہے۔ مین نے کہا کہ آؤ اسپر ایکدم سے جا پڑین۔ مارڈالینگے

اونہون نے جواب دیا کہ اوسکے منہ سے آگ کے شرارے نکلتے ہین — کوئی
پاس نہین جاسکتا ہین نے کہا کوئی راستہ ایسا ڈہونڈہو کہ اوسکے پیچہے سے جاکر
مارلین — اونہون نے جواب دیا کہ یہہ بھی ممکن نہین ہے اسلیے کہ قد اوسکا اتنا بڑا ہے
کہ پیچہے جانے کی راہ نہین — یہہ سنکر مین خود گیا اور تلاش کی تو ایک راستہ ملا کہ بہت
ہی دشوار گذار اور تنگ تہا مین اوسمین بڑی محنت سے پہونچا اور منتظر وقت رہا یہانتک
کہ آہستہ آہستہ اژدہے کے پیچہے پہونچ گیا اور اوسے مار ڈالا یہہ دیکہکر میری قوم بہی میرے
پاس پہونچ گئی مگر وہ بہی بڑی دقت سے پہونچی ابو عبیدہ اس خواب کو سنکر بہت خوش
ہوے اور سب مسلمانون کو بلوا کر یہ خواب سنوایا — وہ سب بہی بہت خوش ہوے سب نے
یقین کرلیا کہ یہہ مژدہ فتح ہے چنانچہ واقع مین تہا — وامس محاصرہ مین شریک ہوگیے
اور تعبیر اس خواب کی یہ ہوی کہ قلعہ نہین کی ایسی ہی تدبیر سے فتح ہوا کہ جسکے معنی یہ ہین کہ
اس خواب مین بتلادیا گیا تہا کہ قلعہ یون فتح ہوگا — تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ سینتالیس روز
جب محاصرہ کو وامس کے پہونچنے کے بعد بہی گذر گئے اور اونکی بہی کوئی تدبیر
کارگر نہوئی تو وامس نے ابو عبیدہ سے کہا کہ اب مجہے ایک تدبیر سوجہی ہے
وہ یہ ہے کہ ۳ آدمی مجہہ کو دیجیے ہم سب لوگ یہین چہپے رہین گے اور آپ لشکر کو یہانسے
اتنی دور ہٹا لیجایئے کہ قلعہ والے یون سمجہین کہ مسلمانون نے محاصرہ اوٹہا لیا چنانچہ
ایسا ہی ہوا — یہہ وہ بات تہی جو خواب مین دیکہا تہا کہ وامس آگے بڑہ گئے اور راستہ
ڈہونڈہ کر نکالا — الغرض جب رات ہوگئی وامس نے اپنے ساتہیون سے کہا کہ

چپکے چپکے چلے آئے یہہ لوگ پہاڑ کے نیچے تک پہونچے۔ وامس نے ساتھیون سے کہا کہ کوئی آدمی پکڑ لاؤ کہ اوس سے راستہ پوچھین کوئی جانے پر راضی نہین ہوا اور وامس خود گئے اور کئی دفعہ کرکے چہہ آدمی پکڑ لائے اون مین خرابی یہ نکلی کہ وہ نہ انکی زبان سمجھتے تھے اور نہ یہ اونکی۔ یہہ وہ بات ہے کہ راستہ ڈھونڈھنے مین دقت پیش آئی۔ آخر کو ایک ایسا شخص پکڑا آیا جو زبان عربی جانتا تھا ایک رومی اور وہ عربی دان راستہ بتلانے پر راضی ہوے وامس نے دو ساتھی ابو عبیدہ صاحب کے پاس بھیجدیے کہ ہم صبح کو جب دروازہ کھولین اور لڑائی ہو تو آپ داخل قلعہ ہو جائیے وامس اٹھائیس ساتھیون کو لیکر خود بکری کی کھال اوڑھ کر چلے یہانتک کہ اون دونون راہبرون نے پشت قلعہ کی دیوار تک پہونچا دیا۔ یہہ قلعہ خواب مین اژدہا دکھلایا گیا تھا وامس اس طرح قلعہ پر چڑھے کہ خود بیٹھ گیے اور سات آدمی اپنے اوپر یکے بعد دیگرے چڑھائے اور جب ساتون ایک دوسری پر چڑھ چکے اور کھڑے ہوے تو قلعہ کی دیوار کے برابر ہو گئے سب سے اوپر کا آدمی کنگنی پکڑکر قلعہ مین کود گیا۔ برج کے پہرہ والے کو نشہ شراب مین مست پایا اوسکی ٹانگ پکڑکر نیچے گرا دیا دو اور پہرہ والے بھی مدہوش ملے۔ اونکو قتل کر دیا اور رسائین ڈالکر اپنے ساتھیون کو اوپر کھینچ لیا آخرکار صدر دروازہ پر پہونچ گیے خوب تلوار کی۔ اس اثنا مین حضرت ابو عبیدہ بھی مع لشکر کے آ گیے اور قلعہ فتح ہو گیا۔ یہہ وہ بات تھی کہ خواب مین دکھلایا گیا تھا کہ قوم بھی بعد کو پہونچ جائیگی۔ اگر آپ اس مثال مین کوئی شک کرتے ہون تو واقدی کا دوسرا واقعہ سنئیے جسمین شک کی

گنجایش نہین معلوم ہوتی وہ یہہ ہے کہ وہی یوقنا جو مسلمانون کا ایسا سخت دشمن تہا
اور دشمنی اوسکی یہانتک بڑہی ہوی تہی کہ محاصرہ حلب سے پہلے جب اوسنے لڑائی کا
قصد کیا تو یوحنا نے اپنے حقیقی بہائی سے صلاح پوچہی اوسکی رای لڑنے کی نہوئی یوقنا
اتنا سخت تہا کہ اتنی سی بات پر یوحنا کو قتل کر ڈالا مگر وہی یوقنا بعد فتح حلب فوراً مسلمان
ہوگیا زبان یوقنا کی رومی (گریک) تہی مسلمانون نے اوسکے اسلام کا خوب اعتبار نہ کیا
جب حلب سے فراغت حاصل ہوی تو مسلمانون نے انطاکیہ کا قصد کیا اور یوقنا کے
دل کو ٹٹولا تو یوقنا نے مسلمانون سے عربی زبان مین باتین کرنی شروع کین اور ایسی
عربی بولتا تہا جیسے ٹہیٹ عرب۔ حالانکہ فتح حلب کو اتنے دن نہ گذرے تہے کہ زبان
آجاے عربون کو تعجب ہوا اور یوقنا سے دریافت کیا کہ تمہاری زبان ہم رومی جانتے
تہے عربی کب سیکہہ لی یوقنا نے جواب دیا کہ مین نے آج رات کو ایک شخص نورانی
کو خواب مین دیکہا جنہون نے اپنا نام محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتلایا مین اونپر
ایمان لایا اور اونسے خواہش ظاہر کی کہ مجہے زبان عربی آجاے آنحضرت نے اشارہ
کیا مین جو اوٹہا تو کامل عربی دان تہا۔ اس خواب کی برکت سے جو یوقنا کی قلب
ماہیت ہوی اور اوس اشارہ خواب نے جو آئینۂ قلب یوقنا کی جلا کردی وہ یہ تہی
کہ یوقنا جیسا مسلمانون کے لیے مضر تہا ویسا ہی مفید ہوگیا۔ اس مقام پر یہہ امر
قابل غور ہے کہ ایسا شخص صرف مفتوح ہوجانے سے ایسا ہوگیا تہا اور ایسی نفرت
اسلام کی دفعۃً دل سے جاسکتی تہی یا نہین؟ ظاہر ہے کہ جبتک کوئی خاص وجہ نہو

عام طور سے ایسا نہین ہوتا۔

ثبوت خواب تاریخ ہند سے۔ شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب نے تاریخ ہند مین بحوالہ تاریخ بیہقی لکھا ہے۔ کہ جب امیر سبکتگین بخارا کو جاتا تھا تو راہ مین منزل خاکستر مین وہ فروکش ہوا اور یہان صدقہ و خیرات مین بہت کچھ روپیہ دیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پانچ چھ آدمیون سے ایک جگہ کو کھودنے کے لیے حکم دیا جب اونھون نے کھودا تو ایک لوہے کی میخ نکلی آخر سبکتگین نے اوسے دیکھا اور گھوڑے پر سے اوترا اور بہت رویا اور جاے نماز مترگا کر دوگانہ شکر الہی ادا کیا جب لوگون نے اس حال کا سبب پوچھا تو اوسنے کہا کہ یہ قصہ نادر سنو کہ جس آقا کی مین ملک مین تھا مجھے اور بارہ اور غلامون کو جو میرے ہمراہ تھے جیحون سے پار اوتار کر شہر قان مین وہ لیگیا اور اسجگہ سے گورکانان مین لایا یہان کے پادشاہ نے سات غلام خریدے اور مجھے اور پانچ اور غلامون کو نہ خریدا پھر نیشاپور کی راہ مین مرورود اور سرخس مین چار غلام اور اوسنے بیچے اور مین اور ایک اور غلام باقی رہے۔ مجھے سبکتگین دراز کہتے تھے اور اتفاق سے میرے آقا کے تین گھوڑے میری ان کے نیچے زخمی ہو چکے تھے جب مین یہان خاکستر مین آیا تو میرا گھوڑا زخمی ہو گیا اسپر میرے آقا نے مجھے بہت مارا اور زین کو میری گردن پر رکھا اور قسم کھائی تھی کہ نیشاپور مین جو کچھ تیری قیمت ملیگی مین وہی لیکر بیچ ڈالونگا اسی غم مین مین سو گیا کہ حضرت خضرؑ کی زیارت ہوئی اونھون نے مجھے بشارت دی کہ تو بڑا نامور بادشاہ ہوگا جب پھر اس سرزمین پر آئیگا تو تیرے ساتھ بہت

لشکر ہوگا اور تو اوسکا سردار ہوگا تو غم نہ کر شاد ہو جب یہ پایگاہ بلند تجھہ کو نصیب ہو تو
خلق خدا کے ساتھہ نیکی اور انصاف کرنا مین نے اوٹھہ کر غسل کیا اور پچاس رکعت
نماز پڑہی اور اس میخ کو لیکر یہان نشانی کے لیے گاڑ گیا صبح میرے آقا نے سفر کیا
مجھہ سے یہہ میخ مانگی جب مین نہ دیسکا تو اوسنے تازیانون سے مجھے خوب مارا اور پہر سخت
قسم کہائی کہ جو قیمت تیری ملیگی وہ لیکر تجھے بیچ ڈالونگا نیشاپور تک دو منزل پیادہ پا چلایا
وہان البتگین نے مجھے اور میرے دو یارون کو خرید لیا جس سے اس درجہ پر پہونچا کہ تم
دیکھتے ہو۔ یہہ حکایت بہی بڑی دلیل صحت خواب کی ہے جو گہڑی گڑی ہوئی میخونکی
طرح مضبوط ہے اور دل مین ایسی بیٹھتی ہے کہ نکل نہین سکتی۔

ابتدائی روم قدیم کا ذکر۔ علاوہ اسکے ہر تاریخ مین ایسے ایسے واقعات مذکور ہین جو عقل
انسانی سے باہر ہین اگر ہر اوس واقعہ کو جو خیال مین نہ آئے جہوٹ مان لیجیے تو جو شخص ایک
بات مین جہوٹا مانا جاوے کوئی وجہہ نہین ہے کہ دوسری بات مین نہ مانا جاوے مثلاً تاریخ
روم قدیم کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہیڑیا رامیلس اور رملیس کو بحالت شیرخوارگی
بلکہ پیدا ہوتے ہی اوٹہا لیگیا اور اوسنے اونکی پرورش کی۔ یہہ ایسا واقعہ ہے کہ عقل
مین نہین آتا۔ چونکہ روم کی تاریخ لکہنے والا بہی اوسی خیال کا ہے کہ غیر معمولی باتون کو جو
محض قدرت الٰہی سے واقع ہوتی ہین نہ مانے اسلیے وہ حیران ہے اور لکہتا ہے کہ یہ
واقعہ اس لیے گویا کہ مانا جاتا ہے کہ نشان سلطنت کا یہی تہا کہ ایک تصویر بنائی جاتی تہی
جسمین ایک بہیڑنی دو بچون کو دودہ پلاتی ہے اور اس لیے ایسا مضبوط ہے کہ انکار

نہین ہوسکتا اس لیے ذکر کیا گیا۔

اودہ مین مچھلی ہرکان پر بنانے کا ذکر۔

اسی طرح اودہ مین یہہ بات مشہور ہے کہ نواب آصف الدولہ کی گود مین مچھلی دریا سے اچھل کر آگئی۔ یہہ امر بھی عقل سے باہر ہے اسواسطے کہ مچھلی کشتی سے ڈرتی ہے اور ڈر کے مارے دور بھاگ جاتی ہے پس اوسکا خود گود مین آنا ناممکن ہے اور یہہ تاویل کرنا کہ ڈر کے مارے کوئی مچھلی کبھی اوچھلی ہو اور کشتی مین آپڑی ہو صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ یہ ماننا ایسا ہی ہے جیسے مان لیا جائے کہ روٹی ناک سے کھائی گئی لیکن اس خلاف عقل بات کا ثبوت یہ ہے کہ صوبہ اودہ مین یہہ رسم ہوگئی ہے کہ ہر بڑے دروازہ پر مچھلی کی تصویر بناتے ہین گویا کہ سلطنت اودہ کا نشان مچھلی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا معجزہ مُردہ زندہ کرنیکا ہے۔ اوسکا انکار کرنا یہہ معنی رکھتا ہے کہ تمام قوم عیسائیونکی جو اسوقت تک دنیا مین بڑی کثرت سے آباد ہے اس واقعہ کو بیان کرتی ہے اور بالکل جھوٹی ہے میرے نزدیک یہہ امر جو حضرت عیسیٰ سے سرزد ہوتا تھا جھوٹا نہین ہے جو اوسکو خلاف عقل مانتا ہے اوسکی عقل صحیح نہین ہے

مُردہ جلانا ثبوت وجود روح ہے۔

مردہ کو زندہ کرنا دلیل اس بات کی ہے کہ روح کا وجود ہے وہی تعلق اونہین معلومات کے ساتھ اگر آگ اور ہوا اپنے اپنے مادہ مین جاکر ملجاتین اور اوس خاصیت سے جو بعد امتزاج پیدا ہوئی ہے خالی اور علیحدہ ہوجاتین۔ تو پھر اونکا عود ساتھ ان معلومات کے نہین ہوسکتا تھا۔ نئی روح بنتی وہی روح نہ آتی۔ کیونکہ جب اربع عناصر الگ الگ ہوگئے تو اون سے ایک نئی چیز پیدا ہوسکتی ہے وہی پرانی

چیز نہین ہوسکتی۔

وجود روح کا ثبوت انسان کی حالت سے۔

اسبات پر غور کرنے سے کہ انسان مین تغیرات ہوتے ہین ایک اور دلیل اسطرح وجود روح کی کہ بعد فنای جسم باقی رہے باریک طور سے سمجھ مین آتی ہے اور وہ یہہ ہے کہ فرض کیجیے کہ انسان کی زندگی تین حصون پر منقسم ہے۔ پہلا حصہ بڑھنے کا جسے ایام نمو کہتے ہین دوسرا حصہ بڑھکر ایک حالت پر ٹھہر جانے کا جسے سن وقوف کہتے ہین۔ تیسرا حصہ قوتون کے گھٹنے کا جسے پیری یا ایام انحطاط کہنا چاہیے کہ وہی مقدمہ فنای جسم کا ہے۔ اگر یہہ مانا جایے کہ روح ایسی چیز نہین ہے کہ جسم سے جدا ہونیکے بعد باقی رہ سکے تو یہ ماننا پڑیگا کہ روح امتزاج اربع عناصر کا خاصہ ہے یعنی جیسی اور قوتین اعضای انسانی کے اندر اس امتزاج سے پیدا ہوتی ہین دماغ مین قوت عقل پیدا ہوتی ہے۔ یہہ فرض ظاہر طور سے غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ قوای جسمانی کے ساتھہ نمو اور وقوف اور انحطاط عقل کا نہین ہوتا اگر قوت عقل محض دماغ کی قوت کا نام ہوتا تو ہمیشہ ساتھہ ساتھہ اعضا کے بڑھا گھٹا کرتی حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ قوت اعضا جب گھٹ جاتی ہے قوت عقل بڑھ جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کے وجود کا ابتدائی ذریعہ خارج مین آنیکا تو ضرور جسم ہے مگر بعد مین روح ایسی چیز ہوجاتی ہے کہ اعضا کے ضعف کو اوس سے تعلق نہین ہوتا ورنہ عقل بھی ایسی ہی ہوتی۔ ممکن ہے کہ یون اعتراض کیا جایے کہ قوای دماغی تو اعضا کے ساتھہ ساتھہ بڑھتے گھٹتے ہین مگر عقل کے زور کو دوسری قوتین یعنی خواہشین پردہ مین رکھتی ہین

جب وہ کمزور ہوجاتی ہین اونکا پردہ اوٹھہ کر عقل مین زور معلوم ہونے لگتا ہے حقیقت مین
عقل اعضائی دماغی کے ساتھہ بڑہتی ہے کیونکہ جب انسان زیادہ بوڑہا ہوجاتا ہے تو مسلوب الحواس
ہوجاتا ہے۔ یہہ غلط ہے اسلیے کہ یہہ استدلال اوس حالت سے ہے کہ گویا آدمی مرگیا۔
موت کے بعد جیسا ہم روح کو نہین پاتے ایام سلب حواس مین بہی نہین پاتے۔ اوسکا پہلا
فرق اوقات نوم سے بخوبی سمجہہ مین آتا ہے سوتے مین روح موجود ہوتی ہے مگر بیکار
رہتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی مرا پڑا ہے ایام سلب حواس مقدمہ اوس سونے
کا ہے جس سے انسان اوسیوقت جاگ سکیگا جب خدا چاہے۔ دوسری طرح فرق حالت
جنون پر غور کرنے سے سمجہہ مین آتا ہے جنون مین بہی حواس سلوب ہوتے ہین بعد صحت
پہر حواس آجاتے ہین۔ پس معنی یہہ ہین کہ جیسے قوت عقل کے لیے سونا اور جنون پردہ
ہین سلب حواس بہی پردہ ہین یہہ نہین ہے کہ قوتین جسمانی خواہشونکی اور جسم کی عقل کا
پردہ ہین پردہ صرف اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ روح و عقل کا ادراک جبتک وہ جسم مین رہتی ہے
حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ حواس اعضا کے خواص ہین اعضا کے ساتھہ اون کے
خواص مین ضعف لازمی ہے۔ پس وہ ذرائع کا انعدام ہے اصلی شی کا انعدام نہین ہے خواہشین
پردہ عقل کا اگر اسطرح ہوتین جسطرح اس اعتراض مین مذکور ہے تو عقل فی نفسہ نہ بڑہتی۔
خواہشین عقل کا پردہ نہین ہوتین بلکہ عقل جانا کرتی ہے کہ خواہشون کے زور سے یہہ
غلطی ہورہی ہے۔ پس جبکہ انحطاط قوت دماغی کے باوجود عقل بڑہتی ہے لازم آتا ہے
کہ وہ چیز بہر اعضا کی قوت سے جدا ہوکر مادہ باقی رہنے اور کام کرنے کا پیدا کرلیتی ہے۔

یا ہمیشہ اوسمین وہ مادہ موجود ہوتا ہے جو حمیر نہین ہوتا۔

روح کا ضد سوای شیطان کوئی نہین ہوسکتا۔

اگر روح کا وجود مانا جایے اور یہ کہ روح عقل کا جسم ہے اور وہ ظاہری جسم کی قوتون سے علحدہ بھی کام کرتی ہے تو اوسکا ضد سوای شیطان کے دوسرا نہین ہوسکتا اوسوقت کے لیے کہ جب قوتین اعضا کی گھٹ جائین اور عقل برابر استعمال اضداد کے قاعدہ سے اوسکو محنت اور ورزش کے طور پر بڑہانے کے لیے شیطان کے کام ذریعہ ترقی کا ہوسکتے ہین دوسرا نہین ہوسکتا ایسی اعلی قوت کا ضد نہ ماننا اور شیطان کے وجود سے انکار کرنا بڑی غلطی ہے۔

تکبر کا بیان۔

جب انسان مین قوت دیجایے اور انسان اپنی عجیب و غریب حالت کو دیکھے تو لازمی خاصہ اوسکا یہہ ہے کہ اوسمین صفت تکبر پیدا ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ ایسا ہوتا ہے پہلوانون مین جب زور زیادہ آجاتا ہے تو رفتار تک اونکی مستانہ ہوجاتی ہے اور وہ بالکل اپنی ہستی سے بے خبر ہوتے ہین۔ جوش جوانی مین انسان اندہا ہوتا ہے اور اوسکو کچھ نہین دکھلائی دیتا۔ جوانی دیوانی مشہور ہے اور ایک شاعر نے اس مضمون کو بہت اچھا نظم کیا ہے وہ کہتا ہے کہ شعر

اچھا ہوا شباب کا عالم گذر گیا	اک جن چڑھا ہوا تھا کہ سر سے اوتر گیا

اوسی مدہوشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہم دیکھتے ہین ہزارون گھر اور ریاستین تباہ ہوگئین۔ بہت سے اشخاص نے جب دیکھا ہے کہ ہم مین یہ طاقت ہے کہ جو چاہین آن کی آن مین ہوجایے۔ صدہا انسان قتل ہوجائین۔ گھر لوٹ لیے جائین ملکون کی صورت متغیر

کردی جاوے تو ایسی خود پرستی پیدا ہوئی ہے کہ اون لوگون نے دعوی خدائی کیا ہے۔
صفت تکبر سخت ترین مضرات مین سے ہے سب سے زیادہ بُرائی اس صفت مین یہ ہے
کہ جو صفات انسان مین پیدا ہو سکتی ہین تعداد انکی اسقدر زیادہ ہے کہ تمام عمر اگر معمولی
انسان جملہ کمالات کو حاصل کرنا چاہے تو حاصل نہین ہو سکتا۔ پس صفت تکبر جو انسان کو
بتلاتی ہے کہ مین سب سے بڑا ہون وہ آدمی کو ارتقای مراتب کمال سے باز رکھتی ہے
یعنی وہ ایسی سخت غلطیان کرتا ہے جو اپنے لیے بھی سخت مضر ہون اور دوسرون کے
لیے بھی اس لیے انسان کے واسطہ ایسے ذرائع پیدا کرنے چاہئین کہ جو اس صفت
خبیث سے محفوظ رکھین۔

ذرائع دفع تکبر کا ذکر بعض خاص حالتون مین اور شیطان کے وجود کا لازم ہونا۔

اب خیال کیجئیگا کہ بعد اسکے کہ انسان ایک حد پر پہونچ جائے اور اوسمین کمال پیدا
ہو جائے جسمین سے ایک کمال یہ ہے کہ طبیعی ضرورتون پر غالب آجانے
کی اوسکو مشق ہو جاوے اور اوسمین ملکات قدسی اور مشق صدور افعال حسنہ کی پیدا ہو جاوے
تو اوسکو یہہ خیال ہونا کہ مین دوسرون سے بہتر ہون صحیح واقعہ اور صحیح خیال ہوگا لیکن وہی خیال
ہر وقت موجب تکبر ہو سکتا ہے اگرچہ صحیح ہو۔ خدا شناسی اور خدا پرستی سب سے بہتر ذریعہ
انسان کے اقصای غایت کمال پر پہونچنے کا ہے۔ مان لیجے کہ ایک بڑا گروہ انسانون کا
اسکا قائل ہو چکا ہے۔ تو اب غور کیجے کہ اوس کمال پر پہونچنے کے بعد جبکہ قوتین مغلوب ہو چکین
تو وہ کون ذریعہ ہے کہ انسان کو تکبر پیدا نہونے دے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ذریعہ یہ ہے
کہ ایک ایسا دشمن ہو جسمین سب سے بڑی طاقت دھوکہ دینے کی اور بہلا دینے کی اور خدا سے

پہیر دینے کی اور افعال قبیحہ کی طرف دعوت کرنیکی موجود ہو اور وہ بغیر روک ٹوک کے ہر وقت قابو پا سکتا ہو تا کہ باوجود ملکات قدسی کے ہر وقت انسان ڈرتا رہے کہ مبادا غلطی ہو جاوے اور وہی خوف بقاء کمال اور ترقی کا طرف کمال کے ذریعہ ہو۔ ایسا ذریعہ اگر غور کیجیے واقع مین فضل الٰہی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ضروری ہے کہ بغیر اوسکے کام نہین چل سکتا وہی وجود شیطان کا ہے۔

مصلحت وجود شیطان کا بیان دوسری طرح سے

مصلحت وجود شیطان کا بیان دوسرے الفاظ مین یون ہو سکتا ہے کہ جو وجود مالک تام ہو اور ملکیت اوسکی بڑے زور شور کی ہو اور اوسکی ملکیت کا پہچاننا ہی سب سے بہتر ذریعہ مختلف قوتون کے مغلوب کرنیکا اور بہت بڑی برائیون سے بچنے کا ہو تو اگر قوت دیجائے اور اوسمین اختیار اپنے ہاتھ مین باقی نہ رکھا جائے تو وہ خلاف اوس مالکیت کے ہوتا ہے جو اوس وجود عظیم جل شانہ کو حاصل ہے۔ جہان ہم قوتون مین زور دیکھتے ہین یہہ بات پاتے ہین کہ باوجود آزاد اور قوی قوت موجود ہونیکے کوئی مرتبہ قوت کا ایسا نہین ہے کہ ہر وقت مین بڑی قدرت کا اقتدار اوسکے ساتھہ نہ ہو تا کہ وہ مالک کے بس مین رہے۔ یہہ بس مین رکھنا بہت ہی ضروری چیز ہے کیونکہ خود یہ خیال کہ ہم اوسکے بس مین نہین ہین مادہ سرکشی و نافرمانی پیدا کریگا آپ کسی قوت کو لیجیے اور کسی حالت پر غور فرمایئے ہمیشہ قدرت الٰہی کا اقتدار ساتھہ رہتا ہے مثلاً بادشاہ جب لڑائی مین مصروف ہو اور ہزارون جانین ہلاک کرا رہا ہو ایکدم سے اوسکی زبان بند ہو سکتی ہے۔ آدمی بڑی بھوک مین روٹی کھاتا ہو گلا بند ہو سکتا ہے۔ ذرا سا درد پیدا ہو کر ہاتھہ بیکار ہو سکتا ہے۔

سر مین درد ہوکر عقلی قوت معطل ہوسکتی ہے پس غور فرمائیے کہ جہان سب قوتین روک اور بس مین اللہ تعالی کے ہین جب آدمی پورا مرتبہ کمال پر پہونچ جاوے تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کی قدرت سے باہر ہوجاوے اور اوسکے لیے مادہ سرکشی پیدا نہونے دینا اقتدار قدرت سے جدا ہوجاوے۔ اگر ایسا نہوتا یہہ نہوتا کہ ترقی نامحدود ہے۔ وہ تدبیر سوائے وجود شیطان کے دوسری نہین ہوسکتی۔ اگر آپ اون نکات اور کیفیت عبودیت پر جو اپنی ہستی کو بے حقیقت سمجھا کر آدمی کو سب سے زیادہ مفید بناتی ہے غور فرمائیگا تو معلوم ہوگا کہ شیطان ایک بڑی ضروری چیز ہے۔ جب ہم یہہ بات دیکھتے ہین کہ اللہ جل شانہ کے کارخانہ مین ہر چیز موجود ہے خواہ ہم اوسکا تصور کرسکین یا نہ کرسکین تو ماننا چاہیے کہ جو چیز نہ ہوتی وہی کمال قدرت کا نقصان ہوتا جس سے ذات باری تعالی منزہ ہونی چاہیے کیونکہ وہ کمال اعلی درجہ کا غور کرنے سے ثابت ہے۔

باب دوم

باب دوم

نظام عالم کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب۔

اسمین ذکر اون اعتراضات کا ہے جو آج کل دلونمین نظام عالم کے متعلق پیدا ہوگئے ہین

جب مصالح نظام عالم پر جو بقدر اپنے فہم کے مین نے بیان کیے ہین آپ نے غور کیا مناسب ہوگا کہ اون شبہات کی طرف توجہ فرمائیے جو نظام مذکور پر دلون مین پائیے

جاتے ہین اور مضرت سمجھے جاتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ قوتہاے نفسانی اور شیطان سے بُرائی زیادہ ہوی۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ ان قوتون کا دینا اور شیطان کا پیدا کرنا اولاد حضرت آدم علیہ السلام کی بڑے مصائب مین پڑنیکا اور ساری خرابیون کا سبب ہوا۔ اور نتیجہ بُرا ہوا یہہ شبہہ اول سے آخر تک غلط ہے۔ اور کاہل آدمیون کو اوسوقت پیدا ہوتا ہے جب وہ درماندہ ہوتے ہین۔ وہ مآل کو نہین سمجھتے کہ اگر قوتین انسان مین اور اختیار اونکے صرف مین لانیکا جہانتک ہے نہ ملتا۔ تو ہم مین اور حیوانون مین۔ ہم مین اور درختون مین۔ ہم مین اور پتھرون مین فرق نہوتا۔ اگر قوتین جیجاتین اور اونکا اُسکا نیوالا پیدا نہ کیا جاتا تو بھی انسان اور حیوان مین کچھہ فرق نہ ہوتا۔ عالم مین نظام نہوتا یا ایسا فرق ہوتا کہ قابل اعتداد و اعتبار نہو۔

تھوڑی دیر کے لیے حیثیت دین سے قطع نظر فرماکر باعتبار دنیا افعال جوارح انسانی پر جو بوجہ عطای قوت صدور افعال صادر ہوتے ہین توجہ فرمایئے اول تعداد مخلوق انسانی کو لیجیے۔ پھر اونکی عمر کو۔ پھر افعال کو جو اعضا کے ذریعہ سے صادر ہوتے ہین۔ کسی ایک عضو کے افعال پر خیال کو رجوع فرمایئے۔ سب سے مقدم آنکھ کا کام کرنیکا ہاتھہ ہے۔ دیکھیے۔ کسی ایک آدمی نے مدت العمر مین کتنی مرتبہ ہاتھہ ہلایا ہوگا غالبًا تعداد اوسکی حصر و شمار سے افزون ہو۔ ان افعال مین بعض وہ افعال ہونگے جو انسان اور حیوان مین مشترک ہین تاہم بیشتر تعداد اون افعال کی ہوگی جو انسان کے لیے مخصوص ہین جیسے لکھنا۔ غلہ پیدا کرنا۔ کھانا تیار کرنا۔ اوسکا انسان کیطرح کھانا۔ کپڑا پیدا کرنا۔

کاغذ پیدا کرنا۔ شیشہ آلات بنانا۔ لوہا بنانا اور لاکھون چیزین تیار کرنا۔ افعال انسانی
مین اب امتیاز فرمایئے کہ کتنی دفعہ ہاتھہ ہلانا فعل جائز تہا۔ کتنی دفعہ ہاتھہ ہلانا عمل ناجائز
اوسوقت غالباً شک باقی نہ رہیگا کہ عطای قوت ہای انسانی ایک عجیب و غریب نعمت ہے
اور شکایت کتنی غلط اور ناشکری ہے۔ اگر نقشجات جرائم پر توجہ مبذول فرمایئے تو ظاہر
ہوگا کہ اونکا حساب انسانون کے عدد پر کیا جاتا ہے یعنی مردم شماری پر۔ افعال انسانی
پر نہین تاہم وہ ہزارون حصہ یا کچھہ کم زیادہ ہوتے ہین۔ کتنے معاملات وہ ہین جو کچہریون
مین نہین آتے۔ کتنے وہ ہین جو آتے ہین۔ کتنے آدمی ہین جو مع مال و زن و فرزند صبح
کو خوش و خرم اوٹھتے ہین۔ کتنے ہین جو چورون کے ظلم سے مبتلای فریاد و تظلم ہوتے
ہین۔ دنیا کی وہ ترقی جو حیرت انگیز ہے کس عمل سے ہے۔ پس ملاحظہ فرمایئے کہ یہہ
شبہہ کاہلی کا ہے یا کسی اور چیز کا۔ اور غلط ہے یا نہین۔ اگر یہہ خیال باعتبار دین
ہے۔ (جو حقیقت مین نہین ہے) اور اس لیے ہے کہ ادیان مختلف ہوگیے۔ کفر زیادہ
ہوگیا۔ تو واضح رہے کہ کفر و اختلاف ملل بوجہ عقل کے ہے۔ عقل ایسی نعمت ہے کہ
اوس سے بہتر اور کوئی نعمت انسان کو عطا نہین ہوی۔ اوسکا شرف ظاہر ہے۔ اگر
اتنی بڑی نعمت سے آپ اسلیے اجتناب کرنا چاہتے ہین کہ آپنے غور نہین کیا اور بدیہیات
سے یعنی وجود صانع سے انکار کر دیا ہے تو یہ قصور مُعطی کا نہین۔ ذرا انصاف فرمایئے
کیونکہ یہہ کہنا اون بچون کے خیال سے کم نہین ہے کہ پڑہنے لکہنے کی محنت تکلیف دہ
ہے۔ اوس سے بچنا چاہیئے۔ دین کو اگر باعتبار اعتقاد مسلمانون کے نہ لیجیے تو جو مسلمان

نہین ہین اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہین اور انکی تعداد زیادہ ہے اور اسلیے تعداد افعال
جوارح بہی زیادہ ہے۔ اگر باعتبار اعتقاد اسلام کے لیجیے تو زمانہ کو باعتبار اعتقاد اسلام
کے مدتون پر منقسم فرمایئے۔ اسلام نے قرار دیا ہے کہ زمانہ اچھے افعال کا اور عموم
اسلام کا زمانہ عموم ضلالت سی زیادہ ہوگا۔ اور یہہ بہی قرار دیا ہے کہ بعد اسلام مسلمان کا
ہر فعل مسلمان کو مستحق ثواب بناتا ہے۔ چنانچہ کہانا۔ پینا۔ اولاد۔ اونکی پرورش۔
اور جملہ افعال جو گناہ نہون۔ اوسپر اللہ تعالی کی غفاری۔ پس افعال زمانہ قلت اسلام
اور افعال زمانہ عموم اسلام دونون کو ملایئے اور دیکہیے کہ افعال حسن باوجود اسکے تعدد
مین بہت زیادہ ہین اور جو اعتراض دلون مین اس حکمت پر پیدا ہوتا ہے کسقدر غلط اور فضول ہے
باعتبار دین ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کی مشیت انسان کو اقصای غایت کمال پر
پہونچانے کی مقتضی ہوی ہے۔ اور حاکم ارض و مافی الارض بنانے کی۔ حکومت کے
لیے سوای ارضیات اور محکوم پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ
خوف بد اعمالی حکام سے کسی کو حاکم نہ بنانا اچہا تہا یا بنانا اچہا تہا ضرور اچہا تہا۔ جو بد اعمالی
کرتے ہین یہان یا وہان سزا پاتے ہین۔ اب دونون اعتبار یعنی دنیا اور دین کی
نظر سے خیال فرمایئے۔ کیا آپ خیال فرما سکتے ہین کہ اس ڈر کے مارے کہ آپ زیادہ
کہائینگے بہوک نہ دی جاتی اور ذریعہ پرورش بدن کا اور اوسکے بقا کا آپ سے
لیلیا جاتا۔ اسلیے کہ چلنے پہرنے کی قوت دینے سے چوری کے لیے جانا ممکن ہوگا
یا آنکہہ دینے سے نظر بد کا تمکن ہوگا۔ ہاتہہ پانون اور آنکہہ نہ دیجاتی۔ اسلیے کہ نیت

خراب ہوگی عقل نہ ملتی - یہہ قصور انسان کا ہے کہ اچھی قوت کو بُرے طور سے کام مین
لاکر اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتا ہے کیونکہ اوسنے یہہ نعمتین صرف آپ کو کامل بنانے کے
لیے دی ہین اور اپنی قوت سے انتہای مرتبہ کمال پر پہونچنے کیلیے جو اسے سوچیگا بُرا نہ کہیگا
پھر آپ سمجھیے کہ جہان محنت نہین ہوتی کچھہ نہین ہوتا - یہی ذریعہ بڑے مراتب حاصل کرنیکا
ہے - مثل مشہور ہے جہان شہید نہین بادشاہت نہین - جہان کسرت نہین پہلوان نہین
جہان ہتھیار نہین سپاہی نہین - پس اسلیے کہ شہید ہونگا اسلیے کہ محنت سے پسینہ آجائیگا
تھک جائیگا ہاتھہ پانون دوچار کے ٹوٹ جائینگے کیا محنت اور طریقہ محنت کو بُرا کہا جاسکتا
ہے یا اوسمین بُرائی ہے ؟ نہین ہے - اور نتیجہ بُرون کے لیے بُرا ہے اچھون کے
لیے اچھا ہے - زیادہ غور فرمایئے کہ قلت اور کثرت ایسی چیزین نہین ہین کہ وجود اونکا
خارج مین دکھلائی دیتا ہو بلکہ یہ دونون صفتین ہین جو صرف مقابلہ سے پہچانی جاتی ہین
مثلاً ایک سے دو زیادہ ہین - ایک قلیل ہے دو کثیر - اسیطرح ایک سو کے مقابلہ مین
دو سو کثیر ہین اور ایک لاکھہ کے مقابلہ مین دو لاکھہ اور اسیطرح - لیکن ایک سو سے ایک قلیل
ہے اور ایک ارب سے ایک لاکھہ قلیل ہے - اس سے ظاہر ہے کہ ہر قلیل ممکن ہے
کہ دوسرے کثیر کے مقابلہ مین قلیل ہو مگر اپنے سے قلیل کے مقابلہ مین کثیر ہو - تاہم
اب یون ہوتا ہے کہ اپنی مقیاس کی حیثیت سے اطلاق قلت اور کثرت کا کیا جاتا ہے
یہی وجہہ ہے کہ بدی کثیر سمجھی جاتی ہے کیونکہ بدی کی ایسی حالت ہے جیسے مثل
مشہور ہے کہ ایک مچھلی دریا کو گندہ کردیتی ہے - ضرور جسقدر بدی عالم مین ہے

وہ کثیر معلوم ہونی چاہیے کیونکہ نیک آدمی کو ایک بدی سے اوس قدر تکلیف ہوتی ہے جسقدر
ہزارون نیکیون سے آرام نہین ملتا۔ میرے خیال مین یہی معنی زمانہ کی شکایت کے ہین۔ جہان
ایک بدی سے تکلیف ہوتی ہو ہزارون بدی سے نیک بندون کو ایسی تکلیف ہونی چاہیے
کہ چلا اوٹھین۔ چنانچہ بدی سے نفرت کا پیدا کرنا بھی ایک ضروری امر ہے تاکہ نیکی کی طرف
جانیکا مادہ پیدا ہو۔ ایک نفیس آدمی کو بیت الخلا مین بند کر دیجیے جہان آدمی رفع حاجت
کرچکا ہو وہ نفیس آدمی تحمل نہ کر سکیگا (اگرچہ آلودہ مقام سے عرض و طول بیت الخلا کو
کچھہ نسبت نہو) الغرض در اصل یہی بات ہے کہ مناسبت سے مصارف کو قوتہای
انسانی کے جب دیکھیگا معلوم ہوگا کہ غلط مصرف صحیح مصرف کے بہ نسبت اقل قلیل تھے
یہہ امر بھی قابل غور ہے کہ صنائع بزرگ و حکمتہای سترگ ہین بعض پہلو مضرت کے ہوتے
ہین اون مضرتون کے سبب سے اونکو اور اونکے موجدون کو برا نہین کہہ سکتے۔ بلکہ
صنعت دیکھکر اوسکے کمال کا اقرار کرتے ہین۔ مثالین اسکی محتاج بیان نہین ہین جیسے
قانون کی مضرتین بعض جگہہ قانون ذریعہ عدم انصاف کا ہوتا ہے۔ کنوان کھودنا آخر
اوسمین کوئی گر پڑتا ہے۔ نہر بنانا۔ اوسمین لوگ ڈوب جاتے ہین۔ منبع ٹوٹ جاتا ہے
صدہا بیگھہ کی فصل ضائع ہو جاتی ہے۔ نہر سے رطوبت بڑھ گئی اور ضرر پہونچایا۔ ریل
بنانا۔ ہزارون آدمی ریل کے نکلنے سے بیکار ہو گیا ہے جنکی بسر اوقات صرف کرایہ یا برداری
وغیرہ پر تھی لیکن ان چیزون کو اسلیے برا نہین کہہ سکتے کہ اونکے منافع مضرتون سے بدرجہا
زیادہ ہین۔ اسپر بھی عجیب و غریب فرق یہہ ہے کہ اللہ تعالی کی حکمت خلق اور انسان کی

حکمت خلق مین یہ فرق ہے کہ جناب ایزد متعال چونکہ ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے اور اضداد
پیدا کرکے اونمین وہ نظم جو اونکے بقا کے لیے ضروری ہے پیدا فرماتا ہے اوسکی ذات پر
اس قسم کا الزام بھی عائد نہین ہوسکتا کہ بڑی صنعتون مین تھوڑے ضرر بھی ہین۔ اوسکے
افعال جو متعلق بشر کے ضرر کے ہین وہ سزای جرائم یا تدابیر عالم ہین۔ وہ جسکو چاہتا ہے
ہر حال مین بچا لیتا ہے۔ انسان جو ایسے کارہای بزرگ کرتا ہے چونکہ تدبر اوسکی اوسی
صنعت مین محدود ہوتی ہے اور ضرر کو دفع کرنا انسان کی قدرت مین نہین ہوتا اسلیے
انسان ذمہ داری سے بری نہین ہوتا۔ انسان کے مجعولات مین استحسان کثرت و قلت
منافع و مضرات سے ہونا محدود ہے۔ یہان مثال ذیل پر غور فرمایئے۔ ایک شخص کو
مکان بنانا ہے وہ اوسمین سب چیزین بنائیگا۔ تہخانہ۔ بالاخانہ۔ دالان۔ شہ نشین۔ مالخانہ
دہلیز۔ باورچیخانہ۔ آبدارخانہ۔ غسل خانہ۔ پاخانہ۔ اوس شخص کو جسنے اینٹین بنائین اختیار
ہے کہ جس اینٹ کو جہان چاہے لگایے۔ چھت مین یا پاخانہ مین۔ اگر اوسکا جی چاہے
اور تفریح کے لیے خانہ باغ لگایے یقیناً اوسے اختیار ہوگا کہ وہ سبزہ بیگانہ کو اوکھاڑ ڈالے
۔ پھولون کے گلدستے بنایے۔ درختون کی شاخین اونکے خوبصورت کرنے کو کاٹ
ڈالے پرانے درخت اوکھاڑ ڈالے۔ پانی بہانے کے لیے دیوارون مین روزن رکھے
اس سے ضرور اینٹون کی حالت مین فرق ہوگا۔ ہر اینٹ جوڑنے کے لیے چھیلنی پڑیگی
تاکہ خوبصورت نکل آیے بعض محراب کے لیے کاٹی جائیگی۔ تو اینٹ یا درخت یہہ کہین
کہ مالک نے کاٹنے کا فعل برا کیا اور بسولی یا مقراض کو بنا کر وہ اون ظلمون کا باعث

اجوا جو اینٹون یا درختون پر گذرے اور بڑا ظلم کیا تو کتنا غلط ہوگا۔ تصرف مالکانہ اور ظلم
مین کچھہ فرق فرمائیگا یا نہین۔ بعض بزرگون نے اس مثال کو اس بات کے ثبوت مین لکھا ہے
کہ نظام عالم من حیث الکل بہتر سے بہتر ہے گو باعتبار ہر جزو کے بہتر سے بہتر نہو مجھہ کو اس
رائے سے اتفاق نہین ہے۔ معمار عمارات کی صنعت مین اور معمار عالم جلشانہ کی صنعت مین یہ فرق
ہے کہ [illegible] اینٹون کو اچھے برے مقامات مین لگا دیتا ہے معمار عالم جبتک اجزای
عالم کو خود برا یا [illegible] جانے کا موقع نہین دیتا بھلی یا بری جگہہ مین نہین لگاتا پس نظام جیسا
من حیث الکل بہتر سے بہتر ہے من حیث الجزو بھی بہتر سے بہتر ہے یہان ہر چیز وہین ہے
جہان اوسے ہونا چاہیے اگر سیر گاہ ہوتی تو جیلخانہ نہوتا سلطان کا کارخانہ عمارت نامکمل تہا
حقیقت مین صنائع عالم کو جو [illegible] سے تشبیہ دینا جب وہ غرض ہو بہتر مثال نہین ہے۔ کم
سے کم ایک شہر سے تشبیہ دینا چاہیے تہا۔ اس مثال پر بھی غور فرمایئے کہ بادشاہ ہزارون
آدمی کو لڑنے اور جان دینے کے لیے نوکر رکھتے ہین جسکا اونکو معاوضہ دیتے ہین۔
تعجب ہے کہ معہ روپیہ تنخواہ جان لینے کی دیجائے اور جو مالک کہ دراصل کہانے
پینے کو ہر وقت دے وہ کچھہ استحقاق نہ رکھے جس مصلحت سے چاہے آدمی کو بنائے
ایک اور عجیب فرق باوجود اسکے صنائع الٰہی مین یہہ ہے کہ اوسنے یہہ بھی ارشاد فرمایا ہے
کہ ہمنے انسان کو جب ان وقتون مین ڈالا تہا تو اوس سے اور سب مخلوق سے پوچھہ لیا
تہا کسی نے یہہ بوجھہ حکومت کا جو عقل و اختیار سے پیدا ہوا ہے اوٹھا لینا قبول نہ کیا
انسان نے قبول کیا پس اب تو بلا تشبیہ یہہ صورت ہوگئی جیسے کوئی آدمی کسی آدمی کو

نوکر رکھے اور بتلا دے کہ تمکو جان دینی ہوگی اسی لیے نوکر رکھتا ہون - فرمایئے کہ
اسکے جب کوئی شخص نوکری قبول کرے نوکر رکھنے والا کیونکر ملزم ہوا - بلا تشبیہ
کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی نسبت یہ صحیح نہین ہے غالب جان دی دی ہوی اوسی کی
تھی حق تو یہہ ہے کہ حق ادا نہوا - الغرض اللہ نے عالم کو مظہر تمام عجیب و غریب
قدرتون کا بنایا ہے - اگر وہ اتمام حجت بھی نہ کرتا [illegible] اختیار تھا
کہ جس چیز کو جس کام مین چاہے لایے اب تو وہ بدرہ رہتا ہے - اور یہ بدرا اسکے کہ
عالم مظہر قدرت ہے قدرت ایزدی منزہ ہی نہین ہے - لاکھ ہزار ہزار شکر کے ہے نتیجہ
کی برائی اوسوقت معلوم ہوگی جب آنکھہ بند ہو جائیگی اور ہم [illegible] تب بزرگ کو پائینگے
کیا یہہ خیال صرف اون لوگون کا نہین ہے جو وجود انسان کو دنیا تک محدود سمجھتے ہین
اور سخت بے خبر ہین -

جواب اس شبہہ کا کہ دوسرے طریقہ پر خلق ہونا ممکن تھا اور محال کا بیان -

اسی کے ساتھہ یہہ شبہہ دل مین آتا ہے کہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے وہ اسطرح پیدا کرنے کی قدرت رکھتا تھا کہ اتنی بھی برائی نہوتی - لیکن یہہ غلط ہے - غلطی یہہ ہے کہ خداوند عالم کے کارخانہ مین ہر چیز موجود ہے اور اختیارات درجہ بدرجہ ہین - اس قسم کی شکایت ہر مخلوق کی طرف سے ہو سکتی ہے - مٹی کہہ سکتی ہے کہ مجھی اوڑنیکی قدرت کیون نہ دی ہوا کہہ سکتی ہے کہ مجھے سکون کیون نہ دیا - پانی کہہ سکتا ہے کہ مجھہ مین جلانے کی خاصیت کیون نہ ہوی - آگ کہہ سکتی کہ مین ٹھنڈے اثر کی کیون نہ پیدا کی گئی - جمادات کہہ

سکتے ہین کہ ہم نباتات کیون نہ ہوے نباتات کہہ سکتے ہین کہ ہم حیوانات کیون نہ ہوے
اگر سب کو راضی کیا جائے تو یہہ معنی ہونگے کہ ایک ہی چیز پیدا کیجائے۔ اوسوقت
تنوع اور صنعت مختلف کا وجود معدوم ہوگا۔ یہہ صریحًا غلط ہے۔ افسوس ہے کہ آدمی
کہتا ہی باوجودیکہ اپنی شرافت دیکھتا ہے کہ مین بلا اختیار کیون نہ پیدا کیا گیا یا میری حالت
ایسی کیون نہ ہوئی کہ جب مین چاہتا بدی کی قابلیت مجھسے سلب ہوجاتی۔ یعنی میری
حالت مثل حیوانات اور کیڑون اور نباتات و جمادات کے ہوتی معنی اس اعتراض کے
غور کرنے سے یہہ پیدا ہوتے ہین کہ محال ممکن کیا جاتا۔ اسلیے کہ انسان کا یہہ چاہنا کہ
جب مین چاہتا مجھسے بدی کی قابلیت سلب ہوجاتی عین طلب اس بات کی ہے کہ
اوس کے افعال مین اختیار و جبر دونون جمع ہوجائین اور یہہ امر ہو نہین سکتا اس لیے
کہ یہہ جمع بین الضدین ہے اور اجتماع ضدین محال ہے۔ اس بات مین لوگ بہت
بحث کرتے ہین کہ اللہ تعالی جل شانہ محال پر قادر ہے یا نہین۔ میرے نزدیک
ضرور قادر ہے لیکن محال کا محال قرار دینا ایک قاعدہ ہے جو بغیر کسی سخت ضرورت
اور وجہ کے نہین توڑا جاتا اور اوسکا عمومًا توڑنا اس عالم اسباب کے لیے خلاف مصلحت
ہے۔ مگر اللہ تعالی باستثنا اوس حالت کے کہ کسی کو خاص حالت مین قدرت دیدے
اس اختیار کو اپنے ہاتھہ مین رکھتا ہے اگر ایسا نہو انتظام باقی نہ رہے سزائین ناممکن
ہوجائین اور حق تعالی پر الزام خلف وعدہ کا لازم آئے۔ مثلاً اگر اونٹ سوئی کے ناکہ سے
نکل جاتا تو آپ مست ہاتی سے اپنی حفاظت کیسے کرتے۔ کیونکہ وہ روزن دیوار سے

مکان مین جلا آتا۔ اگر بوجہہ نہوتا ہوا سب کو اوڑائے اوڑائے پہرا کرتی کوئی چیز بجای خود برقرار ہوتی
۔ رسی اگر بگلا نہ گہونٹتی پہانسی کیسے لگتی۔ آگ نہ جلاتی تو عذاب الٰہی کیونکر ہوتا۔ پس دفع
ضرر اور جلب منفعت کا (برائی دور کرنے اور بہلائی حاصل کرنیکا) ان متنوع اور متضاد اشیاء
مین صرف طریقہ یہہ ہے کہ مصلحت اوسکی اسبات کی مقتضی ہو کہ محال ممکن ہو جائے۔
بڑی چیز بڑی حالت مین چہوٹی چیز سے نہ نکلے۔ پانی نشیب مین بہے۔ بغیر اسباب ظاہر
کچہہ نہو۔ ہمارے علماء نے محال کو دو قسم پر منقسم فرمایا ہے۔ ایک محال عادی
دوسرا محال عقلی۔ محال عادی جیسے کوئی آدمی پہاڑ کو نہین اوٹہا سکتا۔ محال عقلی جیسے
ایک چیز حادث اور قدیم دونون نہین ہو سکتی۔ دو اور دو پانچ نہین ہو سکتے۔ یہان
جو کچہہ مین نے گزارش کیا ہے میرا یہہ مطلب نہین ہے کہ ہمارا محال ہمارے لیے محال
نہین۔ مقصود یہہ ہے کہ یہہ جو کچہہ ہے ہماری نظر سے ہے اور ہمارے لیے ہے۔
اور وہ وہ قاعدہ ہے جو اوس قاعدہ سے نکالا گیا ہے جسکو تمام مخلوقات اور اوسکے نظام
مین جناب باری تعالے نے مرعی رکہا ہے۔ جب بحث اللہ تعالیٰ کی ذات سے
کیجائے کہ وہ محال پر قادر ہے یا نہین۔ تو میرا اعتقاد یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مین سب
قدرت ہے اسلیے کہ اگر محال عادی کے یہہ معنی لیے جائین کہ مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہہ
قاعدہ بنایا ہے کہ آدمی جسمین صرف اسقدر طاقت دی گئی ہے کہ وہ دو چار من بوجہہ
اوٹہالے پہاڑ کو جسمین گنتی سے زیادہ وزن ہو نہین اوٹہا سکتا۔ جبتک آدمی کی یہی طاقت
رہے پہاڑ اوٹہانا محال ہوا۔ ضرور اللہ تعالیٰ اس قاعدہ کو نہین توڑتا۔ مگر آدمی کے

جثہ مین طاقت پہاڑ اوٹھانے کی دیسکتا ہے اور اگر چاہے یہہ قاعدہ بہی مقرر کرسکتا ہی
کہ اسی طاقت کا آدمی پہاڑ اوٹھا لیا کرے جیسے یہہ قاعدہ مقرر ہے کہ برتن مین جو چیز ہو
جبتک برتن نہ کہلے یا نہ ٹوٹے وہ چیز برتن سے باہر نہین آسکتی حالانکہ ہمنے دیکھا ہے کہ باہر
آگئی برتن نہ کہلا نہ ٹوٹا - ورنہ خرق عادت اور معجزہ کیا ہو معنی اس سب کے یہہ ہوے
کہ محال عادی صرف ہمارے لیے محال ہے خداوند عالم کی قدرت کاملہ سے ہرگز باہر
نہین - باقی رہا محال عقلی وہ ایسا امر ہی نہین جو فی الحقیقت کوئی شے ہوسکے آپ
غور کیجیے کوئی شے ایک وقت مین معدوم و موجود ہوسکتی ہے؟ حادث و قدیم کیا ایک
چیز ہوسکتی ہین؟ واجب و ممکن کیا ایک چیز ہونگے - کوئی عدد ایسا ہوسکتا ہے کہ نہ زوج ہو
نہ فرد - یا کوئی معدود ایسا فرض کیا جاسکتا ہے کہ وہ زوج بہی ہو فرد بہی - یہہ وہ باتین
ہین جو عند العقل شیئیت (کوئی چیز ہونا) کی حد سے خارج ہین ان مین خود قابلیت اسکی نہین
ہے کہ قانون قدرت کے کلیون سے اونکا کچھہ تعلق ہوسکے - اکثر لوگ کہا کرتے ہین
کہ خدا اپنی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہین لیکن اتنا خیال نہین کرتے کہ خداوند عالم
جسکو پیدا کریگا وہ مخلوق اوسکا ہوگا وہ واجب الوجود کہان ہوگا وہ اپنے وجود و بقا مین
مستغنی غیر سے کب ہوگا وہ مثل باری تعالی جل شانہ کے کہان ہوسکتا ہے یہ محض دہوکے
کی بات ہے - تہوڑے سے التفات سے اسکا باطل ہونا بالکل ظاہر ہوجاتا ہے -

جواب اس شبہہ کا کہ اللہ تعالی نے قوتین محدود کیون دی ہین

بعد اسکے یہہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ محدود قوتین اللہ تعالی
نے کیون عنایت فرمائی ہین - وجوہ اسکے بہی ظاہر ہین -

اول یہہ کہ اگر قوتین نامحدود ہوتین تو سلسلہ اطاعت اور عبدیت کا باقی نہ رہتا بلکہ آدمی خدا ہوتا۔ اور یہہ ممکن نہین لہذا نامحدود ہونا قوتون کا بہی ممکن نہین۔ انسان کے بہتر سے بہتر بننے کا ذریعہ خداشناسی ہے نہ خود خدا ہونا۔ دوسری یہہ کہ مضرتین اوسکی قابل برداشت نہوتین یعنی انسان پہاڑون کو توڑ ڈالتا زمین کو کہود ڈالتا جسوقت اوسکا جی چاہتا ایسے کام کرتا جو اورون کے لیے مضر ہین خصوصاً بقای اضداد کو اور پہر کوئی چیز بجای خود باقی نہ رہتی سارا انتظام بگڑ جاتا واقع مین اس سے زیادہ قوت کا دینا بڑی عالم کا باعث ہوتا۔ تیسرے اگر قوتین نامحدود ہوتین تو ترکیب واقع نہوتی کیونکہ اب اتنی قوتین حاصل ہین جو جمع ہوسکتی ہین۔ قوت عقلی کے فرق پر آپ اس مثال سے غور کیجیے کہ ہر عقل اگر برابر ہوتی مزدور مزدوری کے لیے کبہی نہ ملتے کیونکہ عقل بتلاتی ہے کہ تہوڑی سی محنت سے بڑا نفع حاصل کرو جب ہر شخص کو عقل یہی بتلایا کرتی کیسے ریل کی سڑک اور نہر بن سکتی کرورون من مٹی اور پتہر کون ڈہوتا اور کہودتا۔ قوتون کا زور اور خود غرضی ڈٹ رہنے پر دن بہر کام نہ کرنے دیتی۔ اگر یون کہیے کہ جب کام نہوتا عقل والے بہی مزدوری کرتے جیسے اب ضرورتون مین کرتے ہین تو غلط ہوگا کیونکہ بڑی سے بڑی عقل کو لیجیے اوسکو تعلیم بنایئے اب بعض عقلین زور کی اتنی بڑی بڑی ایجاد کرتی ہین کہ لاکہون آدمی اونکی تکمیل کرتا ہے سب کے سب اتنی ایجادین کرتے تو سب کی تکمیل کے لیے آدمی کہان سے آتے لہذا سب معطل اور بیکار رہتین ایک بہی پوری نہ ہوتی۔

جواب اس شبہہ کا کہ علم کیون محدود ہے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے مصنوعات کا علم کامل کیون

نہین دیا۔ اس سے بہی بڑی خرابی پیدا ہوی ہے علم کا محدود رکہنا نہایت بڑی مصلحت
سے ہے پہلی وجہ اوسکی یہ ہوسکتی ہے کہ انسان کی عقل باوجود اسکے کہ بہت بڑی ہے
پہر محدود ہے۔ اتنے بڑے کارخانہ کا علم بہی اتنا بڑا ہونا چاہیے کہ عقل محدود مین نہین
آسکتا۔ دوسری وجہ یہہ ہوسکتی ہے کہ اگر علم ہر چیز کا دیدیا جاتا تو ترکیب نوع انسان
کے خلاف ہوتا اور وہ حالت نہ رہتی کہ انسان اپنی قوت بازو سے مراتب بزرگ تک پہونچے
تیسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انسان اپنے بقا کے ذرائع ایسے پیدا کرسکتا ہے
کہ جبتک چاہتا زندہ رہتا۔ مرنا کوئی نہین چاہتا۔ اور یہ بہت بڑی برائی ہے۔
کیونکہ انسان اوسوقت تک زندہ رکہا جاتا ہے جبتک اوسکا زندہ رکہنا بہت سی مصلحتون
سے ضروری ہے۔ ایک یہ ہے کہ اورون کے لیے جگہہ ہو جسکی ایک مثال
بادشاہ ہین۔ اگر بادشاہ زندہ رہتے تو اونکا کوئی جانشین نہوتا اور اوس کے قائم
مقام نفع سلطنت سے محروم رہتے۔ سواے بادشاہون کے اور مخلوق اگر ہمیشہ
زندہ رہتی معنی یہ ہوتے کہ دنیا ایک دفعہ پیدا ہو جاے یے خلق کرنیکا کام جاری نہ رہے
دوسرے یہ ہے کہ انسان امتحان گاہ مین پڑا نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ جیسے برے
افعال کی دنیا مین قواعد کی وجہ سے سزا نہین ہوسکتی۔ ایسے ہی وجوہ سے جزا بہی
دنیا مین بعض افعال کی خصوصاً خدا شناسی کی کافی نہین ہوسکتی۔ موت کے بعد جزا
کا وقت شروع ہوتا ہے اور امتحانون سے فراغ پاکر جو ایسے سخت ہین نتائج سے
منتفع ہونیکا۔ پس انسان بغیر موت کے ہمیشہ امتحان مین پڑا رہتا یعنی تکالیف دنیا

مین اور مقام امتحان مین ہی پڑا رکہنا ظلم ہے۔ تیسرے یہ ہے کہ بُرون کی بُرائی
دور ہو۔ یعنی بعد موت اونکی سزا کا وقت شروع ہوتا ہے۔ بُرے آدمیون کا باقی
رکہنا بعض وقت اس مصلحت سے ضرور ہوتا ہے کہ جب انسان اپنی قوتون کو بری طرح
استعمال کرکے اپنی ذات کو شے مضر ثابت کرے تو اوسکی قوتین دوسرونکی سزا کا
باعث ہوتی ہین۔ سزا سے آدمی دنیا مین ذلیل ہوجاتا ہے۔ بعض سزائین اس لیے
ایسی بنانی ضرور تہین کہ ذلت نہو اور آدمی اگر چونک اوٹہے اور افعال نیک کرنے
لگے تو ذلت اوسکی آیندہ کی ترقی کے لیے حارج نہو لیکن جب بُرون کا مجموعہ محض نکما
ہوجاتا ہے تو دیکہا جاتا ہے کہ وہ معدوم کردیے جاتے ہین۔ اونکا معدوم کرنا
بڑی ضروری چیز ہے۔ بعض وقت ایسی ضرورت ہوی ہے کہ کل ایک دفعہ معدوم کردیے
گیے مثال اوسکی شہر پامپیای ہے۔ آپ دیکہیے کہ قبل ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے کوہ آتش فشان کے ذریعہ سے یہ شہر دفعۃً نیست و نابود کردیا گیا تہا۔ اب جو آثار اوسکے
نکلتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اسقدر اخلاق مین اہل شہر کے خرابی پیدا ہوی تہی کہ محض
تصویرین حالت مخصوص کی عام ستونون اور دیوارون پر اونہون نے لگائی تہین اوس سے
قیاس کرنا چاہیے کہ اور اخلاق اہل شہر کے کتنے بُرے ہونگے۔ عجیب اضطراب
و اختلاف ہوگا کوئی کسیکی نہ سُنتا ہوگا۔ ہر عیب ہنر ہوگیا ہوگا۔ تمام مردم شماری اولاد زنا
ہوگئی ہوگی اور ایسی حالت پہونچی ہوگی کہ اصلاح نہو سکتی ہو۔ اس حالت مین ملاحظہ
فرمایے کہ موت اور بندون کا اللہ تعالیٰ کے ہاتہہ مین رہنا اور محدود دیا جانا قوتون

اور علم کا کتنا ضروری ہے اور وقت مناسب تک ہی باقی رکھنا کتنا لابد ہے چوتھی
وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اگر علم محدود نہ ہوتا تو منجملہ اوسکے ایک علم غیب کا ہوتا۔ علم غیب
دینا بہت مضر ہے کیونکہ اوس سے نظم عالم باقی نہین رہ سکتا مثلاً اگر معلوم ہو جایے
کہ روپیہ بعد جمع ہونیکے لٹ جائیگا تو کوئی اوسے جمع نہ کرے۔ جب معلوم ہو جایے
کہ فلان بچہ بعد تکمیل کے بدافعال ہوگا کوئی اوسے پرورش نہ کرے۔ ایک جانب یہ ہو
دوسری جانب پر خیال فرمایے چورون کو جب علم غیب ہو کوئی روپیہ باقی نہ رہے
جسے وہ لوٹ نہ لین۔ جو بدآدمی ہون وہ نیک بچونکو زندہ نہ رہنے دین۔ اسیطرح
اگر علم غیب کی وجہ سے علم اپنی موت کا حاصل ہو جایے تو کتنی برائی ہو۔ ملاحظہ فرمایئے
کہ جس شخص کو پھانسی کا حکم سنا دیا جاتا ہے اور بے اختیاری موت اوسکے سامنے
ہوتی ہے اوسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ اکثر لوگ ایسے ہو جاتے ہین کہ اونسے کوئی
کام دنیا کا نہین ہوتا۔ اگر موت کا وقت معلوم ہوتا تو وہی شخص جسے معلوم ہوتا کہ مین آج
نہ مرونگا لڑائی کے لیے نکلتا شہادت اور مغلوبیت معدوم ہو جاتی جسکے بدون بادشاہت
نہ بنتی قوتون کے لیے روکنے کا ذریعہ حاصل نہوتا۔ موت سے ڈراس ضرورت سے
رکھا گیا ہے کہ وہی روک بہت سے جرائم اور قتل نفوس کی ہے یہہ اعتراض محدود
ہونے علم کا ناشکری ہے۔ اسلیے کہ ہمارے علم کی قلت باعتبار مجموع علم کے
ہے مگر باوجود اسکے ہمارا علم اسقدر بڑا ہے کہ جتنے علوم ہین ایک آدمی اونکے حاصل
کرنے پر قادر نہین ہو سکتا۔ چنانچہ مثال اوسکی یہ ہے کہ لندن کے کتبخانہ شاہی مین

اسقدر کتابین ہین۔ کہ اگر چار سو صفحے ایک کتاب کے ہر روز ایک آدمی پڑھے تو چار سو برس مین بھی سب کو نہین پڑھ سکتا ہے جو چیزین ہمسے مخفی ہین اگر اونکے خفا کی مصلحت پر غور فرمایئے تو اتنی بزرگ ہے کہ ہمکو ہر خفا کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ مثلاً اگر وباؤن کی وجہ معلوم ہوجائے تو اونکی ایسی روک ہوسکے کہ کبھی وبا نہ آیا کرے۔ بظاہر یہ اچھا معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین برا ہے اسلیے کہ اگر وبائین نہون ایام امن مین جیسا اس سلطنت مین ہے مخلوق کی تعداد اسقدر بڑھ جایے کہ سامان کہانے پینے کا بہم نہ پہونچے اور بجاے اسکے کہ وبا مین ہزار دو ہزار مرتے ہین اوسوقت سب کے سب مرجائین۔ ہلاکت عام ہوجائے چنانچہ اب بھی زندگی گرانی کی وجہ سے غربا پر سخت ہے اور یہ گرانی لازمہ مردم شماری بڑھ جانیکا ہے۔ جو اچھی سلطنت ہے وہ رعایا کا آرام چاہتی ہے وبا سے بچاتی ہے اگر قادر ہوتی اتنا بچاتی کہ کوئی نہ مرتا اسلیے بچانیکا ذریعہ سلطنت کے ہاتھ مین نہین دیا گیا تاکہ وہ الزام سے پاک رہے۔ اس بیان سے یہ امر بھی معلوم ہوگا کہ جو کچھ مین نے گزارش کیا ایسا ہے کہ اون ترکیبون پر جو آثار سے معلوم ہوتی ہین توجہ دلائی ہے اصل وجوہ ممکن ہے کہ اس سے بہت بہتر ہون اور ضرور بہتر ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا ہی کیون کیا۔

ایک شبہہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا ہی کیون کیا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اس امر کے متعلق جتنی تقریرین بیان ہوسکتی ہین خلاصہ اونکا یہ ہے کہ پیدا ہونے مین منافع ہین۔ اور وہی منافع وجہ خلق کے ہوسکتے ہین۔ اگر خلق عالم پر قیاس کیا جایے تو یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جہان

قوت ہوگی وہ اپنا کام کریگی - ہوا مین جو قوت متحرکہ ہے وہ اپنی حرکت مین
مصروف ہے - آگ مین جو قوت ہے وہ ہر وقت اوس سے ظاہر ہوتی ہے
اور آتش پرستون کے یہان آگ ہر وقت لکڑی کو کہاتی ہے - پانی مین جو خاصیت
ہے ہمیشہ اوسکا ظہور ہے - مٹی مین جو خاصیت ہے ہمیشہ اوس سے روئیدگی
ہوتی ہے - اسیطرح جب خداوند عالم مین قدرت خلق ہے اور مخلوقات پر نظر
کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہے تو اوس قدرت کا ظہور بہی ضروری ہے -
البتہ یہ فرق ظاہر موجود ہے کہ مخلوق چیزون مین جو قوتین ہین اور جنکو عنصر کہتے ہین
خواہ وہ چار ہون یا زیادہ سب بسبیل اضطرار کام کرتے ہین یعنی ممکن نہین کہ آگ مین
گرے اور جل نہ جائے - پانی مین پڑے بہہ نہ جائے - جب بچون کے اعضا
مین قوت آنی شروع ہوتی ہے خواہ مخواہ ہاتہہ پاؤن کو ہلایا کرتے ہین لیکن اوس بڑی
قوت مین جو ان قوتونکی پیدا کرنیوالی ہے یہہ خوبی ہے کہ وہ اون قوتون کو اوسی وقت
صرف کرتی ہے جب چاہتی ہے - چنانچہ ہم دیکہتے ہین کہ چاند - سورج - زمین اور
اربع عناصر جتنے خلق ہو چکے ہین خلق ہو چکے - روز روز نئے نہین پیدا ہوتے اگر
خالق مین قدرت خلق اضطراری ہوتی تو ہر مخلوق کے خلق کا کام بہی ہمیشہ جاری رہتا
اس سے ظاہر ہے کہ اوس خالق عالم مین روک کی بہی قوت ہے جو مخلوق قوتون مین
یعنی مجرد قوت یا عنصر مین نہین ہے - اور یہ دلیل اسکی ہے کہ اضطرار نہین ہے -
اور جب اضطرار نہو خلق بغیر مصلحت کے نہین ہو سکتا - اللہ تعالی جلشانہ

جو ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے جن و انس کو اطاعت اور بندگی کے لیے پیدا کیا ہے
معنی اوسکے یہ ہین کہ اونکا کام بندگی اور اطاعت کرنا ہے - یہہ معنی نہین ہین کہ مطیع
نہوتے تو وہ مطاع نہوتا اور یہہ علت خلق ہے - یہہ تو اپنے اوپر قیاس اور غلط ہے
کیونکہ ذات خداوند عالم محتاج نہین اور یہہ احتیاج ہے - مطیعون کے ہونیسے ہمارا رتبہ
بڑھ جاتا ہے - اوسکو ہماری اطاعت یا غیر اطاعت کی احتیاج نہین نہ اوسکا رتبہ
بڑہتا ہے - کیونکہ رتبہ دوسرونکے مقابلہ مین جنکے اوسقدر مطیع نہین ہین بڑھ سکتا ہے
اور انسان اقران و امثال مین وقار حاصل کرسکتا ہے - اللہ تعالی کا کوئی مثل نہین
اوسکی عظمت کی انتہا نہین - الغرض حکم اطاعت وجہ خلق کی نہین ہے وہ کریم ہے
اور وجہ خلق محض کرم ہے -

نتیجہ شبہہ بالا کا دہریت ہے - یہہ وہی شبہہ ہے جسنے لوگون کو یہہ دہوکا دیا ہے کہ دنیا ایک
چیز بحال خود موجود ہے جسکی ابتدا اور انتہا معلوم نہین اور اسلیے نہ کوئی اسکا خالق ہے
نہ دنیا کے بعد کچھہ ہے میرے نزدیک یہہ خیال اوس خرابی سے پیدا ہوتا ہے کہ
جب کثرت صنائع بدائع الہی پر غور کرتے کرتے عقل نکمی ہوکر بیکار اور ایسی حیران
ہوجاتی ہے کہ بالکل تہک رہتی ہے اوسوقت وہ حیرانی خالق عالم کی طرف رجوع کرنے
سے مانع ہوجاتی ہے اور آدمی یہہ خیال کرتا ہے کہ اصلی خالق انکا کوئی نہین ہے ضرور
یہ غلط ہے اور جیسا مین نے شروع رسالہ مین بیان کیا ہے ایسا خوض ممنوع ہے -
پھر گذارش کرتا ہون کہ کسی کارخانہ کو دیکھہ کر آپ یقین کرلیتے ہین کہ اس کارخانہ کو

آدمی نے بنایا اور ساتھ ہی اوسکے یقین ہوتا ہے کہ بنانے والے میں اس
صنعت تہا جتنا اوس کارخانہ کے دیکھنے سے آپ نے سمجہا ہے مگر کارخانہ
کے صنائع افسوس ہے کہ آپ دیکھ کر یہہ خیال کرتے ہین کہ صنعتین تو بے انتہا ہین
مگر صانع اونکا کوئی نہین - یا بعد بنانے کے بیدخل ہے افسوس ہے کہ ایسے
امر واضح سے غفلت ہوتی ہے اور یون خیال ہوتا ہے کہ جو ایسے صنائع پر قادر ہے
وہ محض علت العلل ہے اس مقام پر بعض صنائع کارخانہ عالم کا جو دلیل روشن وجود
اور ہمیشہ قادر مطلق ہونے واجب الوجود کے ہین بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے -
حکیم سبحان علیخان مرحوم نے اس مقام کو بڑے زور سے لکہا ہے لہذا اوسکا
حاصل ترجمہ لکہنا کافی ہوگا -

تقریر حکیم سبحان علیخان جسمین بیان صنائع بدائع عالم کرکے وجود واجب الوجود پر استدلال کیا ہے

حکیم صاحب فرماتے ہین کہ صاحبان عقل پر پوشیدہ نہین ہے کہ
دین کی جڑ یہہ ہے کہ اللہ تعالے کے موجود ہونے کا یقین
کامل حاصل ہو - اہل تحقیق کے نزدیک آدمی تقلید کے
ذریعہ سے یعنی دوسرون کی پیروی سے درجہ ایمان پر نہین
پہونچتا بلکہ وہ عدم ایمان ہے - پس اللہ تعالی جلشانہ کے وجود کا اذعان اپنی تحقیق
سے ہونا چاہیئے - یہ بات ضرور ہے کہ آدمی کی جیسی عقل ہوگی ویسی ہی اوسکی دلیلین
ہونگی موٹی عقل کے لوگ موٹی باتون سے - باریک عقل کے لوگ باریک دلیلون
سے سمجہین گے - اس فرق سے اصل ایمان مین فرق نہین ہوسکتا جس شخص کو

بن ہے اس لیے کہ اب بھی سرد چیزین مانع ہضم ہوتی ہین پس وہی مادہ مادہ
رت اور آتش طبخ ہے۔

حکیم صاحب۔ بچہ مان کے پیٹ مین اسطرح رہتا ہے کہ مُنہ بچہ کا مان کی
پشت کی طرف ہوتا ہے تاکہ عضای رئیس و شریف یعنی دل اور جگر اور معدہ محفوظ رہین
اگر کوئی صدمہ مان کے پیٹ پر پہونچے تو بچہ کی پشت پر کہ سخت ہے پہونچے اور بچہ کو
اثر اور ایذا نہو یہہ عجیب حکمت ہے۔ یہہ حکمت اور وہ حکمت جو بچہ کے پیٹ سے باہر آنے
مین ہے ایسی عجیب و غریب ہین کہ آدمی کی عقل سے باہر ہین یعنی یہہ ادراک اور پہچان
بچہ کو کون دیتا ہے کہ جہان بچہ کی بناوٹ پوری بن چکی فوراً قصد کرتا ہے کہ باہر کہلے
میدان مین نکل آئے پہر اوسے یہ کون بتلا دیتا ہے کہ جیسا مان کے رحم مین تہا ویسا
نہ نکل سکونگا جب پاؤن جوڑے رہینگے تو تنگ جگہہ سے نکلنا مشکل ہوگا اور اگر ہاتہہ اوپر
اوٹہہ جائینگے تو بہی نکلنے مین دقت ہوگی بلکہ نکلنے کا احتمال خفیف ہو جائیگا چنانچہ اگر
کبہی حسب ظاہر بوجہ ضعف کے اور در اصل بسبب مشیت قادر مطلق کے ایسا ہوتا ہے
اکثر بچہ ہلاک ہو جاتا ہے مگر وہ جسے خدا نہ چاہے نہین ہوتا۔ پس جب بچہ باہر آنیکا قصد
کرتا ہے تو کون اوسکو پہیر دیتا ہے کہ وہ اولٹ کر سر اپنا نکلنے کی طرف لے آئے
تاکہ جب سر نکل آئے تو ہاتہہ بندہے ہوے اور پاؤن جوڑے ہوے نکلین کہ یہی
پہیر لینا بچہ کا دردزہ کہلاتا ہے اور جب اس حرکت سے جسکی عادت نہین ہے تکلیف
ہوتی ہے ٹھہر جاتا ہے۔ اس سبب سے درد ٹھہر ٹھہر کر آیا کرتے ہین۔ ٹھہر کر پہر جب

بچہ حرکت کرتا ہے پھر درد ہوتا ہے ان سب باتون پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ
حرکتین جو بچہ اپنے ارادے سے کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی پہچان اور سمجھہ
رکھتا ہے - غور کیجیے کہ بچہ کو یہہ ادراک اور سمجھہ کسنے عطا فرمائی ہے یہی جان پرندون
کے بچون کا ہے - جہان خلقت بچہ کی تمام ہوی کھلے میدان مین آنے کیلیے
انڈے کے چھلکے کو چونچ سے توڑ ڈالتا ہے اور نکل آتا ہے یہہ ادراک کہان سے
آیا ؟ - یہہ تو صرف خالق عالم کے دینے سے ہو سکتا ہے -

اور فائدون اور حکمتون کو جو اعضای ظاہر و باطن مین ہین کون پورا بیان کر سکتا ہے ؟ دیکھیے
کہ دانتون کے ہی اندر کتنی کتنی حکمتین پوشیدہ ہین یعنی چونکہ داڑھین پیسنے کے واسطے
بنائی گئی ہین سل بٹہ کی صورت مین بنائی گئی ہین تاکہ اچھی طرح پیسنا واقع ہو سکے لیکن
کیلیے یا کچلیان واسطے توڑنے سخت چیزون کے بنے ہین اور اسلیے گاجر کی سی شکل
کے ہین تاکہ ایک سرا اونکا نوکدار ہو اور اوس چیز مین جسکا توڑنا مقصود ہے آسانی سے
گھس جائین - یہی وجہ ہے کہ جن جانورون کی غذا گوشت ہے اور اونکو ہڈیان زیادہ
توڑنی پڑتی ہین اونکے منہ مین کیلیے زیادہ ہوتے ہین سامنے کے دانت کہ مطلب
اونکا ہوا کا روکنا ہے اور کاٹنا دوسری چیزون کا اسلیے وہ چوڑے مثل دیوار کے اور
تیز مثل تلوار کے بنائے گیے ہین - فائدے معدے اور رحم مین خشونت پیدا کرنے
کے تاکہ جن چیزون کو رکھنا چاہین پکڑ لیا کرین اور پھیپھڑے کے چھتہ کی شکل ہونے
کے تاکہ اوسکے اندر ہوا چلی جایے اور نکل آیے کہ وہ زندگی کے لیے لازمی ہے

طبیب بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ جب آدمی بیمار ہوتا ہے
اوران فائدون مین خلل پڑجاتا ہے کیا کیا ضرر افعال مین ان اعضا کے پیدا ہوتے
ہین۔ یہانتک ہر عضو مین فائدہ ہے کہ پیشانی کی لکیرین بہی بیکار نہین ہین۔ اگر
پیشانی مین چین نہ ہوتی ہمیشہ پسینہ ٹپکتا اور آنکہہ کے اندر آجاتا اور اسکا کھٹکا آنکہہ کے
فعل کا ہارج ہوتا اور اوس حالت مین دیکہتا تو تکلیف ہوتی۔ اللہ تعالی کے فضل
نے پیشانی کی چینون مین یہہ کام کیا ہے کہ پسینہ اون مین جمع ہوتا رہتا ہے جب
زیادہ ہوجاتا ہے انسان پونچہہ ڈالتا ہے ایک بہت باریک حکمت جو اطبا سے
معلوم ہوی یہہ ہے کہ عورتون مین رحم جسکا کام صرف بچہ پیدا کرنا ہے ابتدای عمر
مین مقدار معین سے بہت ہی چہوٹا ہوتا ہے فائدہ اوسکا یہہ ہے کہ بچپنے مین
جو مادہ اس عضو کے بڑہانے مین صرف ہوتا بیکار صرف ہوتا پس اوسکا حصہ بہی
دوسرے اعضا کے بڑہانے مین صرف کیا جاتا ہے اور جب بدن قریب حد کمال
کے پہونچتا ہے اور اوسکے کام مین آنیکا وقت آتا ہے چونکہ اور اعضا کو اسقدر احتیاج
بڑہنے کی نہین رہتی اسلیے جلدی سے اوسمین نمو آجاتا ہے اور بڑا مادہ بڑہنے کا
اوسمین صرف ہوتا ہے۔ راقم مین کہتا ہون کہ چہاتیون کی یہہ حالت ہر شخص نے
دیکہی ہے۔ اگر رحم پہلے سے بڑہ جاتا تو بلوغ اس سے پہلے ہوجاتا۔ بلوغ کے
دیر مین ہونیکا نفع یہہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا انسان ممکن تہا کہ چنے سے بہی چہوٹے
ہونے لگتے۔ پہر حکیم صاحب فرماتے ہین کہ اون بہت سی دلیلون مین سے

جو اللہ تعالی کی کمال قدرت اور کمال صنعت کی یہانتک کہ اس بات کی کہ قدرت کی انتہا
نہین ہے ایک دلیل آدمیونکی صورت کا فرق ہے - یہہ عجیب و غریب بات ہے کہ تمام
اعضا آدمیون کے خاص طول و عرض کے ہوتے ہین اون مین سے ایک چہرہ ہے
کہ عرض اوسکا بہت ہی چہوٹا ہوتا ہے کروڑون آدمی ہر زمانہ مین موجود ہوتے ہین
لیکن صورتون مین اسقدر فرق ہوتا ہے کہ ایسی مشابہت کہ تہوڑا سا بہی شبہہ پہچان مین
نہو نہین ہوتی - باوجود اسکے کوئی عضو اتنا بڑا چہوٹا نہین ہوتا کہ حد سے باہر نکل جائے
قیاس عقلی چاہتا ہے کہ اگر اور آدمیون کی صورتین ایک سی نہون تو دو بہائیون کی صورتین جو
ایک ماں اور باپ سے پیدا ہون اور ایک ہی ملک مین رہتے ہون اور ایک ہی سی غذا
کہاتے ہون ضرور ایک سی ہون اور اگر کوئی نجومیون کی تقلید کرے اور سمجہے کہ جو
بچہ اوس ایک وقت مین پیدا ہو جب ستارون کا جوڑ ایک پڑے تو وہ دونون ایک صورت
کے ہونے چاہئین مگر نہین ہوتے یہانتک کہ جوڑوان بچے کہ جنکا نطفہ ایک وقت
مین قرار پاتا ہے اون مین بہی فرق ہوتا ہے اگر مشابہت بہی ہوتی ہے تو ایسی نہین
ہوتی کہ پہچان مین نہ آئے - ظن قریب بیقین یہہ ہے کہ جب سے حضرت آدم ع
کی اولاد پیدا ہونی شروع ہوی ہے باوجود فرق زمانہ کے دو آدمی بہی ایک صورت کے
پیدا نہین ہوے - اس بات کی تائید کہ شکلون کے اختلاف کی کوئی حد نہین اسبات سے
ہوتی ہے کہ جب ہم پرانی تصویرین دیکہتے ہین کوئی تصویر ایک دوسرے کی مثال ایسی
نہین ہوی کہ ایک کی صورت دوسرے سے جدا نہو - راقم صورت ہی جدا

نہین ہوتی ہر عضو مین باریک فرق ہوتا ہے چنانچہ ہاتھہ کی لکیرون مین سے انگوٹھے
کا نشان زمانہ حال مین لیا جاتا ہے اور چونسٹھہ ہزار آدمی کا ایک دوسرے سے ابتک
نہین ملاتہ امید ہے کہ کبھی ملیگا۔ جل شانہ۔ اگر خلقت کا ذریعہ محض نیچر ہوتی یہہ فرق کون
کرتا اور کیون ہوتا۔ پھر حکیم صاحب فرماتے ہین اسی طرح سے اور قریب اسکے
آوازون کا فرق ہے۔ کہ وہی گلا جسکا عرض اور شکل ایک طرح کی ہوتی ہے ایک
طرح سے ہوا پر اثر پہونچا کر آواز کو پیدا کرتا ہے تاہم آواز ایک آدمی کی دوسرے آدمی
کی آواز سے جدا ہوتی ہے یہانتک کہ جب ملاقات ہو جاے اور باتین ہوتی رہین
گو تھوڑے دن ہون ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی آواز اسطرح پہچانی جاتی ہے
کہ غلطی کم ہوتی ہے۔ پس اگر سارے عالم کے حکیم اگلے پچھلے جمع ہون اور عمرین غور
اور فکر کرنے مین صرف کردین تو کوئی سبب اسکا سوای اسکے نہین نکلیگا کہ اگر شکلون مین
ایسی مشابہت ہوتی کہ ایک سے دوسرا نہ پہچانا جاتا نظام عالم کا برہم ہو کر اوس سے بڑے
بڑے فساد پیدا ہو جاتے چون کہ مشابہت آوازون کے ساتھہ ساتھہ مشابہت
شکلون کی ہے پس حکیم مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے اتنے آدمیون مین کہ سارے
عدد انکے گننے کے لیے کافی نہین ہین صورتون اور آوازون مین فرق پیدا کیا ہے لیکن
جتنی برائیان صورتونکی مشابہت مین زیادہ تہین اور بہ نسبت اوسکے مشابہت آوازمین کم
تہین آوازونمین مشابہت کا تفرقہ بنسبت صورت کے تفرقہ کے کم رکہا ہے یہانتک کہ
بہائم اور طیور مین بہی بخیال ضرر صورتون کا فرق کیا ہے حکیم لوگ یعنی فلسفی جو ان امور کو

طبیعت کی طرف منسوب کرتے ہین (جسکا نام آج کل نیچر رکھہ لیا ہے) اور خداوند عالم
کو اسکا مدبر نہین جانتے اگر یہان ذکر کرنا سرسری طور پر منظور نہوتا تو تفصیل سے بیان
کیا جاتا کہ کیا غلطی انکے فہمون مین ہے - کیونکہ یہہ بات بہت عجیب ہے کہ اسکا اقرار
کرتے ہین کہ طبیعت جو کچھہ کرتی ہے اللہ کے حکم سے کرتی ہے - کاش وہ لوگ
اس بے فائدہ توسط کو یعنی طبیعت کے اوٹھا دیتے - اسی طرح عجیب صنعت خطون
کے فرق مین معلوم ہوتی ہے یعنی آدمیون کے لکھنے مین - دو آدمیون کا خط بھی ایک
دوسرے کے مشابہ نہین ہوتا - وہ خط انسان جسکی مشق کرتا ہے دوسری چیز ہے - ہمارا
مطلب اوس خط سے ہے کہ بعد سیکھنے کے جب لکھنا آجاتا ہے اور آدمی لکھتا ہے
اوسکی مصلحتین اوسی طرح کی ہین جیسی ابھی بیان کی گئین - یہہ خاصہ بھی اللہ کے قلم نے
انسان مین لکھا ہے یعنی ایجاد فرمایا ہے - اسیطرح سے وہ قوت کاریگری کی ہے جو اللہ
تعالی نے چھوٹے چھوٹے جثہ کے پرندون مین پیدا فرمائی ہے - جیسے شہد کی مکھی اور بیا
اگر تمام عالم کے ریاضی دان صناع اور کاریگر متفق ہوکر ایک دوسرے کی مدد کرین تو شہد کا
چھتہ اور بیے کی جھونجھہ نہ بنا سکین گے - بعض جانور ایسے ہین کہ جو گھر نہین بناتے
اور اونکے انڈے دینے کا وقت مخصوص ہوتا ہے جب وہ وقت آتا ہے گھونسلا بنا
لیتے ہین - جیسے چیل - کوے - ظاہر اور بدیہی ہے کہ سوای الہام مدبر کائنات
کے اور کوئی ذریعہ نہین ہے جس سے اونکو علم اس بات کا ہو کہ اب وقت انڈے دینے
کا ہے اور بچہ نکالنے کا - اونکے لیے مکان بنانا چاہیے - یہان تک کہ وہ جانور جنکو

پالتے ہین اونمین بہی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو نرم چیزین چونچ سے چن کر کابک مین رکھہ لیتے ہین اور ایک نرم بچھونا بنا لیتے ہین۔ ضرور یہ چیزین علم الہامی سے ہین چنانچہ شیخ رئیس یعنی بوعلی سینا نے شفا کی کتاب النفس مین علم کو تین قسمون پر منقسم کیا ہے۔ کسبیات۔ تجربیات۔ الہامیات۔ اور مثالین الہامیات کی اسطرح پر دی ہین کہ جیسی ہمنے بیان کی ہین۔ مثلاً بہاگنا بکری کا بہیڑیے سے بغیر اسکے کہ اوسے پہلے کبہی دیکہا بہی ہو یا اوس سے کوئی ضرر اوٹہایا ہو۔ یا بچے کا پیدا ہوتے ہی دودہ پینے لگنا اور جبتک طاقت پوری نہو اور کہڑا ہونا سیکہے بچے کا ستون یا تخت کو جو کچہہ اوسکے پاس ہو پکڑ لینا۔

ظاہر ہے کہ یہہ حرکات ارادی جو خیال کے تابع ہین بدون اسبات کے کہ اونکو پہلے سے جانتا ہو اور خیال کر سکتا ہو سوای الہام کے کہان سے آسکتی ہین۔ راقم الہام خاصہ طبیعت نہین ہو سکتا اور نہ عام ہوتا یعنی بکری کا بچہ بہیڑیے ہی سے نہ ڈرا کرتا اپنے ہر دشمن سے ایک سا ڈرا کرتا۔ حکیم صاحب۔ اسیطرح وہ بہت سے جانور ہین جنکا جوڑا ایک نہین ہوتا اور نر بچے کی تربیت مین شریک نہین ہوتا جیسے مرغ۔ بط۔ اللہ تعالی اونکے بچے مین یہہ طاقت دیتا ہے کہ بچے نے جہان انڈا توڑا اور باہر نکلا اوسی وقت دانہ چننے اور کہانے لگا اگر ایسا نہوتا فقط مادہ سے تربیت نہ ہو سکتی حکمت اسکی یہہ ہے کہ اس ترکیب ولادت سے جانور بہت سے بچے اور انڈے دے سکتا ہے۔ اونکے جسم پر اتنے بال و پر موجود ہوتے ہین کہ جو اوسوقت کے ڈھکنے اور محفوظ رکہنے کے لیے

ضروری ہین - کیونکہ دوسرے جانورون کی طرح اوسکا محافظ کوئی نہین ہوتا - چنانچہ
اون جانورون مین جنمین نر اور مادہ دونون بچے کی تربیت مین مصروف ہوتے ہین - ہم
دیکھتے ہین کہ اونکے بچے ایسے پیدا ہوتے ہین کہ خود اونمین حرکت کرنے کی طاقت نہین
ہوتی - نر اور مادہ اپنے پوٹہ سے نکال کر اونکو پہراتے ہین اور وہ اکثر دو ہی انڈے
دیتے ہین اونکے بچون پر پر نہین ہوتے لیکن وہان بہی گوشت پر جلد اتنی مضبوط ڈہکی ہوتی
ہے کہ تنکون کا بچہونا جو اونکے نیچے بچہا ہے اوس جلد کو زخمی نہ کرے - اسی طرح اون
جانورون مین جنکا جوڑا معین ہے یعنی مادہ سوای اپنے نر کے دوسرے سے خفتی
نہین کہاتی یہہ مادہ بہی تعجب انگیز ہے - چنانچہ گنجشک کی جب مادہ مرجاتی ہے تو وہ
دوسری چڑیا کر لاتا ہے - بچہ تماشا دیکھنے کے لیے چڑیا کو پکڑ کر چہپا دیتے ہین نر
تہوڑی دیر مین دوسری چڑیا کر لاتا ہے - جب مادہ آگئی بچے پکڑی ہوی چڑیا کو چہوڑ دیتے
ہین اوسوقت چڑیون مین لڑائی ہوتی ہے چڑا کچہہ دخل نہین دیتا اور دوسری چڑیا تہوڑی
دیر کے بعد بہاگ جاتی ہے - اس کہیل مین اللہ کی عجب حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس
نر کو اتنی جلد کہان سے مادہ مل جاتی ہے پہر اوس مادہ کو کیسے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس
نر کے پاس مادہ نہین ہے اور اس دوسری مادہ کو کہان سے علم ہوجاتا ہے کہ پہلی مادہ کا استحقاق
مجہسے زیادہ ہے اور چپ چاپ چلی جاتی ہے - الغرض ظاہر ہے کہ یہہ سب الہام اللہ تعالے
کا ہے ان سب افعال ارادی کو فلاسفہ طبیعت کی طرف منسوب نہین کرتے -
چرند اور پرند ہر چند مکلف نہین ہین تاہم منافذ طیور کے کہ اونمین بسبب چہوٹے ہونے

جثہ کے اور نیز بسبب تنوع کے کہ وہ بہی دلیل بسط قدرت کی ہے ایک ہوتے ہین چہ بندون
کے دو ہوتے ہین لیکن دونون مستور ہوتے ہین وہ پردون مین یہہ کہال ہین جو آتہ تناسل کہال
کے اندر ہوتے ہین اونپر جلد نہین ہوتی ورنہ فضول ہوتے فضول کو صنائع حکیم مین ہرگز
مداخلت نہین - باوجود اسکے وہ لحم محض بہی نہین ہوتے بخلاف انسان کے کہ ستر اوسکا
محض متعلق عقل کے ہے اوسمین غلاف پیدا کرنا فضول ہوتا - اگر جلد نہوتی ہمیشہ متاذی ہوتا
باوجود اسکے جلد باریک اور ذکی الحس دی گئی ہے تاکہ مانع تلذذ نہ ہو - مین نے
ایک عجیب تماشا اپنی آنکہہ سے دیکہا کہ سوچنے والی نظر بہی اوسکی وجہ دریافت کرنے
سے حیران تہی وہ یہہ تہا کہ چڑہتی جوانی کے دنون مین جب میرے بزرگ جو آسودہ حال
تہے لیکن اون دنون مین تنگ دست ہوگیے تہے نواب سعادت علیخان مرحوم کے دربار
مین کہ مین اونکے ساتہہ تہا حاضر ہوے - نواب صاحب مرحوم نے ایک ہاتی کا بچہ جو بادہ
تہا لوگون کے دکہلانیکے لیے منگایا اوس بچہ کے پاخانہ کا راستہ نہ تہا فقط پیشاب کا
راستہ تہا - وہ بچہ جب اوسے سوای بہنے والی چیزون کے دوسری چیز کہانے کو دیجاتی
تہی جیسے گنا یا روٹی - اون سبکو وہ بچہ خوب چباتا تہا اور چبا چبا کر عرق چوس لیتا
تہا اور باقی کو اسطرح گرا دیتا تہا جیسے آرہ کے دونون طرف ہوکر برادہ نکلتا ہے بلکہ
برادہ سے بہی زیادہ باریک کرکے گراتا تہا - اس حال کو جتنے وہان سو دو سو آدمی حاضر
تہے سب نے دیکہا ہے - اب فرمایئے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہہ غلا مضل ادراک اور بڑی
پوری سمجہہ اوسے کیونکر نصیب ہوی کسنے بتلایا کہ اگر مین موٹی چیزین کہا جاؤنگا تو کہان سے

نکلیگی وہ راستہ نہین ہے - اسلیے صرف بہنے والی چیزین کہانی چاہیئین تاکہ فضلہ اوسکا
پیشاب کے راستہ سے نکلجاوے - عام ہاتہیونمین مین جو طبیعت اور عقل حیوانی ہے اوسکا
مقتضا یہ نہین ہے - ایک فرد کی طبیعت کو افعال ارادی نہین کہہ سکتے - اسی
طرح نباتات کے پیدا کرنے مین بہی عجیب طرح کی صنعت الہی ظاہر ہوتی ہے - چنانچہ
کتاب شفا کے عنصریات ملاحظہ فرمایئے اسی ایک نکتہ مین جو بیان کیا جاتا ہے
ہزارون طرح کی اللہ تعالی جلشانہ کی صنعت ظاہر ہوتی ہے - ملاحظہ فرمایئے کہ بیج
کتنے چہوٹے ہوتے اور اونسے درخت کتنے بڑے بڑے پیدا ہوتے ہین بہنے
کا مادہ تو سب کو معلوم ہے کہ یہی پانی اور مٹی ہے اور پانی اور مٹی کا مزہ ایک سا ہے
باوجود اسکے کیسے کیسے میٹہے پہل جیسے انگور - اور کیلا اور انجیر اور انبہ اور رطب اور کہٹے
جیسے لیمون و املی پیدا ہوتے ہین - غور کیجیے کہ یہہ اختلاف مزون کا کہان سے آتا ہے
یہہ بہی تو نہین ہے کہ جو مزہ بیج کا ہو وہی پہل کا ہو بلکہ اکثر بیج کا مزہ پہل کے مزے سے
خلاف ہوتا ہے - چنانچہ یہ امر اون درختون سے جنکی شاخ لگائی جاتی ہے اور درخت پیدا
ہوتا ہے بہت ظاہر ہے - حاصل کلام یہ ہے کہ جس شخص نے یہہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالی
کے موجود ہونے کا علم اور اوسکا جان لینا فطرت نوع انسان کی ہے یعنی جیسے بکری
کی فطرت بہیڑیے سے ڈرنا ہے وہی فطرت اللہ تعالی کے وجود کو پہچنوا دیتی ہے نہایت
درست اور صحیح ہے - **اقسم** حروف کے نزدیک جو انکار کیا جاتا ہے وہ فطرت کا
انکار ہے اور اس سبب سے پیدا ہوتا ہے کہ آدمی بعض وقت ایسا اسباب مین مبتلا ہوتا ہے

کہ سبب کے سبب سے غفلت ہوجاتی ہے۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ جیسے بکری مین بھیڑیے کی نفرت ہے اسی طرح انسان مین شیر کی ہے لیکن تماشا کرنیوالون کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ آدمی شیر سے کشتی لڑتے ہین اور اونکے ساتھہ کھیلتے ہین اور نفرت طبیعی وفطری جاتی رہتی ہے یہانتک کہ بلی اور کبوتر ایک جگہہ رہتے ہین۔ ہرن آدمیون سے مانوس ہوجاتے ہین ایک دوسرے کی نفرت جاتی رہتی ہے۔ لیکن جیسا یہ مثالین فطرت کے قاعدے کو حقیقت مین نہین توڑتین بلکہ وہ بھی اسباب خارجی کے ذریعہ سے ایک بات پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض آدمیون کا وجود خالق کو نہ ماننا فطرت کے قاعدے کو معدوم نہین کرتا۔ بلکہ اسباب کی فکر مین پڑجانے سے اوس فطری مادہ پر پردہ پڑجاتا ہے جیسے شیر اور ہرن اور بکری پر مانوس کرنے سے پڑجاتا ہے۔ پھر حکیم سبحانعلیخان صاحب فرماتے ہین۔ اس بات کی دلیل کہ علم اللہ تعالی کے وجود کا فطری ہے ایک حال گونگے لوگون کا ہے۔ گونگا چونکہ سن نہین سکتا علوم عقلیہ حاصل نہین کرسکتا لیکن اگر اوس سے بھی اشارہ سے پوچھیے کہ یہہ سب چیزین کسنے بنائی ہین تو وہ بھی ایسا جواب دیگا جس سے ظن قریب بیقین ایسا حاصل ہوگا کہ وہ بھی اللہ تعالی کے وجود کو جانتا ہے مثلاً اوپر کو آنکھہ اوٹھائیگا اور ایک اونگلی سے اشارہ اللہ تعالی کی وحدت کا کریگا یہانتک کہ بعضے اہل ادراک کا قول یہہ ہے کہ علاوہ اون چیزون کے جو آسمانی کتابون مین لکھی ہین بعضے آثار سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ چوپایون اور جانورون کو بھی اللہ تعالی کے وجود کا ادراک حاصل ہے چنانچہ مین نے ایک تاریخ مین دیکھا ہے کہ ایک سال

ایران کے ملک مین ایسا قحط ہوا کہ گھاس کا تنکا بھی جنگل مین دیکھنے کو باقی نہ رہا تو مارے وحشی مثل ہرنون وغیرہ کے بڑی بیچارگی کی نگاہ سے آسمان کیطرف دیکھا کرتے تھے یہانتک کہ پانی برسنے لگا اور اسکا کچھہ تعجب نہین ہے۔

سید کرار حسین راقم کے بھتیجے ہین۔ اللہ اونکو خوش رکھے۔ اونہون نے جب یہہ مقام دیکھا تو فرمایا کہ مین نے یہہ تماشا جسکو حکیم صاحب نے کسی تاریخ مین لکھا دیکھا خود دیکھا ہے۔ اور اسقدر مشہور ہوگیا ہے کہ زبان زد خاص و عام کہنا چاہیے وہ یہہ تھا کہ ضلع جالون مین جب ۱۸۹۷ء مین سخت قحط ہوا تو پانی نایاب ہوگیا۔ تالاب خشک ہوگیے۔ کنوئین سوکھہ گیے۔ اور وہ گھرے بھی ہین۔ ندیان ضلع کی سرحد پر ہین باقی بہنے والی ندیان اندر ضلع کے نہین ہین۔ بہمیل تقریباً ضلع کا عرض ہے آبادی کم ہے۔ دہات کی آبادی کے مقام تھوڑے ہین اور دور دور واقع ہین۔ صحرائی جانور مثل ہرن و نیل گای کے وہان بکثرت ہین۔ جب ان جانورون کو پانی نملا تو اونپر یہہ حالت گذرتی تھی کہ آبادی کے پاس آجاتے تھے۔ آبادی مین جب آدمی دیکھتے تھے جان کا خوف ہوتا تھا۔ اسلیے غول کے غول آبادی کے پاس کھڑے ہوجاتے تھے۔ گویا کہ آدمیون سے طلب آب کرتے ہین۔ اور جب آدمی نہ دیتے تھے تو برابر آسمان کیطرف دیکھتے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالی سے سوال آب کرتے ہین۔ جب یہ جانور ڈرتے ہین آسمان کیطرف نہین دیکھا کرتے۔ راقم العرض اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خداوند عالم موجود ہے اور دنیا کی ساری تدبیرین ہر وقت اللہ تعالی

جل شانہ کے ہاتھ مین ہین اور جتنے کمالات خیال مین آسکتے ہین سب اور اونسے بہت
زیادہ عالم مین موجود ہین۔ طبیعت اور نیچر کو خالق ماننا غلط ہے **اصل امر یہ ہے**
کہ یہ سوچنا کہ اوس مالک نے ہمکو اور عالم کو کیون پیدا فرمایا ابتدا سے غلط ہے اوسکی
مصلحت صحیح وہی جانتا ہے جسنے پیدا کیا۔ ہمکو صرف اپنے مصالح پر نظر کرنی چاہیے
اگر آپنے مصالح کے اعتبار سے نظر کیجائے تو روشن ہے کہ ہمپر حد سے زیادہ مہربانی
اور کرم فرمایا ہے جو ہمکو پیدا کیا ہے۔ اور اختیار دیکر اشرف المخلوقات بنایا ہے۔
جناب ایزد متعال نے وجہ خلق عالم کی ارشاد نہین فرمائی۔ صرف یہہ فرمایا ہے کہ ہمنے
عالم کو کھیل کے طور پر نہین بنایا۔ میری نظر مین معنی اوسکے یہہ ہین کہ بڑی حکمت کے
ساتھہ بنایا ہے جو بیان نہین کیجاتی۔ جب وہ بیان نہین کیجاتی۔ کیونکہ مصلحت نہین
تو وجہ اختیار حکمت بہی نہین بیان کیجاتی۔ البتہ ہمکو جان لینا چاہیے کہ حکیم جب وہ کام
کرنا اختیار کرے جسمین حکمت ہے تو اختیار کرنیکی ایک وجہ حکیم کا حکیم ہونا بہی ہے۔
زیادہ اس سے وجہ ڈہونڈہنے کی ہمکو ضرورت نہین۔ **والعلم عند اللہ**۔

جواب اس شبہہ کا کہ اسباب معرفت اس سے زیادہ واضح کیون نہین بنائے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی ذات کے پہچاننے
کے اسباب اس سے زیادہ ظاہر کیون نہین بنائے تاکہ گمراہی اور
اختلاف نہوتا۔ وجوہ اسکے بہت ہین۔ **اول** تو یہہ امر ہے
کہ سب سے بڑا ذریعہ یہہ ہوتا کہ وہ دکھلائی دیتا۔ دیکھنا اللہ تعالی کا سر کی آنکھون سے
ناممکن ہے اسلیے کہ اسکے لیے بحسب ظاہر ناظر و منظور مجسم ہونے چاہئین۔ میری غرض

یہان بحث رویت سے نہین ہے مطلب یہ ہے کہ چشم سر سے رویت ناممکن ہے۔
بیبنیدکان آفریننده را ٭ نه بینی مر نجان و بیننده را۔ کیونکہ اوس جناب مقدس کے
انوار ذات کی بہ نسبت یہہ خیال ہے کہ آدمی باوجود اسقدر قوت کے اوسکو اگر دیکھتا باقی نہ رہتا
چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک نور دیکھا بیہوش ہوکر گر پڑے تھے۔ یہانتک
بعض علما نے لکھا ہے کہ اگر جناب امیر لڑائیون مین مصروف نہو جاتے تو انوار معرفت اوس
جناب سے اسقدر ظاہر ہوتے کہ سینے لوگون کے اونکا تحمل نہ کر سکتے اور پھٹ جاتے۔
پس جب انوار معرفت کا یہہ اثر ہو رویت انوار ذات اقدس الٰہی انسان کو باقی نہین رکھہ سکتی۔
ثانیاً یہ امر ہے کہ اسپر بھی فرائع اوسکی شناخت کے اتنے بہت ہین کہ میرے نزدیک ظاہر سے ظاہر ہین۔
اور اور اوس مقدار مین ہین جو اس نظام عالم کو باقی رکھنے کے لیے پورے کافی ہین **ثالثاً** اگر اس سے
بھی زیادہ ظہور ہوتا ہدایت اور غیر ہدایت امر جبری ہو جاتا اور پھر اختیار باقی نہ رہتا اختیار کے لیے اس
طریقہ کا اختیار کرنا ضروری ہے مین جہانتک خیال کرتا ہون یہ پایا ہون کہ صراط مستقیم جسپر سب کا حکم ہے
بالکل اوسکی حالت ایسی ہے جیسے امتحان کے سوال ہوتے ہین۔ مثال اوسکی یہ ہے۔ سوال تیتر بتیر
تیتر۔ تیتر کے آگے تیتر۔ تیتر کے پیچھے تیتر۔ تیتر کے آگے دو تیتر۔ تیتر کے پیچھے دو تیتر ابتلاؤ
کتنے تیتر تھے جواب تین تھے۔ اس سوال مین تین ہونا تیتر کا ظاہر ہے مگر بیان اوسکا
اسطرح کیا ہے کہ وہ ایک سوال ہو گیا۔ بظاہر اوسمین خفا ہے حقیقت مین ذرا بھی خفا نہین
ہے یہہ امر جو بیان کیا گیا ایک اصول مہتم بالشان ہے کہ اسکو یاد رکھنے کے بعد
اگر تحقیق دین حق فرمائیگا دھوکا نہوگا۔

باب سوم

باب سوم

آیات و نکات و جواب اعتراضات متعلق بحجت شیطان و اختیار انسان کے۔

اوسمین ذکر اون آیات قرآنی کا ہوگا جو متعلق شیطان کے ہین اور نیز اون نکات کا جو آیات مذکورہ پر غور کرنیسے ظاہر ہوتی ہین اور بعض اعتراضات کے جواب کا

خلاصہ اون مضامین کا جو اب تک بیان کیے گئے۔

اسوقت تک جو کچھ مین نے بیان کیا خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ موجود ہے۔ اوسنے جو کچھ پیدا فرمایا ہے تھوڑا نہین بہت پیدا کیا ہے۔ اوسکی مخلوقات مین بہت ہی قوت اور نفع ہے۔ ہر چیز کا جدا نفع اسقدر بڑھا ہے کہ چیزین ایک دوسرے کی ضد ہوگئی ہین۔ اضداد کو ملا کر ہیر اور مخلوق پیدا کی ہے اور کام لیا ہے منجملہ اون مخلوقات کے جنکو اضداد سے بنایا ہے ایک انسان ہے اس مخلوق مین عجیب عجیب قوتین جسمانی اور عقلی عطا کی ہین اور قوتون کے یکجا کرنے اور بڑھانے کی قوت دی ہے جو بات اور کسی مخلوق مین نہین ہے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور جیسے خلقت انسان کی اضداد کی ترکیب سے ہوی ہے بڑھنا قوت انسانی کا بھی اور حد کمال پر پہونچنا استعمال اضداد سے ہوتا ہے یعنی استعمال اضداد روک قوت کی بھی ہے اور بہت طریقے روک کے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہین کہ وہ بھی ضروری ہین وہ اضداد جنکا استعمال قوت انسانی کو بڑھاتا ہے اور قوت بڑھ جاتی ہے تو پھر بھی قوت مین ترقی کرنیکے لیے گنجایش باقی رہتی ہے اوسوقت جو اضداد استعمال ہوتے ہین وہ ایسے قوی ضد ہوتے ہین جن کو غیر جنس کہتے ہین۔ انسان مین قوت عقلی سب سے بہتر قوت ہے جو باعث

شرف انسان ہے اور اوس بہت قوت کا ضد غیر جنس شیطان ہے۔ ترکیبون[14] مین باریکیان ہوتی ہین۔ بہت سی باریکیون[15] پر خیال کرنیسے یہہ طریقہ ایجاد سب سے بہتر ثابت ہوتا ہے کوئی برائی نہین۔ بدی[16] اور برائی کیا ہے۔ غلط استعمال اضداد کا۔ اور[17] وہ انسان کی ذات تک محدود ہے۔ اللہ[18] تعالی کی ذات کے لیے نہ کوئی ضد ہے نہ برائی ہے اوسکا جواز[19] نقصان مخلوق تصرف مالکانہ اور لازمہ مخلوقیت ہے برائی نہین ہے۔ عقل[20] و روح کا ضد جو شیطان ہے وہ ایک باریک مگر اعلی سے اعلی درجہ کی ترکیب انسان کو اوصاف غایت کمال پر پہونچانیکی ہے۔ اور دوسرے[21] ایسے بڑے کامونکی کہ اگر وہ نہوتی انسان فرشتون سے بہتر نہ ہوسکتا۔

وجہ ذکر آیات درست باب ہذا۔ یہہ وجہ خلق شیطان کی ہماری سمجھ مین آنیکے قابل ہے اور ایسی ہے جسمین دراصل تمسک آیات و احادیث سے نہین ہے۔ چونکہ وجود شیطان کا اور نوعیت اوسکی قوت کی ارشاد الہی سے ظاہر ہوی ہے لازم آتا ہے۔ کہ وہ اکثر[1] آیات قرآنی بہی ذکر کیجائین جسمین بیان شیطان کا ہے۔ اور[2] اونکے نکات بہی بیان کیئے جائین۔ اور یہ بہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح نظام عالم کے متعلق اعتراضات لوگون کے دلون مین اور وجوہ سے پیدا ہوگئے ہین وہ شبہات بہی جو قریب قریب اونہین شبہات کے ہین مگر نظر بمضامین آیات پیدا ہوے ہین بیان کیے جائین۔

اور جوابات دیے جائین۔ اوسوقت فرق معلوم ہوگا کہ بیان بشری بیان بشری ہے اور بیان الہی بیان الہی ہے۔ اور ایسے شبہات نہایت غلط ہین۔

آیۂ اول

پارۂ اول سورۂ بقر رکوع سوم

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ
فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ
قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ
فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ
لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ○ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ
فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ
وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ○ وَ
قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪
وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ
عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۫ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ
وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ○ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ
كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا
جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ
عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝ ترجمہ - اور (ای پیغمبر لوگون سے
اوسوقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین
(اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہون - (تو فرشتے) بولے کیا تو زمین مین ایسے شخص
کو (نائب) بناتا ہے جو اوسمین فساد پھیلائے اور خونریزیان کرے (اور اگر بناتا
ہے تو ہمکو بنا کہ) ہم حمد (وثنا) کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہین - خدا
نے فرمایا مین وہ (مصلحتین) جانتا ہون جو تم نہین جانتے اور آدم کو سب کے نام
بتلا دیئے پھر اونکو فرشتون کے روبرو پیش کرکے فرمایا کہ اگر تم (اپنے دعوے مین)
سچے ہو تو ہمکو اونکے نام بتاؤ بولے تو پاک (ذات) ہے جو تو نے ہمکو بتا دیا ہے
اوسکے سوا ہمکو کچھ معلوم نہین تو ہی جاننے والا مصلحت کا پہچاننے والا ہے (تب
خدا نے آدم کو حکم دیا کہ ای آدم تم فرشتون کو اُنکے نام بتا دو - جب آدم نے فرشتون کو اونکے
نام بتا دیے تو خدا نے فرشتون کی طرف مخاطب ہوکر) فرمایا کیون ہمنے تمسے نہین
کہا تھا کہ آسمانون اور زمینون کی سب مخفی چیزین ہمکو معلوم ہین - اور جو تم (اب) ظاہر
کرتے ہو (وہ) اور جو تم ہمسے چھپاتے تھے (وہ) ہمکو (سب کچھ) معلوم ہے
اور جب ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کے آگے جھکو (سجدہ کرو) تو شیطان کے سوائے
سب (کے سب) جھک پڑے (اور سجدہ کیا) - اوسنے نہ مانا اور شیخی مین آگیا
اور نافرمان بن بیٹھا اور ہمنے (آدم سے) کہا کہ ای آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت مین بسو
اور اوسمین جہان کہین سے تمہارا جی چاہے بافراغت کھاؤ پیو مگر اوس درخت (گندم)

کے پاس مت پھٹکنا (ایسا کروگے) تو تم آپ اپنا) نقصان کرلوگے - پس شیطان نے
اونکو وہان سے (بہلا پھسلا کر) اوکھاڑ دیا - (آخرکار) جس مزے مین تھے اوس سے
اونکو نکلوا چھوڑا - اور ہمنے حکم دیا کہ تم (سب) اوتر جاؤ تم ایک کے دشمن ایک -
اور زمین مین تمہارے لیے ایک وقت (خاص تک) ٹھکانا اور ساز و سامان ہے -
پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے چند) الفاظ سیکھ لیے - (اور اون
الفاظ کی برکت سے) خدا نے اونکی توبہ قبول کرلی - بیشک تو بڑا ہی درگذر کرنیوالا
مہربان ہے (جب) ہمنے حکم دیا کہ تم سب (کے سب) یہانسے اوتر جاؤ تو (ساتھہ
ہی یہہ بھی سمجھا دیا تھا کہ) اگر ہماری طرف سے تم لوگون کے پاس کوئی ہدایت پہونچے
تو (اوسپر چلنا کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کرینگے اونکو (آخرت مین) نہ (تو کسی بات
کا) ڈر ہوگا اور نہ وہ (کسیطرح پر) آزردہ خاطر رہینگے - اور جو لوگ نافرمانی کرینگے
اور ہماری آیتون کو جھٹلائینگے وہی دوزخی ہونگے اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی
مین رہینگے -

پارہ (۸) سورۂ اعراف رکوع (۱) آیت ۲ -

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ
اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ
اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا
فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ

أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ○ قَالَ فَبِمَا
أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ○ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ
أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ
شَاكِرِينَ ○ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ
لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ ○ وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ
الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ○
فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا
وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا
مِنَ الْخَالِدِينَ ○ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ○ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ
فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ
الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ
لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ○ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا
لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ○ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا
تُخْرَجُونَ ○ ترجمہ اور ہم ہی نے تمکو (یعنی تمہارے باپ آدم کو) پیدا کیا اور پھر
تمہاری (یعنی تمہارے باپ آدم کی) شکل بنائی۔ پھر ہمنے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم
کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنیوالوں میں (شامل) نہوا (خدا نے

ابلیس سے) پوچھا کہ جب ہمنے تجھکو حکم دیا تو آدم کے سجدہ سے تجکو کون چیز مانع ہوئی
وہ بولا مین اس سے بہتر ہون (کیونکہ) مجھکو تونے آگ سے پیدا کیا ہے اور اوسکو
خاک سے۔ (اسپر خدا نے) فرمایا (کہ تجھکو یہہ شیخی ہے) تو بہشت سے نیچے اوتر
(کیونکہ) تیری اتنی ہستی نہین کہ تو بہشت مین (رہکر) شیخی مارے۔ تو (یہان سے)
نکل باہر ہو کہ ذلیلون مین کا ایک ذلیل تو بھی ہے۔ لگا عرض کرنے کہ جسدن (سب)
لوگ (دوبارہ جلاکر) اوٹھا کھڑے کیے جائینگے اوسدن تک کی مجھے مہلت دے
(خدا نے) فرمایا کہ (منظور) تجھکو مہلت دی گئی (اسپر شیطان) بولا کہ جیسی تونے
میری راہ ماری ہے مین بھی تیرے سیدھے رستے پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی پھر
اوبدا کر اُن کے آگے سے آؤن اور اونکے پیچھے سے (آؤن) اور اونکے داہنی
طرف سے (آؤن) اور اونکے بائین طرف سے (آؤن) اور جس طرح بن پڑے
اونکو بہکا کر رہون) اور تو اکثر بنی آدم کو (اپنا) شکر گزار نہین پائیگا۔ (خدا نے) فرمایا
کہ بہشت سے نکل باہر ہو (اور تو) خوار راندۂ درگاہ (ہے) بنی آدم مین سے جو تیری
پیروی کریگا ہم بلاشبہہ (تجھسے اور اون سے یعنی تم سب سے جہنم بھر دینگے۔
(اور ہمنے آدم سے کہا کہ) ای آدم تم اور تمہاری بی بی (حوا) بہشت مین رہو اور جہان
سے چاہو کھاؤ (پیو) اور اس درخت (گندم) کے پاس نہ جانا (ایسا کروگے) تو تم
اپنا نقصان کرنیوالون مین ہو جاؤگے پھر شیطان نے دونون (میان بی بی) کو
بہکایا۔ تاکہ اونکے پردہ کرنے کی چیزین جو (اونکی نظر سے) مخفی تھین (یعنی اونکا آگا

پہنچایا) وہ اونہین کھول دکھلایے۔ اور (آدم سے) لگے کہنے کہ تمہارے پروردگار نے جو اس درخت (کے پہل کہانے) کی تمکو مناہی کردی ہے تو ہو نہو اسکا سبب یہہ ہے کہ کہین (ایسا نہو) تم دونون فرشتے بن جاؤ یا دونون ہمیشہ (ہمیشہ کو جیتے) رہو اور اون سے قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ بلاشبہہ مین تمہارا خیر خواہ ہون۔ غرض دہوکہ سے اونکو (درخت ممنوع کے کہانے کی طرف) مائل کرلیا۔ تو جون ہی اونہون نے درخت (کے پہل) کو چکہا۔ تو دونون کے پردہ کرنے کی چیزین اونکو دکہلائی دینے لگین اور لگے بہشت کے پتون کو اپنے اوپر چپکانے۔ اور اونکے پروردگار نے اونکو ڈانٹا۔ کہ کیا ہمنے تمکو اس درخت (کے کہانے) کی مناہی نہین کی تہی اور (کیا) تمسے نہین کہہ دیا تہا کہ شیطان تمہارا کہلا دشمن ہے۔ یہہ دونون لگے کہنے کہ ای ہمارے پروردگار ہمنے اپنے تئین آپ تباہ کیا۔ اور اگر تو ہمکو معاف نہین فرمائیگا اور ہمپر رحم نہین کریگا تو ہم بالکل برباد ہوجائینگے (اسپر خدا نے) فرمایا کہ (تم میان بی بی اور شیطان تینون بہشت سے) نیچے اوتر جاؤ تم مین ایک کا دشمن ایک اور تم (بنی آدم) کو ایک وقت خاص (یعنے مرتے دم) تک زمین پر رہنا ہوگا اور (تمہارا) سامان (زیست) بہی وہین مہیا ہے (خدا نے یہہ بہی) فرمایا کہ زمین ہی مین زندگی بسر کروگے اور اوسمین مروگے اور اوسی مین سے (قیامت کے دن دوبارہ) نکال کہڑے کیے جاؤگے۔

آیہ سوم

پارہ (۱۳) سورۂ ابراہیم رکوع ۳

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا
تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ
كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

ترجمہ۔ اور جب (اخیر) فیصلہ ہو چکیگا (اور لوگ شیطان کو الزام دینگے) تو شیطان
کہیگا کہ خدا نے تمسے سچا وعدہ کیا تہا (سو اوسنے پورا کیا) اور وعدہ تمسے مین نے
بہی کیا تہا مگر مین نے تمہارے ساتہہ وعدہ خلافی کی۔ اور تمپر میری کچہہ زبردستی تو تہی
نہین۔ بات تو اتنی ہی تہی کہ مین نے تمکو (اپنی طرف) بلایا اور تمنے میرا کہنا مان لیا۔
تو اب مجہے الزام نہ دو بلکہ اپنے تئین الزام دو۔ (آج) نہ تو مین تمہاری فریاد کو پہونچ سکتا ہون
اور نہ تم میری فریاد کو پہونچ سکتے ہو۔ مین تو (سرے سے) مانتا ہی نہین کہ تم مجہہ کو (اس
سے) پہلے (دنیا مین) شریک (خدا) بناتے تہے۔ اسمین شک نہین کہ جو لوگ
نافرمان ہین اونکو (قیامت کے دن) بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

آیہ چہارم

پارہ (۱۴) سورہ حجر رکوع (۲)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ
مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ○ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا
مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○
اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا

تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ
صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○
وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْ
اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ
الْمَعْلُوْمِ ○ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ
مُسْتَقِيْمٌ ○ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ
مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ لَهَا سَبْعَةُ
اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ○ ترجمہ - اور ہم ہی نے
کالے (اور) سڑے ہوئے گارے سے جو (سوکھ کر) کھنکھن بولنے لگتا ہے
آدم کو پیدا کیا اور ہم جنات کو (آدم سے بھی) پہلے لو کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے
اور (اے پیغمبر اوس وقت کو یاد کرو) جبکہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں کالے
اور سڑے ہوئے گارے سے جو (سوکھ کر) کھنکھن بولنے لگتا ہے ایک بشر کو پیدا
کرنیوالا ہوں - جب میں اوسکو پورا بنا چکوں اور اوسمیں اپنی طرف سے) روح پھونک
دوں تو تم اوسکے آگے سر بسجود گر پڑنا چنانچہ تمام فرشتے سب کے سب (آدم کے سامنے
سر بسجود ہو گئے - مگر ابلیس - کہ اوسنے سجدہ کرنے والوں کے شمول سے انکار کیا
(اسپر خدا نے) فرمایا کہ ای ابلیس تجھ کو کیا (وجہ مانع) ہے کہ تو سجدہ کرنیوالوں میں شامل

نہین ہوتا۔ وہ بولا مین وہ نہین کہ ایسے شخص کو سجدہ کرون جسکو تو نے کاسے (اور) سڑے ہوے گارے سے پیدا کیا ہے (سو کہہ کر) کنکھن بولنے لگتا ہے (خدا نے) فرمایا (کہ سجدہ نہین کرتا) تو وہان سے نکل باہر ہو کہ تو راندہ (درگاہ) ہے اور روز قیامت تک تجھپر پھٹکار پڑی برسا کریگی (شیطان نے) کہا کہ ای میرے پروردگار (خیر) تو مجھکو اوس دن تک کی مہلت دے جبکہ (آدمزاد قیامت مین دوبارہ) اوٹھا کر کھڑے کیے جائینگے (خدا نے) فرمایا کہ (اچھا) روز (قیامت کے) وقت معلوم تک کی تجھکو مہلت دی گئی (شیطان نے) کہا ای میرے پروردگار جیسے تو نے میری راہ ماری مین بھی دنیا مین (ساز و سامان زندگی کو) اونہین عمدہ کر دکھاؤن اور ان سبکو بہکاؤن توسہی۔ مگر ان مین سے تیرے خاص بندے (کہ وہ میرے بہکائے مین آنیوالے نہین ہین (خدا نے) فرمایا کہ (بس) یہی (خالص بندگی کی) ایک سیدھی سڑک ہے (جو) ہم تک (آپہونچتی ہے جو) ہمارے بندے (ہین) اونپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین ہان گمراہون مین سے جو کوئی تیرے پیچھے ہولے (تو ہو لے) اور (ہان) ایسے تمام لوگون کے لیے (ہمارے ہان سے آخری) وعدہ جہنم کا بھی ہے۔ کہ اوسکے سات دروازہ ہونگے۔ ہر دروازہ مین سے داخل ہونیکے لیے دوزخیونکی ٹولیان ہونگی الگ الگ

آیہ پنجم

پارہ (۱۴) سورۂ نحل رکوع ۱۲۔ آخر آیہ

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى

الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ○ ترجمہ - تو (اے پیغمبر) جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود (کے وسوسون) سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو - جو لوگ ایمان رکھتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہین اُنپر شیطان کا کچھہ قابو نہین (چلتا) اوسکا قابو تو اونہین لوگون پر (چلتا) ہے جو اوسکے ساتھہ ارتباط رکھتے اور جو (اوسکو) شریک خدا ٹھہراتے ہین -

آیۂ ششم

پارہ (۱۵) سورۂ کہف رکوع ۶

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ط

ترجمہ - جبکہ ہمنے فرشتون کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے شیطان کے چونکہ وہ قسم جنات مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا تو (لوگون) کیا ہمکو چھوڑ کر ابلیس کو اور اوسکی نسل کو (اپنا) دوست بناتے ہو - حالانکہ وہ تمہارے (قدیمی) دشمن ہین -

آیۂ ہفتم

پارہ (۱۶) سورۂ مریم رکوع (۵)

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ○ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ○ ترجمہ - (اے پیغمبر) کیا تمنے اس بات پر نظر نہین کی کہ ہمنے شیطانون کو کافرون پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ اونکو اُکساتے رہتے ہین - تو (اے پیغمبر) تم ان (کافرون) پر (نزول عذاب کی) جلدی نہ کرو - ہم اونکے لیے

(روز قیامت کے آنے کے بس دن) گن رہے ہیں۔

آیہ ہشتم

پارہ (۱۶) سورہ طٰہٰ آخر رکوع (۵) و رکوع (۶)

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ○ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى ○ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ
لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ○ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ
فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ○ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ○ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ
الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ○
فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ
الْجَنَّةِ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ○ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى
○ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ
مِّنِّيْ هُدًى ۵ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ○ وَمَنْ
اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اَعْمٰى ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ○ قَالَ
كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ○ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ
اَشَدُّ وَاَبْقٰى ○ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ
فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ○ ترجمہ اور ہمنے (اون

سے) پہلے آدم سے (درخت گندم کے نہ کہانیکا) ایک عہد (وپیمان) لیا تہا تو
آدم (اوسکو) بہول گیے اور ہمنے اون (کے ارادہ) مین استقلال نہ پایا اور جب
ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب ہی نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس
کہ اوسنے انکار کیا۔ تو ہمنے (آدم سے) کہا کہ آدم یہہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری
بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہو کہ تم دونون کو بہشت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری
شامت آجاے (اور) یہان (بہشت مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ) نہ تم بہوکے
رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو اور نیز یہہ کہ یہان نہ تم پیاسے ہوتے ہو اور نہ دہوپ
اوٹہاتے۔ پہر شیطان نے آدم کو پہسلایا (اور اُنسے) کہا کہ آدم کہو تو تم کو ہمیشگی کا
درخت بتادون (کہ جسکو کہا کر سدا جیتے رہو) اور ایسی سلطنت جو (کبہی) پرانی نہو (یعنی
اوسمین کسیطرح کا ضعف نہ آئے)۔ چنانچہ دونون (میان بی بی) نے درخت (ممنوع)
کا پہل کہا لیا تو اپنے (اپنے) پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ (بہشت)
کے پتے اپنے اوپر چپکانے اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ
ہوگئے پہر (آخرکار) اونکے پروردگار نے اونکو نوازا اور اونکی توبہ قبول کی اور (اونکو
اپنی اطاعت کا) رستہ دکہا دیا۔ (جب آدم نے نافرمانی کی) تو خدا نے شیطان اور آدمؑ
سے فرمایا کہ تم دونون بہشت مین سے نیچے اوتر جاؤ تم مین سے ایک کا دشمن ایک رہیگا
پہر اگر تمہارے پاس ہماری طرف سے ہدایت آئے تو جو ہماری ہدایت پر چلیگا نہ (راہ راست
سے) بہٹکیگا۔ اور نہ بدبخت ہوگا اور جسنے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اوسکی زندگی

ضیق مین گذریگی - اور قیامت کے دن (بھی) ہم اوسکو اندھا (کرکے) اوٹھائینگے
وہ کہیگا ای میرے پروردگار تو نے مجھکو اندھا (کرکے) کیون اوٹھایا - اور مین تو (دنیا
مین) دیکھتا بھالتا تھا خدا فرمائیگا یہی قرین انصاف ہے (دنیا مین) ہماری آیتین تیرے
پاس آئین مگر تو نے اونکی کچھہ خبر نہ لی اور اسی طرح آج تیری بھی خبر نہ لیجائیگی - اور جو شخص
(حد اعتدال سے) بڑھ چلا اور اپنے پروردگار کی آیتون پر ایمان نہ لایا ہم اوسکو ایسا ہی
بدلہ دیا کرتے ہین اور آخرت کا عذاب (دنیا کے عذاب سے) بہت ہی سخت اور دیرپا ہے
کیا لوگون کو اس سے ہدایت نہ ہوی کہ اونسے پہلے ہمنے کتنی جماعتون کو ہلاک کر مارا
(اور اب) یہ لوگ اونہین کے رہنے سہنے کی جگہون مین چلتے (پھرتے) ہین - اور جو
لوگ عقل والے ہین اونکے لیے اس بات مین قدرت خدا کی بہتیری نشانیان (موجود) ہین

آیۃ نہم

پارہ (۲۳) سورہ ص رکوع (۴)

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ
فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ
○ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ○ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ
اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ○
قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ
مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○ قَالَ
رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○

اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ○ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ○
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ○ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ○ لَاَمْلَئَنَّ
جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ ترجمہ۔ اور جبکہ کہا تیرے
پروردگار نے فرشتون سے کہ ضرور مین بنانے والا ہون ایک آدمی مٹی سے تو
جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اپنی روح اوسمین پہونک دون تو تم اوسکے لیے
سجدہ مین گر پڑنا چنانچہ سب ہی فرشتون نے سجدہ کیا۔ مگر (ایک) ابلیس نے
کہ شیخی مین آگیا اور نافرمان بن بیٹھا خدا نے (ابلیس سے) پوچھا کہ ای ابلیس جس چیز کو
ہمنے اپنے دونون ہاتھون سے بنایا اوسکو سجدہ کرنے سے تجھے کون چیز مانع ہوئی
کیا تو شیخی مین آگیا؟ یا تو بڑے لوگون مین سے ہے؟ (وہ) بولا (کہ اوسکو سجدہ کیونکر
کرون) مین اوس بہتر ہون۔ مجھکو تونے آگ سے بنایا اور اوسکو تونے مٹی سے
بنایا فرمایا تو یہان سے نکل (باہر ہو) کہ تو (ہماری بارگاہ سے) راندہ گیا ہے اور روز
جزا تک تجھپر ہماری پھٹکار رہیگی (وہ) بولا اے میرے پروردگار مجھکو اوس دن تک
کی مہلت دے کہ جب سب لوگ اوٹھا کر کھڑے کیے جاوینگے۔ فرمایا کہ پھر تو مہلت
دیے ہوؤن مین سے ہے جنچے ہوے وقت کے دن تک (وہ بولا تو مجھے بھی)
تیری (ہی) عزت کی قسم ہے کہ ان (بنی آدم) مین جو تیرے خالص بندے ہین اونکو
چھوڑکر ان سبکو ضرور گمراہ کرونگا فرمایا تو سچ یہہ ہے اور سچ ہی مین کہتا ہون کہ مین ضرور تجھسے
اور جو لوگ تیری پیروی کرین اون سب سے جہنم کو بھر دونگا۔

نکات

یہہ آیات مثل تمام قرآن مجید کے معجزہ ہین۔ سب کچھہ ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے بتلادیا ہے کہ عالم کے خلق کی ابتدا کیونکر فرمائی ہے۔ آدمی کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔ شیطان کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔ خیر و شر کی ابتدا کیونکر ہوی۔ دنیا مین شیطان کا کام کیا ہے۔ اور اطاعت شیطان کا انجام کیا ہے۔ مین بعض نکات کی طرف آپکو متوجہ کرتا ہون۔

بیان نکات

نکتہ اول۔ آیات مذکورہ کا مضمون مجموعاً کیا ہے۔

نکتہ (۱) جناب باری تعالیٰ نے سورۂ بقر کی آیتون مین ان امور کی کہ (۱) خلق حضرت آدم و بنی نوع بشر کی غرض کیا تھی۔ اور (۲) اوسکو فرشتون نے کیا سمجھا تھا اور (۳) حق تعالیٰ نے اونکی کیونکر تسکین کرکے سجدہ کرایا جسقدر تفصیل فرمائی ہے اور آیتون مین نہین فرمائی۔ لیکن آیات سورۂ مذکور مین تفصیل ان امور کی نہین فرمائی۔ کہ (۱) حضرت آدم کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔ (۲) شیطان کو کس چیز سے بنایا۔ (۳) وہ فرشتہ ہے یا جن۔ (۴) اوسنے سجدہ نہ کرنیکے لئے کیا حجت پیش کی۔ (۵) حضرت آدم کو درخت منہی عنہا سے ممانعت کی کیا وجہ تھی۔ (۶) حضرت آدم مین وہ کون بات تھی جسکی وجہ سے کہانا درخت منہی عنہا کا ممکن ہوا۔ (۷) اوس دہوکہ مین آنے سے کیا نقصان پہونچا (۸) اونکی توبہ کن الفاظ سے قبول ہوی۔ (۹) شیطان کا کام کیا ہے۔ یہہ امور اور آیتون مین ارشاد فرمائے ہین اور تفصیل مین کمی بیشی ہے۔ یہہ امر دلیل اسکی ہے کہ تکرار نہین ہے۔ بلکہ جس موقع

پر جس جس امر کا ذکر ضروری تھا وہی تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اور جس جس کا نہین تھا تطفلاً اور اجمالاً اگر سب
آیات کی تفصیل جمع کیجاے تو بیان اُمور بالا کا آیات منقولہ مین اسطرح معلوم ہوتا ہے۔ اور (اے پیغمبر لوگون سے
اوسوقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین (اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہون
(تو فرشتے) بولے۔ کیا تو زمین مین ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے جو اوسمین فساد پھیلاے اور خونریزیان
کرے (اور اگر بناتا ہے ہمکو بتا) کہ ہم حمد (وثنا) کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے
ہین۔ خدا نے فرمایا مین وہ (مصلحتین) جانتا ہون جو تم نہین جانتے۔ ہم ہی نے کالے
(اور) سڑے ہوے گارہ سے (جو سوکھکر کھنکھن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور
ہم جنات کو (آدم سے بھی) پہلے لون کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے اور ہم ہی نے
جب آدم کو پیدا کیا اور شکل بنائی اور اوسمین اپنی طرف سے روح پھونک دی تو فرشتون سے
کہا کہ جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اوسمین (اپنی طرف سے) روح پھونک دون تو تم
اوسکے آگے سربسجود گر پڑنا (جب پیدا کر چکے) آدم کو سب کے نام بتا دیے۔ پھر اونکو فرشتون
کے روبرو پیش کرکے فرمایا اگر تم (اپنے دعوے مین) سچے ہو تو ہمکو اونکے نام بتاؤ۔
بولے تو پاک ذات ہے جو تو نے ہمکو بتا دیا ہے اوسکے سوا ہمکو کچھ معلوم نہین۔ تو ہی جاننے
والا مصلحت کا پہچاننے والا ہے (تب خدا نے آدم کو) حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتون
کو اونکے نام بتا دو۔ جب آدم نے اونکو نام بتا دیے تو خدا نے (فرشتون کیطرف مخاطب
ہوکر) فرمایا۔ کیون ہمنے تمسے نہین کہا تھا کہ زمینون اور آسمانون کی سب مخفی چیزین ہمکو
معلوم ہین اور جو تم (اب) ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو تم ہمسے چھپاتے تھے (وہ)

ہمکو (سب کچھ) معلوم ہے اور جب ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو (سب
کے) سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنیوالون مین (شامل) نہوا چونکہ وہ قسم جنات
مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا (خدا نے ابلیس سے) پوچہا کہ ای
ابلیس جس چیز کو ہمنے اپنے دونون ہاتہون سے بنایا اوسکو سجدہ کرنے سے تجہے
کون چیز مانع ہوی - کیا تو شیخی مین آگیا - کیا تو بڑے لوگون مین سے ہے وہ بولا مین
اس سے بہتر ہون (کیونکہ) تو نے مجہکو آگ سے پیدا کیا اور اوسکو خاک سے - اوسپر
خدا نے فرمایا کہ (تجہکو یہ شیخی ہے) تو بہشت سے نیچے اوتر (کیونکہ) تیری اتنی ہستی نہین
کہ تو بہشت مین (رہکر) شیخی مارے - تو (یہانسے) نکل باہر ہو کہ ذلیلون کا ایک ذلیل
تو ہی ہے لگا عرض کرنے کہ جسدن (سب) لوگ (دوبارہ جلاکر) اوٹہا کہڑے کئے
جائینگے اوس دن تک کی مجہے مہلت دے (خدا نے) فرمایا کہ (منظور) تجہے مہلت
دی گئی - اسپر (شیطان) بولا کہ جیسے تو نے میری راہ ماری ہے مین بہی تیرے سیدہے
راستے پر بنی آدم کی تاک مین بیٹہون تو سہی پہر اوبدا کر اونکے آگے سے آؤن اور اونکے
پیچہے سے (آؤن) اور اونکی داہنی طرف سے آؤن اور اونکی بائین طرف سے (آؤن)
دنیا مین (ساز و سامان زندگی کو) اونہین عمدہ کر دکہاؤن اور جس طرح بن پڑے اونکو
بہٹکا کر رہون اور تو اکثر بنی آدم کو (اپنا) شکر گزار نہ پائیگا - مگر انمین سے تیرے
خاص بندے (کہ وہ بہکانے مین آنیوالے نہین خدا نے) فرمایا کہ بہشت سے
نکل باہر ہو (اور تو) خوار و راندہ درگاہ (ہے) اور روز قیامت تک تجہپر پہٹکار پڑی برسا

کریگی - بنی آدم مین جو تیری پیروی کریگا ہم بلاشبہہ (تجھسے اور اونسے یعنی تم سب سے
جہنم کو بھر دینگے - خالص بندگی کی ایک سیدھی سڑک ہے (جو) ہم تک (آپہونچتی ہے
جو) ہمارے بندہ (ہین) اونپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین - ہان گمراہون مین سے جو
کوئی تیرے پیچھے ہولے (تو ہولے) اور (ہان) ایسے تمام لوگون کے لئے
(ہماری یہانسے آخری) وعدہ جہنم کا بھی ہے کہ اوسکے سات دروازہ ہونگے ہر دروازہ
(مین سے داخل ہونے) کے لئے دوزخیونکی ٹولیان ہونگی اور (ہمنے آدم سے
کہا کہ) اے آدم تم اور تمہاری بی بی (حوا) باغ بہشت مین بسو اور اوسمین جہان
تمہارا جی چاہے بافراغت کھاؤ (پیو) مگر اوس درخت (گندم) کے پاس مت پھٹکنا
(ایسا کروگے) تو تم اپنا نقصان کرنیوالون مین ہو جاؤگے یہہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری
بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہو کہ تم دونون کو بہشت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت
آجائے (اور) یہان (بہشت مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ) نہ تم بھوکے رہتے ہو
اور نہ ننگے رہتے ہو اور نیز یہہ کہ یہان نہ تم پیاسے ہوتے ہو - اور نہ دھوپ اوٹھاتے
(ہو) ہمنے اس درخت کے نہ کھانے کا آدم سے ایک عہد و (پیمان) لیا تھا پھر
شیطان نے دونون (میان بی بی) کو بہکایا کہ اونکے پردہ کرنیکی چیزین جو (اونکی)
نظر سے مخفی تھین (یعنی اونکا آگا پیچھا) وہ اونہین کھول دکھلا دیے پھر آدم کو شیطان
نے پھسلایا (اور آدم سے) لگا کہنے کہ تمہارے پروردگار نے جو اس درخت (کے
پھل کھانے کی تمکو مناہی کردی تھی تو ہو نہو اسکا سبب یہہ ہے کہ کہین (ایسا نہو)

تم دونون فرشتے بنجاؤ - یا دونون ہمیشہ (ہمیشہ کو جیتے) رہو - اور ایسی سلطنت ملے جو کبھی پرانی نہو (یعنی اوسمین کسی طرح کا ضعف نہ آیے) اور اونسے قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ مین بلا شبہہ تمہارا خیر خواہ ہون - غرض دہوکہ سے اونکو (درخت ممنوع کے کہانیکی طرف مائل کر لیا - اور وہ عہد و پیمان کو بہول گیے اور آدم کے ارادہ مین ہمنے استقلال نہ پایا اور دونون میان بی بی نے درخت ممنوع کا پہل کہا لیا - تو اپنے (اپنے) پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ (بہشت) کے پتے اپنے اوپر چپکانے - پس آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ ہوگیے - اوسوقت اللہ تعالی نے اونکو ڈانٹا کہ کیا ہمنے تمکو اس درخت کے (کہانے) منا ہی نہین کی تہی اور کیا تمسے نہین کہہ دیا تہا کہ شیطان تمہارا کہلا دشمن ہے - اور خدا نے (شیطان اور آدمؑ سے) فرمایا کہ تم دونون بہشت مین سے نیچے اوتر جاؤ تم مین سے ایک کا دشمن ایک رہیگا - اور تم بنی آدم کو ایک وقت خاص (یعنی مرتے دم) تک زمین پر رہنا ہوگا زمین ہی مین زندگی بسر کروگے اور تمہارا سامان (زیست) بہی وہین مہیا ہے اوسی مین مروگے اور اوسی مین سے نکال کہڑے کیے جاؤگے پہر اگر تمہارے یعنی بنی آدم کے پاس ہماری طرف سے ہدایت آوے تو جو ہماری ہدایت پر چلیگا نہ راہ راست سے بہٹکیگا اور نہ بدبخت ہوگا اور جسنے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اوسکی زندگی ضیق مین گذریگی اور قیامت کے دن بہی ہم اوسکو اندہا کر کے اوٹہائینگے - وہ کہیگا کہ اے پروردگار تو نے مجہکو اندہا کر کے کیون اوٹہایا مین تو دنیا مین دیکہتا بہالتا تہا خدا فرمائیگا

یہی قرین انصاف ہے - دنیا مین ہماری آیتین تیرے پاس آئین مگر تو نے اونکی خبر نہ لی اور اسیطرح آج تیری بہی خبر نہ لیجائیگی - چنانچہ دوسری جگہہ فرمایا ہے کہ جب جزا و سزا کا معاملہ ہولیگا تو لوگ شیطان کو الزام دینگے تو شیطان کہیگا کہ میری تمپر زبردستی نہ تہی الخ

جب حضرت آدم اور حوا کی نسبت یہہ حکم ہوا تو آدم و حوا نے اپنے پروردگار سے معافی چاہی اور آخرکار معذرت کے چند الفاظ اپنے پروردگار سے سیکہہ لیے اور کہا - رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ اور اللہ تعالی نے ان الفاظ کی برکت سے اونکی توبہ قبول کی اور اونکو توازا اور اونکو اپنی طاعت کا رستہ دکہایا - چونکہ ابلیس کو تا قیام قیامت مہلت دی گئی اور وہ کفار کو بہکاتا ہے - جب حق تعالی اسے جناب پیغمبرؐ نے درخواست نزول عذاب کی فرمائی تو جناب اقدس الہی سے ارشاد ہوا کہ اے پیغمبر کیا تمنے اسپر نظر نہین کی کہ ہمنے شیطانون کو کافرون پر چہوڑ رکہا ہے - کہ وہ اونکو اُسکاتے رہتے ہین اور پہر اور مقام پر صاف بتلا دیا کہ جب قرآن پڑہو شیطان کے وسوسون سے پناہ مانگ لیا کرو جو لوگ ایمان رکہنے والے اور اپنے پروردگار پر بہروسہ رکہنے والے ہین اونپر شیطان کا کچہہ بس نہین چلتا اوسکا قابو اونہین لوگون پر ہے جو اوسکے ساتہہ ارتباط رکہتے ہین اور جو اوسکو شریک خدا ٹہہراتے

نکتہ دوم - عالم کے خلق کی ابتدا اور خلیفۃ اللہ فی الارض کا پیدا ہونا -

نکتہ (۲) جب زمین کو پیدا فرمایا اوسمین اپنا خلیفہ بنانا چاہا - اور اوسے سوکہے ہوے گارے سے پیدا کیا اور اتنا اچہا بنایا کہ فرمایا - دونون ہاتہہ سے بنایا اور اوسمین وہ روح ڈالی جو اپنی

طرف منسوب فرمائی۔ جب یہ ارادہ ظاہر کیا فرشتون نے آدم کے عیوب بیان کیے اونکی تسکین فرماکر اونکو حکم سجدہ دیا اس ارشاد سے امور ذیل ظاہر ہوتے ہین۔

بیان ضرورت خلق خلیفہ

اوّل یہ کہ خلیفہ بنانے کی ضرورت تھی ورنہ حکیم مطلق اس تدبیر کو اختیار نفرماتا کیونکہ عادت الٰہی نظر بتکمیل یون جاری ہوی ہے کہ دنیا مین جو کچھہ ہو اسباب کے ذریعہ سے ہوا کرے۔ اسباب بغیر ضرورت کے توڑے نہ جائین۔ ضرورت مذکور ہمارے فہم کے مطابق یہہ ہے کہ جہان اضداد ہون اور اضداد ایک دوسرے کو ضد ہونے کی وجہہ سے معدوم کرین۔ اور بجاے خود و بحال خود رکھنا بھی اونکا ضرور ہو۔ تو اونکے اندر ایک منتظم ہونا چاہیے کہ قبل از وقت ایک ضد دوسری ضد کو معدوم نہ کردے۔ جب معدوم کرنیکا قصد کرے اوسے روکے ضررون سے بچا لے اور بدلا دیکر ضرر کو روک دے۔ یہہ کام حاکم قوی کا ہے جسے سزا کا اختیار ہو۔ اور وہ بغیر پوری قدرت کے وجود مین نہین آسکتا۔

خلیفہ کیسا ہونا چاہیے۔

دوسرے۔ یہہ کہ خلیفہ ایسا ہونا چاہیے کہ جسپر اسکا خلیفہ ہونا صادق آسکے۔ جب وہ بشر ہو تو باوجود بشریت اوسمین وہ قوتین موجود ہون جسکے سبب سے اوسپر اطلاق اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کا ہوسکے۔ اور جب وہ حاکم تمام زمین کا اور کل کا حاکم بطور خلیفۃ اللہ کے ہو۔ یعنی نہ حاکم فقط انسان کا۔ تو اوسکی حکومت تمام زمین اور زمین کی سب چیزون پر ہو جسمین عناصر اربعہ داخل ہین۔ ہوا اوسکے تابع ہو۔ پانی اوسکا تابع ہو۔ جو جو چیزین ارضیات مین داخل کہتی ہین اوسکی محکوم ہون۔

جو جو منتظم ارض ہین اوسکے تابعدار ہون - جنات اوسکے مطیع ہون - چرند پرند حیوانات ونباتات اوسکا حکم مانین - چنانچہ یہہ قوت وحکومت ہر نبی کو حاصل تہی - ظہور اوسکا حضرت سلیمانؑ مین تہا لیکن معجزات دلیل وجود قوت کی ہر نبی مین ہین ورنہ معجزہ شق قمر وغرق فرعون وفتح احزاب نہوتے - گو حکم الہی اوسمین شامل ہو -

بنی آدم پر بہی اوسے خلیفہ ہونا چاہیے -

تیسرے - اللہ تعالی نے جب یہ قصد ظاہر فرمایا فرشتون نے آدمی کے عیوب بیان کیے اللہ تعالی نے یہہ نہین فرمایا کہ آدمی ایسے نہونگے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقصود ایک شخص کا پیدا کرنا نہ تہا بلکہ نوع بشر کا جنمین سے خلیفہ بہی ہون اور باعتبار نوعیت ہر شخص مین قابلیت حکومت کی ہو چنانچہ ہم دیکہتے ہین کہ کوئی فرد بشر اس مادہ سے خالی نہین - ہر آدمی اپنے گہر کا بادشاہ ہوتا ہے اور ہر ایک مین کچہہ نہ کچہہ حکومت کا مادہ موجود ہے تاہم اوسمین ایسے بہی ہون کہ قتل وخونریزی کرین - اس سے یہہ بہی لازم آتا ہے کہ جہان ارض کی حکومت مطلق کے لیے نوع بشر کا پیدا کرنا مقصود تہا اپنے بنی نوع پر بہی اوسے حاکم بنانا مقصود تہا خصوصًا اوس حالت مین کہ اسباب زندگی نوع بشر کے زمین سے مہیا کیے جائین -

خلیفہ ہمیشہ موجود ہونا چاہیے -

چوتہے - جب وجود خلیفۃ اللہ فی الارض کا ضروری ہو تو لازم آتا ہے کہ ایسا خلیفہ ہر وقت زمین مین موجود ہو - ورنہ جب نہوگا وہ امور جو اس ضرورت کے پورا کرنے سے واقع ہوے ہین سب درہم وبرہم ہو جائینگے - ان چارون امر سے

امور ذیل منتج ہوتے ہین۔

وجہ سجدہ ملائکہ۔ اول۔ یہہ کہ خداوند عالم نے فرشتون سے جو حضرت آدم کو سجدہ کرایا اوسکی وجہ یہہ تہی کہ مطابق ارشادات الٰہی کے فرشتے مدبر ارضیات و فلکیات کے ہین۔ مثلاً آفتاب زمین پر نور پیدا کرتا ہے جس سے آنکہہ کام دیتی ہے۔ اور اور بہت سے منافع پیدا کرتا ہے اوسکے مدبر فرشتے ہین۔ اور اسیطرح اور ستارے۔ تو لازم ہے کہ مدبران ارض و فلک اسکے محکوم بنائے جائین۔ اول طاعت سجدۂ تعظیمی ہے۔ اور اسلیے حکم سجدہ لازم اور نہایت ضروری تہا۔

انسان کا بہترین مخلوقات ہونا دوسرے۔ یہ کہ انسان اشرف المخلوقات اسلیے ہے کہ (۱) غرض اصلی اوسکے بنانے کی خلیفۃ اللہ ہونا ہے (۲) اوسمین وہ روح ہے جو اللہ تعالی کی طرف منسوب ہے اور اللہ تعالی نے اوسکا جسم دونون ہاتہہ سے بنایا ہے یعنی نہایت عمدہ۔

انسان کا صرف روح و جسم سے مرکب ہونا۔ تیسرے یہہ کہ ارشاد الٰہی کے مطابق انسان مین روح اور جسم ہے۔ روح بحیثیت انسان اور روح بحیثیت حیوان اور عقل و نفس جدا چیزین نہین ہین۔ جسم مین روح داخل ہو کر بذریعہ جسم منتفع یا متضرر ہوتی ہے۔ اور افعال روح و جسم مین ایک خاص تعلق ہے۔

خلیفۃ الارض اسوقت کون ہے چوتہے یہہ کہ جب خلیفۃ اللہ فی الارض ہمیشہ موجود ہونا چاہیے اسوقت بہی موجود ہے۔ شیعہ حضرت امام مہدی کو خلیفۃ اللہ فی الارض

جانتے ہین۔ اہلسنت مین سے بیشتر حضرات قائل ہین کہ اقطاب اور ابدال کے ہاتھ مین وہ حکومت ہے جو خلیفۃ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے مجھے اسبات کا یقین ہے کہ جس دن زمین مین اللہ کا خلیفہ نہوگا زمین اور اوسکی مخلوق باقی نہ رہیگی۔ ضرور نہین ہے کہ وہ اپنا اقتدار ظاہری ہمیشہ پورا عمل مین لاوے ورنہ دنیا امتحان گاہ نہ رہیگی پس وہ مطابق مصالح کے اپنا کام کرتا رہیگا۔ نیز ضرور نہین ہے کہ خلیفۃ اللہ نئے احکام جاری کرے ممکن ہے کہ وہ کسی نبی کے احکام جاری کرے مگر خلیفۃ اللہ ہو۔ جداوسکی یہہ بھی ہے کہ احکام مصالح پر بدلتے ہین۔ چنانچہ منقول ہے کہ جناب رسول خدا درباب نکاح کے تاکید فرماتے تھے اوسی اثنا مین ارشاد فرمایا کہ ایک وہ زمانہ آئیگا کہ نکاح نہ کرنے کی تاکید کیجائیگی۔ لوگون نے پوچھا وہ کب ہوگا ارشاد ہوا کہ جب عورتون کے احکام کی تعمیل باعث ضرر فی الدین ہو۔ پس ایسی صورتون مین احکام ایک ہی نبی کے جاری کرنیکے لیے بھی خلیفۃ اللہ کا ہونا ضرور ہوتا ہے ورنہ یہہ فیصلہ کرنا کہ وہ ضرورت آج ہے یا نہین ہمارا آپ کا کام نہین نہ اوس فیصلہ پر اطمینان ہوسکتا ہے کہ ضرورت بدل جانے سے آج حکم بدل گیا۔

نکتہ سوم۔ فرشتون کے اعتراض اور جواب کی شرح

نکتہ (۳) اللہ تعالی نے جب اپنے ارادہ کو فرشتون پر ظاہر فرمایا تو اونہون نے کہا کہ تو ایسے کو پیدا فرمائیگا جو زمین مین خونریزی اور فساد کرے۔ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہین۔ اونکا جواب دیکر حکم سجدہ دیا۔ اسمین امر ذیل قابل توجہ و التفات ہین۔

فرشتون کو عیب بنی نوع بشر کے کیسے معلوم ہوے۔

اول یہہ کہ فرشتون کو یہہ امر کیسے معلوم ہوا کہ انسان خونریزی اور فساد کریگا۔ وجہ اسکی تخمیر و کیفیت بعد تخمیر سے ظاہر ہے یعنی یہہ کہ اللہ تعالی نے طینت حضرت آدم کو تخمیر فرمایا۔ تخمیر مین طین (یعنی مٹی) کے پانی کا شمول اور ہوا کا شمول ضرور ہے۔ کیونکہ پانی کے بغیر تخمیر نہین ہوسکتی۔ اور پانی کے شمول کے بعد ہوا مادہ تخمیر کو پیدا کیا کرتی ہے۔ بعد تخمیر پھر اوسکو سکھلایا کہ وہ کھنکھن بولنے لگا۔ یہہ ازدیاد و شمول حرارت و نار ہے۔ پس یہہ بیان ترکیب ظاہر کرتا ہے کہ انسان کی خلق اضداد خاک و آب و ہوا و آتش سے ہوی۔ اضداد کا خاصہ یہہ ہے کہ ہر ضد اپنی ضد کو معدوم کرے معدوم کرنے کی کوشش نتیج فساد ہے اور خود انعدام نتیجہ خونریزی پس یہہ امر فرشتون نے تخمیر سے سمجھا تھا۔

فرشتون کا دعوی اور اوسکا فیصلہ

دوم یہہ کہ فرشتون نے جو عیب انسان کا پیش کیا حق تعالی پر بھی اعتراض تھا۔ اوسکے ساتھہ اونھون نے اپنی خوبی بیان کی تھی کہ ہم تحمید و تقدیس کرتے ہین۔ یہہ اپنے دعوی کا پیش کرنا تھا۔ ہمیشہ دعوی مین وجہ ترجیح بیان کیجاتی ہے اور اعتراض مدعی علیہ پر شامل ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات مین مؤدبانہ اعتراض حاکم پر بھی جو معیوب نہین۔ لیکن دوسرے کو برا کہنا باوجود اسکے کہ اپنے دعوی کے پیش کرنیکا وقت ہو اعلی درجہ کے آدمیون کی شان کے خلاف ہوتا ہے۔ تاہم یہانتک مضائقہ نہین لیکن فرشتون کے دل مین کچھہ اور بھی تھا۔ کیونکہ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ جو ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے تھے۔ اعتراض اور اپنا دعوی چھپایا نہین تھا۔ پس وہ کیا ہوسکتا ہے؟

اوس مین اولاً یہہ امر قابل توجہ ہے کہ وہ امر قابل چھپانے کے ہونا چاہیے
ثانیاً چھپانے والے فرشتے ہین اس لیے وہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے
دل مین اپنے مرتبہ کو اتنا بلند سمجھتے ہون کہ اوس سے زیادہ رتبہ اون
کے خیال مین نہ ہو لیکن حق تعالیٰ کو قادر جان کر اوسے ظاہر نہ کر سکتے
ہون - یہہ قابل علاج تھا - ان تینون (یعنی اعتراض اور دعویٰ اور
خیال مخفی) کا جواب اللہ تعالےٰ نے جو کچھہ دیا بیان اوس کا یون فرمایا ہے -
کہ جب پیدا کیا اور اون کی شکل بنائی اور اوسمین اپنی طرف سے روح پھونک
دی آدم کو سب کے نام بتایے پھر اون کو فرشتون کے روبرو پیش کر کے
فرمایا - کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو ہمکو اون کے نام بتاؤ - بولے
کہ تو پاک ذات ہے جو تو نے ہمکو بتایا ہے اس کے سوا ہم کو کچھہ معلوم
نہین - تو ہے جاننے والا مصلحت کا - جب آدم نے اون کو نام بتا دیے
تو خدا نے فرشتون کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا - کیون ؟ ہم نے تمسے
نہین کہا تھا کہ زمینون اور آسمانون کے مخفیات تم کو معلوم نہین -
اس مین **جواب** اعتراض یہہ ہے کہ آدمی مین وہ روح ہے
جو منسوب الی اللہ ہے فرشتون مین نہین - اور تردید دعویٰ مع دوسرے
جواب اعتراض کے یہہ ہے کہ مقصود اصلی ایسے برگزیدہ
انسانون کا پیدا فرمانا ہے جو بہ نسبت فرشتون کے ہر اعتبار

سے بہتر ہونگے اور اونپر اعتراض کرنا یا ترجیح ڈہونڈہنا نہایت غلط ہوگا۔ دلیل اسکی
یہہ ہے کہ فرمایا ہے جنکے نام تعلیم فرمایے تہے وہ زمینون اور آسمانون کی مخفیات تہے
اگرچہ وہ چیزین یعنی غیر ذوی العقول ہون تو ظاہر ہے کہ صرف نام جاننا کوئی بڑے فایدہ کی
چیز نہین ماہیت بتلا دینے کے بعد نام بتلا دینے کا ذکر نہین۔ اگر ہر چیز کی ماہیت
بتلادی تی گندم کے درخت کی بہی بتلادی ہوتی۔ اس صورت مین شیطان نہ کہہ سکتا کہ مین
آپ کو درخت خلد بتلاؤن۔ اس سے لازم آتا ہے کہ مراد مخفیات سے ایسے نشان
تہے جنکا نام لے دینا کافی تہا۔ اونکے حالت نور وغیرہ اونکی خوبی کی ایسی دلیل روشن
تہی جسکے ساتہہ کسی اور دلیل کے انضمام کی ضرورت نہ تہی۔ نہ وہ فساد کر سکتے تہے
نہ خونریزی۔ بڑی دلیل اسکی یہہ ہے کہ اعتراض نوع بشر پر تہا اور مطابقت سوال کے جواب
کے ساتہہ ضرور ہے۔ (یہہ ضرورت بدیہی ہے) **انتباہ**۔ جن لوگون نے عَلَّمَ
اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کا ترجمہ کرنے مین کلہا کی ضمیر کا ترجمہ یا اضافہ لفظ چیز کیا ہے صحیح
نہین ہے۔ ضمیر کا ترجمہ ضمیر کرنا کافی تہا۔ اسیطرح جن لوگون نے کہا ہے کہ پہاڑ اور
زمین کی چیزون کے نام بتلایے اور دکہلایے وہ بہی خوب صحیح نہین ہوتا۔ کیونکہ نہ تو
مخفیات تہین نہ اونکے پیش کرنیکی ضرورت تہی وہ تو سامنے تہین۔ نہ اوس سے
تطبیق سوال کے جواب سے ہوتی تہی۔ اگر وہ بہی کثرت علم کے اثبات مین دکہلائی جائین
چندان خلاف مقصود نہین ہے مگر لازم ہے کہ اونمین اعلی درجہ کے انسان بہی شامل ہون
جواب خیال مخفی کا یہہ سب امور ہین لیکن نازک جواب اسبات سے نکلتا ہے کہ یہہ

انکار نہین فرمایا کہ بعض انسان ایسے نہونگے جیسے تم کہتے ہو لیکن ہماری یہہ قدرت ہے کہ ایسون مین ایسے ہونگے جو تمسے بہتر ہون - ان سب کا علاج سجدہ تہا -

سجدہ کی دوسری ضرورت

سوم - ضرورت سجدہ اب صاف روشن ہوگئی - جسکو سعدی کا شعر خوب بتلاتا ہے ؎

ہر کہ گردن بدعوی افرازد	خویشتن را بگردن اندازد

یعنی جو طمع حصول حکومت ارض مین فرشتون سے وہ افعال سرزد ہوے تہے جو انکی شان کے خلاف تہے اوسکی پاداش یہی تہی کہ سزا پاکرین - اور یہہ علاج ہے -

فرشتون کے اس ذکر سے مخاطب کرنے کے وجوہ -

چہارم - یہہ ارشاد فرشتون سے - صلاح پوچہنا نہ تہا جسکی اللہ تعالی کو ضرورت نہین ہے - جب یہہ نہوا اصلی وجہ سوچنی چاہیے کہ فرشتون کو اس ذکر کے لیے اور سجدہ کے واسطے کیون مخصوص فرمایا تہا ؟ اسکے وجوہ تین معلوم ہوتے ہین (۱) یہہ کہ فرشتون کو محکوم خلیفۃ اللہ فی الارض کا بنانا تہا - جیسا بیان ہوا - سجدہ کرانا بڑا مطیع بناتا ہے (۲) یہہ کہ ترفع سے بوی تکبر آتی ہے تکبر وہ چیز ہے جسکو مخلوق کے لیے حق تعالی اسخت ناپسند فرماتا ہے - اور وہ متکبر کے لیے سخت مضر بہی ہے یہانتک کہ ترفع بہی - اوسکا دور کرنا ہادی کیلیے نہایت ضرور ہوتا ہے - (۳) یہہ کہ تعلیم اسمای تکمیل قصد نصب بخلافت تہی - اور جب حکم سجدہ دیا وہ منصوب بخلافت کردینا تہا -

وجہ ترجیح انسان کی فرشتون پر

پنجم - یاد رہے کہ وجہ ترجیح انسان کی امتزاج اربع عناصر کے ساتہہ روح کا وجود ہے اور وہی ترکیب قابلیت حکومت ارض کی پیدا کرتا ہے - جو فرشتون

مین نہین۔ اسی لیے وہ حاکم ارض نہین بنایے گیے۔

مصلحت فرشتون کے خلیفہ نہونے کی۔

ششم تفصیل اسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ فرشتون نے اقرار کیا کہ تو ہے جاننے والا مصلحت کا۔ میرے نزدیک وہ مصلحت یہہ ہے کہ زمین کا حاکم زمین مین سے ہونا چاہیے۔ تاکہ وہ اوسمین بارام بسر کرسکے۔ اگر فلکیات کے ساکن کو زمین مین اوتار کر سکونت زمین کا حکم ہوتا چونکہ خلاف طبیعت وخلقت ہوتا وہ اوسکے لیے عذاب سخت تہا۔ اور بے وجہ اللہ تعالی ایسا نہین کرسکتا جو ستم حاکم ارض کے حاکم ارض ہونے مین ہوسکتا تہا وہ یہہ تہا کہ قاعدہ یون جاری ہوا ہے کہ کوئی جزو اپنے کل پر غالب نہین آسکتا۔ پس کوئی شخص مخلوق بہ ارض بہی حاکم کل زمین کا نہین ہوسکتا۔ یہہ ستم اسطرح رفع کیا گیا کہ اوسمین وہ روح ڈالدی جو اپنی طرف منسوب ہوا اور اوسکو وہ علم دیا جو فرشتون سے زیادہ ہو فضل اور ترجیح علم کی ظاہر ہے۔

روح منسوب الی اللہ مخصوص حضرت عیسی نہین ہے۔

ہفتم یہہ ہے کہ جو روح اللہ کی طرف جو حی وقیوم ہے منسوب ہو ظاہر ہے کہ اوسمین بقا زیادہ ہوگا۔ یہہ عطا حضرت عیسی کے ساتہہ مخصوص نہین ہے۔

نکتہ چہارم ذکر اوس وجہ کا جو اللہ تعالی نے شیطان کے سجدہ نہ کرنے کی بیان فرمائی ہے۔

نکتہ (۴) اس ارشاد سے کہ "شیطان نے سجدہ نہ کیا چونکہ وہ قسم جنات مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا اور جنات آگ سے پیدا ہوے ہین" ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان جنات مین سے ہے۔ فرشتہ یا ہمزاد نہین ہے۔ اور وجہ سجدہ نہ کرنے کی خود خداوند

عالم نے بتلائی ہے اور گویا خود اس سوال کا جواب دیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے جب جانتا تھا
کہ شیطان سے اتنی بدی واقع ہوگی کیون پیدا فرمایا۔ اور جب جانتا تھا کہ وہ اطاعت
نہ کریگا حکم سجدہ کیون دیا" وہ وجہ اور جواب یہہ ہے کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا تھا اسلیے
اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بھاگا شرح اس جواب کی یہہ ہے کہ اولاً یہہ غور کرنا چاہیے
کہ مخلوق الٰہی مختلف عناصر سے بنی ہے اور ہر ایک مین سے وہ خواص جو اصل عنصر مین ہین
زائل نہین کیے گیے۔ آگ کا خاصہ یہہ ہے کہ جب ادنیٰ سبب ہوتا ہے بھڑک اوٹھتی ہے
یہہ خاصہ بھی اوس سے دور نہین کیا گیا تھا۔ کیونکہ جب دور کیا جاتا تو اوس عنصر سے اوسے
پیدا کیون کیا جاتا۔ لیکن جیسا تمام مخلوق مین دیکھا جاتا ہے کہ مخلوق بہ عنصر مین ایک دوسری
بات پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح شیطان مین یہ دوسری بات پیدا کی گئی تھی کہ وہ اس عام خاصہ
کو یعنی بھڑک اوٹھنے کو روک بھی سکے۔ چنانچہ روکنے کی قوت کا وجود اسبات سے ظاہر
ہے کہ اوس سے مدت تک عبادت کرائی گئی تھی۔ ورنہ بھڑک اوٹھنا خلاف اطاعت ہے
اگر یہہ قوت روکنے کی نہوتی وہ کبھی اطاعت نہ کرتا۔ اس سے یہہ بھی ظاہر ہے کہ جہان اوسے
اپنے مادہ کے روکنے کی قوت دی تھی اوسکی مشق بھی کرادی تھی۔ پس جب بھڑک اوٹھنے کا مادہ
بعد روکنے کی قوت اور اوس قوت کی مشق کے بھی بھڑک اوٹھے تو صاف معنی یہہ ہین کہ
شیطان نے اوسے نہین روکا۔ یہہ قصور پیدایش کا اور اسلیے کوئی الزام اللہ تعالیٰ پر نہین ہے
علے الخصوص اوسوقت جبکہ اشتعال مذکور بڑا کارآمد ہو جسکا نتیجہ نظم عالم ہے۔ **ثانیاً** غور کرنا
چاہیے کہ حکم سجدہ اوسکے لیے ضروری تھا یا نہین۔ چونکہ حاکم فی الارض حاکم جنات کا بھی عناصر

ہے اور شیطان فرشتون کے ساتھہ تہا اغلب ہے کہ حاکم جنات ہو۔ پس جتنا فرشتون کے لیئے حکم سجدہ ضروری تہا جسکی وجہ بہی بیان کیگئی شیطان کے لیے اوس سے بہی زیادہ ضروری تہا۔ کیونکہ شیاطین مین مادہ عدم اطاعت زیادہ تہا اور اونکا ترفع تکبر مذموم تہا

نکتہ پنجم
وجہ مہلت دینے کی قیامت تک

نکتہ (۵) اس ارشاد سے کہ قیامت تک مجہے مہلت دے اور وہ دی گئی ایک دقت پیدا ہوتی ہے کہ جب خداوند عالم جانتا ہو کہ یہہ نافرمان ہے تو کیون مہلت دی۔ مگر وہ دقت تہوڑے سے غور کرنیسے حل ہو جاتی ہے (۱) یعنی ذریعہ اور ابتداءً وجود مین آنے نافرمانی کا (جو مورث شر ہے) شیطان تہا۔ چونکہ ہر چیز اضداد سے پہچانی جاتی ہے اگر یہ ہی نہو یا ختم ہو جائے تو نیکی اور خیر پہچانی نہ جاتی۔ جب نیکی کی شناخت مین تقابل شامل ہو تو حقیقت مین وجود شیطان اس حیثیت سے دلیل خیر ہے (۲) اوسکی صدہا سال کی عبادت کا بدلا کچہہ نہوتا۔ اللہ تعالیٰ بڑا بدلا دینے والا ہے وہ کیونکر ایک سوال ہی بعد اتنے دنون کی بندگی کے پورا نہ کرتا خصوصاً جب اوسمین ایسی مصلحت عظیم موجود ہو۔ (۳) اللہ تعالیٰ کفر کے سبب سے کسی کو مار نہین ڈالتا جب مار ڈالنا خلاف طریقہ مقررہ کے ہو اوسوقت یہہ سوال پورا نہ کرنا مستلزم عجز تہا کیونکہ اوس سے یہہ بہی نکلتا کہ اللہ تعالیٰ مین قدرت اوسکے جواب دینے کی نہین۔ یعنی تدبیر کا تدبیر سے۔ اب یہہ جواب دیا گیا کہ ہر برائی کارآمد ہے۔ (۴) دنیا نہوتی جنت ہی ہتی اور جو انعام الٰہی بذریعہ دنیا مین آنیکے حاصل ہوتے ہین یعنی خلافت ارض وغیرہ نہوتے۔ جسکی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

نکتہ ششم
شیطان کا پہلا کام اور وجوہ تحریک اکل گندم۔

نکتہ (۶) اس ارشاد سے کہ شیطان نے کہا کہ پھر اوبدا کر اونکے آگے سے آؤن اور اونکے پیچھے سے اور اونکی داہنی طرف سے اور اونکی بائین طرف سے اور جس طرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون۔ اور ان سب امور کے پورا کرنے کے لیے اوسنے گندم کہلانے کی تحریص کی تاکہ عورتین ظاہر ہو جائین۔ نکات ذیل سمجھ مین آتے ہین۔ اول درخت گندم کے کہانے کی تحریک سے جسکے کہاتے ہی عورتین ظاہر ہو گئین ظاہر ہے کہ یہہ خاصہ درخت گندم کا ہے۔ چنانچہ مثل مشہور ہے کہ گیہون کی روٹی کو فولاد کا پیٹ چاہیے دوسرے یہہ کہ شیطان نے جو کہا کہ آگے سے آؤن اور پیچھے سے یہہ دلیل اسکی ہے کہ سب سے بڑا دخل شیطان کو اون معاملات کی نسبت ہے جنمین عورتین کو دخل ہے اور آنکھین بھی آگے ہوتی ہین اور منہہ بھی جو بڑا راستہ ہے تیسرے یہہ جو کہا ہے کہ داہنے سے آؤن اور بائین سے ان دونون طرف آدمی کے کان ہوتے ہین۔ ع

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد		بسا کین دولت از گفتار خیزد	

چوتھے یہہ جو کہا ہے کہ اور جسطرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون۔ ظاہر ہے کہ داہنی طرف جگر اور بائین طرف طحال اور دونون طرف گردے ہین۔ غذا جب جزو بدن ہوتی ہے انبعاث کی قوت گردون سے پیدا ہوتی ہے اور جب معدہ سے ابخرات پیدا ہوتے ہین دلپر اثر ہوتا ہے۔ یہہ سب ذریعے دخل شیطان کے ہین۔ پانچوین قوت حیوانی مادہ خلق ہے جب وہ قوت مصرف صحیح مین کارآمد ہوتی ہے آدمی پیدا

ہوتا ہے اور وہی ذریعہ انبیا اور اوصیا سے اشخاص کے وجود مین آنیکا ہے اور
کسقدر ضرور ہے اور اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ اگر وہ قوت مصرف غیر صحیح مین ضائع کیجائے
مورث تمام فسادات کی ہے۔ چھٹے قوت حیوانی کا اصل مادہ حرارت ہے لیکن
حرارت صرف یہی کام نہین کرتی۔ اوس سے غصہ بھی بڑھتا ہے۔ غصہ کرنا بھی ایسا ہی
ہے۔ جب موقع پر آئے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ورنہ آدمی وقت ضرورت جان نہ بچا سکتا۔
اور نیز غیرت کا مادہ پیدا نہوتا۔ (چنانچہ ہیجڑون مین یہ مادہ سلب ہوجاتا ہے) جب
غصہ بے محل آئے اوسی سے تمام فسادات پیدا ہوجاتے ہین۔ ساتوین چونکہ انبعاث
قوت حیوانی کا بذریعہ حرارت کے ہے اور اوسی سے قوت غضب بڑھجاتی ہے اسلیے
شیطان نے اسی ایک کام کو کیا جس سے اوسکے سب مطلب حاصل ہوگئے۔ آٹھوین
ان سب امور سے یہ امر مثل آفتاب نصف النہار کے روشن ہے کہ اس مادہ کا دراصل پیدا
کرنا کسقدر ضروری تھا اور جب وہ اطاعت شیطان سے مصرف غیر صحیح مین ضائع ہو
اوسکی سزا کا مقرر کرنا کسقدر ضروری تھا جسکا بیان الفاظ مختصر مین یہ فرمایا ہے۔ بنی
آدم مین جو تیری پیروی کریگا ہم بلاشبہہ تجھہ سے اور اونسے جہنم کو بھر دینگے۔ اور یہ امر بھی ایسا
ہی روشن ہے کہ جناب اقدس الٰہی نے اس سبب سے کہ یہہ قوت باوجود ایسے عمدہ ہونے
کے وناری سے خالی نہین کیونکہ محض حیوانی قوت ہے۔ اشرف المخلوق کی قوت متعلق
شرافت کے نہین ہے۔ اسکو ایسی طرح پیدا کیا کہ اتنی بھی نسبت خلق شر کی اوسکی ذات مقدس
کی طرف نہین ہوسکتی۔ اگر اس مقام پر توجہ فرمائیگا بجائے اسکے کہ شبہات الزام پیدا ہون عجیب

وغریب صنعت ظاہر ہوگی اور لازم ہوگا کہ سجدۂ شکر بجا لاسیے۔

نکتہ ہفتم
شیطان کا دوسرا کلام اور عموماً اوسکا اضلال۔

نکتہ (۷) شیطان نے جو کہا ہے کہ سیدھے استہ پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی اور جس طرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون مگر تیرے خاص بندہ کہ وہ بہکانے مین آنیوالے نہین ہین۔ نہ اونپر زور ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہہ بہکانا ہر فرد بشر کے لیے عام ہے خاص بندون مین اور عام بندون مین اثر کا فرق ہوتا ہے۔ عموم بہکانے مین آجاتے ہین اور اسطرح آتے ہین کہ اونپر شیطان غالب ہوجاتا ہے۔ خواص مغلوب شیطان نہین ہوتے۔ چاہے بہولے سے دہوکہ مین آجائین یا نہ آجائین۔ عموم اس کوشش کا اور مدد الٰہی کا ذکر آیۂ ذیل مین صاف ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

اور ہمنے تمسے پہلے کوئی ایسا رسول نہین بہیجا اور نہ کوئی ایسا نبی کہ اوسکو یہ معاملہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اونہون نے تمنا کی شیطان نے اونکی تمنا مین ڈالا یعنی وسوسہ یا فتور پہر خدا نے اوس چیز کو جو شیطان نے ڈالی تہی دور کرکے اپنی آیتون کو مضبوط کردیا اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ جب اس ارشاد کو ارشاد پارہ ۱۶ سے یعنی شیطان کو اللہ تعالیٰ نے کفار پر چہوڑ رکہا ہے کہ اونکو اسکائے رہتا ہے" ملایے تو صاف معلوم ہوگا کہ شیطان کے وجود مین یہہ حکمت ہے کہ شیطان کی کوشش اچہون کے زیادہ مضبوط یعنی عمدہ کردینے کا سبب ہوتی ہے۔ وہی کوشش بُرون کے لیے دنیا مین زیادہ مہلک

کرکے اونکو بحیثیت دین خراب کر دینے کا سبب ہوتی ہے مگر بحیثیت دنیا ایسے منافع پیدا ہوتے ہین جو نہایت بزرگ ہین۔

نکتہ ہشتم
حضرت آدم اکل گندم سے عدادبندگان خاص سے نہین نکلے۔

نکتہ (۸) اللہ تعالی نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ جو ہمارے خاص بندے ہین اونپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین ہے حضرت آدمؑ بسبب کہانے گندم کے خاص بندون کی شمار سے (دو وا یا چند روزہ) نکل گیے یا نہین اسمین امور ذیل قابل التفات و توجہ ہین۔ (۱) وجہ ممانعت کیا تھی (۲) کیونکر حضرت صفی اللہ نے گندم کہایا۔ (۳) اونکے فعل کو اللہ تعالی نے کن الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ (۴) اونکی سزا اور شیطان کی سزا مین کیا فرق ہے اور وہ حقیقت مین سزا ہے یا نہین (۵) وجہ توبہ کیا تھی۔

وجہ ممانعت۔

امر اول کی نسبت کئی امر قابل غور ہین۔ (۱) اول یہہ کہ حق تعالی نے فرمایا ہے۔ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ ۝ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ان سب کے معنی یہہ ہین کہ وجہ ممانعت یہہ تھی کہ اگر گندم کہالوگے جنت سے لازماً نکل جانا پڑیگا اور اون راحتون سے جو جنت مین ہین محروم ہوگے۔ اور اپنے ہاتھون اپنے آپ کو اور مصیبت مین ڈالوگے۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ جب حضرت آدم کو اللہ تعالی نے خلیفہ زمین بنایا تھا زمین مین جانا اونکا لازم تھا تو کیون اونکو منع کیا اور کیون گندم کے

نہ کہانے کا عہد لیا۔ دونون امور کے ملانے کے بعد وجہ اسکی سوائے اسکے اور کچھہ نہین ہوسکتی کہ کمال شفقت وعنایت ظاہر ہو اور ذات اقدس الٰہی ہر خیالی الزام یا شکایت سے بری رہے۔ یاد رہے کہ نوع بشر نے امانت کا بوجھہ اوٹھانا خود قبول کیا تھا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

ترجمہ۔ ہمنے دکھلائی امانت آسمانون کو اور زمین کو اور پہاڑون کو پھر سبنے قبول نہ کیا اوس کو اوٹھاوین اور اوس سے ڈر گیے مگر اوٹھا لیا اوسکو انسان نے۔ وہ ہے بڑا بے ترس نادان۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان خلیفۃ اللہ اس بار امانت اوٹھا لینے کے سبب سے بنا تھا اور مشیت الٰہی اوسکے زمین پر جانے کی اسلیے مقتضی ہوی تھی کہ خود اوسنے زمین پر جانا چاہا تھا لیکن امتحان مین پڑنا نوعی مضرت سے خالی نہین ہوتا اسلیے جتنے طریقے زمین پر جانے کے تھے اون سب کی نسبت بار بار تاکید کے ساتھہ ممانعت کیگئی تھی کہ اگرچہ رتبے بڑے ہین تکلیف بھی بڑی ہے۔ اس ممانعت کی کمال شفقت ہونے کی مثال ایسی ہے کہ جب کسی کا بیٹا ہمت سے زیادہ کام کرنا چاہے تو قصد کے وقت باپ کا دل دکھہ جاے اور اوسپر ملامت اور ممانعت کرے اور جب وہ کر گذرے تو بڑی جزا دے۔ اسی لیے جب آدمی نے بار امانت اوٹھا لینا قبول کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہے بڑا بے ترس نادان۔ چنانچہ اگر کوئی آدمی شیر کا مقابلہ کرے جسوقت لڑنے جاے ضرور وہ نڈر اور نادان ہے لیکن اگر شیر کو مار لے ظاہر ہوگا کہ وہ اعلیٰ درجہ کا

آدمی ہے۔ اس امتحان سخت مین پڑنا جسمین آدمی پڑا شیر کے مقابلہ سے کم نہین (۲)
ممانعت یہہ تھی کہ اس درخت کے پاس مت پھٹکنا ایسا کروگے تو تم اپنا نقصان کرلوگے۔
ایسا نہو کہ ابلیس تم دونون کو جنت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت آجائے اور بہشت
مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ نہ تم بھوکے رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو نہ پیاسے نہ آفتاب
کی گرمی اوٹھاتے ہو۔ اس ممانعت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ وجہ ممانعت امتحانگاہ
مین جانا اور نفع حال کا مفقود ہو جانا تھا (اگرچہ اوسمین بڑے منافع آیندہ کے خطرہ کے
ساتھہ موجود ہون) اسلیے وہ صرف اوسی قسم کی صلاح نیک بتلاتا ہے جسکی مثال ابھی دی
گئی۔ دوسری مثال اوسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالی مستحقین بہشت کی نسبت فرماتا ہے۔
وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ یعنی اور جو بیہودہ مشغلون کے پاس سے ہوکر گذرین
تو کریمانہ گزر جائین۔ اگر کوئی اسطرح نہ گذرے گنہگار نہین۔ ممانعت اسلیے ہے کہ اسطرح
نہ گذرنا موت آفات ہوگا کیونکہ ایسی صورتون مین احتمال غلطی کا بیشتر ہے اور جب غلطی ہوگی
اوسکی پاداش ہوگی۔ نہ گذرنے کی کوئی پاداش نہین۔ یہہ امر ضرور ہے کہ ہر حکم الہی نفع انسانی
مین محدود ہے لیکن منافع کے اقسام پر لحاظ کرنیکے بعد اقسام احکام مین ہمیشہ فرق ہوا کرتا
ہے۔ جو افعال موت ایسے منافع کے ہین کہ مضرت اونمین نہین ہے۔ یا موت ایسے
مضرت کے ہین کہ مضرت زیادہ اور غالب ہے اونکی نسبت احکام اور طرح کے ہوجاتے
ہین۔ جو ایسے نہین ہوتے۔ صرف فضل و عدم فضل کا فرق ہوتا ہے دوسری طرح کے۔ چنانچہ
مصطلحات فقہا یہہ ہین۔ واجب اور فرض وہ ہے جسکا کرنا ثواب ہو۔ نکرنے مین عذاب ہو

مستحب اور سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب ہے ترک مین عذاب نہین۔ مکروہ وہ ہے جسکے نہ کرنے مین ثواب ہے کرنے مین عذاب نہین۔ حرام وہ ہے جسکے کرنے مین عذاب ہے ترک مین ثواب۔ یہہ طریقہ ممانعت خود دلیل اسبات کی ہے کہ گندم کہانا حرام نہین ہے۔ بلکہ مورث فقدانِ بعض راحت موجود کا ہے جسکو ثواب اور عذاب سے کچھہ تعلق نہین۔ کیونکہ ایسا مادہ جو باعث خلق ہو پیدا کرنا حرام نہین ہوسکتا۔ نہ وہ جنت مین حرام تہا نہ دنیا مین۔ جنت مین حرام نہونے کی دلیل یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم سے نظر بکمالِ شفقت تاکہ بہول نہ جائین گندم نہ کہانے کا عہد لیا تہا معاہدہ کی امور جائز مین ضرورت نہین ہوا کرتی۔ اوسمین صرف ممانعت کیجاتی ہے۔ اور مرتکب کو سزا دیجاتی ہے۔ معاہدہ جائز مین ہمیشہ ایک فعل جائز بدل دوسرے فعل جائز کا ہوتا ہے۔ یہہ امر ایسا ظاہر ہے کہ محتاجِ دلیل نہین۔ اگر عذاب و ثواب متعلق کیے جائین اور اصطلاح کی بنا پر دیکھا جایے تو اکل گندم مکروہ ہوگا نہ حرام۔

کیونکر حضرت آدم نے گندم کہایا۔

امر دوم کی نسبت اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ شیطان نے دونون میان بی بی کو بہکایا اور بہلایا اور قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ مین بلاشبہہ تمہارا خیر خواہ ہون۔ غرض دہوکہ سے اونکو درخت ممنوع کے کہانے کی طرف مائل کرلیا۔ اور وہ عہد کو بہول گیے اور ہمنے اونکے ارادہ مین استقلال نہ پایا۔ اس سے امور ذیل سمجہہ مین آتے ہین۔ (۱) کہ حضرت آدم نے جو گندم کہایا وہ سہو عہد تہا اور دہوکا۔ جو چیز سہو سے واقع ہو یا دہوکہ سے قابلِ پاداش نہین۔ ایک مثال اوسکی

یہہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح کرلے جب وہ جانتا نہو کہ یہہ میری ماں ہے اور
اور بعد قربت اوس سے اولاد پیدا ہو تو وہ شخص قابل بازپرس نہین ہے۔ اسلیے کہ مان
ہونا اوسکا بہولا ہوا تہا۔ دوسری مثال اوسکی یہہ ہے کہ اگر کوئی حاکم شیطان صفت
گواہون کے بیان جلفی پر اعتبار کرکے دہوکہ سے بیگناہ کو سزا دے مجرم نہین اسلیے
کہ وہ دہوکا تہا۔ باقی رہا یہ امر کہ ممانعت بہی بہول گیے تہے یا نہین۔ چونکہ ممانعت اور عہد
ساتہہ ساتہہ تہے لازم ہے کہ ممانعت و عہد دونون کو بہول گیے۔ یہہ اعتراض پیدا ہوتا ہے
کہ درخت ممنوع اونکو بتلا کر جتلا دیا گیا تہا اسلیے عام قیاس مقتضی اسکا ہے جب وہ اوسکو دیکہتے
ہونگے ممانعت یاد آجاتی ہوگی اور اوسکے ساتہہ ہی عہد بہی۔ جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ قیاس
وہی کرسکتا ہے جو حالات انسانی سے غفلت کرے۔ کیونکہ موت ایسی چیز ہے جسکا یقین
اسقدر ہے کہ کسی دوسری چیز کا ایسا یقین نہین ہے۔ یہان تک کہ نام اوسکا یقین ہوگیا
ہے۔ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ آدمی جب اپنے آپ یا دوسرے کو دیکہے موت یاد آجاتی
لیکن آدمی اوسکو ہر وقت بہولا رہتا ہے۔ اگر بہول مین نہ رہتا لازم ہے کہ کوئی کام دنیا کے
سامان کا نہ کرتا۔ پس یہہ کہنا کہ جب حضرت آدم درخت گندم دیکہتے ہونگے ممانعت یاد
آجاتی ہوگی اور عہد بہی انسانی سہو کے مقابلہ مین کوئی چیز نہین ہے۔ یہہ کہین ارشاد نہین
ہوا کہ جس دن شیطان نے دہوکا دیا اوسی دن گندم کہا لیا تہا۔ بلکہ خود سہو دلیل طول مدت
کی ہے۔ مذاق شرعی کے مطابق ایک نہایت چسپان مثال یہہ ہے کہ آدمی روزہ
رمضان المبارک کی نیت کرے جو ایک عہد ہے اور پہر بہولکر کہانا کہالے اور نیت

اوسوقت تک یاد نہ آئے جبتک سیر ہو اس سہو سے روزہ ساقط نہین ہوتا (۲) وہ
عزم جو اللہ تعالی نے نہین پایا وہ کیا ہو سکتا ہے؟ یا یہہ کہ جو ارادہ مستقل نسبت گندم کے
تہا اوسپر بقا نہوا۔ یا یہہ کہ عزم عام طور پر نہ پایا گیا۔ امر اول یعنی عدم استقلال نسبت ترک
گندم کے اس عزم مین مراد نہین ہو سکتا۔ اسلیے کہ اوسمین تو سہو شامل ہو گیا۔ جب سہو
مستوجب پاداش نہین کرتا اوسپر اطلاق عدم عزم کا بہی نہین ہو سکتا۔ پس متعین ہے کہ
مراد عموم عزم سے ہے۔ اب خاص جناب آدم صفی اللہ کے معاملہ مین دیکھنا چاہیے کہ عموم
عدم عزم کا نتیجہ کسی خاص فعل سے نکالا ہے یا تمام افعال سے؟ کوئی فعل اوسوقت سے
پہلے جب یہ معاملہ ہوا سوائے اسکے حضرت آدم نے نہین کیا تہا کہ اللہ تعالی نے جب بار
امانت اوٹہانے کو یعنی حکومت و اختیار کو جملہ مخلوق سے کہا تو یہہ بار نوع بشر نے قبول
کیا۔ حضرت آدم اونکی اصل تہے۔ پس یہی فعل ذریعہ اس نتیجہ کا ہو سکتا ہے اور وہ اسطرح
نکالا جا سکتا ہے۔ کہ جب حضرت آدم جنت کے آرام مین رہے تو اونہون نے چاہا
کہ اب زمین پر جسکے وہ خلیفہ ہوے تہے جاوین۔ اور اونہون نے یہہ چاہا کہ تکلیف
امتحان مین نہ پڑین (۳) انسان مین سہو کا مادہ ہے۔ یہہ مادہ خاصہ اوس طریقہ کا ہے
جو اللہ تعالی نے انسان کے پیدا فرمانے مین اختیار فرمایا یعنی خاک و آب و آتش
و ہوا مادہ خلق انسانی ہین۔ یہہ چارون چیزین اضداد ہین۔ جب ایک ضد کا عمل غالب
ہو جاے لازم ہے کہ دوسری ضد کے عمل کو یا زائل کرے یا کم کرے۔ قوت حافظہ
متعلق دماغ کے ہے۔ دماغ اوسوقت تک صحیح ہے جب تک چارون اخلاط مناسب

حالت مین ہین۔ جب حالت مناسبت مین نہونگی قوت حافظہ مین ضعف ہوگا وہی سہو ہے۔ ایک صورت یہہ ہے کہ یہہ قوت محدود ہے جب تمام قوت حافظہ دوسری چیزون مین مصروف کردیجاے اون چیزون مین جسمین صرف ہوے سہو نہوگا باقی مین سہو لازم آئیگا انسان مین سہو کا مادہ رکہنے کے مصالح بہت ہی عظیم ہین۔ (۱) اسکو یا سہو کہیے یا بہولا پن اگر نہوتا انسان انسان نہوتا خدا ہوتا۔ کیونکہ وہ روح اوسمین موجود ہے جو منسوب الی اللہ ہے۔ وہ اطاعت نکرتے۔ یہی مادہ اطاعت کرکے انسان کو بندہ بناتا ہے (۲) اگر آدمی کو کبہی غفلت نہوا کرتی تو وہ آرام نہ کرتا اگر آرام نہ کرتا مرجاتا۔ اسلیے کہ اضداد جب اپنا عمل کرنے مین مصروف ہون تو روک ایک دوسرے کو تہکا دینے والی ہوجاتی ہے۔ (۳) اگر غفلت یا سہو نہوتی آدمی کی مصروفیت دنیا مین نہوتی یا اور طرح کی ہوتی جو خلاف اس نظام کے تہا۔ دنیا کے تمام کامون اور اختلاف مراتب مین خلل پڑتا (۴) انسان ایسا سرکش ہوتا کہ بدی اوسکے روکنے سے باہر ہوجاتی اوسکا دینا مصلحت کے بالکل خلاف تہا۔ پس جب یہہ خاصہ لازمی ہوا اور ایسے مصالح سے بنایا گیا ہوا اوسکے بموجب اگر کسی شخص سے کوئی عمل ہوجاے ظاہر ہے کہ وہ معذور ہے۔

فعل اکل گندم کے متعلق الفاظ الٰہی کی شرح۔

امر سوم۔ کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ایسا کروگے تو اپنے اوپر ظلم کروگے۔ ایسا نہو کہ تم دونون کو شیطان نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت آجاے۔ اور فرمایا ہے کہ تو اپنے پردہ کی چیزین اوسپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے۔ پس آدم نے

اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ ہوگیے اصل الفاظ یہہ ہین - فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ - فَتَشْقٰى - عَصٰى - فَغَوٰى -

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ مین ظلم سے اپنے نفس کا ظلم مراد ہے جو نوعیت ممانعت سے ظاہر ہے یہہ لفظ قصہ حضرت آدم ہی مین استعمال نہین فرمایا بلکہ قصہ اول یعنی بار امانت اوٹھانے مین بھی استعمال فرمایا ہے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا - ظاہر ہے کہ انسان نے اوسوقت کوئی فعل جو دوسرے پر ظلم ہو نہ کیا تھا اور اگر وہ باعتبار طبیعت کے دوسرون پر ظالم ہوتا حق تعالیٰ بار امانت اوسکو دینے کے لیے پیش نہ کرتا چنانچہ فرمایا ہے اِنَّهٗ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ - یعنی ہماری خلافت ظالمون کو نہین ملتی - پس یہہ لفظ حضرت آدم کو شمار بندگانِ خاص سے نہین نکالتا -

فَتَشْقٰى کے مادہ کا لفظ قصہ قبول دعای حضرت زکریا مین بھی ہے وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا - اسلیے جو ترجمہ ہے بہت صحیح ہے کہ بے بہرہ ہوگیے اور بے نصیب - یعنی اون فوائد اور مزون سے جو جنت مین تھے محروم ہوگیے - یہہ بھی خلاف بندہ خاص ہونیکے نہین ہے - عصے کا ترجمہ نافرمانی ہے - اسکے معنی گناہ مستوجب سزا کے بھی ہین اور اوس نافرمانی کے بھی جو مستوجب عقاب نکرے - اب یہہ غور کرنا چاہیے کہ جب گناہ بسبب سہو کے ہو جسمین گناہگار ماخوذ نہین ہوتا تو ان سب الفاظ کا اطلاق متعلق گناہ مستلزم عقاب کے ہوگا یا صرف اوس گناہ کے جو خلاف مصلحت ہونیکی وجہ سے موجب تکلیف ہو اور عقاب نہو؟ نوعیت فعل خود دلیل اسبات کی ہے

کہ معنی اول کے سوا دوسرے معنی مراد نہین ہو سکتے - لیکن ساتھہ ہی اوسکے یہہ امر
ہے کہ آخر پھر بھی کیون ایسے الفاظ استعمال ہوے ظاہر وجوہ اوسکے یہہ ہین کہ مرتکب
اس فعل کے حضرت آدم صفی اللہ تھے اور بڑے رتبہ کے تھے یعنی خلیفۃ اللہ فی الارض عالم
باکمال ایسے بزرگ کا وہ فعل جو خلاف بتلائی ہوئی مصلحت کے ہو اوسکی شان سے بہت
بعید ہے - یہہ امر کہ بڑے مرتبہ کی یہ بات تھی خود ارشاد الٰہی سے ثابت ہے اسلیے کہ
حق تعالی فرماتا ہے فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ تفسیر جلالین مین تفسیر اسکی یہ لکھی ہے کہ بسبب
اوس غرور کے جو شیطان کو تھا اوسنے حضرت آدم کو اوس منزلت سے گھٹا دیا جو اونکو
اوسوقت حاصل تھی یعنی پہلے اس سے سہواً بھی کوئی ایسا فعل نہوا تھا پس یہہ بھی خاص
بندون کے شمار سے نکل جانا نہین ہے اسلیے کہ اسمین شک نہین ہو سکتا کہ مراتب
بزرگ جنکو ملتے ہین اونکے مشکلات بڑھ جاتی ہین ع جنکے رتبہ ہین سوا اونکو سوا مشکل ہے -
چنانچہ دیکھیے کہ دنیا مین کیا ہو رہا ہے اگر ایک اخبار مین کسی بڑے افسر کی نسبت ایک خبر
مشہور ہو جاتی ہے کہ اوسنے کوئی فعل خلاف شان کیا اوسکو واجب ہوتا ہے کہ اپنے آپکو
صاف کرے - اگر صاف نہین کر سکتا اوس مرتبہ سے گرا دیا جاتا ہے - یہانتک یہہ امر
زور سے جاری ہے کہ بڑے آدمی جب کوئی ذراسی ذلت مین مبتلا ہو جاتے ہین جو اورون
کیلیے کچھہ نہین ہوتی - مثلاً پارلیمنٹ مین کسی کی بات مسترد ہو جاے تو وہ فوراً پارلیمنٹ مین
نشست چھوڑ دیتا ہے اور عہدے سے مع اپنے متعلقون کے علیحدہ ہو جاتا ہے
جو اونسے کم رتبہ کے افسر ہوتے ہین - یہانتک کہ نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر جب اونکی

رپورٹین نامنظور ہوتی ہین وہ چپکے بیٹھے رہتے ہین اونکو برداشت کرتے ہین یہی حال دین کے
اصحاب مراتب بزرگ کا ہے چنانچہ حضرت یوسفؑ کے قصہ مین ارشاد ہوا ہے کہ جس
شخص کی نسبت حضرت یوسف نے سمجھا تھا کہ اسکے سبب مخلصی ہوجائیگی اوس سے
کہا کہ اپنے آقا کے پاس میرا بھی تذکرہ کرنا کہ مین بلحق قید ہون تو شیطان نے اوسکو اپنے
آقا سے اسکا تذکرہ بھلا دیا تو یوسف کئی برس قیدخانہ مین رہے معنی یہہ ہین کہ اتنی سی
استعانت بشر سے حضرت یوسف کی شان کے خلاف تھی اسلیئے پسند ہوئی اور اونکو
تکلیف قید مین پڑا رہنا پڑا۔ اہل دنیا ہمیشہ اہل دنیا کی استعانت کرتے ہین اور اسباب
پیدا کرتے ہین۔ اونکو اتنا بڑا ضرر یا کوئی ضرر نہین ہوتا۔ شبہہ نہو کہ شیطان نے یہہ
کام اچھا کیا اسلیئے کہ اوسکا یہ فعل بھی اچھا نہ تھا کیونکہ سزا اسکے ہاتھہ مین نہ تھی۔ مگر چونکہ وہ
ہر بزرگ کو دق کرتا ہے اوسنے اوسی کے مطابق عمل کیا تھا اللہ تعالی نے روک اوسکی
اسلیئے نہ کی کہ یہہ فعل حضرت یوسف کا پسندیدہ نہ تھا۔ اس مقام کو اوس مقام سے مقابلہ
فرمایئے کہ اللہ تعالی نے قصہ حضرت یوسف مین فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالی کی برہان نہ دیکھتے
تو وہ اوس عورت کے ساتھہ ارادہ بد کرتے چونکہ وہ فعل عصیان مستوجب پاداش تھا اسلیئے وہان
مدد کی گئی اور برہان دکھلائی گئی یہہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ شیطان کی برائی کارآمد ہوئی بنسبت
معاصی انبیاء کے اور معاصی عامہ خلائق کے ایک باریک فرق قابل ہمیشہ یاد رکھنے کے
ہے کہ انبیاء ہمیشہ مراتب عرفان مین ترقی کرتے ہین بعد ترقی مرتبہ اولی اونکو اپنی شان کے
خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اوس حالت کو عصیان جانکر طلب مغفرت کرتے ہین۔ اونکا وہی

گناہ ہے جو تقرب کا گناہ ہے۔ ہمارا گناہ حقیقت مین مستوجب پاداش ہے۔ جناب رسول خدا محمد مصطفے صلعم کی نسبت جو حکم استغفار ہوتا تہا وہ یہی تہا۔ ان سب امور سے ظاہر ہے کہ وہ فعل چونکہ فی نفسہ مثمر لکالیف تہا (یعنی امتحانگاہ مین آنا جسمین نوعے ضرر تہا اور اندیشہ کہ بہت سے امتحان مین کامل العیار نہ نکلینگے) اسلیے اوسپر اطلاق عصیان کا ہوا۔ اور اگرچہ وہ فعل بسبب سہو کے ہوا فی نفسہ نافرمانی نہ تہی۔ ان دونون امر یعنی فعل اور سبب مین فرق کرنا چاہیے سبب سے ذمہ داری کی نوعیت بدل جاتی ہے فعل کی ماہیت نہین بدلتی۔ چنانچہ وہ فرق دونون مثال مذکورہ مین ظاہر ہے۔ نکاح مذکورہ مین جو اولاد ہوگی وہ حلال کی اولاد نہوگی۔ اور فعل کی برائی باقی رہیگی گو سہو سبب برارت ذمہ کا ہوگا۔ مثال حاکم مین بیگناہ کے قید ہوجانے سے متعلق ذات اسیر کی جو برائی ہوی وہ بزرگ اور باقی رہنے والی ہے۔ گو ذات حاکم کی بری ہے۔

غوای کے معنی گمراہی ہین اوسکے دوسرے الفاظ راستہ سے بہٹک جانا ہے اوسمین وہی امر شامل ہے جو عصیان مین ابہی بیان کیا گیا۔ یہہ لفظ بہی شمار بندگان خاص سے نہین نکالتا۔

بیان فرق سزاے حضرت آدم و شیطان۔

امر چہارم کی نسبت کیفیت سزا پر توجہ ضرور ہے۔ اللہ تعالی نے جو کیفیت سزا حضرت آدم کی اور شیطان کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے کہ خدا نے شیطان اور آدم سے فرمایا کہ تم دونون بہشت سے نیچے اوتر جاؤ۔ تم مین سے ایک کا ایک دشمن رہیگا۔ جو سزا خاص حضرت آدم کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے کہ تمکو ایک وقت

خاص یعنی مرتے دم تک زمین پر رہنا ہوگا اور تمہارا سامان زیست بھی وہین مہیا ہے۔ جو
سزا خاص شیطان کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے۔ کہ تجکو یہہ شیخی ہے۔ تو بہشت سے اوتر
کہ ذلیلون کا ایک ذلیل تو بھی ہے پھر حکم ہوا کہ روز قیامت تک تجھپر پھٹکار پڑی برسا کریگی
اور ہم تجھسے اور تیری پیروی کرنیوالون سے جہنم کو بھر دینگے۔ اسمین یہ فرق ظاہر موجود ہے
کہ حضرت آدم کو نہ دوامًا دنیا مین رہنے کا حکم ہوا نہ اونپر راندۂ درگاہ ہونیکا اطلاق ہوا۔
نہ اونکو جہنم کے عذاب کا بسبب متابعت شیطان کے اسلیے کہ اونکا فعل سہوًا تھا۔
شیطان نے چونکہ یہہ سب امور دیدہ و دانستہ کیے تھے اوسکے لیے یہہ سب سزائین
تجویز ہوئین کہ ہمیشہ زمین پر رہے ہمیشہ ملعون رہے۔ بعد ختم دنیا جہنم مین رہے۔
اس فرق مین یہہ اور نازک فرق ہے کہ حضرت آدم کا زمین پر آنا نتیجہ گندم کھانے کا تھا
جسکے خاصہ ہونیکا بیان کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ جب فضلات انسان سے جاری ہون اور ولادت
حیض و نفاس کے ساتھہ ہو انسان جنت مین رہنے کے قابل نہین رہتا۔ پس جو چیزین خاصۂ
لازم ہون اور عذاب مقررۂ الٰہی نہون وہ سزا نہین ہین۔ نتائج ہین اور معنی یہہ ہین کہ برای
نام بھی سزا نہ تھی وہ نقصان تھا جو خود کر لیا تھا جیسے کوئی چاقو ہاتھہ مین لیلے اور بیخیالی
مین اوسوقت ہاتھہ کٹ جاے جب کوئی بزرگ منع کر چکا ہو۔

کیفیت دو جہ توبہ۔ **امر پنجم** کی نسبت زیادہ بسط کی ضرورت نہین ہے۔ توبہ ایسے
امر کے لیے کرنا جو اپنے نفع غیر فرنب مین محدود ہوا اور سہوًا اوسکا ارتکاب ہوا ہو۔ (۱) نشانی
کمال عبودیت و فرمانبرداری کی ہے (۲) ذریعہ حصول کمال عنایت آقا کا ہے۔ اور یہ دونون

ایسے ہی لوگون سے ہوسکتے ہین جنکی صفات اقصای غایت کمال کے ہون - یہہ
دونون امر نوعیت بیان توبہ سے مثلِ آفتاب روشن ہین - چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ حضرت
آدم اور حوّا نے اپنے پروردگار سے معافی چاہی اور اپنے پروردگار سے معذرت کے
چند الفاظ سیکھہ لیے - ان الفاظ کی برکت سے اللہ تعالی نے اونکی توبہ قبول کی اور اونکو
فوز امعنی یہہ ہین کہ جب حضرت صفی اللہ نے اوس مرتبہ عالی کے موافق جو اونکو حاصل تہا
بعد فرمان عمل کرنے مین سہوًا فروگذاشت کی اور مبتلا اوس نتیجہ کے ہوے جو لازمی تہا
اور اللہ تعالی نے سہو پر متنبہ کیا اوسوقت حضرت آدمؑ پشیمان ہوے اور حد سے زیادہ پشیمان ہوے
اور زور سے معافی چاہنے لگے یہہ فعل اسقدر جناب اقدس الہی کو پسند ہوا کہ خود بتلایا کہ توبہ یون کرو
اون الفاظ کا منہہ سے نکالنا تہا اور سب خوبیون کا حاصل ہونا - اگر یہہ بات مرتبہ بزرگ
کی نہوتی اور مرتبہ بزرگ مرتبہ سے نہوئی ہوتی تو یہ تعلیم ہی نہوتی ہم اگر سیون توبہ کرین سجدہ کرتے کرتے سر پہوڑ
ڈالین ناک رگڑتے رگڑتے رگڑ ہی ڈالین تو کوئی وحی نہ آئیگی کہ اسطرح توبہ کرو - الفاظ
توبہ پر غور کرنے سے ایسا لطف حاصل ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالی جل شانہ اور کوئی مہربانی
نفرماتا صرف اسی قدر عنایت کرتا کہ یہہ الفاظ بتلا دیتا صرف یہی اکیلی عنایت اوسپر لاکھہ
جان سے قربان ہوجانے کے قابل تہی - اسلیے کہ الفاظ مذکور یہہ تہے - اے
پروردگار ہمنے اپنے تئین آپ تباہ کیا (یعنی اپنے ہاتہون اپنے اوپر دنیا کے امتحان
مین پڑنے سے ستم کیا) اور اگر تو ہمکو معاف نفرمائیگا اور ہمپر رحم نہین فرمائیگا تو ہم بالکل
برباد ہوجائینگے - یعنی ہمنے تو اپنے ہاتہون اپنا گلا کاٹنے مین کسر نہین رکہی وہ سامان

پیدا کرلیا ہے کہ ہزارون غلطیان کرین۔ اب تو بخشش بہی دے اور نعمت بہی دے امتحان مین کامل کرکے مراتب بزرگ عنایت فرما۔ غرض یہہ ہے کہ وہ ہمارا کام تہا یہہ تیرا کام ہے۔ اپنی بُرائی کا۔ ذلت کا۔ اعتراف کا مقابلہ اپنے مالک کی قدرت سے اپنے مالک کی بخشش کرنیوالا ہونے سے اوسپر یہین تک اوسکی خوبی محدود نہونے سے اوسمین باوجود ہماری بُرائی کے نعمت دینے والا ہونے سے اس سے بہتر الفاظ مین کوئی اور نہین کرسکتا۔ ؎

کس کس تری نعمت کا کرون شکر زبان سے	ہے ناطقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیان سے

حضرت آدمؑ ابوالبشر تہے۔ یہہ طریقہ اونکو ایسے گناہ کی توبہ کے لیے سکہلایا تہا۔ ہمکو ہر گناہ کی توبہ کے لیے اسے اختیار کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ وہ ہمکو بہی بخشیگا اور پہر نعمت بہی دیگا۔ کیا یہہ طریقہ طریقہ عبودیت سکہلانا نہین ہے؟۔ اور کیا اوسمین جسمین مادہ حکومت دیا گیا ہو حکومت کے لیے بنا ہو جو مادہ خودپرستی اور تکبر پیدا کرتا ہے۔ سخت ضرور نہین ہے؟ اب دیکہیے کہ ممانعت کن کن عجیب و غریب مصالح سے تہی۔ شیطان کا تمکن کن کن عجیب و غریب حکمتون سے بہرا ہوا ہے۔ اور کسقدر ضروری ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اوسکی ذات کسقدر حکیم ہے۔ اوسکی ذات مقدس سے بدی کسقدر دور ہے! پہر غور فرمالیجیے کہ جو فعل کرایا گیا بدی نہین تہا۔ بدی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اتنا بہی نہ کرنے دیتا۔ لیکن اوسمین صورت ممانعت کس عجیب و غریب حکمت سے سنائی اور کس عجیب و غریب حکمت سے اوسپر عمل ہوجانے دیا۔ اور پہر اوس سے کیسا عجیب و غریب

اور ضروری نتیجہ نکالا۔ کیا ہم جب حضرت آدم کو گناہگار کہتے ہین اللہ تعالی پر بدی کا الزام نہین دیتے؟ جس کسی کو ایسا خیال فاسد پیدا ہو لازم ہے کہ اوس سے توبہ کرے اور کہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

میرے دل کو یقین ہے کہ اللہ تعالی کی ذات مقدس ایسی ہے کہ جسپر شر کے خلق کرنیکا الزام کرورون برس کی راہ سے بھی زیادہ دور ہے اور اوسکے خلفاء فی الارض سے بھی ویسا ہی دور ہے جب ہم خلیفہ کو ملزم ٹھہراتے ہین اس ذریعہ سے اوسکی پاک ذات کو بھی ملزم ٹھہراتے ہین۔ ضرب الغلام اهانة المولى۔ (غلام کو مارنا آقا کی توہین کرنا ہے) کو یاد رکھنا چاہیے اور مرتکب گناہ عظیم قریب بکفر ہونا چاہیے۔ اس باب مین صرف ایک امر بیان کرنا باقی رہا ہے۔ وہ بعد اسکے بیان کیا جاتا ہے یعنی بعد ذکر نوازنے اور قبول توبہ کے ارشاد ہوا ہے **فهدى** ۔ معنی اوسکے یہہ ہین کہ جب حضرت آدم زمین پر آئے جنت مین رہنے کے عادی تھے اونکو اب زمین پر رہنے کا اور اطاعت کا طریقہ بتلایا گیا اور اوسمین برا بھلا سب کچھہ بتلا دیا گیا۔ اور یہہ ہدایت کردی گئی کہ حکومت ارض مین جسکے لیے مخلوق ہوے ہو اور زمین پر آئے ہو اس اس طریقہ پر عمل فرمانیگا بعد پہونچنے مقام حکومت کے حکومت کے قواعد اور ہدایات ہمیشہ ہر بادشاہ کے حضور سے جاری ہوتے ہین اوس سے بھی گمراہی کے متعلق ہدایت مراد نہین ہوسکتی۔ کیونکہ گمراہی ارتکاب معصیت مستحق نار کی کبھی نہین ہوئی تھی اور یہہ لفظ بعد نوازنے اور قبول توبہ کے ذکر ہوا ہے لہذا یہہ معنی متعین ہین۔ اس مقام پر مجھے یہہ بات کہہ دینی چاہیے کہ جب

مین نے یہہ مقام لکھا تو مجھے اون علمار کی راے سے اتفاق باقی نرہا جنہون نے فرمایا ہے کہ فعل حضرت آدمؑ ترک اولیٰ تہا۔ وہ تو اختیار اولیٰ تہا۔ ضرور یہ علمار کی شان ہے کہ وہ بہی داخل تعریف علمار امتی کانبیار بنی اسرائیل ہوسکتے ہین اونکے اتنے بڑے مراتب ہوتے ہین کہ جب ممانعت بصورت نہی ہو اونکے دل مین اس نہی کی ایسی عظمت پیدا ہوتی ہے کہ دوسری طرف اونکا خیال نہین جاسکتا۔ وہ عادی ہوتے ہین کہ ایسے افعال کو ترک اولیٰ کہین۔ اونکے لیے بہی اور اونکے قیاس کے لیے بہی وہ ترک اولیٰ ہے۔ یہہ جواب اونکی شان کی عظمت بتلاتا ہے۔ چنانچہ جناب امیرالمومنین علی مرتضیٰ صلواۃ اللہ علیہ سے جنکو پورا علم حاصل تہا (اور مخلوق علم کے دسوین حصہ مین شریک ہین) کسی نے پوچہا تو آپنے ارشاد فرمایا۔ ؎

مین نے گندم آجتک کہایا نہین	گو خدا نے منع فرمایا نہین

نکتہ نہم
شیطان کا تیسرا کام۔ اور سازوسامان دنیا کا عمدہ کر دکھانا۔

نکتہ (۹) شیطان نے جو کہا ہے کہ سازوسامان دنیا کو عمدہ کر دکھاؤن۔ اور بہکاؤن یہانتک کہ اکثر بنی آدم کو تو اپنا شکر گزار نہین پائیگا۔ اسکا ہر ہر لفظ بڑی توجہ سے دیکہنے کے قابل ہے۔

سامان دنیا کے عمدہ کر دکھانے کے معنی یہہ ہین کہ سامان دنیا عمدہ نہین ہین مگر عمدہ نظر آتے ہین۔ حقیقت مین وہ اسقدر عمدہ نظر آرہے ہین کہ آدمی کو انہون نے اپنے اوپر شیفتہ کرلیا ہے۔ یہانتک شیفتہ کرلیا ہے کہ وہ اوسکے عشق مین

آخرکار اپنے مالک کو قطعاً بھول جاتا ہے بلکہ یہان تک نوبت پہونچتی ہے کہ اوس سے منحرف ہوجاتا ہے اور یہہ کفر ہے۔ اگر تھوڑا سا غور کیا جاوے ہر شخص کو معلوم ہوجائیگا کہ دنیا کے سامان عمدہ نہین ہین بلکہ بیشتر بیکار محض ہین۔ کیونکہ حد فاصل بیکار ہونے و کارآمد ہونے کی بھی خود خداوند عالم نے بتلادی ہے۔ یعنی تمہارا سامان زندگی بھی زمین مین مہیا ہوگا اسلیے ضروریاتِ زندگی کارآمد ہین اور غیر ضروریات بیکار ہین۔ چونکہ شیفتگی یہان تک بڑھ گئی ہے کہ شیفتگی نہین معلوم ہوتی۔ اسلیے لازم آتا ہے کہ بقدر ضرورت تفصیل کیجاوے۔

عمدگی اشیاء قیمتی کی۔ **جواہرات** پتھر ہین۔ بعض اونمین چمکدار ہوتے ہین بعض چمکدار بھی نہین ہوتے۔ بیشتر اونمین سے ضروریات زندگی نہین ہین۔ بیشتر مضرات زندگی ہین لیکن اسقدر عمدہ معلوم ہوتے ہین کہ انسان اونپر دلدادہ ہے۔ لاکھون روپیہ خرچ کردیتا ہے اور بعض کو انمول جانتا ہے چنانچہ **ہیرا**۔ کہانا اوسکا بعضون کے نزدیک باعث ہلاکت ہے۔ بعض کے نزدیک نہ نافع ہے نہ ضار۔ چنانچہ مقدمہ گائیکوار بڑودہ مین اسپر بہت بحث ہوئی تھی۔ کارآمد ہونے کی یہہ حالت ہے کہ ہیرے سے برقی روشنی جب کنج کی کنول مین کہی ہو زیادہ چمکدار ہے۔ اوس سے اندہیرا دور ہوتا ہے اس سے سوائے نقصان کچھہ فائدہ نہین۔ ملاحظہ فرمایئے کہ اگر یہ بلاوجہ عمدگی نہین ہے تو کیا ہے؟۔ ہیرا صرف اس کام کا ہے کہ وہ بعض سخت چیزون کو کاٹ دے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر عمدہ نظر نہ آتا اوسیقدر قیمت پاتا جسقدر باعتبار آلہ قطع ہونے کے ضروری ہوتی۔ سونا اسقدر عمدہ دکھلائی دیتا ہے کہ اوسکی قیمت باعتبار چاندی کے بست گونہ ہے۔

ابتک میری سمجھہ مین کوئی وجہ نہین آئی کہ اوسمین کونسا مادہ فضیلت کا ہے - کہانے مین زیادہ نافع نہین بعض لوگون کے نزدیک کچھہ نافع نہین - ضرور سیم و زر مختصر بدل محنت کے ہین - اور بنظر ضرورت حفاظت اونکی قدر پیدا ہوی ہے مگر ضرورت مبادلہ اوسوقت پیدا ہوی ہے کہ ضروریات زندگی کے سوا اور بہت سی فضولیون نے ضروریات بنکر رواج پالیا ہے - چنانچہ جسقدر اس رواج کی بدولت تمول بڑہتا ہے اوسیقدر سونے کا رواج بڑہتا ہے - ہم دیکھتے ہین کہ دولتمند ممالک مین اب زیادہ رواج پونڈ کا ہے - چاندی کے سکے ہمارے پیسہ ہین - اور تانبا کوڑیان - تاہم ان دونون چیزون پر فریفتگی اسقدر بڑھگئی ہے کہ ذریعہ فریفتہ کر لینے کا سمجھی جاتی ہین - یعنی بناؤ سنگار مین زیور جزو اعظم ہے - یہہ بلا وجہ عمدہ کر دکھلاتا ہے یا نہین ؟ خیال نہو کہ قیمت اور وجود ذر اعتبار اور وقعت پیدا کرتے ہین اسلیے سونے چاندی کے زیور کو فضیلت ہے محض خوبصورتی وجہ ترجیح نہین ہے - کیونکہ وہ اعتبار اور وقعت جسکو وجود ذر پیدا کرتا ہے حقیقت مین وہ بہی غلط عمدہ کر دکھاتا ہے - کیونکہ وقعت اونہین لوگون کی نظر مین پیدا ہوتی ہے جنکی نظر مین وہ عمدہ ہے -

عمدگی سامان اکل و شرب کی

سامان اکل و شرب انصاف فرمایئے کہ اونمین کسقدر ضروریات ہین کسقدر غیر ضروریات - اختیار امور غیر ضروری کی ابتدا کیا ہو سکتی ہے ؟ یہی کہ وہ فائدہ مند ہونگی - لیکن اگر ذرا سا غور کیجیے معلوم ہو جائیگا کہ بہت سے کچھہ بہی مفید نہین یا اگر فائدہ مند ہین اونکی جو قیمت دیجاتی ہے ہرگز برابر نفع کے نہین ہے - اسلیے کہ ہم دیکھتے ہین کہ جو لوگ سادہ غذا کہاتے ہین اور اوسکو جزو بدن کرتے ہین مرغن غذائین اور یاقوتیان

کہانیوالون اور عمدہ شرابین پینے والون سے کچھہ زیادہ مضبوط نہین ہوتے - وہ تندرست رہتے ہین یہہ بیمار - پس یہہ اس طریقہ سے کہ اونکا جھوٹا نفع دل مین مرتکز کردیا گیا ہے عمدہ کرو کہلاتا ہے یا نہین ؟

عمدگی سامان لباس کی

سامان لباس - اسکی عمدگی کا بلا وجہ ہونا کہانے کی عمدگی کے بلا وجہ ہونیسے زیادہ ظاہر ہے - اپنے آپ کو سب سے زیادہ عمدہ دکہلانے کی کوشش عورتون مین ہے - اونکے ملبوسات کی عمدگی دیکہنے والون کی نظر مین اوس خواہش کا نتیجہ ہے جو مردون کو عورتونکی طرف ہے - لیکن وہ خواہش مردون مین معلوم نہین ہوتی کہ کس وجہ سے ہے - جواب یہی ہے کہ بلا وجہ عمدہ دکہلانا - عورتون کو اگر اس خواہش سے قطع نظر کرکے دیکہیے تو کوئی بات عمدگی کی نہین - لباس مین زیادہ تکلف اوپر کے بدن کے متعلق ہے - چہاتیان کیا ہین - سینہ پر بے موقع اوٹہا ہوا گوشت - اگر ضرورت رضاعت کی نہوتی پیدا نہوتا - سر کہلا رکہا جاتا ہے - وہ کیا ہے کالے بالون سے ڈہکی ہوی چیز - اگر اونکو مونڈ والے کسقدر بہدا نکلتا ہے - اوسپر ملاحظہ فرمائیے کہ منہہ کیا ہے کہانیکا راستہ - راستہ کو مسی لگا کر کالا کرلیا ہے - اسکے علاوہ ناک کو چھید ڈالا ہے - کانون مین زیور کردیے ہین - اونمین سونا پہنا ہے - یہہ بہی نہین سر پر بگلے کے پر لگا لیے ہین - اگر چوٹی ہے - سانپ سے خطرناک جانور کی طرح پیچہے پڑی لٹک رہی ہے - اگر جوڑا ہے - وہ کیا ہے ؟ سیدہے بالون کا موڑ لینا ہے - یہہ سب بلا وجہہ عمدہ کرو کہانا ہے - انگریزی لباس مین استینون کو کندہے کے پاس سے اسقدر بلند

کیا ہے کہ اوٹھی ہوی معلوم ہون - یہہ حقیقت مین اظہار اسکا ہے کہ ہم عورت نہین ہین
پرستان کی پری ہین - یہہ ہمارے بازو ہین ابہی اوڑا چاہتے ہین - آخر یہہ فضول عمدہ
کرو کہانا ہے یا نہین ؟ - مردون کے لباس مین دامن ہین کہ لٹک رہے ہین - پگڑی
ہے کہ سر پر بوجہہ رکہا ہوا ہے - وہ یا چکی کا پاٹ ہے - یا لپٹا ہوا جوڑا ہے - اگر ٹوپی
ہے - دونون طرف آگے پیچہے چونچ نکلی ہوی ہے - یعنی ہد ہد ہین - یا قبہ ہے
جیسے مرنے کے بعد قبور پر بنتا ہے - اونمین چند چمکدار چیزین لگی ہوی ہین جنکی محض یعنی
وقعت دلون مین ہے - یہہ مین نے مختصر بیان کیا ہے اس سے زیادہ تفصیل طوالت کا
مصداق ہوگی - آپ خود اسے دیکہیے - بیشتر چیزون کی نسبت صاف معلوم ہوگا کہ بلاوجہ
عمدہ دکہلائی دیتی ہین - اسبات پر بہی غور فرمایئے کہ ہر شخص کی وضع دوسرے کی نظر
مین نہایت بہدی معلوم ہوتی ہے - جب تصفیہ بہدی اور دلچسپ ہونے کا فرمائیگا
صاف معلوم ہو جائیگا کہ کسقدر لوگون کو بہت سی چیزین بوجہہ عمدہ معلوم ہوتی ہین -

عمدگی سامان آرایش و دلچسپی کی -

سامان دلچسپی و آرایش - انکی فضولی محتاج بیان نہین - اگر
عمدہ نہ دکہلایے جاتے فضولی اختیار نہوتی - مگر انکی عمدہ نمائی
خاص قابل توجہ ہے ڈہول کیا ہے ایک خول ہے - اوسپر کہال چہکی ہے اوسے پیٹے
جاتے ہین - ڈہپ ڈہپ کی سامعہ خراش آواز پیدا کرتے ہین - مگر جہان یہہ آواز آئی اور
لوگ ہین کہ دوڑے چلے جاتے ہین - مارے شوق کے منہ پہٹا ہوا ہے - کہلی آنکہین
اوپر کو ہین - نہ دیکہتے ہین کہ آگے کون ہے - نہ معلوم ہے کہ پیچہے کون رہ گیا - نہ کنوان

دکھلائی دیتا ہے نہ کہتی۔ اب وہان پہونچ گیے جہان یہہ ڈہول بج رہا ہے۔ فرض کیجیے کہ تماشا ہے۔ وہ کیا ہے ایک لونڈا گا رہا ہے۔ بہدا۔ بدتمیز مگر اوسپر ایسے لوٹے پڑتے ہین جیسے شیرہ پر مکھیان۔ فرض کیجیے کہ وہ محفل رقص و سرود ہے۔ وہ کیا ہے؟ ایک مکان ہے جسمین چند نامربوط لکڑیان کھڑی کی گئی ہین۔ اوپر لال کپڑا لپٹا ہوا ہے۔ اوپر تھوڑے سے پتے جابجا چپکے ہوے ہین۔ وہ تو دیکھنا ہے اور عشق کرنا۔ کھڑے ہین۔ گھسے جاتے ہین۔ کپڑہ کا خیال ہے نہ آبرو کا۔ اپنا نہ دوسرے کا یہانتک کہ دھکے پڑتے ہین مار پڑتی ہے باز نہین آتے۔ وہ عمدگی جو ان چیزون کے بے وجہ نظر مین ہے ان سب بے سوائیون کو برداشت کراتی ہے۔ فرمایئے کس بلا کی عمدہ بنائی ہے۔ اور کسقدر غلط ہے۔ اب اوسمین اندر دیکھیے۔ یا رنڈی ناچ رہی ہے یا بھانڈ تماشہ کر رہے ہین۔ رنڈی کیا چیز ہے۔ ایک بیحیا عورت ہے جو کوئی فعل بشیرمی کا صادر کرنا مجمع مین اوٹھا نہین رکھتی۔ یہانتک کہ ناچتی ہے۔ ناچنا کیا ہے؟ بلاوجہ کودنا۔ بلاوجہ ہاتھہ پانون چلانا۔ پھر وہ گاتی ہے۔ وہ کیا ہے؟ بلاوجہ چلانا۔ اوسکے پیچھے چند بیحیا۔ اُس سے بھی زیادہ بیحیا۔ کھڑے ہین اور کمال پیٹے جاتے ہین۔ تار لکڑی پر لگا کر اور تانبے پیتل کی رکابیان بجا کر غل مچاتے ہین۔ مگر تماشہ بینون کو دیکھیے کہ پیسے جاتے ہین۔ لوٹے جاتے ہین مرے جاتے ہین۔ گھر کی خبر ہے نہ باہر کی نہ اسباب کی نہ زن و فرزند کی۔ کوئی چوراليجائے۔ کوئی اوٹھا لیجائے۔ آخر آدمی مین حیا ہے؟ غیرت ہے؟ یہہ سب جو ایک دفعہ ملکر ایک عورت پر نظر بد کر کے

خواہشہاے نفسانی کا انبعاث کرتے ہین کیا اونکی حالت اون جانورون سے کم ہے
جو خاص حصہ مین سال کے بچہ پیدا کرنیکا سامان کرتے ہین۔ اگر وہ بہانڈ ہین۔ کیا
کر رہے ہین؟ کبھی عورتون کی نقل کرتے ہین۔ اور مرد ہوکر اپنے اوپر اچھائی
سے رجھاتے ہین جو اونہین کا کام اور سخت لغو فعل ہے۔ کبھی بیہودہ باتین کرتے
ہین جنسے کوئی نصیحت پیدا نہین ہوتی۔ فرض کیجیے وہ تھیٹر ہے۔ وہ کیا ہے
ایسی ہی بیہودگی کے ساتھہ جھوٹے قصون کی نقل۔ کوئی جھوٹا بادشاہ ہے۔
کوئی جھوٹی بادشاہزادی۔ کوئی جھوٹا عاشق۔ کوئی جھوٹا معشوق۔ تھوڑی سی تہذیب
اوسمین بڑہادی گئی ہے جس سے بلا وجہ عمدہ نظر آنے پر ایک اور پردہ پڑجاتا ہے۔
تاہم جو نفع اوسمین خیال کیا جاتا ہے برابر اوس ضرر اور خرچ کے ہرگز نہین ہے جو اوسکے
لیے روا رکھے جاتے ہین۔ انکے علاوہ آرایش کے سامان۔ وہ تو انسے بھی بدتر
اور فضول تر ہین۔ مثلاً کمرے کی آرایش کی چیزین۔ چمنی پر بہت سے کھلونے
رکھے ہوے۔ کوئی سور ہے۔ کوئی ریچھ ہے۔ کوئی بندر ہے۔ کوئی کتا ہے
کوئی بلی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہہ کیا ہے۔ یہی جواب ہوسکتا ہے کہ
بلا وجہ عمدہ دکھلانا۔ پھر مسہریان اور چھپر کھٹ ہین۔ وہ کیا ہین چند ٹھڑی لکڑیان۔
وہ ضرورت کی چیزین نہین ہین۔ اسلیے کہ جب آدمی صحیح ہوگا نیند ایسی صحیح آئیگی کہ حاجت
چھپر کھٹ اور مسہری کی نہین ہوگی۔ کرسی کا ذکر فضول ہے۔ یہہ بھی عمدہ دکھلانا
ہے یا نہین؟ الغرض ہر چیز کو جب غور سے دیکھیے گا یہہ امر ایسا صاف معلوم ہوگا کہ

کہ حاجت دلیل باقی نہین رہیگی؟

وجود شیطان کا ثبوت بیان بالا سے۔

انتباہ - مین پوچھتا ہون کہ یہہ افعال غیر ضروری اور اونکی ابتدا کیونکر ہوی اور ابتدا ہوکر کیون ختم نہوے؟ جب خواہشون کے سوا اور کوئی بہڑکانیوالا نہین تہا خواہشون کو ضرورت سے آگے کسنے بڑہا دیا؟ یہہ امور بہکانا ہین یا نہین کہ وہ چیزین جنمین نفع نہ تہا نفع کی ہوگئین - بدل اون کا اتنا بڑا بنگیا جسکی ضرورت نہین تہی - اتنا خوبصورت کر دکہلایا جو حقیقت مین نہین تہا -

انسان کا شکرگزار نہونا -

اور بہکاؤن یہانتک کہ اکثر آدمیون کو تو اپنا شکرگزار نہ پاویگا - یہہ تو بڑے ہی غضب کی بات ہے - حقیقت مین بہکانے کے انجام نے عجیب و غریب مضرتین پیدا کی ہین - بعض یہہ ہین - (۱) تمام جرائم زر و زن مین محدود ہین - اور چونکہ زر زمین کی پیداوار سے حاصل ہوتا ہے وہ بہی اون مین شامل ہوگئی ہے - ان چیزون کے لیے جسقدر بے ایمانیان ہو رہی ہین اونکے شمار کی ضرورت نہین (۲) انسان فراہمی سامان دنیا مین اس عمدہ نمائی کی بدولت شیفتہ ہوکر ایسا منہمک ہوگیا ہے کہ اوسنے سب کام جنکے لیے وہ پیدا ہوا تہا (یعنی بندگی الہی) چہوڑ دیے ہین - اونکو فضول جانتا ہے - یعنی وہ چیزین جو عمدہ نہین ہین عمدہ دکہلائی دینے لگین جو چیزین عمدہ ہین غیر عمدہ دکہلائی دینے لگین - یہہ بہک جانا اور مبتلا بلای سخت مضرت ہوتا ہے یا نہین؟ (۳) یہہ انہماک اسقدر بڑہا کہ آدمی اوسیکا ہوگیا اور یہہ خیال کر لیا کہ دنیا مین جو کچہہ ہے بذریعہ اسباب کے ہے - بہکانے نے اس

بات سے غفلت کرادی کہ اسباب کسنے پیدا کیے اور اسباب مین ایسے اسباب کسنے پیدا کیے کہ مطالب حاصل ہوتے ہین یا نہین ہوتے اسلیے قدرت عطائی نعمات کی کسکے ہاتھہ مین ہے۔ یہ انہماک کتنا مضر ہے؟ (۴) آخر کو اس انہماک نے یہہ نوبت پہونچائی کہ تمام ہمت درستی تدابیر مین مقصور ہوگئی۔ اور یہہ امر مرتبہ اذعان کو پہونچ گیا کہ جب نتیجہ مطابق تدبیر کے نہین پیدا ہوتا تدبیر مین غلطی ہوتی ہے اسلیے ڈہونڈنا چاہیے کہ وہ کیا غلطی تہی۔ ایک حد جو اس خیال مین صحت کی تہی وہ اسقدر بڑہی کہ اوسنے تدبیر مین حصول مقصود کو محدود کیا جو صریحًا غلط ہے۔ مثلاً لڑائیون کا سامان۔ چونکہ حالت قلوب انسان کے ہاتھہ مین نہین ہے اوسکے متعلق تدبیر کا بگڑنا غلطی تدبیر کا نتیجہ نہین ہے۔ یا موسمون کا انسان کے بس مین نہونا اور اوسکی بنا پر ساری تدبیرون کا بگڑجانا غلطی تدبیر کی نہین ہے ہم دیکہتے ہین کہ مینہ ایک طرح نہین برستا اس سے یہہ نتیجہ ہوا کہ معطی اور منعم تدبیر سمجہی گئی۔ اور جب وہ منعم سمجہی گئی اصلی دینے والے کے نظر آنے سے آنکہہ بند ہوگئی۔ جب ایسا ہو شکرگزاری خالق کی کہانسے آیے۔ عدم شکرگزاری جب اس صورت مین ہو کفر ہے ان سب امور کو ملاکر ملاحظہ فرمایئے کہ انہماک دنیا مین کیون ہے۔ اور انجام اوسکا کفر ہے یا نہین؟ اور شیطان کا کام کیا ہے؟ یعنی صرف یہی کہ سامان دنیا کے عمدہ کرکے دکہلاتے دکہلاتے اور خواہشون کو بہڑکاتے بہڑکاتے خدا سے پہیر دیتا ہے۔ اور وہ ذریعہ خدا سے پہیر لینے کا ہین۔ تمام بیان نکات سے یہہ بہی ظاہر ہے کہ جب انسان خدا پر ایمان لاوے اوسکو ایسا انہماک نہوگا۔ جو ایمان نہ لاوے اوسمین اس انہماک کی بڑی

گنجایش ہوگی - اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمنے شیطان کو کافرون پر چھوڑ رکھا ہے کہ اونکو اُسکاتا ہے - مگر یہہ سمجھنا نچاہیے کہ مسلمان اوسکے بہکانے سے بری ہین وہ بہی شیطان کے بہکانے مین آیے ہوے ہین کیونکہ کوشش عام ہے تاکہ مسلمان بہی بہکتے بہکتے کافر ہوجائین - اسی لیے علماے دین ہمیشہ کوشش کرتے ہین کہ مذمت دنیا کرین اور لوگون کو اسکے ناجائز انہماک سے روکین - تنبیہ - شیطان کا عمدہ کرکے دکہانا سامان دنیا کا ایسی دلیل ہے جو باوجود عقلی ہونیکے حق تعالی نے بتلائی ہے یعنی عقلی اور نقلی دونون ہے - چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب لوگ بعد سزا شیطان کو الزام دینگے تو شیطان بتلائیگا کہ مین قصوروار نہین ہون - بات اتنی ہے کہ مین نے تمکو اپنی طرف بلایا اور تمنے میرا کہنا مان لیا - (آیۂ سوم) غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شیطان موجود نہین ہے جو کچہہ فسادات ہین اونکا باعث نفس امارہ ہے کسقدر غلط ہے اسلیے کہ جب نفس باعث فساد ہوکر سزا پاسکے تو وہ کسکو الزام دیسکتا ہے - ضرور نفس اور شیطان دو چیزین ہین اور معنی یہہ ہین کہ فعل انبعاث کا فاعل شیطان ہے اور انفعال نفس مین ہوتا ہے جسمین قابلیت انفعال اور قبول اثر کی موجود ہے -

نکتہ دہم
عمدہ ہوجانا سامان دنیا کا ازدیاد نعمت بہی ہے -

نکتہ (۱۰) سامان دنیا کے عمدہ کرکے دکہانے کی دوسری شق پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سامان دنیا کے عمدہ نظر آتے ہین انسان اونکو نعمت جانتا ہے اور بعض اوقات وہ ضروریات زندگی ہوکر حقیقی نعمت ہوجاتے ہین - اس ذریعہ سے اللہ تعالی کی نعمتون کی تعداد بڑھگئی

پس جیسے اظہار عورتین نافع تہا مگر بسبب اسکے کہ اسکے وجود مین آنے سے ایک پہلو فساد کا بہی نکلتا تہا اللہ تعالی نے اوسکے متعلق وہ طریقہ اختیار فرمایا کہ نسبت ایسی اشیاء کے خلق کی جسمین دونون پہلو ہون نہو سکے - اسی طرح نعمتون کا تعدد نعمت تہا مگر اوسمین بہی پہلو فساد کا ہے - اسی لیے اللہ تعالی نے اونکی تعداد کو بہی اسطرح بڑہایا کہ نسبت خلق ایسی اشیاء کی جنمین دونون پہلو ہون نہو سکے - غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے انہاک کی برائی کو بہی کس خوبی سے بہلائی مین مبدل فرمایا ہے - اللہ اکبر؟ یعنی ان چیزون کے نعمت ہو جانے کے بعد بعض کو انمین سے حقیقی نعمت بنا دیا اور بعض کو نمایشی - مگر جب مانگو ہر طرح کی نعمت جو مل سکتی ہے ملجاتی ہے یعنی اختیار کے بنانے کے لیے ہر چیز مین تمکن وصول دیدیا ہے -

نکتہ یازدہم
آیات مذکورہ اول نظر مین باعث اعتراض معلوم ہوتی ہین غور کرنیسے وہی جواب ثابت ہوتی ہین -

نکتہ (۱۱) جو کچہہ مین نے گذارش کیا ہے - وہ نتیجہ مختلف آیات کے ایک ساتہہ پڑہنے کا ہے شبہات شیطان بقول جناب شہرستانی ابتدا اختلاف عالم ہین - ابتداءً ان آیات کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب اعتراضات وارد ہوتے ہین - اس ترکیب سے آیات مذکورہ کو پڑہکر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات جواب اون اعتراضات کا ہین - پس یہ وہی بات ہے کہ ہر چیز مین اسقدر اخفاء رکہنا اس ضرورت سے ہے - کہ دنیا حیطۂ امتحانگاہ ہونیکی حالت سے جبتک اوسکا وجود ہے باہر نہ نکل جاوے وقت کی ضرورت جسقدر مساعد ہوا وسیقدر ظہور ہوا اور پہر ضرورت امتحانگاہ ہونے

کی اوسکے بعد ایسے حالات کو پیدا کرے کہ پھر اخفاء آجاوے جیسے تیتر کی مثال مین گذارش کیا گیا۔

نکتہ دوازدہم
جنت اور دوزخ موجود فی الخارج ہین۔

نکتہ (۱۲) اس بحث مین اللہ تعالی نے بتلادیا ہے کہ جنت ہے جسمین بھوک پیاس کی تکلیف نہین۔ گرمی نہین۔ اور دوزخ ہے جسکے سات دروازے ہین۔ یعنی یہہ دونون جدا جدا موجود فی الخارج ہین۔ یہہ نہین ہے کہ جنت رضای الہی ہے۔ اور دوزخ غضب الہی سزا اور جزا محض روحانی اور خیالی ہین۔ جدا کوئی چیز نہین ہے"۔

نکتہ سیزدہم
اعراف کا وجود۔

نکتہ (۱۳) اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسنے ہماری ہدایت کو نہ مانا وہ لوگ داخل جہنم ہونگے جو لوگ ایسے ہین کہ اونپر امر ہدایت تمام نہین ہوا اونکا اس آیہ مین ذکر نہین ہے وہ اور آیات مین ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل اعراف ہین جنپر ہدایت کی تکمیل اسطرح نہین ہوی۔ اونپر کمال عدل سے اللہ تعالی اسطرح عذاب نہین فرماتا۔

نکتہ چہاردہم
انسان و شیطان کا مجبور نہونا

نکتہ (۱۴) تمام بیان بالا سے جو نسبت انکار سجدہ شیطان و اکل گندم حضرت آدم بعد ممانعت کے ہے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے شیطان کو مجبور پیدا نہین کیا تھا ورنہ انکار سجدہ سے ممکن نہوتا اسیطرح حضرت ابو البشر کو مجبور پیدا نہین فرمایا تھا ورنہ اکل گندم کے لیے ممانعت و عہد کی ضرورت نہوتی خصوصًا بعد ممانعت اکل گندم ممکن نہوتا اور اولاد حضرت ابو البشر مجبور پیدا

نہین کی گئی ورنہ امکان انکار و قبول ہدایت نہوتا۔

شبہات وجوابات۔

ذکر اعتراضات و جوابات

علامہ شہرستانی کا یہہ قول صحیح ہے کہ مجموع شبہات بعبارت مختصر سوالات شیطان کے ہین جنسے تمام مذاہب ضلال پیدا ہوے۔ مذاق زمانہ حال کے مطابق بعض شبہات مین ترقی ہوی ہے اور وہ نیے معلوم ہوکر نیا اثر کر رہے ہین اسلیے وہ شبہات اور مذاق حال کے مطابق اونکے جوابات لکھے جاتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ حضرت آدم کا جنت سے آنا اور پھر وہین جانا ترکیب عالم کا لاطائل ہونا ظاہر کرتا ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ پہلے بہی حضرت آدمؑ جنت مین تہے بعد دنیا بہی جنت مین جائینگے پس اس ترکیب کی نسبت جو مشیت الٰہی مقتضی ہوی فائدہ کچہہ نہین ہوا۔

جوابات اجمالی۔

جواب۔ اسکا یہہ ہے کہ (۱) یہہ اعتراض نسبت حضرت آدم کے قابل جواب ہے نسبت بنی آدم کے پیدا ہی نہین ہوتا۔ (۲) حضرت آدم کی نسبت جواب یہہ ہے کہ جب حضرت آدمؑ خلافت ارض کے لیے بنایے گیے تہے تو اپنی خدمت پر اونکا جانا ضرور تہا لیکن ہمیشہ اونکو حالت خدمت مین رکہنا اونپر بڑی سختی تہی

جواب تفصیلی متعلق ترقی عالم کے۔

(۳) یہہ ترکیب لاطائل نہین ہے اسلیے کہ دنیا مجموعی طور سے ترقی کر رہی ہے یعنی نہ مین اور جو کچہہ نہ مین سے پیدا ہوا جسقدر عمر مین دنیا کی طوالت ہوتی جاتی ہے ترقی مین افزایش ہوتی جاتی ہے (یہ اصول جسکو زمانہ حال نے تحقیق کیا ہے ایک اصول صحیح ہے) انسان مین جو ترقی ہوی اور جو

ترقی ہونا باقی ہے تفصیل اوسکی یہہ ہے۔

پہلی ترقی مادہ خلقت حضرت آدم کی۔

اول یاد کرنا چاہیے کہ حضرت آدم کس چیز سے بنے ہین اور کتنی مدت مین؟ ارشاد الٰہی یہہ ہے کہ مٹی کے گارہ سے (جو سوکھکر کھن کھن بولنے لگتا ہے) بنے ہین اور یہہ بھی ارشاد الٰہی ہے کہ وہ مٹی مٹی کا ست تھی۔ اور اوس مٹی کو چالیس صباح تک حق تعالی نے تخمیر فرمایا۔ (خَمَّرْتُ طِیْنَةَ اٰدَمَ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا) تب ارشاد ہوا ہے کہ اوسمین وہ روح ڈالی جو اپنی طرف منسوب کی" یہہ چالیس صباح ہمارے آپ کے دن نہین ہو سکتے۔ اسلیے کہ اونکا شمار آفتاب کے ایک طرف دکھلائی دینے نہ دینے سے ہوتا ہے۔ جو مالک آفتاب سے اوپر ہو اوسکا دن یہہ دن کیسے ہو سکتا ہے؟۔ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ جب ایک دورہ اوسکے تمام فلکیات کا ختم ہو وہ ایک دن قرار دے۔ اللہ تعالی نے بتلایا ہے کہ ہمارا دن برابر تمہارے ایک ہزار سال کے ہے۔ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ یعنی تمہارے پروردگار کے یہان تمہاری گنتی کے مطابق ہزار برس کی برابر ایک دن ہے۔ اہل دین نے اوسکو روز قیامت سمجھا ہے۔ لیکن کوئی وجہ نہین ہے کہ قیامت کا دن ہی اتنا بڑا ہو اور دن چھوٹے ہون۔ کیونکہ یَوْمًا نکرہ اور عام ہے۔ قید قیامت کے دن کی نہین ہے۔ اس طریقہ سے مدت تخمیر چالیس ہزار برس ہوتی ہے۔ اس ارشاد کا صاف نتیجہ یہہ ہے کہ اتنی مدت مین مٹی کے ست نے تخمیر کے ذریعہ سے ایسی ترقی حاصل کی کہ اوسمین روح انسانی داخل ہو سکی۔ یہہ

ایک ترقی ہے جو اتنی مدت مین ہوی۔

دوسری ترقی مادہ خلقت آدمی کی۔

دوم۔ یہہ کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم کو جنت مین تکلیف بہوک پیاس اور عریانی اور آفتاب کی نہ تہی اکل گندم سے عورتین پیدا ہوئین اور یہہ سب تکالیف عارض ہوگئین۔ اسمین امر اول قابل توجہ یہہ ہے کہ حضرت ابو البشر اگر جنت ہی مین رہتے ابو البشر نہوتے۔ امر دوم یہہ ہے کہ اکل گندم سے یہہ طریقہ جسم مین حضرت کے پیدا ہوا کہ کہانے پینے کے بعد فضلہ نے اور نکالنا اوسکا ضروری ہو اور خون صالح جب زیادہ ہوجایے وہ مادہ خلق بنی آدم کا ہوجایے۔ چنانچہ عریانی کا ذکر اسکی دلیل ہے۔ کیونکہ بحالت ظہور عورتین عریانی بدچیز ہے۔ یہہ قوت تمتع کا بڑہجانا اور دوسری ترقی ہے جس سے وہ غرض پوری ہوی کہ انسان مین خلافت ارض اور اوس سے انتفاع کا تمکن حاصل ہو معلوم ہوتا ہے کہ توقف جنت مین (جس مدت کا ہو) اسلیے تہا کہ زمین اتنی ترقی کرچکے کہ حضرت ابو البشر کا مسکن ہوسکے۔

وہ ذریعہ جو ترقی کا خود انسان کے ہاتہہ مین ہے۔

سوم یہہ کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ دنیا مین چند روزہ مقام ہوگا اور بعد اوسکے جو اللہ تعالی پر ایمان لائیگا۔ وہ ایسی جنت مین جائیگا جسمین ہمیشہ رہیگا۔ جو کافر ہوگا وہ دوزخ مین جائیگا اور وہان ہمیشہ رہیگا۔ معنی یہہ ہین کہ اعمال نیک و بد کو ایک اثر خاص ہے؟ جو جنت یا دوزخ مین جانیکی قابلیت پیدا کرتے ہین جسکی تشبیہ کہوٹا کہرا ہونے سے دیجا سکتی ہے۔ کالبد انسانی جب خلود

دوام پیدا کرنے کے لیے بوتہ مین ڈالا جاتا ہے تو کھوٹا صاف کھوٹا ہو جائیگا اور کھرا سکہ صاف کھرا نکل آئیگا۔ یا نسبت افعال بد کے مادہ آتشک سے کہ جب وہ مادہ بدن مین داخل ہو جاتا ہے آخر کار جذام پیدا کر کے تمام بدن کے خون کو خراب کر دیتا ہے پس جب ایسی حالت ہو جو آیندہ ترقی ہوگی وہ اس حالت کے ساتھہ ہوگی۔

باقی ترقیات انسان جو مظروف ہے۔

چہارم۔ یہہ کہ جس جنت کا ذکر حضرت آدم کی نسبت ابھی امر دوم مین کیا گیا اوسکا مقابلہ آیندہ کی جنت کے ساتھہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس جنت اور اس جنت مین فرق عظیم ہوگا۔ یہان حور و قصور اور فواکہ جنت سے تمتع کی قدرت ہوگی۔ اور احادیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ سکانِ جنت ہمیشہ جوانی کی حالت مین رہینگے یعنی اونمین تغیر نہین ہوگا۔

پنجم۔ یہہ کہ جنت و نار اون لوگون کے لیے ہے جو دنیا کے بعد ان دونون مین سے ایک مقام کے اندر جائین اس سے ظاہر ہے کہ اولاد بنی آدم کی وہان پیدا نہین ہوگی۔

امور سوم و چہارم کے ملانے سے تین قسم کی ترقی کا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ (۱) انسان مین جو طریقہ اجرائے فضلات کا ہے اور جو مادہ اولاد پیدا کرنیکا وہ باقی نرہیگا یعنی وہ ترقی جو ایک ضرورت سے چندروز کے لیے دی گئی تھی اور مانع خلود تھی معدوم کیجائیگی۔ (۲) ایسا جسم انسان کو ملیگا جسمین قابلیت خلود اور ایک حالت پر رہنے کی حاصل ہو۔ (۳) اوسمین قوت تمتع باقی بھی رہے اور اوسمین یہ ترقی بھی

ہو کہ عادی ہو جانے سے جو لطف نعمتون مین یا ایذا تکالیف مین کم ہو جاتے ہین وہ کمی نہو - بدستور رہے - یہہ تینون بہت ہی اعلی درجہ کی تبدیلیان ہین اور بہت ہی اعلی درجہ کی ترقیان - کیونکہ اب ہماری حالت جسمانی یہہ ہے کہ ذرا سی زیادہ تغیر کا تحمل نہین کر سکتے - زیادہ سردی ہو جاے یا زیادہ گرمی دونون حالت مین جسم مین سے وہ ترقی جو مٹی کو جاندار بنانے سے اور وہ ترقی جو اوسمین قابلیت تمتع پیدا کرنے سے ہوی تہی دفعتاً معدوم ہو جاتی ہے - یہانتک کہ دفعتاً خوشی یا دفعتاً رنج ہو جانے سے بہی یہ ترقیان جاتی رہتی ہین - اور یہ بہت ہی بُرا سقم ہے -

ترقیات ارض یعنی ظرف کی

ششم - زمین کی بابت تحقیقات حال سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ مگر بڑے زور کی ترقی کر رہی ہے - چنانچہ جن لوگون نے اس بابت توجہ کی ہے وہ اسمین شک نہین کر سکتے چنانچہ معدنیات و جواہرات کی ترقی ظاہر ہے - یہانتک کہ مٹی کا تیل اسی ترقی سے پیدا ہوا ہے - مین نے بمقام آٹا ضلع جالون ایک کنوان کہدوایا تہا اوسمین بہت نیچے ایسی تہین نکلین کہ مٹی ابرک اور ابرک کے ٹکڑے ہیرا ہونے والے تہے -

شرح فرق مدت ترقی مخلوق اول و آخر کی -

ہفتم ترقیات مذکورہ امر چہارم و پنجم کے لیے مدت مین فرق ضروری ہے کیونکہ جو اجسام اوس حالت مین پیدا ہوے جب خود زمین مین ایک درجہ کی ترقی تہی اونکو زیادہ مدت تک حالت ترقی مین زمین کے ساتہہ رہنا لازم ہے - جو اوس مادہ ارض سے پیدا ہونگے جسمین ایک درجہ ترقی کا

بڑہ گیا ہے اوس سے کہ مدت تک اونکا زمین کے ساتھہ رہنا ضرور ہوگا۔ اس سے یہہ بہی ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ آخر مین پیدا ہونگے۔ وہ ترقی شدہ مادہ ارض سے پیدا ہونگے۔ جو اول مین پیدا ہوے اوس سے کمتر قابلیت کے مادہ سے پیدا ہوے یعنی جس مین قابلیت بگڑ جانے کی زیادہ تہی۔ اسی لیے آخر زمانہ کثرت ہدایت یافتون کا زمانہ ہوگا۔ اول زمانہ قلت ہدایت یافتون کا تہا۔ اس تحقیقات کے مطابق وجود شیطان نے یہہ کام دیا ہے کہ جب آدمی مین کہوٹا کہرا ہو جانے کا مادہ آجاے تو کہرے مادون کا کہرا پن صاف کردے۔ کہوٹے مادون کا کہوٹ ظاہر کردے کیونکہ وہ مادہ آتش سے بنا ہے۔

موت کی ضرورت۔

ہشتم۔ اب تصفیہ کرنا چاہیے کہ روح اور جسم دونون قابل ترقی ہین یا صرف جسم۔ ظاہر ہے کہ روح مین مادہ ارض نہین ہے۔ اسلیے قابل ترقی صرف جسم ہے۔ جو لوگ زمین کے ذرون کو دونون جسم و جان کا مادہ سمجہتے ہین وہ روح کو ارضیات مین سے کہہ سکتے ہین لیکن یہہ صریحًا غلط ہے۔ (۱) اسلیے کہ اس تسلیم سے لازم آئیگا کہ نیچر ایسی لغو چیز ہو کہ ہمیشہ اوسمین تغیرات تو ہون مگر تغیرات کا نہ کوئی نفع ہو نہ غرض۔ حق تعالی نے اسی کی تردید فرمائی ہے کہ ہمنے عالم کو عبث پیدا نہین فرمایا۔ (۲) اسلیے کہ اس تسلیم سے لازم آئیگا کہ وہی کیفیات باعث خلق ہون وہی باعث فنا۔ ایک طرح کی کیفیات ذریعہ دو مختلف کیفیتون کے حصول کا نہین ہوسکتین۔ اگر ہون یعنی اونہین اضداد کا خاصہ اجتماع ہوا ونہین کا افتراق تو یہہ

اجتماع نقیضین ہوا جو محال ہے۔

انتباہ اس مقام پر غور کرنیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان دو مختلف خواص کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالی ہے جسنے روح کو بنایا اور یہہ طریقہ ایجاد فرمایا کہ کچھہ مدت کے لیے اجتماع اضداد ہوکر ایک قالب بنے اور وہ قالب مسکن روح ہو۔ اوس مدت کے بعد روح قالب کو خالی کردے اور مجموعہ اضداد بوتہ ترقی مین پڑے۔ اگر غور فرمائیگا صاف معلوم ہوگا کہ یہہ تاثیرین جو پیدا ہوئی ہین کہ وہی چیزین باعث خلق ہوجاتی ہین اور ایک مدت تک جسم کو ترقی دیتی رہتی ہین وہی چیزین انحطاط پیدا کرتے کرتے باعث فنا ہوجاتی ہین اوسوقت یقین ہوگا کہ کسی دوسرے مدبر کی تدبیر جو علاوہ اس خاصہ امتزاج کے ہے یہہ دونون کام کرتی ہے اور وہ مدبر یعنی قادر مطلق جو بلا اسباب بھی قدرت نمائی کرتا ہے ہر وقت موجود ہے اور اسطرحکی قدرت نمائی ہر وقت کر رہا ہے وہ لوگ بڑے دہوکے مین ہین جو ذرائع اظہار قدرت کو محض اسباب مین محدود کرکے اوس سے غفلت کرتے یا منکر ہوتے ہین۔

شبہہ نہو۔ کہ قوائے جسمانی و عقلی دفعتاً اوس حد کمال پر جسے ہم دیکھتے ہین نہین پہونچتے اسلیے روح بھی قابل ترقی ہے۔ غلطی اس شبہہ مین یہہ ہے کہ اگر ارواح باعتبار اپنی نوعیت کے ایک مادہ قابل ترقی ہوتین جسم کے ساتھہ ترقی کرکے صرف اوسی قدر ترقی کرسکتین جسقدر جسم نے کی حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ ترقی جسم کو ترقی عقل سے (جو ایک صفت روح کی ہے) کچھہ مناسبت نہین ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ارواح ابتدا سے

بعض اعلیٰ درجہ کی بعض اوس سے کم درجہ کی (الغرض متفاوت) پیدا ہوتی ہین
اور ایک مادہ ترقی پذیر نہین ہوتین - صرف افعال کی ذمہ داری کا اونمین فرق پیدا ہوتا ہے
یہ شبہہ اسلیے پیدا ہوتا ہے کہ افعال روح کے جسم کے قویٰ کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہین جسم مین نمو
بھی ہوتا ہے اور انحطاط بھی - اگر جسم کے ساتھہ ترقی ہوتی انحطاط بھی جسم کے ساتھہ
ہوتا - اور جو افعال محض روح کے ہین جنکا بیان کیا گیا ہے صادر نہوا کرتے - یاد رہے
کہ نمو اور انحطاط دو مختلف اغراض کے لیے ہین یعنی نمو خلق کے لیے کہ آدمی سے
آدمی پیدا ہو - انحطاط اسلیے کہ روح کو جب نمو کا غلبہ جاتا رہے فرصت اپنے افعال
کی ملے -

الغرض - جب قابل ترقی صرف جسم ہو تو اوس ترقی کی حالت مین (جو اوس مادہ مین
بلا توسط روح کے ہوتی ہے - یعنی مادہ خلود پیدا کرنیکی) جسم و روح کا ایک جگہہ رکھنا
بیفائدہ ہوگا بلکہ غایت انحطاط قالب کو ایسا کردیگی کہ وہ قابل روح کے رہنے کے نرہے -
اسلیے موت اور باعتبار دنیا کے فنا ہوجانا ایک ضروری اور لازمی امر ہے - اصلی وجہ
اوسکی یہہ ہوسکتی ہے کہ انسان اون تکالیف مین جو علاوہ نتائج افعال کے ہین نہ ڈالا
جاوے - کیونکہ ترقی کی نوعیت پر غور کرنیسے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعد تکالیف کے حاصل
ہوتی ہے اور ہر جسم کیلیے عام ہے - پس جنہون نے صرف افعال نیک کیے ہون اونکے
لیے ہر تکلیف ظلم ہوگی جنہون نے افعال بد کیے ہین اون کے لیے وہ تکلیف تکلیف
افعال کے علاوہ اور ظلم -

طریقۂ ترقی جسم بعد موت کے

نہم - جب روح جسم سے علیحدہ ہوجاتی ہے اوسکے بعد جو طریقے ترقیون کے معلوم ہوتے ہین وہ یہہ ہین اولاً فشار قبر ہوگا اور ایسا سخت کہ بہیجا سر کا ناخن پا سے نکل آیے فائدہ اسکا صاف یہہ ہے کہ جسم نچوڑا جایے - آلایشین صاف کیجائین - یعنی ست کاست نکالا جایے - ثانیاً وہ کیڑون کے پیٹ مین چلا جائیگا - اور پہر وہ بہی مٹی ہونگے اور زمین مین دفن رہینگے - اونپر وہ اثر ہوگا جو بیج کے زمین مین ڈالنے سے یا دواؤن کے گاڑنے سے ہوتا ہے - اور یہہ ترقی باعتبار نوعیت مادہ - باعتبار اثر افعال - باعتبار ترقی ارض ہوتی رہیگی -

انتباہ دفن جلانے سے بہتر ہے - کیونکہ اوسمین جسم بطور تخم کے زمین مین رہتا - گو جلانا فشار کا مقابلہ کرے -

مقام جنت و نار اور ترقی ارض کی -

دہم - اب غور کرنا چاہیے کہ وہ جنت یا دوزخ جسمین آدمی جائیگا کہان ہونگے - جو ارشادات الٰہی سے ظاہر ہوتا ہے یہہ ہے کہ وہ یہی زمین ہوگی - اسی مین جنت اور دوزخ اور شیرین نہرین اور حور اور غلمان ہونگے مقام اوسکا چاہے آسمان ہو یا اور کچہہ اور وہ ایسی ہوجایے کہ اوسپر اطلاق آسمان کا ہو یا زمین کا - اسلیے کہ خداوند عالم فرماتا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ - یعنی ہم زبور مین بعد پند و نصیحت کے یہہ بات لکہہ چکے ہین کہ ہمارے نیک بندے زمین کی سلطنت کے وارث ہونگے بعد ذکر دخول اہل جنت کے جنت مین - فرماتا ہے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ۔ یعنی اور کہینگے کہ خدا کا شکر ہے جسنے اپنا وعدہ ہمکو سچ کر دکہایا اور ہمکو زمین کا مالک بنایا۔ اگر جنت اور دوزخ زمین مین نہوتے یہہ ارشاد نہوتا۔ نسبت زمین کے فرماتا ہے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا۔ معنی یہہ ہین کہ زمین اسقدر ہلائی جائیگی کہ اوسکے اثقال اندر سے باہر نکل آئین۔ جسکی مثال دودہ کا بلونا ہے۔ جب دودہ بلویا جاتا ہے اور اوسکو دیر تک شدت سے حرکت دیجاتی ہے مکہن اوپر آجاتا ہے زمین کے اندر اسوقت جو جو چیزین مخفی ہین اونکی تعداد بیان کرنا دشوار ہے۔ چنانچہ معدنیات اور جواہرات ایسے مخفیات ہین جو سب کو معلوم ہین۔ لیکن وہ چیزین جنکی تاثیر یہہ ہے کہ مٹہائی اور کہٹائی اور مختلف رنگ اور رنگون مین اختلاط اور خوشبو کی چیزین پیدا کرین اونکے مادے معلوم نہین۔ ان سب چیزون اور مادون کو زمین اوگل دیگی اور وہ اندر سے باہر آجائینگی۔ اثقال کو صرف آدمیون کا جسم سمجہنا صحیح نہین۔ یہہ بہی ثقل ہے اور اور بہی۔ اوسوقت تصور فرمایئے کہ زمین کی کیا حالت ہوگی۔ ایک طرف ان سامانون کا ظہور ہوگا جن سے اب بہی روح تازہ ہوجاتی ہے یعنی معدنیات۔ جواہرات۔ خوشبوئین۔ زمین کے خزانے۔ دوسری طرف اون سامانون کا ظہور ہوگا جنمین سے ایک وہ مادہ ہے جس سے وہ حشرات الارض سدا ہوتے ہین جنکے ڈنک مین ایسا زہر ہوتا ہے کہ جسم مین آگ لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ آگ جوالامکہی پہاڑون مین ظاہر ہوتی ہے۔ اسوقت ان چیزون کے اخفا کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ زمین ان چیزون کے متعلق

ترقی کر رہی ہے - پس یہہ ترقی جب حد کمال پر پہونچ جائیگی اوسوقت زمین اسقدر ہلائی جائیگی کہ سب چیزین اوسکے باہر آجائین - قیامت کا طول اور آفتاب کا قرب اسلیے ہوگا کہ ہر چیز مین سے وہ سقم جو اندر رہنے سے باقی رہا تہا نکل جاوے - وہی فرخ اور جنت ہوے

ان سب امور کے ملانے سے ظاہر ہے کہ (۱) وہ جنت جسمین حضرت آدم تہے اور جنت تہی جسمین بعد موت کے جائینگے اور جنت ہوگی - (۲) ان ترکیبون سے کہ حضرت ابو البشر دنیا مین آیے ایک ترقی ہوی - بعد موت ایسی بڑی ترقی ہوگی جسکی کچہہ انتہا نہین یعنی ظرف اور مظروف دونون ترقی کر جائینگے - یہہ جملہ امور بفایدہ ہین ہین - عجیب و غریب حکمتین اور صنائع قدرت الٰہی کی ہین - یہہ سمجہنا نہین چاہیے کہ حیات دنیا مین ہماری ترقی ختم ہو گئی اور ہم بن چکے - ختم تکمیل خلق وہ ہوگا جب قیامت کے لیے زندہ ہونگے - پس مشیت الٰہی اس غرض سے مقتضی تقرر قاعدہ موت و قبر و بعثت و قیامت کی ہوی ہے کہ وہ اعلیٰ فائدہ کی مشیت ہے اور کمال عنایت جس سے زیادہ کوئی عنایت نہین ہو سکتی -

طول مدت خلاف ارشاد الٰہی نہین ہے -

شبہہ نہو کہ یہہ مدت خلاف ارشاد الٰہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہ ہو جاوے ہو جاتی ہے - اسلیے کہ خود اللہ تعالیٰ نے طینت حضرت آدم کو چالیس صباح تک تخمیر کرنا فرمایا ہے اور سات دن مین اس کارخانہ کا پیدا کرنا فرمایا ہے - یہہ دونون ارشاد متناقض نہین ہین اسلیے کہ معنی آیہ کن فیکون کے یہہ ہین کہ اللہ تعالیٰ جیسا ارادہ فرماتا ہے

وہی امر مطابق ارادہ الٰہی کے فوراً ہو جاتا ہے۔ جب ارادہ الٰہی متعلق پیدا کرنے ایک حالت کے ہو وہی فوراً پیدا ہوگی۔ جب دوسری حالت کے متعلق ہو وہی فوراً پیدا ہوگی۔ تناقض اوسوقت ہوتا جب ارادہ الٰہی ترکیبون سے اور اسباب سے خالی ہوتا۔ الغرض ہر حکمت ایک ارادہ ہے۔

بیان شریعت کہ عذاب قبر ہوگا خلاف وجہ موت کے نہین ہے۔

شبہہ نہو کہ شریعت مین ثابت ہے کہ تعلق جسم اور روح مین باقی رہیگا اور ذریعہ عذاب قبر یا راحت قبر کا ہوگا۔ اس لیے کہ ہماری غرض اوس تعلق سے ہے جو حالت حیات مین ہے ایک قسم کا تعلق ضرور ہے۔ (۱) وہ بہی اگر باقی نرہے لازم آئیگا کہ روح بہی فنا ہو جائے اسلیے کہ ادراک کا انعدام حقیقت مین موت ہے۔ کیونکہ جب جسم مین صرف روح اور جسم دو جزو ہون ادراک روح کی ایسی صفت ہوگی جو اوسکی ذات مین داخل ہو۔ (۲) اگر تعلق مطلقاً سلب ہو جاوے تو لازم آئیگا کہ روح نے جو افعال صادر کرا کر ذمہ داری حاصل کی ہے اور بطور لزوم کے اپنے اوپر ایک حالت دوامی عارض کر لی ہے وہ حالت ساقط ہو جاوے۔ یہہ خلاف لزوم کے ہے۔ (۳) اگر تعلق مطلقاً سلب ہو جاوے اوسی روح کا اوسی جسم مین آنا بلا وجہ ہوگا۔ ہماری غرض یہہ ہے کہ ایک تکلیف یا راحت تو بسبب اعمال کے پیدا ہوتی ہے۔ ایک تکلیف وہ ہے جو ترقی کے لیے ہر جسم کو عارض ہوتی ہے جسمین راحت شامل نہین ہے۔ پس اس لیے کہ تکلیف راحت مین یا تکلیف پر تکلیف عارض نہو جدائی روح و جسم مین پیدا کی جاتی ہے۔ اور ایسا تعلق باقی نہین

رکھا جاتا کہ سوای اون نتائج کے جو لازم ہو گیے ہین اور نتیجون کا انفعال جسم و روح مین باقی رہے۔ مثال اس قطع تعلق کی عمل جراحی ہے جب وہ اوس حالت مین کیا جاے جب آدمی بیہوش کر دیا گیا ہو۔ حالت بیہوشی مین بہی ایک طرح کا ادراک تکلیف کا ضرور ہے

عذاب یا راحت قبر کے بعد جنت و دوزخ کی ضرورت مرتفع نہین ہوتی۔

شبہہ نہو کہ بعد عذاب یا راحت قبر کے ضرورت عذاب نار یا راحت جنت کی باقی نہین رہے اسلیے کہ تکلیف یا راحت کو مجموعہ جسم و روح نے پیدا کیا تہا۔ اب اونمین ایک نوع کا تعلق ہے پورا تعلق نہین۔ پس جبتک وہ پہر پورا تعلق حاصل نہ کرین پورا تمتع راحت کا نہین کر سکتے۔ اسی طرح اونکو پوری سزا نہین ہو سکتی۔

اجسام انبیاء کی حالت کا استثنا۔

یہہ بہی شبہہ نہو کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اجسام انبیاء و اوصیا ایک حالت مین رہتے ہین جیسے مرے تہے ویسے ہی۔ یہہ تغیر نہین ہوا۔ اسلیے کہ ہر ترکیب کا ایک طریقہ اور قاعدہ ہے جو بغیر ضرورت کے توڑا نہین جاتا۔ پس یا یہان وہ قاعدہ بطریق اعجاز توڑا جاتا ہے۔ جیسا کہ جناب رسول خدا محمد مصطفے صلعم کی نسبت ثابت ہے کہ جناب ممدوح اوسط اندام تہے مگر ہر لمبے آدمی سے اونچے معلوم ہوا کرتے تہے۔ اور اونکے سایہ نہ تہا یعنی جسم ابتدا سے خاص نوعیت کا بنا ہوا تہا۔ یا اونکے اجسام مین بسبب تاثیر اعمال خیر کے وہ خاصیت پیدا ہوتی ہے کہ ایسا تغیر ہو جو معلوم نہو۔ یا اونکا جسم اسقدر زیادہ مبتلای آلام دنیا ہوتا ہے کہ وہ حالت دنیا مین حاصل ہو چکے جسمین فشار ضرور نہو اور صرف زمین مین رہنے سے خلود

پیدا ہو۔ یعنی ایک طرف جسم اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے کہ تھوڑے سے تغیر مین حالت کی ترقی قبول کرے دوسری طرف سخت تکالیف دنیا مین رہتا ہے۔

ڈارون صاحب نے آخر ترقی کو نہین بتلایا۔

توضیح اول ڈارون صاحب نے جو ایک بڑی طویل تحقیقات کے بعد یہہ امر ثابت کیا ہے کہ ہر چیز عالم مین بذریعہ ایسے تغیر کے جو ترقی کی طرف منجر ہو پیدا ہوی ہے یہانتک کہ انسان ترقی یافتہ بندر ہے۔ ایسا امر ہے کہ حیرت مین ڈالتا ہے۔ اونہون نے یہہ غلطی کی ہے کہ روح انسانی کو ترقی یافتہ روح حیوانی سمجھا ہے۔ حیوانون مین جو طریقے ترقی جسم کے اونکو عملاً معلوم ہوئے ہین وہ عمل انسانی کا اثر ہین اور جو ترقی عقل کے معلوم ہوے ہین وہ تعلیم انسانی کا۔ علاوہ برآن وہ نہین بتلا سکتے کہ انتہای ترقی بنی القردہ کیا ہے۔ ان دونون امر کو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ انسانی روح ہماری طرف منسوب ہے اور جسم انسانی صرف تخمیر سے بنایا گیا ہے یعنی انسان بنی القردہ نہین ہے۔ چونکہ روح منسوب الی اللہ ہے اوسکا اثر جسم پر یہہ ہے کہ آخر کو وہ مادہ بقا پیدا کر دیتی ہے اور منتہاے کمال یہہ ہوتا ہے کہ اوسمین ترقی کی گنجایش باقی نہین رہتی۔ اور موت بند ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ذریعہ انعدام ترقی کا ہے۔ ڈارون صاحب نے یہہ تو نتیجہ نکالا کہ یہانتک ترقی ہو گئی کہ جمادات نباتات اور وہ حیوانات اور وہ آدمی ہو گئے مگر یہان پہونچکر رہ گیے کہ پھر آدمی کا منتہاے ترقی کیا ہوگا۔ اونکے اصول کے مطابق یہی لازم آتا ہے کہ آخر کار سب مخلوق آدمی ہو جائین اور آدمی ہو کر بعد منتہاے ترقی کے ترقی بند ہو جاے اور یہی خلود ہے۔

یہہ اعتراض کہ مردم خوارون کا جسم کہانسے آئیگا وارد نہین ہوتا۔

توضیح دوم - جن لوگون نے بنی آدم کے دوبارہ جسم سابق پہنکر اوٹھنے پر ایسی حالتون سے اعتراض کیا ہی کہ جو آدمی آدمیون کو کہا جائین تو دونون کا جسم کیسے جدا ہوگا وقس علی ہذا غلط اعتراض ہے - اسلیے کہ جسم کا جب ست نکالا جایے اور پہر وہ بطور تخم رکہا جایے اور پہر ست ملا کر جسم سابق مع التغیر پیدا کیا جایے تو یہہ اعتراض وارد نہوگا - انسان ہڈیان نہین کہاتا - اور جانورون مین کمتر ایسے ہین کہ ہڈیان کہاجاتے ہین اور [illegible] الجسم ثابت نہین اور اگر ہو وہ بہی اسی طرح ہوگا کہ جسم انسان کے بننے مین [illegible] ض کی تردید کریگا -

یہہ شبہہ اسلیے غلط ہے کہ وجہ ماہیت اشیا کا سوال ہے

توضیح سوم - آگے یہ [illegible] کہ علم وجوہ ماہیت اشیا قوت بشری سے باہر ہے - اور یہہ اعتراض [illegible] ایسے ہی اعتراضات اصل مین اسلیے غلط ہین کہ متعلق استفسار وجوہ ماہیت کے ہین اور اوسکے نہ سمجہنے سے پیدا ہوتے ہین - مثال اونکی وہی ہے کہ روٹی باورچی کو نہین جان سکتی اگر روٹی باورچی پر اعتراض کرے غلط ہوگا - اسی لیے خوض ایسے امور مین [illegible]

علماء دین کا جواب شبہہ مبحوث عنہ کا -

توضیح چہارم - علماء دین نے اس شبہہ کا یہہ جواب دیا ہے کہ وہ جنت مین باستحقاق جانا ہوگا اور فضل استحقاق معلوم ہے -

یہہ بہی عمدہ جواب ہے مگر میرا عقیدہ یہہ ہے کہ ہم بندہ محتاج ہین کوئی حق ہمارا نہین شعر

بے سنت و بے سوال و بے استحقاق		دیتا ہے جو سب کو یا الٰہی تو ہے	

یہہ ترقی تیجر کی بغیر وجود خدا کے نہین ہے -

توضیح پنجم - ان صنائع بدائع الٰہی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ یہہ سب تدابیر اور طریقے خلق کرنے اور مخلوق کے اقصار غایت کمال پر پہونچانے کے اللہ تعالی کے ہین۔ انکا نام نیچر رکھنا فاحش غلطی ہے۔ اسلیے کہ ترقی کرنے والے نیچر اپنے نیچر مین تابع ترقی دینے والے کے ہونے چاہیے۔ ترقی تغیر ہے۔ اگر نیچر قدیم اور قائم بالذات ہوتی متغیر نہوتی۔ غور کرنا چاہیے کہ نیچر جب مدبر اور ترقی کرنیوالی مانی جاے وہ ہر واحد کے لیے خاص ہوگی۔ پس یہہ نیچر کیونکر ہوسکتی ہے کہ ہر چیز کے ساتھہ بدلا کرے۔ اگر نیچر کو ایک تسلیم کرلیا جاے تو اشیاء متضاد کا خلق اوس سے محال ہوگا۔ اگر وہ قادر مطلق کا دوسرا نام ہے تو نیچر مین وجود قدرت مطلق کا کوئی نہین مان سکتا کیونکہ اوس نیچر مین نیچر کے خلاف کرنیکی قدرت خلاف بداہت ہے۔ عدم قدرت ماننا بہت ہی ادنی درجہ کے خدا کا ماننا ہے۔ نعوذ باللہ

انسان کا برا ہوجانا خلاف ترقی نہین ہے۔

توضیح ششم۔ دنیا جب اسقدر ترقی کرنیوالی چیز ہے۔ تو انسان کا برا ہوجانا خلاف ترقی نہین یعنی ترقی اوس حالت کے متعلق ہے جسمین انسان کے افعال کو دخل دیا گیا ہے۔ یہہ معنی ترقی کے نہین ہین کہ باعتبار تکلیف وراحت ترقی صرف راحت کی ہوتی ہے اسلیے کہ لوہے کی ترقی اوسی حالت کی ترقی ہے اور جوہر کی اوسی حالت کی۔ انسان جس نوع کا اپنے آپ کو بنالے اوسی حالت نوعی مین ترقی پذیر ہوگا۔

قیامت کے طول کی وجہ اور قرب آفتاب کی۔

توضیح ہفتم چونکہ آفتاب اسوقت دور ہے۔ وقت قیامت قریب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترقی زمین کے اندر رہنے سے ہو گولازمی ہو دیر طلب چیز ہے جو بیرون زمین ہوتی ہے وہ اسکے خلاف ہے۔ اسی لیے

کی قلیل ہے۔ جب مادۂ خلود پیدا ہوگا اوسکی تکمیل جو اور درکار ہوگی بذریعۂ مدت قیامت و قرب قیامت کے ہوگی۔ یہہ نہین ہے کہ اللہ تعالی نے بلا وجہ اسباب تکلیف و عذاب پیدا فرمائے ہین بلکہ فضل عظیم ہے کہ ایک طرف ترقی کے اسباب پیدا کیے ہین دوسری طرف مدت امتحان کو قلیل کر دیا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض لوگ طبیعت کے (نیچر) خدا ہونے کے قائل ہوے بعض آفتاب کے۔

جناب رسول خدا کے ان نکات کو بطور ڈرانے کے بیان کرنے کی وجہ۔

توضیح ہشتم۔ ان سب امور سے مثل آفتاب روشن ہے کہ اون لوگون کا خیال جنہون نے تکلیف و راحت کو محض خیالی قرار دیا ہے کسقدر غلط ہے۔ جب تمام زمین اپنی اچھی بُری سب چیزون کو باہر نکال دے غور کرنا چاہیے کیا حالت ہوسکتی ہے ضرور ایک طرف جنت ہوگی ایک طرف دوزخ۔ اوسمین جب ہمارا جسم قابل تمتع ہو ضرور مبتلای تکلیف یا متمتع براحت ہوگا۔ اس سے یہ خیال بعض لوگون کا کہ جناب رسول خدا صرف ڈرانے والے تھے یا خوشخبری دینے والے کسقدر غلط ثابت ہوتا ہے۔ یقیناً وہ واقعی چیزون کی خوشخبری دیتے تھے اور واقعی چیزون سے ڈراتے تھے۔ اس مقام پر خیال فرمایے کہ لوگون سے خداوند عالم کی تراکیب ترقی بیان کرنا اور ایسے لوگون سے جنسے عرب کا ملک بھرا ہوا تھا بہتر تھا یا ان چیزون کا اوس رنگ سے بیان کیا جانا جس رنگ سے کیا گیا بہتر تھا۔ اگر اون سے اس طرح بیان کیا جاتا تو وہ سمجھتے نہ کچھہ فائدہ ہوتا۔

ترقیان بذریعۂ تغیر کے ہوتی ہین

توضیح نہم۔ ترقی کے مدارج پر غور کرنیسے پایا جاتا ہے کہ وہ بذریعۂ

تغیر کے ہوتے ہین - اور تغیرات اسطرح واقع ہوتے ہین کہ جب ایک حالت بقدر ضرورت انتہا کو پہونچ جاوے بدل جاوے دوسری حالت اوسی ذریعہ سے پیدا ہو جاوے - مثلاً پانی برسا کرتا ہے اوسکا اثر ہوتا رہتا ہے - پھر سردی ہوتی ہے اسکا اثر ہوتا رہتا ہے - پھر گرمی ہوتی ہے اسکا اثر ہوتا رہتا ہے - اور یہہ ایک ہی دفعہ ہو کر ختم نہین ہو جاتا - بار بار اسکی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالی نے ہر چیز مین یہہ ترکیب اس عالم فانی کے لیے کہی ہے کہ جب بقدر ضرورت کمال ایک ترکیب کا ہو جاوے وہی اوسکا زوال اور ختم ہو - یہہ نہین ہے کہ ترقی ہونے سے لازم آتا ہے کہ جو حالت ایک دفعہ گذر لی پھر نہو اسکے مصالح عجیب ہین جنکے یہان بیان کرنے کی ضرورت نہین -

ترقی کے متعلق حق تعالی پر الزام نہین ہے -

توضیح دہم - مادہ کے متعلق بھی الزام ذات اقدس ایزدی پر نہین آسکتا - اس لیے کہ (۱) بنی نوع انسان بنی آدم ہین اونکا مادہ اتنا تیار کیا گیا تھا کہ وہ سہو پر قصور کے لیے مدتون رویا کیے ع تا بہ سی صد سال آدم گریہ کرد - اونکی اولاد سے جو اونکے صلب سے پیدا ہو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اگر سہو سے قصور کرین اور عمر وفا کرے ہزار برس ایک قصور پر روئین - اور دیدہ و دانستہ تو کبھی گناہ کے پاس نہ جائین - چونکہ مادون مین ترقی کا اصول مانا ہوا ہے یہہ اولٹی ترقی کیسی ہو سکتی ہے کہ دیدہ و دانستہ گناہ کرین اور اوسپر بجائے منفعل ہونیکے ٹرائین اور ٹراتے ٹراتے خدائی کا دعوی کرین - (۲) شیطان مین جو مادہ بھڑک اوٹھنے کا تھا اوسکا علاج خداوند عالم نے اوسکی مشق عبادت کے ذریعہ سے فرمایا - بنی آدم مین جو ایسا مادہ ہے

اوسکا علاج بذریعۂ ولادت یعنی حضرت آدم کے ذریعہ سے پیدا کرنیکے کردیا۔ (۳) باوجود تفاوت قابلیتون کے کہ بعض آدمیون مین بھلائی کی طرف جلد مائل ہوجانے کی۔ بعض مین برائی کی طرف جلد مائل ہوجانے کی ہے قصور مادہ کا نہین ہے کیونکہ (۱) ہر شخص مین فہم و ادراک ہے اگر قصور مادہ کا ہوتا فہم و ادراک کا مادہ نہوتا۔ (۲) ہر قابلیت کے آدمی سے اچھے اور برے افعال صادر ہوتے ہین اگر مادہ کا قصور ہوتا ان دونون مین سے ایک پر انسان مجبور ہوتا۔ (۴) طینت آدم مین روح ڈالی گئی ہے اور وہ حاکم ہے اور افعال کا نتیجہ تکلیف یا راحت ہے معنی یہہ ہین کہ افعال مادہ پر اثر کرتے ہین مادہ باعث صدور افعال نہین ہے بلکہ روح ہے حقیقت یہہ ہے کہ مادہ مین وہ تفاوت ہے جو عمدگی مین محدود ہے کوئی زیادہ عمدہ ہے کوئی کم ایسا مادہ انسان کا کہ اوسے برا کہنیکین ہرگز نہین ہے۔ افعال کے اثر سے کم عمدہ زیادہ برے ہوجاتے ہین۔ زیادہ عمدہ برے نہین ہوتے یا کم برے ہوتے ہین اور اسلیے وہی ذمہ دار ہوتے ہین خداوند عالم نے (چونکہ کمال مرتبہ مین رحیم ہے) قواعد ایسے نرم اور آسان بنا دیے ہین کہ جملہ مادون کو حاوی ہون۔ اور اونکی مختلف ضرورتون کو رفع کرین جیسے قواعد نکاح اباحت محدودات غسل و تیمم۔ ان سب پر عفو و غفران۔ اسی لیے محققین علماء کا یہہ قول ہے کہ لواحق کے وجود مین سوابق کو دخل ہے اور شر شیطان بعد کی بات ہے جس وجہ سے ذات خداوند عالم پر الزام خلق شر کا عائد نہین ہوسکتا تفصیل اسکی مقام مناسب پر کیجائیگی۔ یہان مختصراً بیان کیا جاتا ہے کہ اختیار اختیار نہوتا اگر اوسمین وسعت نہوتی

اوسمین یہہ وسعت بہی ہے کہ مختار کے افعال مؤثر ہون۔ پس یہہ تاثیرات ہمارے افعال کے ہین اور معنی یہہ ہین کہ ہم اپنے افعال سے جنکی قدرت اللہ تعالی نے کمال عنایت کی وجہ سے دی ہے۔ اوسکو الزام دیتے ہین اور عنایت کی عوض بجاہی شکر کے شکایت کرتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ عالم مین شر زیادہ ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جو طریقہ عالم کے ایجاد مین اختیار کیا گیا اوسمین شر زیادہ ہے اسلیے بہتر نہین کہا جاسکتا۔ باب دوم کے شبہہ اول مین جواب اس شبہہ کا باعتبار دین بہی دیا گیا ہے۔ چونکہ یہان آیات کلام مجید کی نقل کے بعد جواب اس شبہہ کا دیا جاتا ہے اس لیے باعتبار اون نکات کے بحث کیجاتی ہے جو ابہی بیان کیے گیے۔

شر انسان کا خود فعل انسان ہونا

جواب (۱) انسان کا یہہ شبہہ کرنا ابتدا سے غلط ہے اسلیے کہ معنی اس شبہہ کے یہہ ہین کہ وہ اپنے افعال سے اللہ تعالی پر اعتراض کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے نوع نوع کی مخلوق پیدا کی انسان کو تمام انواع سے افضل بنانا چاہا دنیا کو اوسکے لیے امتحان گاہ بنایا جو ذریعہ حصول فضل کا ہے صاحب فضل کے ساتھہ وجود مفضول لازم ہے اور امتحانی فضل کے لیے کثرت ناکامون کی۔ چونکہ یہہ امر ایک طرف نہایت اعلی درجہ کا تہا دوسری طرف اوسمین ضرر تہا۔ ہر مخلوق کے مادہ سے پوچہا کہ اس نوع کی مخلوق کون بننا چاہتا ہے سب نے انکار کیا انسان کے مادہ نے اقرار کیا۔ اسلیے اللہ کا فعل اچہا بنانے کا ہے ہمارا فعل برا بن جانے کا پس

برائی اگر زیادہ ہے ہمارے سبب سے ہے۔ بھلائی اگر زیادہ ہے اوسمین مدد الٰہی کو ہمارے افعال کے ساتھہ دخل ہے۔

شر شیطان کا متعلق خلق انسان کے قلیل ہونا۔

(۲) انسان مین اول وہ قوت جسکا انبعاث بذریعہ اکل گندم واغوای شیطانی کے ہوا متعلق عورتین کے ہے۔ اسکے متعلق جب خیال فرمائیگا تو معلوم ہوگا کہ اس ذریعہ سے خیر زیادہ ہے شر ہرگز زیادہ نہین۔ غالباً کوئی بشر شک نہین کرسکتا کہ خیر بہ نسبت شر کے بہت زیادہ ہے اور گویا کہ حد سے زیادہ ہے مقابلہ کیلیے اولاد زنا اور اولاد حلال پر خیال فرمایئے۔ شریعت نے عقود نکاح کفار کو جائز قرار دیا ہے اور اسلام نے کیا عجیب کوشش فعل مذکور کی برائی سے علیحدہ کرنے کے لیے کی ہے۔ سبحان اللہ۔

شر شیطان کا متعلق غصہ کے کم ہونا۔

(۳) اور قوتین جنکا انبعاث بذریعۂ اغوائے شیطانی کے بنی آدم مین ہوتا ہے (حضرت ابو البشر اوس سے پاک ہین) اوسمین بڑی چیز غصہ ہے۔ اوسکو حساب کیجیے کہ برمحل کسقدر آتا ہے اور بے محل کسقدر۔ کیا ہر وقت انسان بے موقع لڑا کرتا ہے؟ ہرگز نہین۔ اوسنے جو غیرت کا مادہ پیدا کیا ہے وہ کسقدر عظیم المرتبہ چیز ہے۔ بہت سے زن و مرد مین وہی باعث اجتناب قبائح ہے۔

شر شیطان کا متعلق سامان دنیا کے کم ہونا۔

(۴) اسکے بعد وہ چیز جو بذریعہ اغوائے بنی آدم پیدا ہوئی ہے (حضرت آدمؑ اس سے بھی پاک ہین) وہ سامان دنیا کا عمدہ کر دکھانا ہے اوسکے اندر بھی خیر زیادہ ہے۔ اسلیے کہ وہ سامان کہ جو بعد اس پسند کے پیدا

ہوتے ہین (اور ایسے ہوتے ہین کہ اگر یہہ انہماک اور پسند نہوتے تو پیدا نہوتے) ضروریات زندگی مین داخل ہوکر اس پسند کو قبیح سے حسن بنا دیتے ہین۔ جیسے نہر اور ریل۔ اور تار اور بہت سی دوائین۔ اور پارچات۔ اور ظروف وغیرہ وغیرہ۔ ان چیزون مین اون اسباب کو جو باعث آرام و راحت ہین ضروریات زندگی مین بقدر ضرورت زندگی داخل فرمایئے۔ پس وہ سب چیزین جو ان دونون تفریقون مین داخل ہون مباح ہین۔ اون کا مقابلہ باعتبار تعداد کے اشیاء غیر مباح سے فرمایئے۔ یعنی آلات لہو لعب کو آلات و سامان اکل و شرب و سامان ملبوسات سے مقابلہ کیجیے اور تسکین فرمالیجیے کہ اس ذریعہ سے خیر بہ نسبت شر کے اسقدر زیادہ ہے کہ کوئی نسبت نہین۔ اسی ذریعہ سے نعمات کی تعداد بڑہ گئی ہے اور تعداد امور باعث شکر اور شکر گزارون مین شکر۔ یہہ کیسی بڑی خیر ہے۔

شر شیطان کا متعلق کفر کے کم ہونا۔

(۵) کفر کا شر اس عالم مین باعتبار دین کے بہت زیادہ ہے لیکن وہ بسبب شیطان کے نہین ہے۔ اسلیے کہ حق تعالی نے صاف فرمادیا ہے کہ شیطان بعد اختیار کفر کے کافر کو حالت انبعاث مین کہتا ہے۔ پس یہہ شر نتیجہ خلق شیطان کا نہین ہے۔ البتہ شیطان اغوا کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اغوا بعد پیدا ہوجانے قابلیت قبول غوایت کے ہوسکتا ہے۔ اسپر بھی یہہ امر کہ دنیا مین کفار کی تعداد زیادہ ہے قابل بحث ہے۔ اسلیے کہ خلق عالم اولاً بذریعہ حضرت آدمؑ ہوی۔ پھر بعد حضرت آدم کے کوئی زمانہ خلیفۃ اللہ فی الارض سے خالی نہین رہا اور ایک زمانہ دراز کی بابت خبر دی گئی ہے کہ وہ ہدایت کا زمانہ ہوگا۔ اور بتلایا گیا ہے

کہ وہ زمانہ گمراہی سے بہت زیادہ طویل ہوگا۔ پس زیادتی تعداد کفار کی صحیح نہیں ہے
سلسلۂ ترقی کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انسانوں میں جہالت زیادہ تھی۔ اور
اسلیے خونریزی اور فساد بھی۔ جہالت رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی ہے جسکے ساتھ خونریزی
و فساد بھی اب بہت کم ہوگئے ہیں۔ آیندہ ترقی یہی ہوسکتی ہے کہ رائیں اسقدر صحیح
ہوجائیں کہ غلطی نکریں۔ اس ترقی کے لیے ابھی بہت وقت درکار ہے۔ خصوصاً رائے
صحیح کے مطابق قوت عمل پیدا ہونے میں۔ جب آرا میں صحت آجائیگی وہ زمانہ زمانہ ہدایت
کا ہوگا اور جب مطابق رائے صحیح کے ہمیشہ افعال صادر ہونگے وہ زمانہ انتہائے ترقی
اور ختم دنیا کا ہوگا۔ لیکن جب ترقی موجودہ اتنے زمانۂ دراز میں ہوئی ترقی باقیماندہ یقیناً زمانۂ
درازتر میں ہوسکتی ہے۔

جان و مال کے شر کا اتنا شر نہونا جتنا خیال ہوتا ہے۔

(۶) خونریزی کا اعتراض دلون میں ہے۔ اوسمیں یہہ غلطی شامل
ہے کہ لاکھون بندے اگر مرجائیں۔ یا مال اونکا جاتا رہے یا
قتل ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ یقیناً برائی نہیں۔ بندون کے لیے بھی وہ
حقیقت میں اتنی برائی نہیں جسقدر خیال کیجاتی ہے۔ (واضح رہے کہ بدلا اور جزا
مطابق خیال کے عنایت ہوتا ہے) کیونکہ جو ضرر ان تینون صورتون میں پہونچتے ہیں
وہ یہہ ہوتے ہیں۔ (۱) موت متضرر اپنے مقیاس کے مطابق تھوڑی دیر پہلے وقت
مقررہ موت سے مرگیا۔ ہم اس ضرر کو اسلیے محسوس کرتے ہیں کہ ہمسے پہلے مرگیا۔
(۲) مال متضرر مال سے قبل از وقت جدا ہوگیا۔ ہم اسکو اسلیے محسوس کرتے ہیں کہ ڈر

ہو جاتا ہے کہ ہمارا ابھی نہ جاتا رہے۔ حالانکہ وقت موت باعتبار کیفیت ترکیب جسم مقرر ہوتا ہے۔ اور مال جانے مین کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ (۳) قتل۔ تلوار کی موت نظر بشریعت بڑے فائدون کی ہے۔ یہہ تینون صورتین یا فوائد کے لیے مقرر ہین یا سزا ہین۔

شر کا نتیجہ بسبب عفو کے کم ہے

(۷) یہہ امر بھی اس اعتراض مین نظر انداز ہے کہ افعال عباد کے متعلق قواعد بخشش بہت نرم ہین۔

اوسکا مقابلہ اختیار کی خوبی ہے

(۸) حقیقت مین اللہ تعالی نے انسان کو اختیار دیا ہے وہ اتنی عمدہ چیز ہے جسکا مقابلہ کوئی عمدہ سے عمدہ چیز بھی نہین کر سکتی۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو خراب نہین کرتے جب تک انسان خود اپنی خرابی کا سامان آپ پیدا نہ کرے تو اسمین قصور معطی اختیار کا کہان سے آیا جو لوگ اختیار کو برا سمجھتے ہین وہ اسبات پر غور نہین کرتے کہ کسی حکومت کے لیے کسی کا پیدا کرنا برا نہین ہے حاکم کو اختیار دینا برا نہین ہے یاد رہے کہ اختیار آپکا خود مانگا اور لیا ہوا ہے۔ ضرور اس اختیار مین تکلیف ہے لیکن غور فرمایئے کہ آپ کو وہ حالت پسند ہے جو بچون کی ہوتی ہے یا وہ حالت پسند ہے جو ایک دنیا کی بادشاہت اور خود اختیاری کی ہوتی ہے۔ وہ خوشی جو ایک بہٹ یا جنگل مین پڑکر ہو سکتی ہے کیا اوس راحت سے زیادہ ہوتی ہے جو ملک فتح کرنیکے بعد ہوتی ہے۔ اور حاکم ہونے کے بعد۔ خیال اون سست اور نکمے آدمیون کا ہے جو کام کرنا نہین چاہتے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہین کہ امتحان مین پڑنا لڑائیون مین کامیاب ہونا اور بڑے

مراتب حاصل کرنا اصلی غرض انسان کی ہے تو آپ اس اختیار کو برا نہین کہہ سکتے اگر آپ سمجھتے اور پسند کرتے ہین کہ جانورون کی طرح سے پڑے رہتے کچھہ کھاتے کچھہ پیتے مرجاتے تو آپ البتہ اختیار کو برا کہہ سکتے ہین ورنہ نہین - اس اختیار کے ذریعہ سے جو شرف انسان نے حاصل کیے ہین اونکو نظر انداز نہ کیجیے - جب انسان کے پیچھے ساتھہ ساتھہ ایک دشمن مثل شیطان کے قوی ہو - اوسپر لاکھون دشمنون کا یعنی اضداد کا مقابلہ واجب ہو اوسپر اولاد پالنی لازم ہو اور وہ طرح طرح کی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہو اوسپر وہ کام کرجائے اور اپنی مشق قوت صدور افعال حسنہ سے ایسی بات کرد کھلائے کہ کہان سے کہان پہونچے تب وہ ایسا ہو کہ سب سے بہتر ہو کر سب کا حاکم ہو - فرشتون سے بہتر ہو - فرشتونکے لیے نہ یہہ مصائب نہ اونکے یہہ مراتب اگر انسان فرشتون سے بہتر نہ ہوتا تو فرشتے ہی حاکم زمین ہوتے -

یہہ شبہہ جو طرح طرح سے پیدا ہوتا ہے اونکا جواب مجموعی

(۹) یہہ شبہہ کہ عالم مین شر زیادہ ہے ایک بڑا دھوکہ ہے جو طرح طرح سے پیدا ہوتا ہے اچھون کی تکالیف کے متعلق - بُرون کے اقتدار کے متعلق - کفر کے متعلق نافرمانی کے متعلق قلت شاکرین کے متعلق - خونریزیون کے متعلق اور عموماً جرائم کے متعلق اور اوسمین سب سے بڑھ کر یہہ بات دلمین آیا کرتی ہے کہ ایسی مشیت کیون ہوی جو اوسکی ذات باکمال کے خلاف معلوم ہوتی ہے - اسلیے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ مشیت اصلی نہایت اعلی درجہ کی ہے - یعنی انسان کا حاکم بنانا - انسان کا فرشتون سے بہتر بنانا انسان کے لیے دنیا کا بنانا - انسان کو اوس سے قوت تمتع دینا - اس

مشیت کا عمل مین لانا بغیر وجود ان سب چیزون کے جو ہو رہی ہین اور باعث شبہات ہین ناممکن تہا اس لیے حق تعالی نے اوسکو حجت تمام کرکے اور اوسپر بہی منع کرکے جاری فرمایا۔ تاکہ یہہ الزام عائد نہ ہو سکے۔ اسپر بہی کوئی دقیقہ اوس برائی کے جو ہم کرتے ہین کم کرنے مین اوٹہا نہین رکہا پس یہہ شبہات اصل امر سے غفلت کرنے کی وجہ سے دلمین آیا کرتے ہین۔ اچہونکی تکلیف اونکے مراتب کی افزایش ہے۔ بُرون کا اقتدار اگر نہ ہوتا تو وہ دنیا سے بہی محروم رہتے۔ اگر یہہ ہوتا غالب ہے کہ اللہ تعالی اونکو پیدا ہی نفرماتا معنی یہہ ہین کہ دنیا مین اگر چاہو دنیا اختیار کرلو چاہے دین۔ ہم سب کو کچہہ نہ کچہہ بقدر مناسب دینگے۔ ہر چیز مین کمال ہے اور خونریزیان کمال برائی کا۔ اللہ تعالی نے جو ان سب امور کو ہونے دیا وہ کمال اختیار ہے۔ یعنی اختیار بشر۔ پس غور کرنا چاہیے کہ جو امور اتنے مصلح پر مبنی ہون اور الزام سے ذات ایزدی بری ہو تو ایسے شبہات کسقدر لغو ہین۔

حد وسعت اختیار کا بیان اور اسبات کا کہ برائیان بہلائیون سے بدلتی ہین۔

(۱۰) اس مشیت کی نسبت یہہ امر بہی کبہی نہ بہولنا چاہیے کہ اختیار اوسی قدر دیا ہے جتنا دینا مناسب ہے۔ اور وہ اس طریقہ سے محدود ہے کہ جب شر انسان کا اوس حالت سے بڑھ جاتا ہے کہ اوس سے ایسا ضرر پیدا ہو جو مصلحت کے خلاف ہو ہین سے وہ اختیار کٹ جاتا ہے اور وہی ضرر واقع ہو سکتا ہے جو (۱) یا محض سزا ہو۔ یا (۲) سزا بہی ہو اور اوس سے اور عمدہ کام نکلین۔ یا (۳) ضرر صرف نفع آیندہ کے لیے ہو اور مثمر ایسے منافع کا ہو جو ضرر سے زیادہ تہا۔ مین نے مدت دراز تک اس اصول کو نظر مین رکہا ہے اور ہمیشہ یہہ بات پائی ہے کہ کوئی ضرر انسان کا ان تین صورتون

سے باہر نہین۔ جو ضرر سزا کے طور پر پہونچتے ہین اور انسان کو ختم کر دیتے ہین وہ سزا عبرت ہوتی ہے جس سے اورون کو متنبہ ہونا چاہیے۔ جو ضرر سزا کے طور پر پہونچکر انسان کو ختم نہین کرتے اونسے سزا پانے والون کو آیندہ ایسا نفع ہوتا ہے جو ضرر سے زیادہ ہو۔ یعنی ضرر تھوڑا نفع بہت۔ جو ضرر سزا نہین ہوتے۔ (اور وہ بہت قلیل ہین) اون ضررون کے منافع تو اسقدر زیادہ ہوتے ہین کہ اگر آدمی غور کرے یہی خواہش کیا کرے کہ ایسے ضرر ہمیشہ ہوا کرین۔ وہ ایسے ہوتے ہین کہ وہ نفع عظیم جو حاصل ہوا بغیر اوس ضرر کے ہرگز حاصل نہو سکتا۔ اگر مثالین بیان کرون زیادہ طول ہوگا۔ اس لیے بعض کو بیان کرتا ہون۔

پہلی مثال برائی سے بھلائی پیدا ہونیکی ملاقات خضر و موسیٰ۔

پہلی مثال برائی سے بھلائی پیدا ہونے کی تیمناً و تبرکاً قرآن مجید سے لکھی جاتی ہے۔

سورہ کہف پارہ ۱۵

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ○ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ○ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ○ قَالَ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۚ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ○ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ○ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى
هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ○ قَالَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ○
قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ○ قَالَ
فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ○
فَانْطَلَقَا ۖ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ○ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ
مَعِيَ صَبْرًا ○ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ
عُسْرًا ○ فَانْطَلَقَا ۖ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ○ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا
تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ○ فَانْطَلَقَا ۖ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ
اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا
يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ○
قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ
صَبْرًا ○ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ
اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ○

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ
كُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا
وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا
صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً
مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ
صَبْرًا ۝ ترجمہ۔ اور اوس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے جوان (یوشع)
سے کہا کہ کبھی نہ ٹلونگا جبتک مین دونون دریاؤن کے ملنے کے مقام پر نہ پہونچ
لون یا اسیطرح سالہا سال چلتا رہون پھر جب یہ دونون اون دو دریاؤن کے
ملنے کی جگہہ پر پہونچے اپنی مچھلی وہین بھول اوٹھے۔ تو مچھلی نے دریا مین سرنگ
کی طرح کا اپنا راستہ بنالیا۔ پھر جب آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا
کہ لاؤ جی ہمارا ناشتہ تو ہمکو دیدو ہمارے آج کے سفر سے تو ہمنے بڑی زحمت پائی۔
جوان نے کہا آپ نے یہہ بھی دیکھا جب ہم دریا کنارے اوس پتھر کے پاس ٹھہرے
تو مین اوسی جگہہ مچھلی بھول اوٹھا اور شیطان ہی نے مجھکو بھلا دیا کہ مین اوسکو یاد رکھتا
اور مچھلی نے عجیب طور پر دریا مین جانے کا اپنا راستہ کرلیا۔ موسیٰ نے کہا کہ وہی تو وہ
جگہہ ہے جسکی ہم جستجو مین تھے۔ پھر دونون اپنے پیرون کے نشانون کے کھوج لگاتے
ہوے اوٹے پاؤن پھرے۔ تو دونون دریاؤن کے ملنے کی جگہہ پہونچکر اونہون
نے ہمارے بندون مین سے ایک بندہ یعنی خضر کو پایا جسکو ہمنے اپنی طرف سے

رحمت دی تھی اور اپنی طرف سے اوسکو ایک علم سکھایا تھا۔ موسیٰؑ نے خضرؑ سے
کہا کہ آیا پیروی کرون مین تمہاری اس بات پر کہ سکھاؤ تم مجھے اوس رہنمائی سے کہ جو
تمہین سکھائی گئی ہے خضرؑ نے کہا۔ تم میرے ساتھہ ہرگز صبر نہین کر سکتے ہو۔ اور جو
چیز تمہاری آگہی کے احاطہ سے باہر ہے اوسپر تم کیسے صبر کر سکتے ہو۔ موسیٰؑ نے
کہا کہ انشاء اللہ آپ عنقریب مجھکو ضابط آدمی پاوینگے۔ اور مین آپ کے کسی حکم کی
مخالفت نہ کرونگا۔ خضرؑ نے کہا اگر تمکو میری پیروی کرنا منظور ہے تو جبتک مین آپ خود
تمسے کسی بات کا تذکرہ نہ کرون تم مجھہ سے اوسکی بابت کچھہ نہ پوچھنا پھر موسیٰؑ اور خضر
دونون ملکر آگے چلے یہانتک کہ راہ مین ایک دریا پڑا۔ جب دونون کشتی مین سوار ہوئے
تو خضر نے کشتی مین شگاف کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ کیا آپ نے کشتی کو اس غرض سے
شگافتہ کیا ہے کہ کشتی کے لوگون کو دریا مین ڈبو دیجیے۔ یہہ تو آپنے بڑی ہی خطرناک
بات کی۔ خضرؑ نے کہا کیا مین نے نہین کہا تھا کہ تمسے میرے ساتھہ ہرگز صبر نہین
ہو سکیگا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ آپ مجھسے میری بھول چوک پر گرفت اور میرے اس معاملہ
مین میرے ساتھہ سخت گیری نکیجیے۔ پھر دونون اور آگے بڑھے یہانتک کہ رستے
مین ایک لڑکے سے ملے۔ تو خضرؑ نے اوسکو مار ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ کیا آپ
نے ایک پاکیزہ جان کو مار ڈالا۔ بغیر کسی جان کے بدلے کے۔ یہہ تو آپنے
بہت ہی بیجا کام کیا۔ خضرؑ نے کہا کیا مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ میرے ساتھہ
تمسے ہرگز صبر نہین ہو سکیگا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ اسکے بعد اگر مین آپ سے کچھہ بھی

پوچھون تو آپ مجھکو اپنے ساتھہ نہ رکھیئگا کہ آپ میری طرف سے حد عذر کو پہونچ چکے - پھر دونون روانہ ہوے - یہانتک کہ جب ایک گانون والون کے پاس پہونچے تو وہان کے لوگون سے کہانے کو مانگا اور اونہون نے انکو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا - اتنے مین اونہون نے گانون مین ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی - تو خضر نے اوسکو سیدہا کر دیا - اسپر موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو ان لوگون سے دیوار کے سیدہا کر دینے کی مزدوری لیتے - خضر نے کہا کہ یہین سے جدائی ہے مجھمین اور تجھمین - جن باتون پر تمسے صبر نہو سکا مین ابھی تمکو اونکی اصلیت بتائے دیتا ہون - لیکن کشتی تو چند غریبون کی تھی وہ دریا مین مزدوری کرتے تھے - تو مین نے چاہا کہ اوسکو عیب دار کر دون - اور تھا اونکے عقب مین ایک بادشاہ کہ لے لیتا تھا ہر کشتی کو چھین کر - اور لیکن لڑکا تو اوسکے مان باپ دونون ایمان والے تھے تو ڈرے ہم کہ پیش آئے وہ اون دونون سے سرکشی اور ناشکری سے تو چاہا ہمنے کہ بدل دے اون دونون کو اونکا پروردگار ایک اور لڑکا کہ بہتر ہو اوس سے پاکیزگی مین اور قریب تر ہو مہربانی مین - اور لیکن دیوار سو شہر کے دو یتیم لڑکون کی تھی اور دیوار کے نیچے اونہین لڑکون کا خزانہ گڑا ہوا تھا اور اون لڑکون کا باپ ایک نیک آدمی تھا - پس تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونون لڑکے اپنی جوانی کو پہونچین اور دیوار کے تلے سے اپنا خزانہ نکال لین رحمت سے تیرے پروردگار کی نہین کیا مین نے اوسے خود اپنے حکم سے - یہہ ہے تاویل اون واقعات کی جنپر تمسے صبر نہو سکا -

دوسری مثال یتیمی۔ اور مثالین اسکی ملاحظہ فرمایئے۔ ایک یتیمی ہے۔ یتیمی ہمیشہ بچون کے لیے مؤلم ہوتی ہے اور بسا اوقات وہی بیکسی اور بے بسی اونکو اعلیٰ درجہ کا آدمی بنانے کا سبب ہوتی ہے۔ اوسکی مثال ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین۔ کیونکہ نہ لکھے نہ پڑھے نہ کوئی یاور نہ مددگار۔ باوجود اسکے اپنے زور بازو اور اپنی عقل سے کہان سے کہان پہونچے۔ واقع مین اتنا بڑا زور قوت عقلی کا اگر تعلیم آنحضرتؐ کو ہوئی ہوتی ظاہر نہو سکتا۔ دیکھیئے اس عدم تعلیم مین کتنی بڑی وجہ ہے۔ اگر مان باپ زندہ ہوتے غالباً تعلیم ہوتی اور پہر آنحضرتؐ کی یہہ قوت بدون اس سامان کے ایسی ہوتی کہ ہم آپ کو بہت سے شبہات مین ڈالتی۔ کوئی کہتا کہ تعلیم کا اثر ہے جس سے یہہ مرتبہ حاصل ہوا۔ کوئی کہتا کہ فلان طاقت کی مدد سے یہہ اقتدار پیدا کیا۔ اب سوائے حیرانی کے اور کوئی کچھہ نہین کہہ سکتا۔ ایسے امور کہتے ہین جیسے کوئی شخص ایک بات کہے دوسرا مضبوط دلیل اوسکے خلاف بیان کرے تو وہ اوسمین ایسی تاویلین کرے جو وہی شخص مان سکے جسنے کہی ہوئی بات کا دل مین ایسا اعتقاد جما لیا ہے کہ مین اوس سے کبھی نہ پہرونگا کوئی دوسرا نہ مان سکے۔

تیسری مثال موت۔ ایک مثال موت ہے جسمین برائی سے بہلائی پیدا ہوتی ہے اور بیان اوسکا ہو چکا ہے غالباً یہہ موت خود باعث مغفرت گناہونکی ہوگی۔ مین نے موت کے متعلق ایک دفعہ ایک تقریر لکھہ کر مشتہر کرائی تہی وہ یہان نقل کیجاتی ہے۔

اے موت تو کیا چیز ہے؟ تو زندہ کو مردہ کر دیتی ہے۔ تو حالت کو بدل

دیتی ہے۔ تعلقات کو قطع کر دیتی ہے۔ انسان جو انس سے بنا ہے کسی کا انیس نہین رہتا تو محلون اور عمدہ فرشون سے اوٹھا کر قبر کے تنگ و تار کونے مین سُلا دیتی ہے۔ آدمی ہوتا ہے اور اوسکے اعمال۔ دوست ہوتا ہے نہ قریب۔ حتیٰ کہ عیال و اطفال۔ یہہ تو تیری تکلیفین ہین اور بہت سی تکلیفین جو بیان مین نہین آسکتین۔ سچ بتانا تجھہ مین کوئی خوبی بہی ہے؟ حق تعالیٰ جلشانہ نے جو بڑا رحمان اور رحیم ہے یہ تکلیف کیون دی ہے؟ اوسکا کوئی کام لطف و عنایت سے خالی نہین۔ موت کہتی ہے اے بیخبر اتنی ناشکری! تو اوسکی صنعتون اور مہربانیون سے کیا واقف نہین ہے جو مین تجھے بتلاؤن۔ تو جان کہ تو نے جو اعمال خیر کیے تھے اوسکے منتفع ہونے کا وہ وقت ہے۔ تو دنیا مین کسوقت آرام سے رہا؟ جب پیدا ہوا ایک مضغۂ گوشت تھا ذرا سی تکلیف تجھے رلاتی تھی۔ جب تو بڑا ہوا پڑہنے لکھنے کی تجھپر تکلیف رہی۔ جب تو جوان ہوا تجھے عیال و اطفال کی فکر نے تباہ رکھا۔ موسمون کے اختلاف تیرے دشمن رہے۔ ہمیشہ تیری جان کھٹکے مین رہی۔ تجھے اعمال خیر کے کرنیمین کاہلی ہوتی رہی۔ موت نے تجھے چھوڑا دیا۔ ان سب تکلیفون سے تجھے نجات دیدی۔ اگر تو نے اعمال خیر کیے ہین اب اوسکی راحتین تیرے لیے بے غل و غش موجود ہین۔ اگر تو اعمال بد کرتا تھا۔ بندگانِ الٰہی کا دشمن تھا۔ تیرا کوئی حق نہین کہ تو اس سے زیادہ اور لوگون کو تباہ کرے۔ اب جا اور اون افعال بد کا جو کیئے ہین مزہ چکھہ۔ اگر تو اچھا ہے موت سے تیرا بھلا ہے اگر تو برا ہے تیری موت سے اور ولکا بھلا ہے اب بتلا کہ موت رحم ہے کہ نہین؟ اے

غافل تو یہہ نہین دیکھتا کہ اپنے نزدیک اگر تو حشر و نشر کا قائل نہین ہے تو موت کے بعد فنا ہو گیا اور سارے جھگڑون سے تجھے نجات ہو گئی۔ اگر تو قائل ہے تو دیکھہ کہ تو جو بول رہا ہے اور جو تعقل کر رہا ہے وہ تو مرتا نہین۔ جسم جو تیرے نفع کے لیئے دیا تھا وہ گلتا سڑتا مرتا ہے پس تو تو بحال خود ہے اور اون تکلیفون سے بچ گیا ہے جو جسم کے ساتھہ تیرے تعلق سے تجھکو پہونچتی تھین۔ پس تو پاک و صاف ہے اور یہہ کیا بڑی مہربانی نہین ہے۔ تو اولاد کو عیال کو اپنا جان رہا تھا وہ کیا ہین حقتعالی کے بندے ہین جنکو اوسنے تیرے ذریعہ سے پیدا کیا ہے۔ اوس نے پرورش کے لیے تیرے دلمین محبت پیدا کی ہے اور اوسمین تو اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ حقیقت پر نظر کر۔ تیرا کوئی نہین بجز اوس تعمیل حکم کے جو تو نے اونکے ساتھہ سلوک اور پرورش کرنے مین کی ہے صرف وہ اعمال اور دوسرے اعمال خیر جو تو نے اپنی ذات اور اپنے بنی نوع کی ذات کے ساتھہ کیے ہین وہی تیرے ہین۔ کیا تجھے یہہ بات پسند ہے کہ تو اور زیادہ مدت تک اونکے نفع اوٹھانے سے محروم رہے۔ تو نے جو اونسے دل لگا رکھا ہے اور اونکو اپنا جان کر سبکو بھولا ہوا ہے اور دنیا مین غرق ہے یہی غلطی ہے۔ اور یہی ایک امر غلط ہے جو تجھے موت سے ڈراتی ہے۔ حکمت الٰہی اسکی مقتضی ہوئی ہے کہ تیری روح کو جسم مین پیدا کرے اور معمولی طریقہ سے جب تیری روح اسقدر تیرے جسم سے منتفع ہوئے کہ تجھہ کو ضرورت جسم کی باقی نہ رہے تو اب اوس سے الگ ہو کر رہ۔ اب جو تو دیکھتا ہے آنکھہ سے دیکھتا ہے کان سے سنتا ہے۔ پھر سب پردے تیرے سامنے

سے اوٹھہ جائینگے - تیرے اعمال خیر تجھے اچھی جگہہ دینگے - اور وہ کیا عجیب و غریب نعمت نہین ہے جو تجھے مخفی معلومات کے حاصل ہونے سے اور آسمان و زمین کی چیزون کے دیکھنے سے حاصل ہوگی - ہان اعمالِ خیر کی ضرورت ہے ورنہ موت تیرا جیلخانہ ہوگا - تو عذاب الیم مین گرفتار ہوگا - اوسوقت تجھکو دنیا کا آرام جنت معلوم ہوگا اب جو تو زندہ ہے ہوشیار ہو (موت) مین ہر وقت سر پر ہون - تجھے کیا معلوم ہے کہ کتنی تیری زندگی ہے - یہہ پنڈت جنوتی ہین - منجم کذاب ہین - اے غافل حق تعالی ہر تکلیف کا جو بندہ کو کسی مصلحت سے دیتا ہے بدلا دیا کرتا ہے جس حق تعالی نے تجھے پیدا کیا تھا اور آب و خاک و آتش و ہوا سے تجھے بنایا تھا - کیا وہ تیری روح کو ایسے جسم مین کہہ دیتا کہ جب ہو تا نکل سکتی - اوسکے لیے بھی اس سلسلۂ اتحاد کے موافق جسمین بہت سی مصلحتین موجود ہین (اور وہ سب سے بہتر طریقہ ہے) ضروری تھا کہ جسم سے جب روح جدا ہو کچھہ تکلیف ہو - اوسکا بھی تجھکو بدلا مل جائیگا - تیرے گناہ دور ہونگے - تو مرحوم ہوگا - تیری نیکیان رونق پائینگی - افسوس ہے کہ اسپر بھی تو شکر گزار اور میرے (موت کے) لیے طیار نہین ہے - افسوس ہے کہ تجھے ایسی بیخبری ہے کہ مین ہر وقت تجھے جگاتی رہتی ہون تو آنکھون سے دیکھتا ہے کہ آج وہ مرا - کل وہ دنیا سے چلا گیا - مگر تجھے کچھہ خبر نہین ہوتی - تو بظاہر سب کچھہ اعتقاد کرتا ہے مگر بتلا وہ کیا چیز ہے جو تجھے غافل بنائے ہوے ہے - مین تجھے بتلاؤن وہ شامت تیرے اعمال کی ہے اور تیرے افعال کی سزا ہے - اوسنے

تجھے رحمت سے دور کر رکھا ہے اور توفیق تیری شامل نہین ہے اسمین سوائے تیرے اور کسی پر الزام نہین۔ تو چھوٹی عمر کو بڑا سمجھتا ہے اور یہہ سمجھ رہا ہے کہ سوائے تیرے اور سبکو میرا (موت کا) مزہ چکھنا ہے مگر تو تو ساری عمر جیتا رہیگا۔ مین تجھسے وعدہ کرتی ہون تو اعمال خیر کر۔ تو بندون کے ساتھہ بھلائی کر۔ اگر امکان ہے بندگان الٰہی کے ساتھہ انصاف کر۔ اور پھر دیکھہ کہ میرے الحاق اور عمل سے تجھے کیا راحت ہوئی۔ تجھے مین نے کہان پہنچا دیا۔ تو بے تکلف آزاد ہو گیا تو بزرگونکی خدمات سے مشرف ہوا تو آنکھہ بند ہوتے ہی ایسی نعمتون مین پڑا کہ تجھے سارے عزیز و قریب بھول گئے۔ تجھے دنیا سے نفرت ہو گئی۔ تجھے معلوم ہو گیا کہ وہان تو محنت مین تھا یہان حقیقی آرام مین آ گیا۔ افسوس ہے اگر تو اسپر بھی اپنی بھلائی کیطرف متوجہ نہو اور (موت) مجھے محض رحم و عنایت الٰہی نہ جانے؟۔

چوتھی مثال دنیا اور اوسکا امتحانگاہ ہونا۔

ایک مثال بھلائی پیدا ہونے کے بعد ضرر کی بھی بحث ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب مخلوقات سے اشرف اور اپنا خلیفہ بنایا ہے اور ذریعہ شرافت کا اپنے ذاتی افعال کو بنایا ہے وہ افعال موجود کرنے چاہئین ذریعہ اونکے وجود کا امتحان ہے ظاہر ہے کہ سب مخلوقات سے جبتک انسان مقابلہ کر کے برتری اپنی نہ دکھلائے وہ اشرف المخلوقات نہین لیکن تمام مخلوق کے ساتھہ مقابلہ کا جسے کام دیا جائے کیسی مصیبت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اختیار کو ذریعہ ترقی کا بنایا تو سزا و جزا کا طریقہ بنایا اوسکے لئے اتمام حجت لازم ہوا

تا کوئی یہ نہ کہے کہ ہمکو ناحق سزا ملتی ہے سزا مین ڈالنا کیسی مصیبت ہے۔ پس غور فرمایئے کہ انسان کا ہر مخلوق دشمن ہے یہانتک کہ وہ بہی جنکو وہ دیکھہ نہین سکتا نہ اونسے اپنی حفاظت کرسکتا ہے اور کس انسان کا جو ایک ضعیف البنیان ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا یعنی انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے کس انسان کا جو صدہا زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے۔ باوجود اسکے افعال سے اوسی انسان نے دکھلا دیا ہے کہ میرے افعال مجھکو مستحق اشرف المخلوقات ہونیکا بناتے ہین۔ یہہ دشمن یہہ ضعف یہہ زنجیرین وسائل اشرفیت کے ہین۔ اور کس زور کی مصیبت یا برائی سے کس زور کی قوت یا بہلائی پیدا ہوی ہے۔ سب سے زیادہ کمال انسانی اسبات پر غور کرنیسے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اس رتبہ پر پہونچ گئے تہے اونکی حالت یہہ تہی کہ سختیون مین پڑنے سے خوش ہوتے تہے تاہم یہ طریقہ نہایت ہی مشکل ہے یعنی اسمین مشکل ہے کہ جب انسان نے اوسمین پڑنا قبول کیا اللہ تعالی نے اوسپر ظلم و شقاوت کا اطلاق کیا گو بغیر تمام حجت وہ بہی اختیار نہین کرا یا مگر اوسی کے سبب سے یہہ انعام بہی دیا۔

پانچوین مثال شیطان کا کافرون کو اُسکانا۔

ایک مثال یہہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ شیطان کافرون کو اُسکاتا ہے اول تو کفر بُری چیز ہے۔ پہر صاحب کفر کا حالت انبعاث مین رہنا بہت ہی بُری چیز ہونا چاہیئے مگر یہہ برائی بہی بہلائی مین بدل جاتی ہے اسلیئے کہ دین کی غرض اولاً عبادت الٰہی ہے اس ضرورت کے لیئے کہ دین ضائع نہو عبادت الٰہی کا تمکن ہو اوسکے لیئے فرصت حاصل ہو۔ دیندار

دنیا کا ہر کام کرتا ہے۔ دنیا دار ہر کام کو اسلیئے کرتے ہین کہ دنیا حاصل ہو (جو دنیا دار مذاق دینی رکھتے ہین وہ دین سے خالی نہین ہوتے جو نہین رکھتے وہ مطلقاً خالی ہوتے ہین) جب مقصود بدل جاتا ہے افعال کی نوعیت مین تغیر عظیم واقع ہوا کرتا ہے اور نتیجہ مین بھی مطابق اُسکے فرقِ عظیم ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس فرق کو اسطرح ادا فرمایا ہے۔ ؎

خوردن برای زیستن و ذکر کردنست	تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردنست

غور کرنا چاہیے کہ جس شخص کا مقصود یہہ ہو کہ کہائے اور خوش رہے وہ کہانا اور طرح کا کہائیگا جسکا مقصود یہہ نہو وہ اور طرح کا۔ پس کفر یا ترک عبادت کی حالت مین غرض محض دنیا ہوتی ہے۔ ایمان کی حالت مین دنیا دین کے لیئے ہوتی ہے اور اسلیئے نوعیت افعال کی بدل جاتی ہے۔ جو لوگ متوجہ الی اللہ ہین صرف اوسکی یاد کا کام اونکے لیئے اسقدر زیادہ ہے کہ اوس سے اونکو فرصت نہین ملتی۔ غالب

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن	بیٹھے رہین تصورِ جاناں کیئے ہوئے

یاد رکھنا چاہیے کہ آخر ایسے لوگون کو کوئی لطف حاصل ہوتا ہے جو اونکو اتنے بڑے لطف دنیاوی سے محروم کر دیتا ہے۔ اسکے سمجھنے کے لیئے بنیون کی وہ حالت خیال مین لانی چاہیئے کہ اچھا کہاتے نہین پہنتے نہین مگر روپیہ کی کثرت کے وجود کے تصور سے وہ خوشی اونکو حاصل ہوتی ہے کہ موٹے ہوئے چلے جاتے ہین۔ غم وہ چیز ہے جسکی حالت معلوم ہے یعنی ع ہمیشہ خورد گوشت آدمی

جب یہ فرق ہو تو وہ لوگ جو متوجہ الی اللہ ہین دنیا مین بحیثیت دنیا ترقی کرنیکی وہ قابلیت نہین رکھہ سکتے جو اون لوگون مین ہونی چاہیے جنکا مدنظر اور مقصود محض دنیا ہے۔ اور یہہ حالت ایسی ظاہر ہے جسکے لئے احتیاج بیان کرنے کسی دلیل کی نہین ہے۔ پس کمال انہماک کی ترقی دنیا اور ایجادات کے لئے ضرورت ہے اور وہ کمال انہماک بغیر اُسکا تے رہنے کے پیدا نہین ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالی کی شناخت فطری ہے انہماک اسباب عالم اوسپر پردہ ہے اگر اُسکا نیوالا نہو ہمیشہ وہ پردہ اوٹھہ جایا کرے۔ اسکے لئے طول مدت کی بھی ضرورت ہے (جو ظاہر ہے) پس اس انہماک اور طول مدت کی بُرائی سے یہہ بھلائی پیدا ہوتی ہے کہ عجائبات قدرت ظاہر ہوتی ہین اور نفع اونکا دیندار اور غیر دیندارون کے لئے عام ہو جاتا ہے۔ حقیقت مین اون لوگون پر جو متوجہ الی اللہ ہین یہہ عنایت خاص ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے کہ صنائع الٰہی کس قدر نازک ہین) اس سے بھی زیادہ نفع شیطان کے کافرون اور گمراہون کو اُسکا تے رہنے کی حالت کا یہہ ہے کہ جب طغیان فتنہ و فساد کا انتہا کو پہونچ جاتا ہے اوسوقت ضرورت بعثت انبیاؑ اور انبیاؑ سے کامل اشخاص کے پیدا کرنے کی شدید ہو جاتی ہے۔ جب سب سے زیادہ فتنہ و فساد ہوا اور اوسکا دبانا منظور ہو تو سب سے اعلی قابلیت کے آدمی کا جو اوسے دبا سکے اور جڑ سے اوکھاڑنے کی تدبیر کر سکے پیدا کرنا چاہیے یاد رہے کہ ہر چیز کارخانۂ وسیع الٰہی مین اتنی ہے جو حد کمال کو پہونچی ہوی ہے پس اگر ایسا وقت نہو ضرورت ایسے آدمی کے پیدا کرنے کی نہین ہوگی کیونکہ فرض کیجیے کہ

لوگ خدا پرستی کرتے اور اچھے افعال کرنے مین مصروف رہتے تو وہان جناب محمد مصطفے صلعم سے لائق اور بے مثل نبی کے بھیجنے کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے۔ وہین ضرورت ہوسکتی ہے جہان قطعاً بت پرستی مروج ہوگئی ہو اللہ تعالی کا نام بھی نہ لیا جاتا ہو اوسکا وجود جسکا ماننا فطری ہے اسباب کے یہان تک کہ بتون کے پردہ مین چھپ گیا ہو۔ زمانِ قرب ولادت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ کو اور دیگر انبیاء کے بعثت کے زمانون پر خیال فرمایئے۔ سب سے زیادہ زمانہ کفر وطغیان کا اور سب سے سخت ملک اور بُرا عرب کا تھا اسلئے وہان سب سے اچھا اور سب سے رحیم صاحب خلق عظیم نبی پیدا ہوا (ہماری روح اونپر فدا ہو) پس شیطان نے اُسکا تے اُسکا تے جب یہہ حال کردیا۔ یہہ ضرورت پیدا کی۔ وہ سبب ایسی رحمت کا ہوی دیکھیئے اس اُسکانے کے بعد ہمکو کیسی نعمت ملی۔ اوسکا شکر اگر لاکھون برس ادا کرین ادا نہو سکے۔ یہہ بھی اضداد کا سلسلہ ہے ہم روز دیکھتے ہین جب شدت سے گرمی پڑتی ہے برسات شروع ہوجاتی ہے جب خوب برس لیتا ہے برس چکتا ہے جب شدت سے پانی گرم کیا جاتا ہے آخر کو برف ہوکر جم جاتا ہے۔ جب بے انتہا سردی پڑتی ہے اور برف جمتی ہے وہی برف گرمی پیدا کردیتی ہے۔ چنانچہ پہاڑیونکی یہ عادت ہے کہ جب بچے کو سردی کا خلل ہوجاتا ہے اوسے برف مین دباتے اور ڈھکتے ہین یہانتک کہ وہ گرم ہوجاتا ہے۔ اسیطرح پر جب شدتِ طغیان فتنہ وفساد ہوتی ہے رحمتِ الٰہی جوش مین آتی ہے اور وسائل عجیبہ ہدایت کے پیدا ہوتے ہین۔ پس اس شدت طغیان کے

بعد کیسا نفع عظیم ہوا اور اس بڑی بدی کے ذریعہ سے کیسی بڑی نیکی پیدا ہوی۔ جب یہ امر ذہن نشین ہوگیا کہ شر منتج نفع ہے اس وقت اس ارشاد الٰہی کو پڑھنا چاہیے کہ تم کہو تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اے اللہ تو جسکو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تیرے ہاتھ مین بھلائی ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ یہہ نہین فرمایا کہ کہو تو شر پر قادر ہے باوجودیکہ پہلے ذلت کو بیان فرمایا ہے وجہ یہی ہے کہ بعض بندونکے لئے جو چیز خلاف خیر معلوم ہوتی ہے واقع مین شر نہین ہے بجاے خود ایک فعل ضروری اور باصلحت ہے۔ چونکہ ہمارے لئے وہ فی الحال خیر نہین معلوم ہوتا۔ اسلیے ہماری زبان سے بھی نہین کہلایا کہ تو خیر کی ضد پر قادر ہے۔

جواب اس اعتراض کا کہ شیطان مجسم بدی ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ شیطان نہوتا تو عالم مین بدی نہوتی شیطان کی وجہ سے بدی پیدا ہوی اور وہی مجسم بدی ہے۔ یہہ غلط ہے۔ شیطان نہوتا تو بھی کسی قدر بدی اختیار کے سبب سے ہوتی جسکو خود جناب ایزدی نے فرمایا ہے۔ اور بیان اسکا مفصل ہولیا ہے شیطان کا مجسم بدی ہونا اسلیے غلط ہے کہ اوسنے مدت تک عبادت کی تھی۔ بعد عبادت اگر وہ ابتدائی بدی مانا جائے تو اوسکا بہکانیوالا بھی کوئی دوسرا ہونا چاہیے۔ حالانکہ کوئی نہین مانا جاتا۔ جیسے سب جن انس مین نفوس مقام و محل شر ہین ایسا ہی نفس شیطان ہے اختلاف مادہ کے سبب سے فرق انسان اور شیطان مین یہہ ہے کہ انسان مین آگ کا ایک جزو مناسب ہے شیطان مین بڑا جزو شیطان مین سے اسلیے انبعاث نہین جانا انسان مین

سے کم ہوجاتا ہے۔ اگر شیطان نہوتا بالکل جاتا رہتا۔ اور یہہ طریقہ مصالح بزرگ پر مبنی ہے جو بیان کئے گئے۔ چنانچہ آیات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ شیطان کے وجود کو کفر و نفاق یا افعال قبیحہ مین ایسا دخل نہین کہ وہ غالب ہے اور ہم مغلوب پس صاف معنی یہہ ہین کہ شیطان ایک بڑا بہکانے والا ہے اور اوسکا پیدا ہونا ایسا ہی ہے جیسے اور بہت سے مرد یا عورتین جو خلقت کے لیئے مضرت کا باعث سمجھے جاتے ہین۔ مثلاً وہ لوگ جو اب ملک سے بسبب جرائم کے نکال دیے جاتے یا مار ڈالے جاتے ہین۔ یا وہ بادشاہ جنکو قتل تماشا معلوم ہوتا تھا جیسے بعض قیاصرۂ روم قدیم شیطان کے وجود سے دہ پردہ ہٹرک پیدا ہوتی ہے انکے افعال سے بلا پردہ یہہ بات افسوس کی ہے کہ سب جانتے ہین کہ شیطان کا غلبہ مجبور کرنیوالا نہین لیکن جب وقت غور کا آتا ہے اوس سے غفلت کرتے ہین اور کہنے لگتے ہین کہ شیطان کی وجہ سے بدی پیدا ہوی اختیار سے غفلت ستم ہے۔

جواب اس شبہہ کا کہ شیطان بڑا صاحب عرفان ہے

ایک شبہہ یہہ ہے۔ کہ شیطان بڑا صاحب عرفان ہے اور چونکہ افعال اوسکے نافع ہین لہذا وہ عالی مرتبہ ہے۔ صاحب عرفان ہونے کا شبہہ جدید نہین ہے۔ لیکن علو مرتبہ الزامی تقریر ہے۔ صاحب عرفان ہونا ایسی چیز ہے کہ خود جناب ایزد متعال نے اسکی تردید فرمائی ہے۔ اور اس فعل کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ ایسی وجہ اوسکی جو بدیہی کہنی چاہیئے یہہ ہے کہ عرفان جب ذات اقدس الٰہی کا ہو اور جان لیا جائے کہ وہ حاکم علی الاطلاق ہے اور ایسا حاکم ہے جو ہر وقت ہر

چیز پر قادر ہے۔ اسباب کو توڑ سکتا ہے سخت سے سخت سزا اور بہتر سے بہتر انعام
دینا ہر وقت اوسکے ہاتھ مین ہے۔ لازم ہوگا کہ اطاعت کی جائے۔ نافرمانی اوسیوقت
ہوسکتی ہے جب عرفان نہو اور ذات الٰہی اور اوسکی قدرت کا انکار ہو۔ چونکہ ذات الٰہی
ذریعہ صفات پہچانی جاتی ہے اسلئے وہی عدم عرفان اور کفر ہے۔ جو لوگ اپنے
آپ کو باوجود انکار قدرت مطلق داخل دائرہ اسلام سمجھتے ہین اونکو اس مقام پر زیادہ توجہ
کرنی چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ یہہ اللہ سے نہ ڈرنا ہے اور اوسکا نہ پہچاننا۔ ہر سلطنت کا
بقا بذریعہ اوس خوف کے ہے جو رعایا کے دلون مین پیدا ہوجاتا ہے ورنہ تعداد لشکر باعتبار
رعایا کم ہے۔ جو لوگ سلطنت سے منحرف ہوجاتے ہین اونمین کیا سُقم ہوتا ہے؟۔
یہی کہ قوت سلطنت سے غفلت کرکے نڈر اور بیخوف ہوجاتے ہین اونکی سزا سلطنت
نے بہی موت قرار دی ہے یا حبسِ دوام۔ تعجب ہے کہ اتنے بڑے حاکم کے لئے
یہ نہ ڈرنا انحراف نہین سمجھا جاتا۔ اور اس ڈر کی توہین کیجاتی ہے اور ڈرنے والون کا
استخفاف۔ باقی رہی تقریر الزامی اوسکا جواب یہ ہے کہ افعال کا حُسن و قبح نیت پر
موقوف ہے۔ جس کسی کی نیت خود نہ ڈرنے اور نڈر کرا کے اللہ سے باغی کرانے
کی ہو لازم ہے کہ وہ اپنی نیت کے مطابق سزا پائے۔ یہہ امر کہ حاکم حقیقی یا مجازی
اوسکی سزا کو ذریعہ انتظام بنائے اور اپنے کام مین لے آئے یہہ اوسکی حکمت اور عقل کی خوبی ہوگی
فعل بغاوت کی ماہیت نہین بدلیگی۔ یہہ امر ایسا ظاہر ہے کہ اور کچھہ کہنا ضرور نہین ہمیشہ
مقدار سزا مین عبرت داخل ہوتی ہے۔ اعتراض اپنے فعل انکار سجدہ پر سزا ہونے کا خود

شیطان کا ہے ۔ اوسنے کہا ہے کہ یہہ قصور نہ تہا ۔ اور اوسکا جواب خود حق تعالیٰ
نے دیا ہے کہ تو دعوی عرفان مین صادق نہین ۔ لیکن باقی افعال اغوا کے استحسان
کا دعوی شیطان نے بہی نہین کیا جو اس تقریر سے لازم آتا ہے ۔ اس دعوی سے
تو شیطان کو بہی شرم آنی چاہیئے ۔ **حکایت** کہتے ہین کہ ایک دفعہ ایک شخص کو شیطان
فریب ایک شہر کے ملا ۔ جب معلوم ہوا کہ یہہ شیطان ہے تو اونہون نے کہا کہ میان شیطان
تم تو بڑے ہی غضب کی چیز ہو سارا فساد تمنے ہی دنیا مین پیدا کیا اور پہیلایا ہے
شیطان نے جواب دیا کہ واہ حضرت ! مین تو کچہہ نہین کرتا آپ ہی سب کچہہ کرتے ہین
چلیئے میرے ساتہہ تماشہ دیکہیئے ۔ جہان یہہ باتین ہوتی تہین شیرہ کا کارخانہ تہا
شیطان نے شیرہ مین اپنی اونگلی ڈبوئی اور سب شہر کو چل دیئے ۔ جب شہر مین پہونچے
حلوائی کی دوکان پر گئے ۔ وہان فوج کے سپاہی پوریان بنوانے اور لینے کے لئے
جمع تہے ۔ حلوائی مصروف تہا ۔ مٹہائی رکہی تہی اوسپر مکہیان جمع تہین ۔ شیطان نے
انگہہ بچاکر اپنی اونگلی کا شیرہ دیوار پر مل دیا ۔ مکہیان اوس شیرہ کی طرف دوڑین اور جمع ہوگئین
اون مکہیون کے لئے چہپکلی دوڑی اور کئی ایک چہپکلیان آکر جمع ہوگئین ۔ ایک سپاہی
کے پاس شکرہ تہا وہ چہپکلی پکڑنے کے لئے اوڑا چہپکلیان گہبرا کر بہاگین ۔ ایک دو
چہپکلیان حلبیون کے تہال پر جا پڑین ۔ تہال بہر کے حلبیان خراب ہوگئین ۔ حلوائی
کو غصہ آیا اور چہوٹتے ہی شکرہ والے سپاہی کو بہن کی گالی دی ۔ سپاہی نے
جواب مین حلوائی کے ڈنڈا مارا ۔ حلوائی کا سر پہٹ گیا ۔ حلوائی نے غل مچایا اوسکی

برادری کے لوگ جمع ہوگئے سپاہیون مین اور حلوائیون مین لڑائی ہوی۔ شہر والون نے ہمدردی کرکے سپاہیون کو خوب مارا ہاتھہ پاؤن توڑ دئے سپاہی بہاگے اور اپنی فوج مین جاکر خبر کی۔ وہان سے پلٹن تیار ہوکر شہر والون اور حلوائیون کو سزا دینے دوڑی۔ شہر والون نے جب یہ یورش دیکھی جمع ہوگئے بڑا بلوہ ہوا صدہا آدمی مارے گئے بازار مین آگ لگادی گئی۔ حاکم شہر کو خبر پہونچی اوسنے اور فوج اس فوج کی تنبیہ کو بہیجی۔ گولی چلنے لگی توپ لگائی گئی۔ مفسد فوج غالب ہوگئی۔ تمام شہر مع حاکم کے نیست ونابود ہوگیا۔ بادشاہ وقت نے بڑے خرچ اور صدہا جانین تلف ہونے کے بعد انتظام پہر درست کیا۔ اوسوقت شیطان نے کہا کہ آپ نے دیکھا کہ مین تو صرف ایک شیرہ بہری انگلی لگانے کا اور وہ بہی دیوار پر قصور وار ہون۔ یہ سارا فساد آپ کی ذات کا ہے۔ یہہ حکایت اگرچہ مثال ہے مگر ممکن الوقوع ہے اور شرمانیکی مثال ہے۔ تاریخ کو ملاحظہ فرمایئے۔ لڑائیون کی ابتدا کو دیکھئے۔ لڑائیان اکثر ایسی چہوٹی چہوٹی باتون سے شروع ہوتی ہین کہ تہوڑا سا اگر غصہ ابتداءً دبایا جاتا تو لڑائی نہوتی۔ تاہم اس حکایت سے یہہ خیال نفرمانا چاہیئے کہ شیطان کا شیرہ لگانا ہی بدی تہی۔ بلکہ شیطان نے قوتون مین بہڑک اوٹہنے کی عادت پیدا کرکہی تہی۔ اور وہ لوگ آسانی سے اوسوقت بہڑک اوٹہتے تہے۔

جواب اس شبہہ کا کہ انسان اشرف المخلوقات نہین ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات نہین ہے کیونکہ ہم جب بعض انسانون کو دیکھتے ہین اون کو ایسا پاتے ہین

کہ اونمین جانورون سے بہی صدور افعال نیک کی قوت کم ہے پس ایسے انسان کو
اشرف کہنا غلطی ہے۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ کتے مین ایک مادہ احسانمندی اور عشق
کا مالک کے ساتہہ ہے وہ مالک سے منحرف نہین ہوتا انسان اتنی نعمتون پر اپنے مالک
(اللہ تعالی) سے منحرف ہے۔ یہ شبہہ غلط ہے اگرچہ افسوس ہوتا ہے کہ ہمنے ایسے
افعال کئے کہ کتے سے بدتر ہو گئے۔ غلطی یہ ہے کہ شرف باعتبار اختیار ہے جسمین
عقل نے وسعتِ عظیم دی ہے۔ مثال مین جس قوت یا خاصہ کا ذکر ہے وہ عقل حیوانی کے
متعلق ہے مسلم ہے کہ عقل انسانی افضل ہے۔ انسان مین جو عقل کی وجہ سے مادہ
جلب منفعت اور دفع ضرر وہ اس شبہہ کا سبب ہے اور اسبات مین فرق نہ کرنے سے
یہہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض تیزیان حیوانون مین ایسی ضرورت سے دیگئی ہین جسکے دینے
کی ضرورت انسانون مین نہ تہی مثلاً جانورون کے بچون کو جب ہم دیکہتے ہین تو انمین
اور انسان کے بچون مین ایک فرق پاتے ہین مرغی کے بچہ کے سامنے اگر وہ چیز ڈالدی
جائے جو اوسکے کہانے کی نہین یعنی ضار ہے وہ اوسے نہ کہائیگا انسان کے بچے کے
ہاتہہ مین اگر زہر دیدیا جائے وہ اوسکو منہ مین لیلیگا اور اگر مٹہائی مین ملا ہے کہا جائیگا اسلئے
یہہ فرق رکہا گیا ہے کہ اوسکی جان کی حفاظت کا یہی طریقہ ہو سکتا تہا اسکی جان کی حفاظت
اسلئے دوسرونکے ذمہ رکہی گئی ہے کہ انسان کو ابتدا سے خود اپنی قوت و زور بازو سے
ترقی کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ انسان مین وہی تعلیم اوسکی تمام خوبیون کا باعث ہے پس
تقدم و تاخر عطاء قوت باعث شرف نہین ہو سکتا۔ اصل شے کو دیکہنا چاہیئے کہ وہ کسمین

بہتر ہے۔ اسلئے کہ کتا واقف نہین ہوتا کہ مالک پر اظہار احسانمندی کا آخر نتیجہ کیا ہے۔ وہ رات کو جاگتا ہے اور حفاظت کرتا ہے لیکن اکثر کتے جب لکڑی سے ڈرائے جاتے ہین بہاگ جاتے ہین۔ روٹی ڈالنے سے چپ ہوجاتے ہین۔ اونکو علم نہین ہے کہ نتیجہ رات کی مزاحمت کا موت ہے جنمین غصہ زیادہ ہے وہ مارے جاتے ہین۔ اب انسان کو لیجئے کہ وہ احسانمندی مین اپنی جان اوسوقت اور اوسطرح نثار کردیتا ہے جبکہ نتیجے کو جانتا ہے کہ یقینی موت ہے اور کوئی طمع یا کوئی غصہ اوسکو باعث جانثاری کا نہین ہوتا پس دیکھئے کہ انسان کی احسانمندی بعد اس عقل کے جسقدر اعلی رتبہ کی ہے وہ کتے کی احسانمندی سے کہین اعلی ہے۔ اور اصل شے کا یہہ فرق ہے۔ علاوہ بران کتے مین یہ ایک وصف ہے انسان مین ایسے ہزارون ہین۔ پس ایک بات کو جو دوسری وجہ سے بظاہر کم معلوم ہوتی ہے ذریعہ نوعی ترجیح کا بنانا بڑی غلطی ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہین کہ انسان پتہر سے مضبوط نہین اسلئے پتہر سے بدتر ہے۔ وہ اوڑتا نہین جانور سے برا ہے لکڑی سی مضبوطی اوسمین نہین ہے۔ اسلئے وہ لکڑی سے کم درجہ کا ہے۔ شریعت مین جو حکم ہے کہ کتے کے بعض خصائل انسان کو پیدا کرنے چاہئین صحیح ہے اور یہہ معنی ہین کہ ان افعال کی ایسی مشق کرنی چاہیئے کہ مثل حیوانون کے مخالفت اوس عادت سے نہو سکے۔ اوس سے شرف ممثل کا لازم نہین آتا یہہ ایک طرح کا سمجھانا ہے اور حقیقت مین عبرت کا مقام ہے کہ ہم باوجود ایسے فضائل کے ایسے شبہات کا ذریعہ ہین

جواب اس شبہہ کا کہ باعتبار ولادت

ایک شبہہ یہہ ہے۔ کہ بعض اوقات ہم مخلوقات کو

بعض لوگ بد بعض نیک ہوتے ہین

دیکھتے ہین تو اونمین ایسی قوت جو صدور افعال قبیحہ کے متعلق ہے بڑی قوی پاتے ہین ایسی جو افعال حسنہ کی ہے کمزور پاتے ہین مثلاً بعض کامل جو ایسے ہین کہ اونمین ایسی قدرت ہوتی ہے کہ صاف دیوار پر مثل چھپکلی کے چڑھ جاتے ہین بعض عورتین ایسی ہوتی ہین کہ اونمین مادہ بیحیائی کا خاص طرح کا ہوتا ہے اس سے یہہ کہنا جائز ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اونکو اسی کام کے لئے پیدا کیا وہ راہ راست پر نہین آسکتے مجبور ہین۔ اس کا بیان ہو چکا ہے۔ جو انسان مجبور معلوم ہوتے ہین وہ حقیقت مین مجبور نہین۔ مادون مین جسقدر خصوصیت ہے وہ قبول اثر کی ہے۔ جو چور ایسے ہین کہ مثل چھپکلی کے دیوار پر چڑھ جائین وہ محتسب ہو سکتے ہین۔ یا فوج کے ملازم قلعون پر چڑھ جانے والے۔ اور جب بھڑکانا موجود ہے اور اوسکے ذریعہ سے شر پیدا ہوتا ہے اوسکا علاج پیدا کرنا ضرور ہے۔ بدون کا علاج بسا اوقات بدون کے ذریعہ سے بہتر ہوتا ہے۔ یہہ وجہ پیدا کرنے مادہ قبول اثر کی ہے۔ جو عورتین ایسی ہین جنمین مادہ بیحیائی زیادہ ہے وہ بھی ضرورتون کے وقت کام مین آنے کے قابل ہین اور اسی لئے اونمین یہہ مادہ ہے۔ چنانچہ فوجون مین زنان منکوحہ کا ساتھہ کہنا ممکن نہین ہوتا۔ اور وہ اون کا وقت ہوتا ہے یہان تک یہہ ضرورت زور کی ہے کہ ہر مہذب سلطنت ایسی عورتون کی موجودگی مین مزاحمت نہین کرتی قبول اثر کے مادہ کے سبب سے اللہ تعالی نے اونکے لئے وسعت دیدی ہے (یعنی قاعدہ حسن و قبح افعال مین) چنانچہ متعہ کا جواز حقیقت مین اسی لئے ہے۔ ضرورت جواز متعہ مسلم ہے کہ یہہ تھی کہ عربی فوج کو عورتین نہ ملتی تھین۔ اپنی

عورتین ساتھہ رکھی نہین جاسکتی تھین اگر ایسی عورتین نہوتین یہہ کام نہ نکلتا جسکی ضرورت
ابتک ہے - پس جسقدر تعلق مادہ کو ہے اوسی قدر حسن افعال مین گنجایش دیدی گئی ہے
یہان اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیئے - جو قواعد الٰہی و قواعد مقرر کردہ انسان مین ہے -

جواب اس شبہہ کا کہ سلاطین جابر کو سلطنت دینا خلق شر ہے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جب مانا جائے کہ بادشاہت قائم رکھنے مین اصلی سبب اللہ تعالی ہے تو جو حاکم دنیا نالائقون کو
حکومت دیتا ہے قابل سخت الزام کے ہوتا ہے گو اوسکو علم صرف ظنی ہوتا ہے اللہ
تعالی کا علم یقینی ہے - پس ایسون کا بادشاہ بنانا کیونکر اللہ کو الزام سے پاک کہہ سکتا ہے
جیسے فرعون کو بادشاہ بنانا اور اوسیطرح کے جو اور بادشاہ ہوے اونکا بادشاہ بنانا تھا
یہہ شبہہ غلط ہے اسلئے کہ حق تعالی نے یہہ قاعدہ مقرر فرمایا ہے کہ انتظام آدمیونکا
بذریعہ آدمیون کے ہو - ضرور ہر وقت خلیفۃ اللہ فی الارض موجود ہے لیکن اگر ہر وقت
خلیفۃ اللہ فی الارض کو اقتدار ظاہری دیدیا جاتا تو ہدایت جبری ہوجاتی اور پھر جیسا بیان
ہوا دنیا امتحان گاہ نہ رہتی - پس جبتک باعتبار بہت سی ضرورتونکے دنیا کا امتحانگاہ
رکھنا لازم ہے خلیفۃ اللہ کو اقتدار ظاہری نہین دیا گیا لیکن انسانون مین انتظام بغیر بادشاہ
کے نہین ہوسکتا اگر بادشاہ نہو کفار کا حالت انبعاث مین رہنا بیفائدہ ہوجائے کیونکہ
پھر دنیا بجاے حالت ترقی کے حالت تنزل مین ہوجائیگی - اسلئے بادشاہ اونکا اونمین سے
بنانا ضرور ہے - اور اسلئے مدد بھی اوسکی ضرور ہے - تاکہ برائی حد سے نہ بڑھ جائے
اور اوسکے ساتھہ اور منافع بھی ہین - یعنی یہہ کہ اللہ تعالی کی شفقت و عنایت کا مقتضی

یہہ تہا کہ ایسون کو بادشاہت دے - کیونکہ اگر اللہ تعالے کافرون کو پیدا کرتا اور
اونکے لیئے بڑی سزا عقبیٰ کی بناتا اور اونکو نعمات دنیاوی سے بہی محروم کر دیتا کسقدر سختی
ہوتی - یہہ بہی ہے کہ اوسنے مہلت دی کہ شاید کفار سمجہہ جاین اسلیئے عذاب سخت مین
جلدی نہین کی جب کفر سے معافی دینی تہی تو تاخیر ضرور تہی - چونکہ کفار کے لیئے
نعماتِ دنیا عوض نعمات دائمی آخرت کے ہین ضرور ہے کہ دنیا کفار کے لیئے ہو - تاکہ وہ
جسقدر فائدہ اوٹہا سکین اوٹہائین - اسی لیئے حقیقت مین دنیا کفار کے پاس
ہے - بادشاہ کثرت سے اونمین ہین - اسلام مین بادشاہت اس ضرورت سے
نہین ہے - صرف بقاء اسلام کی ضرورت سے ہے اور اسلیئے قلیل ہے - علاوہ
برآن بعض وقت ضرر کا مقابلہ ضرر سے کیا جاتا ہے - اسلیئے بادشاہت حاصل کرنے
مین ایسے لوگون کو مدد دی جاتی ہے - جنہون نے اپنے آپ کو برا بنا لیا ہے -
بدی اور نیکی کی بابت غالباً اس قدر بیان کیا گیا ہے کہ بیان ضرورت اعادہ نہین ہے

جواب اس شبہہ کا کہ انسان مجبور ہے اور مسئلہ جبر و اختیار کا بیان -

ایک شبہہ یہہ ہے - کہ بعض امور و ارشادات پر غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین کچہہ قوت نہین اور سب کچہہ
اللہ کرتا ہے اور انسان کے ہاتہہ پانون جکڑے ہوے ہین اوسپر حجت تمام نہین ہے
چنانچہ بعض آیات اور ارشادات الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت و غیر ہدایت اللہ کے
ہاتہہ مین ہے اور ذرہ بہی بغیر اوسکے حکم کے حرکت نہین کرتا یہہ ایسا امر ہے کہ لوگون
نے اسمین بہت بحث کی ہے - خلاصہ اونکی تقریر کا یہہ ہے کہ جہان جہان یہہ ارشاد

ہوا ہے کہ جسکو ہم چاہتے ہدایت دیتے ہین اور جسکو چاہتے ہین گمراہ کر دیتے ہین اسکے
معنی یہہ ہین کہ راستہ بھلائی برائی کا دکھلا دیتے ہین اور جہان یہہ ارشاد ہوا ہے کہ جو
چاہے ایمان لائے اور جو چاہے ایمان نہ لائے اوسکے معنی یہہ ہین کہ ہم منزل
مقصود پر نہین پہونچاتے۔ میرے نزدیک حقیقت یہہ ہے کہ جہان یہہ ارشاد ہوا ہے
کہ جسکو ہم چاہتے ہین ہدایت دیتے ہین اور جسکو چاہتے ہین گمراہ کرتے ہین معنی اوسکے
یہہ ہین کہ یہہ بیان قدرت الٰہی سے ہے جسمین توفیق داخل ہے۔ اور جہان یہہ ارشاد ہوا ہے
کہ جو چاہے ایمان لائے یعنی ہدایت پائے اور جو چاہے گمراہ ہو یعنی ایمان نہ لائے
معنی اوسکے یہہ ہین کہ وہ بیان اختیار سے ہے جو بشر کو عنایت ہوا ہے اور یہہ مراتب اختیار
کے اوسیطرح ہین جیسے تمام اختیارات درجہ بدرجہ حکام وقت کے دیکھے جاتے ہین۔
بڑے حکام کے اختیارات چھوٹے حکام کو اختیار دینے سے سلب نہین ہوتے۔ نہ اونکے
اختیار سے چھوٹون کے سلب ہوتے ہین۔ صرف فرق یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے
اختیارات بڑے زور کے ہین مگر وہ بشر کے اختیار مین ہر وقت مخل نہین ہوتا اسلیے اختیار بشر
بھی بحال خود باقی رہتا ہے۔ اور قدرت الٰہی بھی بحال خود باقی رہتی ہے یہہ بات بطور جمع
اضداد کے اور بظاہر محال عادی معلوم ہوتی ہے مگر واقع مین محال نہین ہے۔ آپ اس محال
کو حیثیت سے تعبیر فرما لیجیے کہ ایک حیثیت سے اختیار و قوت ہے ایک حیثیت سے
بے اختیاری اور ضعف ہے اور دونون ایک جگہہ جمع ہین تفصیل اسکی شاید اس بیان سے
سمجھہ مین آسکے کہ انسان کے اختیارات جہانتک ہم دیکھتے ہین بڑے زور کے پاتے ہین

بادشاہونکا حکم ایسا ہے کہ ایک زبان ہلانے سے ملک کے ملک خاک سیاہ ہوجاتے ہین
ایک توپ چلانے سے صدہا آدمی ایکدم سے فنا ہوجاتا ہے مضبوط قلعے اوڑجاتے
ہین باوجود اسکے اسقدر اونمین ضعف ہے کہ ایک ذراسا خون اگر دماغ کے اعصاب مین
باریک رگون سے نکلکر فالج پیدا کرے تو زبان چل ہی نہ سکیگی - وہ ہاتھ جو اتنی جانین
تلف کرسکتا تہا اوٹھہ ہی نہ سکیگا - یہانتک کہ ایک خیال نفع وضرر کا زبان اور ہاتھہ
دونون کو روک لیتا ہے - خیال ایسی چیز ہے کہ آدمی کے بس مین نہین ہے چہوٹی سی
رسّی باندہنے سے ہاتھہ نہین چلتا ذرا سے درد سے یا ایک ٹہنیسی سے بیکار ہوجاتا ہے
پس دیکہیے کہ کتنی قوت زبان اور ہاتھہ مین ہے اور کتنی کمزوری اونمین ہے یہہ دونون حالتین
اضداد ہین اور کس عجیب طرح سے ایک جگہہ جمع ہین - اسیطرح باوجود اسکے کہ انسان کو
اختیار ہے وہ مجبور بہی ہے اور ایسا مجبور ہے کہ جب بڑے اسباب پر نظر ڈالیگا تو یہہ
کہنا ناروا نہین ہوگا بلکہ حقیقت حال ہوگا کہ اللہ کی قدرت کے سب تابع ہین اور اسلئے کہہ
سکتے ہین کہ وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے سیدہا راستہ دکہلاتا ہے
مگر باوجود اسکے ایک ایسی حد موجود رہتی ہے کہ اوسکی ذات پر الزام عائد نہین ہوتا اور وہ
اختیار جو مستلزم سزا وجزا کرتا ہے باقی رہتا ہے - مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص فرض
کیجیے کہ اوسکے اوپر اسلام کی خوبیان اسطرح روشن ہوئین کہ اوسنے مسلمانون کو دیکہا کہ رات
دن مصروف عبادت ہین اور سوائے بہلائی کے اور کچہہ کام نہین کرتے خدا کی ذات کو اونسے
بہتر کسی نے نہین پہچانا - جو بیان کرتے ہین اوسمین سچائی ہوتی ہے اور اس خوبی نے اوسے

پختہ کردیا کہ تحقیق کی تکمیل کرکے مسلمان ہوجانا چاہیئے اور فیصلہ کرلینا چاہیئے۔ وہ
مسلمان ہونیکے لئے ایک شخص کے پاس گیا اور جاکر بیٹھا۔ وہان کیا دیکھتا ہے کہ
مولویصاحب کے پاس ایک شخص کھڑا ہوا کہتا ہے کہ رات جو تھیلی سوپیون کی مین نے
آپکے پاس امانت رکھی تھی واپس عنایت فرمایئے۔ مولویصاحب فرماتے ہین کہ تو جھوٹا ہے
اور تو نے کوئی امانت میرے پاس نہین رکھی۔ وہ بیچارہ کان پکڑوا کر نکال دیا گیا مولویصاحب
کے معتقدین نے اوسپر سختی کی۔ اس شخص کو شبہہ ہوا کہ حقیقت حال کو زیادہ دریافت
کرنا چاہیئے تب مسلمان ہونگا اوسوقت وہ چلا آیا یہ مظلوم تھیلی والا ایک عورت کے پاس گیا
اوس سے حال کہا کہ مولویصاحب دہوکہ باز نکلے۔ اوس عورت نے کہا کہ مین تدبیر کرتی ہون
اونکو بھی دہوکہ دونگی۔ اوس عورت نے بعد نماز عصر ایک ڈولی کرایہ کی اور اپنے زیور کا صندوقچہ
ساتھہ لیا۔ مولویصاحب کے ہان پہونچی۔ اطلاع کرائی۔ عرض کیا کہ اوس بندی کا شوہر سفر مین ہے
اور پولیس کی غفلت سے چورون کا زور ہے۔ چاہتی ہون کہ یہہ زیور جناب کے پاس امانت
رکھون اور یہہ کہکر زیورات کا صندوقچہ جھٹ پٹ کھول دیا۔ مولویصاحب کی نظر جب
زیور کے قیمتی نگینون اور اونکی دمک پر کہ مثل گوہر شبچراغ چمکتے تھے پڑی آنکھین کھل گئین
لوٹ گئے اور دل مین سوچے کہ بڑا شکار جال مین پھنسا۔ دکھلانے کو پہلے انکار کیا
پھر راضی ہوگئے کہ رکھہ لونگا۔ فہرست تیار ہونے لگی باہر یہہ عورت اوس تھیلی والے کو
کھڑا کرگئی تھی کہ جب مولویصاحب مصروف ہون تو حاضر ہونا اور تھیلی کا تقاضا کرنا۔
اس اثنائے انتظار مین یہہ شخص بھی جو مسلمان ہونا چاہتا تھا آپہونچا۔ تھیلی والے کو مکان

مولویصاحب کے باہر دیکھہ کر پوچھا کہ بعد صبح کی فرصت کے اب آنے کی وجہ کیا ہے
اوسنے ترکیب بتلائی۔ شوق استعلام مین یہہ بہی باہر کہڑے ہوگئے کہ دیکھین اب
کیا ہوتا ہے۔ تہوڑی دیر بعد یہہ شخص بہی اندر گیا اور مولویصاحب کے پاس پہونچا اور
پہر تقاضا کیا۔ مولویصاحب کو یہ خیال ہوا کہ اگر اسوقت امانت واپس کر دینے مین
حجت کی مبادا یہ عورت بہڑک جائے اور یہ سارا زیور ہزارون روپیہ کا ہاتہہ سے نکل جائے
اسلئے فرمایا کہ اے شخص تو نے تو صبح ہی آنیکا وعدہ کیا تہا ابتک کہان رہا اپنی تہیلی
جلدی لیجا۔ مجہے اس امانت سے بڑی تکلیف ہوئی رات بہر مین اوسکی حفاظت کرتا رہا
چپکے سے مولویصاحب اوٹہے اور تہیلی لاکر حوالہ کر دی وہ تہیلی والا خوش خوش باہر آیا۔ ان حضرت
کو جو اسلام لانیوالے تہے اس حال کو دیکھکر تعجب ہوا اور نفرت ہوی اور اس سوچ مین انکو
خیال ہوا کہ یہہ عورت مفت ماری جاتی تہی۔ یہہ سوچ ہی رہے تہے کہ ایک اور عورت
دوڑتی ہوی آئی اور جہٹ پٹ اندر چلی گئی اور اوسنے مطابق اوس اقرار کے جو پہلے سے
کر لیا تہا زیور والی عورت سے کہا کہ اے بی بی مبارک ہو آپکے شوہر سفر سے آگئے
جلدی گہر چلو۔ بی بی خوش ہوئین اور جلدی جلدی اپنے زیور کو صندوقچہ مین ڈال
یہہ جا وہ جا مولویصاحب کے مکان سے باہر نکل آئی اور ان حضرت کو جو مسلمان ہونے
آئے تہے بڑی خوشی ہوئی کہ عورت بہی خوب بچی اور تہیلی والے کا کام بہی ہو گیا
تاہم دلچسپی کے سبب سے اس مرد کا قصہ پوچہنے کو عورت کے ساتہہ ہوے۔ اوسنے
اونکا حال بتلایا کہ اس احمق نے کل اپنے گہوڑی سو روپیہ کو بیچی تہی۔ سارا روپیہ اسکا

ایک عورت نے اسطرح ٹھگ لیا تھا کہ یہہ میان روپیہ کو رومال مین لئے بازار مین گھومتے
تھے اور مارے شوق کے جہان ہوسکتا تھا روپال کھول روپیہ گننے بیٹھ جاتے تھے
ایک عیارہ تاڑ گئی اور اونسے ایک جگہہ ملی اور کہا کہ وہ بندی عجیب مصیبت مین مبتلا ہے
شوہر اوسکا برسون سے پردیس مین ہے اب نہ تحمل ہے نہ دوسرا نکاح کرسکتی ہون
آپ چلیئے اور قاضی صاحب کے یہان چلکر کہیئے کہ مین اسکا شوہر ہون سفر کو گیا تھا
وہان دوسری شادی کرلی اب اسے طلاق دیتا ہون اور قاضی جی کے سامنے طلاق
دیدیجیئے مین اقرار کرلونگی کہ مین نے مہر اپنا پالیا۔ اسکی مزدوری مین آپکو ۱۰ روپیہ دونگی
یہہ راضی ہوگئے اور قاضی کے یہان (کہ یہی مولویصاحب تھے) جاکر طلاق کو جاری
کیا۔ مہر کی تعداد ۱۰۰ روپیہ بتلائے عورت نے کہا کہ مین نے پالیا یہہ عورت
انکو ۱۰۰ روپیہ دینے گھر لائی اور دے کر رخصت کردیا۔ مگر جب یہہ باہر نکلے غل مچادیا
کہ میرا روپیہ لئے جاتا ہے جو ابھی مہر کا دیا تھا۔ پھر قاضی صاحب تک نوبت پہونچی
اونھون پورا ایک سو دس روپیہ عورت کو دلادیا۔ اتفاقاً یہہ شخص مجھے ملا روتا اور
گالیان دیتا جاتا تھا۔ مین نے حال پوچھا اوسنے بتلایا مین سمجھ گئی کہ یہہ فلان عورت
کا کام ہے۔ مین نے کہا کہ اگر روپیہ واپس کرادون تو کیا دیجیئگا آخر ۱۰ روپیہ اپنی
اجرت قرار دیکر اسکو یہ ترکیب بتلائی کہ اس عورت کے دو بچے ہین اونپر تو قبضہ کرلئے
وہ اسوقت مدرسہ مین ہین۔ چنانچہ اوسنے قبضہ کیا تب اوس عورت نے روپیہ واپس
دیا۔ پھر یہہ کمبخت اونھین مولویصاحب کے پھندے مین جا پھنسا تھا۔ مین نے پھر اوسے

نکالا ہے جسکا قصہ آپ نے بہی دیکہا۔ انکو بعد معلوم ہونے ان اتفاقات اور تدابیر کے
اسبات کا خیال ہوا کہ ابہی جلدی نہین کرنی چاہیئے اور اہل اسلام کے حال کو زیادہ دریافت
کرنا چاہیئے رات کو وہ سوئے سانپ نے کاٹا اور مر گئے۔ فرمایئے کہ اسوقت آپ کوئی اعتراض اختیار
بشری پر کر سکتے ہین یا کوئی اعتراض اسبات پر بہی کر سکتے ہین کہ ہدایت اور غیر ہدایت اوسکے ہاتہ مین
نہین ہے اسلئے کہ یہ شخص جو مسلمان ہونے سے رہ گئے اون سے ممکن ہے کہ ایسے
افعال قبیحہ سرزد ہو چکے ہون کہ اونکو سزا دینا اوسکی حکمت کے نزدیک لازم ہو اور اس لئے
اونکو نعمت اسلام سے محروم کہنا ضروری ہو۔ اگر حق تعالے کو منظور ہوتا کہ یہہ مسلمان
ہو جائے تو اس شخص کی عقل مین اسقدر قوت آجاتی کہ سمجہتے اور جانتے کہ ایک فرد کا
فعل اصل اصول اسلام سے نفرت کا باعث نہین ہو سکتا۔ یہہ لوگ دین کے امتحان
دئے ہوئے نہین ہین دنیا دار ہین جنہون نے دین کو ذریعہ دنیا کمانے کا بنایا ہے
اور سخت نفرت کے قابل ہین۔ اسلام نے برائی اونکی زور سے بیان کی ہے۔ ایسے
دنیا دار ہر مذہب مین ہین۔ اگر وہ ایسا کرتے اصل اسلام کی خوبیون کو دیکہکر خود مسلمان
ہو جاتے۔ پس دیکہیئے کہ ایک وہ قوت تہی کہ اوس انسان نے بہلائی کو اسلام کی پہچانا
ایک جگہہ یہہ ضعف ہوا کہ وصول الی المقصود یعنی منزل پر پہونچنے سے رہ گئے۔ دونون
مین برائی نہین۔ اللہ تعالی پر کوئی حجت نہین اوسنے مادہ عقلی دیا اور اوسی نے اوسمین وہ
سبب پیدا کیا کہ کچہہ نہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اس بات کی ایک عمدہ مثال ہے اللہ تعالی جل شانہ

فرماتا ہے جسکا حاصل ترجمہ یہہ ہے کہ وہ عورت تو یوسف کے ساتھہ ارادۂ بد کر ہی چکی تھی اور یوسف کو اپنے پروردگار کی طرف کی دلیل "کہ میرا آقا ہے" اوسوقت نہ سوجھہ گئی ہوتی تو وہ بھی اوس عورت کے ساتھہ ارادۂ بد کر بیٹھتے۔ ہمنے یوسف کو ثابت قدم کیا کچھہ شک نہین کہ وہ ہمارے برگزیدہ بندونمین سے تھے" پس ملاحظہ فرمایئے اس مدد مین کچھہ برائی نہین ہے۔ اگر مدد ترک کردیجاتی تو بھی حجت حضرت یوسف پر تمام تھی میرے نزدیک افعال قبیحہ ایسی چیزین ہین کہ پھر مدد اللہ کی باوجود ایسی قدرت اور زور کے اختیارات انسانی کے نہین ہوتی اور ہدایت پوری نہین ہوتی اور وہ سزا ہوتی ہے (یعنی توفیق اوٹھا لینا) جو ضروری ہے۔

شرح آیہ لاتحرک ذرۃ کی۔ ممکن ہے کہ معنی لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةً اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کے یہ ہون کہ ذرہ بھی بغیر اجازت اللہ تعالیٰ کے نہین ہلتا اور مقصود اس اذن سے حکم تھو اذن ہو یعنی اختیار کہ وہی اذن ہے۔ اور رفع تناقض اوسوقت یون ہوگا۔ کہ جب کوئی نتیجہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اجازت ہو جاتی ہے۔ ورنہ نہین ہوتی اور یہ اجازت نتیجہ اختیار بشری جہانتک متعلق ہے"۔ تاکہ اسباب بیکار نہون" عموماً ہوتی ہے جب اسباب کا بیکار کرنا ہوا اجازت نہوگی۔ اسباب بیکار ہو جائینگے۔ یا یون رفع تناقض ہوگا کہ حکم سے اوسکی قوت مراد ہو اور اصل سبب اوسکی حرکت کا وہ قوت ہو۔ پس معنی یہہ ہونگے کہ حقیقت مین اذن وہی تھا جو ہلنے کی قوت حاصل ہوی تھی۔

ممکن ہے کہ معنی اسکے یہ ہون کہ غیر ذی روح بغیر اذن الٰہی کے حرکت نہین کرتے

ذرہ کو اوسی طرح ذکر کیا ہے جیسے معنی و بیان کا قاعدہ ہے اور اُردو مین کہتے ہین کہ
مکان مین چڑیا بہی نہین تہی - اور پتہ بہی نہین ہلا معنی یہ ہوتے ہین کہ کوئی حتی کہ چڑیا
بہی نہ تہی - اور کسی قسم کا غل نہین ہوا اسقدر بہی جتنا پتہ ہلنے مین ہوتا ہے پس معنی یہ ہوتے
ہین کہ جب ذرہ بہی بغیر حکم الٰہی کے نہین ہلتا - سورج اور چاند اور آسمان و زمین بغیر اوسکے اذن
کے کیسے گردش اور حرکت کر سکتے ہین - ذی روح جنمین ارادہ اور اختیار دیا گیا ہے یہان
مراد نہین ہو سکتے - پس لازم ہے کہ یا یون کہیئے کہ اذن بمعنی اختیار کے ہے یا یون کہیے کہ ذی روح
مراد نہین ہین اور اس کلام مین اونکا بیان نہین ہے -

اس اذن و حرکت کا مین نے عجیب تماشہ دیکہا ہے کہ عقل حیران ہوگئی اور معلوم
ہوا کہ ذرّہ بہی بغیر اللہ تعالی کی مرضی کے نہین ہلتا - وہ تماشہ یہ تہا کہ ایک دفعہ جونپور مین
وبائے ہیضہ پیدا ہوی - وبا کی بابت جسقدر تحقیقات ہوی ہے معلوم ہوا ہے کہ
کچہہ کیڑے پیدا ہوے یا ہوا مین ایسی دارت پیدا ہوی کہ وہ جب جسم مین گس گئی تو
اوسمین ایک زہریلا مادہ پیدا ہوا اور وہ ہلاکت اور دوسرونکی عبرت کا باعث ہوی لیکن ہر
شخص وبا مین مر نہین بعض کو کیڑون نے اثر نہ کیا یا اوس ہوا نے ضرر نہین پہونچایا
یا بعد اثر اچہے ہوگئے - اس سے ظاہر ہوا کہ وہ بعض جنکو اثر ہوا وہ بغیر اذن کے نہین
ہو سکتا تہا - ڈاکٹر کہتے ہین کہ بعض آدمیون مین ایسی قوت ہوتی ہے کہ وہ مادہ اونپر
اثر نہین کرتا تعدیہ اونمین ہوتا ہے جنمین قوت نہو لیکن مین نے اپنی آنکھون سے دیکہا
کہ ایک مکان مین چند شخص تہے اور ایک کنوئین سے پانی پیتے تہے - دو بیمار ہوے

اور کوئی بیمار نہوا۔ ایک مرگیا ایک اچہا ہوگیا اور کون اچہا ہوا جو مرنیوالے سے سخت تر بیمار تہا۔ مرنیوالے کے دل مین یہہ بات پیدا ہوی کہ دوا نہ پی جینے والے کو آلو بخارے نے قے۔ بر دا طراف۔ وقعر عینین حالت محض بیہوشی مین بند کردی۔ اس بیمار کا دوہ بحالت مرض کمزور بچہ نے پیا وہ بچہ کچہہ بہی متاثر نہوا۔ یہہ خاص میرے اوپر گذرا ہوا معاملہ ہے۔ نہ تعدیہ تہا نہ قوت اور غیر قوت کو دخل تہا۔ یہ دکہلائی دے رہا تہا۔ کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہو رہا ہے۔ پس میری سمجہہ مین بہی آگیا ہے کہ ذرہ بہی بغیر اوسکے حکم کے حرکت نہین کرتا سب کچہہ اللہ کے بس مین ہے۔ مگر بس مین کہنا اوسی حد تک عمل مین لایا جاتا ہے جہان تک اون اختیارات مین جنکی بنا پر سزا اور جزا کا استحقاق پیدا ہوتا ہے خلل نہ آئے۔

مین جب اپنے حال پر غور کرتا ہون یہہ بات پاتا ہون کہ ضرور انسان کی قوت تام ہے مگر یہہ بہی سب کچہہ اللہ تعالے کے ہاتہہ مین ہے اور قوت بہی بحال خود باقی ہے اور اختیار الٰہی بہی بحال خود باقی ہے اور یہی ذریعہ اختلاف مراتب کا ہے جس کی خوبیان مین اوپر بیان کرچکا ہون کہ وہ لازمی اور دوسری مصلحت سے ہین۔ مناسب ہے کہ جو مجہپر گذرا ہے اوسے اور بیان کرون میرے باپ کا اتفاق عین غدر ۱۸۵۷ء مین ایک انگریز کے ساتہہ نوکری کرنیکا ہوا جو نہایت سید ہے دل کے فوجی آدمی تہے بہت ہی نیک تہے۔ قوت حافظہ اور قوت چشم قوی تہی۔ خاندانی بہی تہے اسلئے اونکے احکام سے حکام تعرض کم کرتے تہے کرنیل آکسنس ہنری ٹرنین اونکا نام تہا میرے

باپ کی وفات سنہ ۱۸۶۰ء مین واقع ہوی جب مین کم سن تہا جسوقت مجھکو شعور ہوا آٹھہ
برس بعد قصد کیا کہ معاش تلاش کرنی چاہیے۔ مین اونکے پاس گیا اور اپنا حال
کہا کہ یہہ نام ہے۔ یہہ والد مرحوم کا نام ہے وہ وہی تہے جنہون نے غدر بہر آپکے
ساتہہ جان نثاری کی اور عوض نہین لیا پنشن پاکر آرام نہین کیا۔ مجھے حاجت ہے
نوکری دیدیجیے۔ جواب دیا کہ ہمارے پاس کوئی جگہہ خالی نہین ہے۔ مین بے نیل
مرام اور رئی سے میرٹہہ واپس آیا بعد دو تین سال کے مجھکو پہر اوس ضلع مین جانیکا اتفاق
ہوا ایک صبح پہر اون صاحب سے ملا اور پہر حال بیان کیا۔ کہنے لگے کہ تم اوس شخص
کے بیٹے ہو جو غدر مین ہمارے ساتہہ تہے تم وہی ہو جو بچپن سے ہمارے پاس آیا
کرتے تہے۔ مین نے جواب دیا کہ ہان وہی ہون۔ بولے کل کچہری کی حالت مین
آنا دوسرے دن مین گیا اور جب سامنے پہونچا ٹرنین صاحب کو بہت خوشی ہوی اور اپنے
سررشتہ دار سے پوچہا کہ کوئی نوکری خالی ہے سررشتہ دار نے جواب دیا کہ نہین
پوچہا کوئی کہ ہمنے امتحاناً مقرر کیا تہا۔ سررشتہ دار بولا کہ فلان نائب تحصیلدار کو دو سال
ہوے آپ نے امتحاناً مقرر کیا تہا اوسکے استقلال کے کاغذات رکہے ہوے ہین
سنکر بولے اوسکو اپنی اصلی جگہہ واپس کردو اور اس شخص کو مقرر کردو۔ مجھے ابتک حیرت
ہوا کرتی ہے کہ وہی مین تہا۔ وہی ٹرنین صاحب تہے وہی حقوق تہے سنہ ۱۸۶۷ء
مین کیا تہا کہ جواب صاف ملا سنہ ۱۸۷۰ء مین کیا ہوا کہ یہی نوکری ملی جو میری اوسوقت کی حالت
کے لئے ایک عجیب نعمت تہی۔ حافظہ کا مین نے خود تجربہ کیا کہ تین سال کے بعد

اُردو مین جاری کیئے ہوئے احکام لفظ بلفظ بتلا دیتے تھے۔ میرا اختیار اور قوتِ صدورِ افعال ٹرنین صاحب کا یکسان تھے مگر ایک وقت ایک نتیجہ ہوا دوسرے وقت دوسرا نتیجہ اور یہ بات سمجھ مین آئی کہ باوجودیکہ قوت اور اختیار انسان کا ایک طرح سے کامل ہے مگر دوسری طرح سے کچھ بھی نہین نہایت ناقص ہے۔ اور دونون اسطرح کے ہین کہ نقصان دونون کے کمال مین نہین ہے اور ایک دوسرے کے اسطرح تابع نہین ہین کہ اللہ تعالی پر الزام کہا جا سکے۔ دیکھیئے یہ قوت اور یہ حکمت صرف اللہ کے کامون اور ایجادون مین ہے جو ہماری عقلون سے باہر ہے۔ سبحان اللہ۔ الغرض یہی معنی ان ارشادات کے میرے خیال مین ہین اور میری سمجھ مین یہہ ہے کہ یہ ہو گا ہے۔ اختیار کا نقصان نہین ہے۔ انہین وقتون پر نظر کر کے بعض بڑے لوگون نے یون بیان کیا ہے کہ جبر و اختیار امر بین بین ہے یہ بالکل سچ ہے مگر ضرورت تفصیل کی ہے کہ اختیار انسانی بھی پورا ہے اختیار الٰہی بھی پورا ہے چنانچہ مثال اوسکی ایسی بیان ہوی یعنی حکام چھوٹے ہوتے ہین اور بڑے۔ دونون مین اختیار ہوتا ہے اور ایک کو دوسرے پر۔ اور دونون صاحب اختیار ہوتے ہین۔ اقتدار بڑے کا اور اقتدار چھوٹے کا۔ بحال خود قائم رہتے ہین جیسے بادشاہ کے احکام کی تعمیل مین بھلائی برائی ہوتی ہے اور بادشاہ اصل باعث سمجھا جاتا ہے وہی یہان ہے یا کچھ زیادہ ہے مگر نہ اتنا کہ اختیار مین ایسا خلل ہو کہ ذمہ داری اور تکلیف معدوم ہو جائین۔

چونکہ یہہ بڑی بحث ہے مناسب ہے کہ بعض آیات نقل کیجائین تاکہ تسکین

ہو جائے اور شک باقی نہ رہے۔ پس ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ اس ہدایت و غیر ہدایت
کی بابت ارشاد فرماتا ہے کہ۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ
يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ
لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ
اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ترجمہ دین
مین زبردستی کا کچھ کام نہین۔ گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہو چکی ہے تو جو شیطان کو
نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو اوسنے مضبوط رسّی پکڑ رکھی جو ٹوٹنے والی نہین اور اللہ
سبکی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے اللہ ایمان والونکا حامی اور مددگار ہے کہ اونکو کفر کی تاریکیون
سے نکالکر ایمان کی روشنی مین لاتا ہے اور جو لوگ دین حق سے منکر ہین اونکے حمایتی شیطان
ہین کہ اونکو ایمان کی روشنی سے نکالکر کفر کی تاریکیون مین ڈھکیلتے ہین یہی لوگ دوزخی ہین کہ وہ
ہمیشہ دوزخ مین رہینگے۔ اس سے صاف تر ارشاد دونون امر کا آپ اور کیا چاہتے
ہین۔ انسان نہ کفر پر مجبور ہے نہ ایمان پر بلکہ پورا اختیار رکھتا ہے۔ جب وہ ایمان لاچکتا ہے
تو اللہ اوسکا حامی اور مددگار ہوتا ہے اور پھر مدد کرتا ہے اور تاریکیون سے جو بعد مین
بھی رہتی ہین کہ وہ مہالک ہین۔ نکال دیتا ہے دلکو روشن کر دیتا ہے۔ اور جنہون نے
کفر اختیار کیا ہے اونکی حمایت و مدد چھوڑ دیتا ہے تب شیطان کا دخل ہوتا ہے وہ جسقدر
اصلی روشنی ہے یعنی اللہ کو انسان خود پہچانتا ہے اوس سے نکالکر اندھیرے مین

ڈال دیتا ہے اور یہہ سزا ہے۔ اور کسی قسم کی بُرائی اللہ تعالیٰ پر نہین۔ دونون امر موجود ہین۔ پہر ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ ترجمہ۔ وہ اونکے اگلے اور پچھلے حالات کو جانتا ہے اور سب کامون کی بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ ظاہر ہے کہ معنی اسکے یہہ ہین کہ ہر ہر کے کام اللہ کی طرف بازگشت رکہتے ہین۔ بازگشت سے الزام نہین ہوتا بہ مجبوری پیدا ہوتی ہے۔ مثال اسکی یہہ ہے کہ نہر جو بنائی گئی ہے پانی ایک رستہ سے جاتا ہے اور کہیتون مین پہونچکر نفع دیتا ہے اوس سے پانی کی قوت و نفع دور نہین ہوے۔ لیکن اوس مین خاصیت دینے سے رجوع اور بازگشت نفع کی اوسکی طرف ہے نہر کا منبع ٹوٹ جانے سے جو نقصان ہوتا ہے الزام اوسپر نہین ہے بلکہ مابعد کی سوء تدبیر ہے اور آخر کو بلا الزام سب امور اوسکی طرف رجوع ہوتے ہین۔ اگر وہ مادہ پانی مین پیدا نہ کرتا آب مین قوت نہ دیتا پانی کہیت تک نہ پہونچتا۔ اسلئے امور کی رجوع بذریعہ اختیار اور باوجود اختیار اوسکی طرف ہے۔ چنانچہ جہان اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ بہرے گونگے اندہے ہین پس وہ بازگشت نہین کرتے۔ وہان بہی لفظ بازگشت و رجعت ارشاد ہوا ہے غفلت نفرمایئے۔ وہ بہی ترک مدد ہے۔ یعنی وہ لوگ جب خراب ہو جاتے ہین اصلاح پر نہین آنے پاتے کہ یہہ سزا ہے۔ مجبوری ابتدائی یا ایسی مجبوری کہ آہی نہ سکتے ہون نہین ہے۔

تفسیر آیہ واللہ خلقکم وما تعملون کی | ایک بزرگ نے اس مقام کو سنکر ارشاد فرمایا کہ یہہ تقریر خلاف اوس

اوس آیہ کے ہے جسمین اللہ تعالے فرماتا ہے کہ خلق افعال عباد اللہ تعالی فرماتا ہے
چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ مناسب ہے کہ شرح اسکی بیان
کیجائے مبادا کسی اور کو بھی ایسا شبہہ ہو۔ واضح رہے کہ یہ آیہ قصہ حضرت ابراہیم مین
سورہ والصّٰفّٰت مین ہے اور پوری آیہ یہہ ہے وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ اِذْ
جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ○ اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ وَقَوْمِہٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ○
اَئِفْکًا اٰلِھَۃً دُوْنَ اللّٰہِ تُرِیْدُوْنَ ○ فَمَا ظَنُّکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ فَنَظَرَ
نَظْرَۃً فِی النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ○ فَتَوَلَّوْا عَنْہُ مُدْبِرِیْنَ ○ فَرَاغَ
اِلٰی اٰلِھَتِھِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْکُلُوْنَ ○ مَا لَکُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ○ فَرَاغَ
عَلَیْھِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ ○ فَاَقْبَلُوْا اِلَیْہِ یَزِفُّوْنَ ○ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا
تَنْحِتُوْنَ ○ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○ اسکا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب
نے یہ فرمایا ہے۔ اور نوح ہی کے طریق پر چلنے والون مین سے ایک ابراہیم بھی
تھے۔ جبکہ صاف دل سے اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوے۔ جبکہ اونہون نے
اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ کیا چیزین ہین جسکی تم پرستش کرتے ہو کیا خدا کے
سوا بنائے ہوے معبودون کے پیچھے پڑے ہو تو تمنے رب العالمین کو کیا سمجھہ
رکھا ہے پھر ستارون مین نظر کرکے یہہ حیلہ کیا کہ مین بیمار ہون تو وہ لوگ انکو چھوڑ کر چلے
گئے اونکا جانا تھا کہ ابراہیم چپکے سے اونکے بتون مین جا گھسے اور کہا کہ اتنے چڑھاوے
تمہارے سامنے رکھے ہین تم کھاتے نہین تمہارا کیا حال ہے کہ تم بولتے تک نہین۔

پہر تو ابراہیم بڑے زور سے اونکے مارنے پر پڑے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ لوگون کو خبر ہوی تو ابراہیم پاس دوڑے آئے کہا کیا تم ایسی چیزون کو پوجتے ہو جنکو تم تراشتے ہو حالانکہ تمکو اور جن چیزون کو تم بناتے ہو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس آیہ مین وما تعملون سے مراد بت ہین اور معنی یہ ہین کہ بتون کے مادہ کو جو پتہر ہے اللہ تعالے پیدا فرمایا ہے چونکہ تمکو اختیار دیا ہے اسلئے پتہر تمہارے کاٹنے سے کٹکر بت بن جاتا ہے یا چونکہ تم مخلوق الٰہی ہو۔ اور تمنے پتہر کے ہیولی مین یہہ صورت پہنائی ہے اور اللہ تعالی کیطرف جملہ امور کی بازگشت ہے اسلئے یہ سب مخلوق الٰہی ہین۔ اس معنی مین اگر خلق افعال کی نسبت اللہ تعالی جل شانہ کی طرف ہے خلاف ہمارے مقصود کے نہین ہے اسلئے کہ ہمارا مقصود یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے قوت صدور افعال کی انسان مین عطا فرمائی ہے اور قابلیت انفعال کی بہت سے اشیاء مین عنایت کی ہے تاکہ اختیار جہان تک عنایت ہوا ہے چل سکے۔ اگر یہہ دونون چیزین نہوتین امتزاج اور ترکیب دینا یا ایجاد و صنائع مختلفہ پر قادر ہونا انسان سے ممکن نہوتا اور یہہ اختیار ہے۔ یہہ معنی کہ افعال بطور مجبوری انسان سے صادر ہون ممکن نہین ہے کہ اس آیت کے معنی ہون۔

جواب اس شبہہ کا کہ باعتبار تاثیرات نجوم انسان مجبور معلوم ہوتا ہے۔

ایک شبہہ باعتبار علم نجوم ہے۔ ممکن ہے کہ نجومی کہین کہ ہمکو ستارہ شناسی مین واہ کمال ہے کہ اگلا پچھلا سب حال انسان کا بتلاتے ہین۔ اگر ستارون کی تاثیر سے اونکے

افعال پیدا نہوا کرتے تو ہم کیسے بتلا سکتے پس انسان مجبور ہے اور اس کارخانہ عظیم مین
اسباب سے جکڑا ہوا ہے جو زمین و آسمان چاند سورج مریخ اور زہرہ و مشتری وغیرہ ہین
یہہ بہی غلط ہے۔ نجومی پر جو اعتقاد کرے میرے نزدیک اوس سے زیادہ کوئی
سخیف العقل نہین ہو سکتا اسلئے کہ نجوم کی اوس تاثیر کو جسکا دعوے منجم کو ہے نہ اہل دین
نے مانا ہے نہ اہل دنیا نے۔ اگر اسکی کچہہ بہی اصل ہوتی تو کوئی ضرور مانتا۔ نہ اوس سے
آج تک کوئی نتیجہ نکلا ہے اسلئے کہ تمام ہندو سلطنتین ہندوستان کی ہمیشہ انکی معتقد رہتی
آئی ہین مگر کوئی فائدہ نہین ہوا۔ ہر شادی ہندوؤنکی بذریعہ ستارہ شناس کے ہوتی ہے
پنڈت جی بیاہ سادہ دیتے ہین اگر ذرا بہی نفع ہوا ہو تو بتلا دیجئے۔ مسلمانون کی عورتین
بہی بیوہ ہوتی ہین ہندوؤنکی بہی اون مین بہی ناموافقت ہوتی ہے ان مین بہی۔ اہل دین
تو اونکو جہوٹا فرماتے ہین۔ اہل دنیا جو سمجہدار ہین اونکو مکار کہتے ہین۔ غور کیجئے کہ ابتک
ستارے پورے تو شمار ہوے ہی نہین اونکی تاثیرات کیسے شمار ہو گئین۔ کسی ایک یا ہر
ستارہ کی ایسی تاثیر جاننے کا جسکے منجم مدعی ہین ذریعہ ہی کیا ہے۔ صرف بعض کا تجربہ
اونکے راستون اور تاثیرون کی بابت ہے جو متعلق تغیر موسمون اور دوسری ایسی ہی باتون
کے ہے جیسے چمڑہ پکانا دانہ پکانا وغیرہ وغیرہ مگر اون بعض کا جو انگلیون پر گنے جاتے
ہین۔ یہہ ماننا کہ انہین ستارون مین تاثیر ہے اور کسی مین نہین بلا وجہ ہے ہم اسکے قائل نہین
کہ حاکم ہین۔ باعتبار دین نبی نوع خلیفۃ اللہ ہین اور اختیار رکہتے ہین باعتبار دنیا ہر آفت
ارضی و سماوی کا علاج کر سکتے ہین۔ اگر اہل تنجیم کی باتین سنئے تو اپنی غلطیون کی ایسی

عجیب تاویلین کیا کرتے ہین کہ کوئی عاقل اونپر بغیر ہنسے ہوے رہ نہین سکتا چنانچہ منقول
ہے کہ حکیم انوری نے ایک دفعہ ایسا کہدیا اور معلوم کیا کہ اصفہان مین فلان تاریخ کو ایسی آندھی
آئیگی کہ اوس سے تمام صفہان متغیر ہو جائیگا مکانات جڑ سے اوکھڑ جائینگے باشندے شہر
کے مر جائینگے اور بھاگ جائینگے۔ بادشاہت خراب ہو جائیگی کوئی اپنے مال پر قابض
نہ رہیگا اور ایسا تلاطم ہوگا کہ الامان۔ حکیم کا اعتقاد لوگون مین کامل تھا۔ ہزارہا آدمی
بھاگ گیا اور جلاوطنی اختیار کی۔ صرف بادشاہ باقی رہا کہ مین کہان جاؤن۔ شہر گویا
کہ خالی ہو گیا۔ جب وہ رات آئی تو بجاے تیز ہوا چلنے کے اسقدر بھی ہوا نہ چلی
کہ پتہ ہلتا۔ ایک بوڑھیا نے یہہ حال دیکھکر ایک چراغ جلایا اور اوسے سب سے
اونچے مکان پر رکھدیا وہ رات بھر جلتا رہا صبح تک نہ بجھا۔ صبح ہی بادشاہ نے
حکیم جی کا کالا منہ کرکے گدھے پر چڑھا کر تشہیر کیا اور نکال دیا۔ منجم کہتے ہین کہ یہہ غلطی
نتیجے کے نکالنے مین واقع ہوی۔ اوس شب کو ہلاکو خان پیدا ہوا تھا۔ جسنے اصفہان
کو تباہ کر دیا۔ یہہ کیسی لغو تاویل ہے۔ اس لئے کہ یہہ ثابت نہین کہ اوسی شب
ہلاکو خان پیدا ہوا اگر ہوا اوس شب مین تو اوسکا اثر کچھہ نہین ہوا۔ وہ حکم متعلق اوس رات
کے نکالا گیا تھا کہ وہ شب تباہی کی شب ہوگی وہ شب تباہی کی شب نہین تھی۔
ایک بشر کے پیدا ہونیکی شب تھی جسکے افعال اختیاری تھے۔ نہ وہ شیر تھا نہ اژدہا۔
ایسے احکام پانچ چار دفعہ میری یاد مین بھی نجومیون نے لگائے اور کبھی صحیح نہین ہوے
چنانچہ ۱۸۹۹ء کے لئے بھی دونون ہندی اور ولایتی نجومیون نے اسوقت تک

توکوئی اثر ہو نہین - اگر یہہ سچ ہوتا کہ تاثیر نجوم افعال و ترکیب انسانی مین دخل رکھتی ہے تو لازم ہوتا کہ جو لوگ ایک ہی وقت مین پیدا ہون اون سب کے افعال یکسان ہون سب کی صورتین یکسان ہون - ایسا نہین ہے - اہل تنجیم نے کچھہ قواعد مقرر کیے ہین اور حکم اون قاعدون سے نکالتے ہین وہ قاعدے ہمیشہ ٹوٹتے ہین پہلے بہلا وہ قاعدے ہی کیا ہوے - باوجود تسلیم کرنے اون قاعدون کے یہ ثابت نہین ہوتا کہ انسان مجبور ہے کیونکہ ہر اہل تنجیم اس بات کا بھی قائل ہے کہ نحوست ستارونکی خیرات سے اور انسانی تدبیرون سے جو اونکی بتلائی ہوی ہون ہلکی یا دفع ہو جاتی ہے - اگر وہ اسباب وقوع افعال کے ہوتے ایسا نہوتا - سبب وہ ہے کہ جب پانی کو آگ پر رکھیے بخار ہو جائے کبھی اسکے خلاف نہین ہوتا یہان ہمیشہ خلاف ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے مین نے خود دیکھا ہے کہ لوگ قواعد کے ذریعہ سے نام پوچھہ کر بتلاتے ہین کہ زوج وزوجہ سے کون پہلے مریگا دو لڑنیوالون مین کون غالب ہوگا کون مغلوب ہوگا اور وہ کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط - ورنہ وہی قاعدے ذریعہ کمائی کا ہوا کرتے - یہانتک کہ شگون لینے والون کا گروہ بتلا دیتا ہے کہ کسی جانور کی آواز سے یہہ نتیجہ ہوگا - چنانچہ دیکھا گیا کہ ایک عورت کی شادی ہو کر جسوقت اوسے گھر لائے اوتارنے کے وقت ایک خشک شاخ درخت نیب پر ایک کوا بولا - ایک شگونی نے حکم لگایا کہ یہہ عورت لاولد رہیگی - ظاہر ہے کہ کوے کی آواز اس بابت کہ اولاد ہوگی یا نہین کچھہ تاثیر نہین رکھتی - لوگ ہاتھہ مین طاس کے پتے بتلاتے ہین - ہاتھہ مین کسی پتے کا ہونا

بسبب اوس طریقہ کے نہین ہوتا جس سے بتلایا جاتا ہے پس اگر مان بہی لیا جائے
کہ کچہہ قواعد استعلام کے ہین جو کبہی سچے بہی ہوتے ہین تو وہ قواعد یا وہ چیزین سبب
صدور افعال کا نہین ہوسکتین - جیسے یہہ جو ابہی بیان کیگئی ہین نہین ہین - ممکن ہے
کہ شگون جن چیزون سے لیا جاتا ہے وہ ہماری تاثیر اون چیزون پر ہو جنسے ہم شگون
لیتے ہین بہرحال ایسے امور سے مقابلہ بدیہیات کا نہین ہوسکتا یعنی اسبات کا کہ انسان
فاعل مختار ہے - خیالات منجم حقیقت مین انکار وجود اللہ تعالی کا اور کفر ہین - بڑے
بڑے کاہن جو گذر گئے وہ بڑے شگون لینے والے ہوسکتے ہین - مین نے ایک
منجم سے پوچہا کہ تم ضمیر کیونکر بتلاتے ہو تو اوسنے جواب دیا کہ اس ذریعہ سے بتلاتے ہین
کہ جو وقت کسی خاص ستارے کے عمل کا ہوتا ہے ویسی ہی خیالات دل مین پیدا ہوتے
ہین - مثال اوسکی یہہ ہے کہ چڑہتے دن مین گلابی پہول خیال مین آئینگے - آفتاب کا
رنگ سرخ ہے اسکے بعد منجم نے وہ پہول جو مین نے لیا تہا بتلا دیا - لیکن اگر یہہ بہی ہو
تو بہی مجبوری انسان کی اس تجربہ سے پیدا نہین ہوتی - اسلئے کہ اگر عمل آفتاب سبب اور علت
ہوتا آدمی مین اوسوقت دوسرے رنگ کے لینے کی قابلیت ہی نہین ہوتی - چنانچہ اس خیال
کی تصدیق کے لئے اوسکے بعد مین نے جسقدر پہول لئے یہہ خیال کرکے خلاف
وقت لئے اور چونکہ کوئی مطابق وقت کے نہ تہا اونکو منجم نہ بتلا سکا نہ پہر ضمیر دریافت
کرسکا اور صاف ظاہر ہوا کہ باوجود اسقدر مداخلت کے اگر مداخلت ہے مجبوری انسان
مین نہین ہے یہہ شبہہ منجمین کا شاید یون پیدا ہوا ہے کہ کارخانہ عالم مادہ اور ذریعہ پیدا

کرنیکا ہے یہانتک صحیح خیال کرکے یہہ قیاس اور لگایا ہے کہ مادہ خلق افعال مخلوق بہی ہے۔ حالانکہ غلط ہے۔ جب ہر چیز بعد اجتماع اضداد الگ اور بالکل جدا چیز بنچکی تو آیندہ افعال اوسکے اوس بڑے مادہ کے تابع کیسے ہوسکتے ہین اوسمین وہ اجتماع اضداد دوسرے افعال پیدا کرنے کے لئے ہوا ہے پس تبعیت کیسی؟ اگر ایسا ہوتا خلق ہی تمام نہوتی وہی مادہ رہتا۔

جواب اس شبہہ کا کہ عطاء قوت شر خلق شر ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جب قوتون کا دینے والا حق تعالے ہو یہی خلق شر ہے۔ یہہ غلط ہے اسلئے کہ اللہ تعالی نے جو کچھہ قوت دی ہے وہ کوئی شر اور بُری نہین ہے۔ اضداد پیدا کیے ہین جو بجاے خود بہی اچھے ہین اور اون مین ہمارا نفع بہی ہے۔ اختیار دیا ہے اور اوسمین ہمارا نفع ہے وہ اختیار جتنی چیزونکا دیا ہے اونکو حیثیتون سے علیحدہ کرکے دیکھئے اور نسبتون سے معنی اسکے یہہ ہین کہ بعد عطاء قوت کے جو افعال صادر ہوتے ہین اون افعال کو فاعل سے جدا کرکے دیکھیے اور یہہ نہ دیکھئے کہ وہ کسکا فعل ہے محض فعل و قوت کو لیجئے۔ مثلاً ہلنے کی قوت۔ کھینچنے کی قوت۔ دور کرنے کی قوت۔ کاٹنے کی قوت۔ اور اسیطرح یہہ قوتین فی نفسہ بُری نہین ہین بُرائی آپکی طرف منسوب ہونے سے اوسوقت ہوتی ہے جب آپ ہلتے ہین اور ہلنا ضرر کا باعث ہوتا ہے مگر کسکے؟ آپکے یا آپکے بہائی کے۔ آپ کاٹتے ہین جہان کاٹنا باعث ضرر ہے کسکے؟ آپکے یا آپکے بہائی کے۔ پس اصلی خلق جو خدا کا فعل ہے وہ صرف پیدا کرنا ہلنے کا کاٹنے

دور کرنیکی قوت کا ہے جو کسی طرح بُرا نہین - جواز بدی کا جب ہوتا جب سزا نہوتی - یہہ جاننا کہ بدی کو جانتا تہا اصلی معنی اوسکے یہہ ہین کہ جانتا تہا کہ آپ اپنا اور اپنے ساتھہ دوسرون کا بُرا کرکے اپنا برا کرینگے - اسکا جواز بُرائی نہین - لازمہ اختیار ہے بُرائی کیسی - جو ان تدبیرون کو اختیار کرے لازم ہے کہ ایسا کام کرے - اختیار اوسی قدر ہے جو اختیار کی حد مین ہے - جہان سے الزام شروع ہوتا ہے وہی وقت سزا کا ہوتا ہے تاکہ اختیار دینا رتبہ الزام تک نہ پہونچے - زیادتی بُرائی کی لازمہ پورا اختیار دینے کا ہے اختیار ناتمام مستحق سزا نہین بناتا یعنی حد وہین - اور اختیار کے تمام کر دینے کے بعد بہی آدمی اللہ کے بس مین ہے - یہہ امر کمال صنعت ہے کہ اتنی بُرائی ہوگی کہ جتنی آدمی کے خیال سے باہر ہے باوجود اسکے وہ نیکی مین مبدل ہوجائیگی - جسکے لئے یہی تدبیر ہے - واضح رہے کہ افعال الٰہی کا قیاس افعال عباد پر جائز نہین یعنی انسان کے لئے فعل اور ترک فعل دونون گناہ ہوسکتے ہین - یہان بدی کا نہ روکنا ترک فعل نہین ہے اسلئے کہ سزا مقرر ہے جب انسان ترک فعل کے ذریعہ سے گناہ کرتا ہے مستوجب پاداش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی ترک فعل جسکا عمل مین لانا ضرور تہا نہین کیا تاہم خدای تعالیٰ پر وجوب کسی چیز کا ہم آپ قرار نہین دیسکتے -

جواب اس شبہہ کا کہ علم الٰہی ذریعہ انسان کے مجبور ہونیکا ہے -

ایک شبہہ یہہ ہے کہ "علم الٰہی مین جو کچہہ گذرا ہے وہ ضرور واقع ہوگا" یہہ سچ ہے مگر یہہ غلط ہے کہ بسبب علم کے ہوگا اسلئے

کہ علم مستلزم وقوع کا نہین ہے۔ یعنی جاننا اور چیز ہے اور سبب ہر چیز کے واقع کرنیکا دوسری چیز ہے۔ مثلاً ہم جانتے ہین کہ کُنین یا خوب کلان سے معمولی بخار اوتر جائیگا اور برنجاسف سے تب دق۔ مگر وہ کُنین یا خوب کلان یا برنجاسف سے اوترتا ہے ہمارے جاننے سے نہین اوترتا۔

جواب اس شبہہ کا کہ تقدیر سے مجبوری پیدا ہوتی ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ "جب اللہ مقدر کردے اور تقدیر کو بنادے تو انسان مجبور ہے" یہہ غلط ہے۔ غلطی یہہ ہے کہ معنی تقدیر کے غلط سمجھے ہین جو آگے بیان ہونگے۔

بیان اسبات کا کہ اتفاقات اتفاقات نہین ہین۔

بعض لوگون کو ان دقتون کی وجہ سے یہہ گمان ہوتا ہے کہ نہین یہہ کچھہ نہین ہے دنیا مین آدمی پیدا ہوتا ہے اور اتفاقات تنوع قوتہائے انسانی سے اور حالات سے ہوتے ہین۔ یہہ سخت غلطی ہے اسلئے کہ اتفاقات اگر اس معنی مین ہون جنکو آپ سمجھتے ہین نظام عالم دوسرا ہو جائے۔ دہریت اور اسلام مین یہی فرق ہے۔ متواتر ثابت ہے کہ بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ۔ یعنی اللہ کو مین نے مصمم ارادون کے ٹوٹنے (یعنی اسباب کے بدلنے سے) پہچانا ہے۔ معجزات اسی لئے صادر کئے گئے ہین کہ دہریت صاف ٹوٹ جائے معجزات سے انکار دہریت ہے۔ جو لوگ محض اسباب کو ذریعہ وجود عالم اور نتائج کا جانتے ہین حقیقت مین وہ دہریہ ہین۔ دہریون کے دلائل بڑے عام پسند ہوتے ہین۔ اسلئے کہ دنیا عالم اسباب ہے جہان اونہون نے اسباب کو لیا اونسے

بحث کی نتائج کو اسباب مین محدود کردیا۔ مگر دہوکا نہ کہانا چاہیے اور ہوشیار رہنا چاہیے
کیونکہ کوئی کارخانہ جسمین چیزین تیار ہون بغیر بنانیوالے کے نہین بنتا۔ کارخانۂ عالم
کو ماننا کہ بغیر بنانے والے کے بنا ظاہر طور سے غلط ہے۔ اسباب سے ہمیشہ ایک
سے نتیجے نہین ہوتے۔ اونکو کہنا کہ تدبیر اچھی نہ تھی ایک حد تک صحیح ہے مگر اس سے
غفلت نہ کرنی چاہیے کہ جس چیز نے اسباب کو توڑا وہ اسباب ہی تھے یا کوئی دوسری
چیز تھی۔ مثلاً جزو کل پر قادر ہوگیا جسکی شرح بادشاہت مین بیان ہوی۔ مثلاً بے
سکھلائے ہوے کوئی بات آگئی جسکا نام بوعلی سینا نے الہامیات رکھا ہے یعنی
بکری کا ڈر بھیڑیئے سے طبیعت جس چیز کا نام رکھا ہے وہ اگر اس معنی مین ہے کہ کہانا
مُنہ سے کہایا جائے نہ دوسری راہ سے تو صحیح ہے اگر اس معنی مین ہے کہ یہہ بھی طبیعت
ہے کہ بکری بھیڑیئے سے ڈرے غلط ہے اسلیئے کہ انسان اور حیوان طبیعت مین یکسان
ہین۔ کیون انسان کے بچے کو سانپ سے ایسا ڈر نہین لگتا جیسا بکری کے بچے کو
بھیڑیئے سے لگتا ہے اگر آپ کہین فرق بنایا ہے ہم اوسی بنانے والے کو اللہ کہتے
ہین اور دھریت کو بیچ وبن سے اوکھاڑتے ہین۔ بڑا افسوس اسبات کا ہے کہ جب
انسان بے بس ہوتا ہے وہ مالک کی طرف راغب ہوتا ہے اوس رغبت کو بھی یہ لوگ
اپنے خیال سے روکتے ہین۔ اب یہہ دیکھیے کہ یہہ رغبت آیا صرف الف عادت سے
ہے یا کسی اور وجہ سے۔ میرے نزدیک اتنون کو الف و عادت ہونا بھی بلا وجہ نہین
عدد دہریون کا دنیا مین اقل قلیل ہے۔ پرستش اکثر کثیر ہے وہ حقیقت مین قدرتی ہے

دہوکا اوسمین شیطان نے دیا ہے اس کتاب مین جو مثالین مین نے بیان کی ہین
وہ سب ایسی ہین کہ بلا اسباب بہی اسباب ٹوٹے اور اسباب کے ساتہہ بہی ٹوٹے
اور نتیجے ہمیشہ الگ ہوتے رہے۔ اگر اللہ تعالی نہوتا اور قادر نہوتا ہمیشہ ہر سبب وہی
نتیجہ پیدا کرتا جو آپ چاہتے اختلاف نتیجون مین ناممکن ہوجاتا۔ اختلاف نتائج مین جو ایسا
ہوا وسے بہی آپ اپنے عجز اور ناواقفیت کو ذریعہ جواب گردانتے ہین ہم کہتے ہین کہ
نہین وہ قدرت ہے۔ بعض مثالین بیان کرنا مناسب ہوگا۔ ایک مثال ۱۸۵۷ء کی
ہے۔ غدر مین مجھے اتنا ہوش تہا کہ بعض امور میرے خاص سامنے گذرے ہین۔
غدر سے پہلے ایک روٹی چلی۔ وہ روٹی ہر گانون مین کوئی شخص دیجاتا تہا اور دوسرا
گانون والا ویسی ہی روٹیان پکا کر آس پاس کے گانون مین چارون طرف بہیجدیتا تہا
جہان جہان وہ روٹی پہونچی غدر ہوا۔ اسکی وجہ مین حیرانی رہی اس سبب کو دیکہئے کہ
ہندوستان کی ایسی حالت ہے کہ یہہ روٹی تقسیم ہوجائے یہان کے عام گانون والونکو
ملکی معاملات سوچنے اور اونپر عمل کرنیکی قابلیت نہین۔ اس سبب کا سبب جو قدرت
الٰہی سے منکر ہین بتلائین۔ دوسری مثال قصہ فرانس کا بہی غور فرمایئے کہ جب بادشاہ
مارا گیا اور جمہوری سلطنت ہوی تو مورخون کو حیرانی ہے کہ صدہا آدمی پیدا ہوگئے
تہے۔ جو برخلاف بادشاہ کے لوگون مین تقریرین کرتے پہرتے تہے اور کوئی حال
بادشاہ کا چہپ نہین سکتا تہا جو بات رات کو ہوتی تہی صبح کو اخبارون مین چہپی ہوی چار بجے
صبح ہر شخص کی میز پر ہوتی تہی۔ جب بادشاہ مارا گیا کوئی اون آدمیون مین سے پہر نہ دکہلائی

دیا۔ میرے خیال مین اگر کوئی شخص آنکھہ کھولے اور غور کرے تو یہہ بات پائیگا کہ باوجود قوت اور باوجود اسباب کے کہ ہماری قوت اسقدر ہے کہ ہم مستحق جزا و سزا ہین چونکہ اصلی انتظام عالم اوسکے ہاتھہ مین ہونا چاہیئے سب کچھہ اوسی کے ہاتھہ مین ہے اور وہ قوت ایسی طرح غالب ہے کہ پورا غلبہ ہے۔

باب چہارم
ساتون سوالات کا جواب اجمالی۔

باب چہارم

اسمین ذکر ساتون سوال کے جواب اجمالی کا ہے

علامہ شہرستانی کی تقریر نسبت بیان جواب الٰہی کے

بعد اس بیان کے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جواب اجمالی کا ذکر کیا جائے اور وہ وہی جواب ہے جو اللہ تعالی نے ان سوالات کا دیا ہے۔ ملا عبد الکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل مین لکھا ہے جسکا خلاصہ ترجمہ یہہ ہے۔ تیسرا مقدمہ = اوس شبہہ کے بیان مین جو سب سے پہلے مخلوق مین پیدا ہوا اور اس باب مین کہ ابتداءً وہ شبہہ کہان سے پیدا ہوا اور بالفعل ظہور اوسکا کس کس فرقہ مین ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ سب سے پہلا شبہہ شیطان کا شبہہ ہے جو عالم مین پیدا ہوا۔ اور وہ اسبات سے نکلا کہ شیطان نے نص یعنی صریح حکم الٰہی سے موافق اپنی رائے کے لڑائی کی۔ خواہش کے مطابق حکم سے معارضہ کیا۔ اپنے مادہ کو کہ وہ آگ سے پیدا ہوا تھا بہت بڑا جانا اور تکبر کیا حضرت آدمؑ کے مادہ کو جو خاک تھا حقیر سمجھا اس شبہے سے سات شبہے پیدا ہوے۔ یہہ شبہات خلقت کے دلون مین بیٹھہ گئے

اور ذہنون مین در آئے یہانتک کہ انہین سے بدعت اور ضلال کے کل مذاہب پیدا
ہوے۔ یہہ شبہات چارون شروح انجیل لوقا و مارقوس (مرقس) و یوحنا و متی مین
مذکور ہین اور توریت مین متفرق بشکل مناظرۂ شیطان و ملائکہ مندرج ہین (علی ما نقل)
علامۂ شہرستانی نے ساتون سوال جو اول کتاب مین لکھے گئے ہین بیان کئے اور لکھا ہے
کہ شیطان نے تب کہا کہ جسکا مین نے دعوی کیا یہہ اوسکے دلائل بہی ہین یعنی
سوالات مدلل ہین پہر لکھا ہے کہ شارح اناجیل لکھتے ہین کہ اللہ تعالی نے ملائکہ
علیہم السلام پر وحی بہیجی کہ انک فی تسلیمک الاول انی انا الہک و الہ الخلق غیر
صادق و لا مخلص اذ لو صدقت انی انا الہ العلمین ما احتکمت
علی بلم فانا اللہ الذی لا الہ الا انا لا اسئل عما افعل و الخلق
مسئولون یعنی تب فرشتون نے اللہ کیطرف سے جواب دیا کہ ای شیطان تو نے
جو تسلیم کیا ہے کہ مین تیرا اللہ ہون اور تمام خلق کا اللہ سچا نہین ہے اور خلوص اس تسلیم مین
نہین ہے اسلئے کہ اگر تو سچے دل سے جانتا کہ مین الہ العالمین ہون تو مجہہ سے وجہ نپوچہتا
کیونکہ مین ایسا اللہ ہون کہ سوائے میرے اور کوئی اللہ نہین۔ اسلئے مجہہ سے کوئی
نہین پوچہہ سکتا اور نہ اعتراض کر سکتا ہے کہ مین کیا کرتا ہون۔ البتہ مخلوق سے بازپرس
کیجاتی ہے شہرستانی فرماتے ہین کہ انجیل اور توریت مین یہ سب کچہہ مذکور ہے۔ مین ہمیشہ
اوسپر غور کرکے سمجہا کرتا تہا کہ اسمین شک نہین ہے جو کچہہ شبہات کہ بنی آدم کے دلمین
گذرتے ہین شیطان کے گمراہ کرنے سے گذرتے ہین جڑ سب وسوسونکی شیطان

کے شبہات ہین اور جب شبہات سات ہون تو سب سے بڑی بڑی بدعتین اور گمراہیان بہی سات ہی ہونی چاہئین۔ اس سے زیادہ نہونگی۔ گمراہ فرقون کے شبہات کفر بہی شبہات ہونے چاہئین اگرچہ عبارتین اور طریقے مختلف ہون کیونکہ یہ شبہات سب گمراہیون کا بیج ہین۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ یہہ اعتراضات امر حق کا انکار کرنا اوسوقت ہے جبکہ اقرار اسبات کا ہے کہ یہہ حق ہے اور نیز خواہش کو ترجیح دینا ہے بمقابلہ نص کے۔ چنانچہ حضرت نوحؑ اور ہودؑ اور صالحؑ اور شعیبؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور جناب محمد مصطفےٰ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین سے جسقدر مباحثات ہوے سب اسی طریقہ کے تہے۔ حاصل اونکا یہہ تہا کہ جیسے شیطان نے سجدہ سے انکار کیا اونہون نے اسبات سے کہ "بشر ہدایت کے لئے آیا ہے اوسکے ہادی ہونیسے اور اطاعت سے انکار کیا" یعنی شیطان نے کہا کہ مین آدم سے بہتر ہون اور اوسکی ذریت نے کہا کہ ہم ان انبیا سے بہتر ہین آگے چلکر کہتے ہین کہ یہہ تشبیہ دینا کہ جو چیز ہمارے لئے برائی ہے وہ اللہ کے لئے بہی برائی ہے غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ مثل مخلوق کے ہو۔

امام فخر الدین رازی کی تقریر نسبت شرح جواب الٰہی کے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین بعد نقل ان سوالات کے فرمایا ہے۔ شارح اناجیل لکہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے سرادق جلال و کبریا سے جواب مین ان سوالات کے ارشاد فرمایا کہ اے ابلیس تو نے مجہکو پہچانا نہین اگر تو پہچان لیتا البتہ جان لیتا کہ مجہپر کوئی اعتراض میرے کسی فعل

سے وارد نہین ہوتا مین اللہ ہون سوائے میرے کوئی اللہ نہین جو کچھہ کرتا ہون مجھسے
کوئی اوسکی بابت جواب نہین لے سکتا واضح ہو کہ اگر اگلے پچھلے سب جمع ہون اور
حسن و قبح کو عقلی قرار دین ان شبہات سے مخلصی نہین ہو سکتی سب اعتراض صحیح ہو جاتے
ہین - لیکن جب یہہ جواب دینگے جسکو اللہ تعالی جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے سارے
شبہات زائل ہو جائینگے اور اعتراضات اوٹھہ جائینگے - اسلئے کہ جس طرح وہ پاک ذات
اپنی ذات مین واجب الوجود ہے اپنی صفات مین بھی واجب الوجود ہے لہذا وہ اپنے
افعال مین بھی مؤثرات مرجحات سے غنی ہے - یعنی کس فعل کا کیا اثر ہوگا اسلئے اوسے
اختیار کرنا چاہیئے - اسکا اوسپر اثر نہین ہو سکتا - اگر وہ ایسا ہوتا محتاج ہوتا غنی نہوتا
وہ اللہ جل شانہ ایسی چیز ہے کہ اورونکی حاجتین اوس سے آگے نہین بڑھتین اوس تک
پہونچکر ختم ہو جاتی ہین آخر کو اوسی سے مطالب حاصل ہوتے ہین - اور جب ایسا
ہو لمیت (یعنی یہہ کیون کیا یہہ کیون کیا) اوسکے افعال مین دخل نہین رکھتی اور کوئی
اعتراض اوسکی خالقیت پر وارد ہی نہین ہو سکتا - بعض لوگون نے کیا اچھا کہا ہے
کہ اوسکی جناب اس بات سے بلند ہے کہ اوسکا قیاس مذہب معتزلہ کے مطابق
کیا جائے -

تقریر بالا کی غلطیان - راقم لاریب اللہ تعالی کی ذات تمام احتیاجون سے
منزہ ہے تاہم اسقدر گزارش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذات کا کمال و استغنا
مستلزم افعال کے عدم افتقار کا اس معنی مین نہین ہے کہ خلاف غنی ہونیکے ہو بلکہ مستلزم

اعلیٰ درجہ کے افعال صادر ہونیکا ہے۔ بدی اور نیکی افعال مین ہونا افتقار نہین ہے علت اور صفت اور وجہ افعال کی ہے اگر لیست نہو مجنونانہ فعل ہوگا بلکہ ذات جب کامل ہو افعال بھی اوس ذات کے کامل ہونگے برے یا قابل اعتراض صادر ہی نہونگے۔ معنی اس ارشاد امام صاحب کے یہ پیدا ہوتے ہین کہ صفات چونکہ واجب الوجود ہوگئے فرضی شے ہوگئے اور حد صفت سے نکل گئے کیونکہ صفت کی ذات یعنی تعریف مین اچھائی اور برائی داخل ہین اور نیز معنی ہونگے کہ اللہ کی ذات ایسی باکمال ہے کہ باوجود افعال قبیحہ کے اوسکے کمال مین نقصان نہین۔ یہ ایک قسم کا تناقض ہے کیونکہ کمال مین ہر خوبی داخل ہے اور یہ خلاف خوبی کے ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ افتقار کے یہ معنی صحیح ہین تو میرے نزدیک قطع نظر افتقار ہونے یا نہونے کے اللہ تعالیٰ کے افعال چونکہ وہ حکیم علی الاطلاق ہے اسطرح کے واقع ہوے ہین کہ اونمین کوئی برائی نکل ہی نہین سکتی اور بغیر افتقار کے بھی برائی سے پاک ہین خواہ معتزلیون کیطرح خیال فرمایئے یا کسی دوسری طرح چنانچہ آپ دیکھتے ہین کہ نہ عطاے قوت برا ہے نہ خلق اضداد نہ امتحان کو ذریعہ حصول کمالات کا بنانا نہ اونکے ذرائع پیدا کرنا نہ سزا کا مقرر کرنا۔

حسن و قبح مین عقلی یا نقلی ہونیکی بحث بیکار ہے۔

باقی رہا حسن و قبح میرے خیال مین نزاع انمین بیکار ہے کیونکہ حسن و قبح کے موجود ہونیکا دونون طرح اقرار ہے اگر حسن و قبح کو نقلی قرار دیجیے چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم علی الاطلاق ہے اور نبی اوسکے احکام پہونچانے

والے ہین وہ جس فعل سے منع فرمائے ہمارا ایمان یہہ ہے کہ وہ ہر طرح برا ہے عقلاً بھی اور نقلاً بھی - اسلئے کہ نقل کیا چیز ہے بغیر وجہ بتلائے ہوے حکم دینا - چونکہ وہ حکیم کے احکام مین ممکن نہین کہ عقلاً بھی برے ہون - اوسکے یہ معنی لینا کہ حقیقت مین بھلائی اور برائی نہین ہے غلط صریح ہے - یقیناً اون افعال مین جنکے کرنیکا حکم ہے اور نہ کرنے کی ممانعت ہے ہمارا نفع اور ضرر موجود ہے البتہ افعال خالق اور افعال مخلوق مین یہ فرق ہے کہ مخلوق کسی چیز کو ابتداءً پیدا نہین کرتی خالق ابتداءً پیدا کرتا ہے - اصل شے کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے مخلوق مخلوقات مین سے ایک یا زیادہ اشیاء کو ملا کر ایک اور چیز بنا لیتی ہے اور وہ خاصہ امتزاج سے جو اللہ نے ہر چیز مین رکھا ہے تاکہ اختیار چل سکے ترکیب پا جاتی ہے جو بعد ترکیب انسان کے لئے کبھی مضر کبھی مفید ہوتی ہے - جیسے ماکولات و مشروبات اور ہزارہا اشیاء یا افعال پس خالق کے افعال مین گنجایش قبح کی نہین ہے اسلئے کہ اوسنے بضرورت کوئی خلق نہین فرمائی بغیر ضرورت کے کوئی انعام نہین دیا - تغیر نہین کیا - اللہ کے کامونکو حیثیتون سے خالی کرکے اور نسبتون سے پاک کرکے بالذات خیال فرمائیے ہر فعل بجائے خود مستحسن ہے جسکی تفصیل بیان ہوی چنانچہ خلق اضداد بھی ایسا ہی ہے مضرت مخلوق نے اپنے فعل سے پیدا کی ہے -

افعال مخلوق افعال الٰہی نہین ہین -	افعال مخلوق کو افعال خالق قرار دینا بڑی غلطی ہے کیونکہ آدمی کل کی مثل مخلوق نہین ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اون ارشادات

پر نظر کرکے جسمین اللہ تعالیٰ نے بیان قدرت فرمایا ہے کہ سب کچھہ ہمارے ہاتھ
مین ہے بغیر ہماری اجازت کے کچھہ نہین ہوتا ایسا خیال کیا ہے۔ لیکن اجازت
دینے سے مراد عطاے قوت ہے بالفعل کی اجازت مراد نہین ہوسکتی اسلیئے کہ اللہ
تعالےٰ نے آدمیون کے اختیار کو ذریعہ اونکے مستحق جزا و سزا بنانے کا قرار دیا ہے
اگر اللہ تعالےٰ مجبور کرکے انسان سے نیکی اور بدی کرائے تو وہ عادل نہین ہوسکتا
اگر طریقہ عدل کا یہی ہو تو نظام دنیا اوٹھہ جائیگا اور ایسی مثال ہوجائیگی جیسے آدمی بچون
سے کام کرائین یا آلات سے کام لین بچون اور آلات کو سزا دین نہ اونکو جنکو اب دیجاتی
ہے۔ پس حقیقت مین اللہ تعالیٰ خلق افعال مخلوق نہین کرتا آدمی کے افعال
مین عقلی حسن و قبح ہے اللہ تعالیٰ کے افعال مین جب غور کیا جائے سواے بہلائی
کے اور کچھہ نہین ہے مثال اسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موت کو خلق فرمایا قوت جماع
کو پیدا کیا دشمن کے دفع کرنے کا انتہائی ذریعہ قتل کو بنایا موت کا ذریعہ جب انسان
ہو برائی ہے جب اللہ تعالیٰ ہو اچہائی ہے انسان جب اپنی عورت سے جماع کرے
اچہا ہے جب دوسری عورت سے جماع کرے اچہا نہین اللہ تعالیٰ اوسکو بہی ذریعہ خلق جو گذرتا
ہے وہ بہی برا نہین کیونکہ خلق کرنیکا فعل نیک ہے برائی آپ نے پیدا کی مگر وہ بہی جو
زنا سے پیدا ہوتے ہین مجبور پیدا نہین ہوتے اور اصلی خلق مین جو بہلائی ہے اور
اختیار مین جو بہلائی ہے اوسکا فیضان باوجود ہماری برائی کے بہی ہوتا ہے یعنی
اللہ تعالیٰ اس بدی پر بہی نیکی ہی کرتا ہے۔ علاوہ اسکے قواعد متعلق اسباب جدا چیز ہین

جو بلا وجہ خاص توڑے نہین جاتے۔

حسن و قبح نقلی کیون مانے جاتے ہین۔

یہہ کہنا کہ حسن و قبح محض نقلی ہین ممکن ہے کہ اسی ڈر سے ہو کہ مبادا النسبت بدی کی اللہ تعالی کی طرف ہوگی سو ہرگز نہین ہوسکتی۔ اللہ تعالی نے کوئی بدی بطور جسم یا مخلوق موجود کے پیدا نہین فرمائی جو ہمارے خیال مین آئے یا دکھلائی دے نہ قوتین انسان کی ایسی ہین نہ شیطان صرف ہمارے افعال کو کمال رافت سے اختیاری پیدا کیا ہے اور اوسکے لیئے بذریعہ رغبت طرف بلندی کے اور بذریعہ تقرر سزا کے روک کی ہے اختیار ہمارا بدون اوسکے اختیار ہی نہین رہتا۔ پس غور فرمایئے اللہ تعالی کو بدی سے کیا واسطہ ہے۔

حسن و قبح افعال عباد مین محدود ہے۔

مختصر اس بیان کا یہہ ہے کہ افعال مین حسن و قبح کا پایا جانا صرف انسانون کے لیئے ہے اور جسکا خیال واسطے درستی افعال کے ضروری ہے اور منفعت انسان تک محدود ہے پس برائی بھی اوسی تک محدود ہے اللہ تعالی نے جو افعال پیدا کیئے اونکو حیثیتون اور نسبتون سے جدا اور الگ کرکے دیکھیئے وہ کوئی بھی برا نہین ہے جیسے کاٹنا فصاد اور حکیم کا بدی نہین ہے انسانونکا ایک دوسرے کو ضرر پہونچانا بدی ہے۔ اختیار دینے کا فعل فی الواقع جواز اوس بدی کا جو آپکے خیال مین ہے نہین ہے یہ اختیار نہایت مستحسن چیز ہے اور وہ سوائے اس صورت کے اور صورت سے دیا بھی نہین جاسکتا اور وہ تصرف مالکانہ کا ایک طریقہ ہے۔

مولوی ناصر حسن جونپوری

جناب مولوی ناصر حسین صاحب جونپوری نے کتاب ناصر الاذہان

کی تقریر جواب - مین جسکا ذکر دیباچہ مین کیا گیا لکھا ہے کہ جواب ان شبہات کا یہہ ہے کہ شر قلیل واسطے خیر کثیر کے یعنی چھوٹی بدی بڑی بہلائی کیلیئے جائز ہی نہین بلکہ ضرور ہے ورنہ شر کثیر پیدا ہو - پس پیدا کرنا شر کا اگرچہ نظر بہ نفس شر کے اچھا نہین معلوم ہوتا لیکن وہ سبب پہونچانے خیر کثیر کا خلق کو ہے کہ اوس سے بہت بڑی بہلائی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالی کی صفت رحمت و عفو ظاہر ہوتی ہے -

اوسکی شرح - میرے نزدیک اطلاق شر کا افعال الہی پر جائز نہین ہے اور جو افعال اوس سے صادر ہوتے ہین وہ شر ہی نہین ہین جسکی شرح بار بار کی گئی - شاید اس خیال سے یہہ اطلاق ہو کہ مشیت الہی اسکی مقتضی ہوی کہ شیطان پیدا ہو کر افعال بد پیدا کرے اور خود افعال بد کا ارتکاب کرے - یہہ سچ ہے کہ وہ نتیجونکو جانتا تہا مگر اوسنے اجرا اس مشیت کا اس طریقہ سے فرمایا ہے کہ اوسکی ذات الزام سے پاک ہے یعنی اوسکی طرف باوجود اسکے نسبت شر کی نہین ہوسکتی کیونکہ اختیار دیا ہے اور اچھا بنانے کو دیا ہے نسبت شر کی مجبور پیدا کرنے کی صورت مین ہوسکتی تہی چونکہ وہ مالک ہے اوسے اختیار ہے کہ جس چیز کو جس مصلحت سے چاہے پیدا کرے اوسنے شیطان کو اپنی ذات کی شناخت دے دی تہی اوسنے سالہاے دراز تک عبادت کی تہی پس مجبوری نہ شیطان مین ہے نہ انسان مین - انسان سے پوچھہ کر اختیار دیا تہا - جو اس احتیاط سے مشیت جو ایسی ضروری تہی جاری فرمائے کبہی خالق سے شر نہین ہوسکتا حصول شر کا اس معنی مین کہ ہونے دیا خلق نہین ہے - چونکہ یہہ نازک مگر ظاہر

بات ہے اس سے اکثر غفلت ہو جاتی ہے۔ بحث مشیت مین آدمی کو غفلت نکرنی چاہیئے ضرور خلق اس عالم کا نظر بہ اضداد اور اون اُمور کے جو مذکور ہوئے میرے خیال مین صرف اسی طریقہ سے بلا الزام ہو سکتا تہا۔ صفت عفو و رحمت کے ظہور کی نسبت جو مولانا نے فرمایا ہے اوسپر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بعد گناہ کے گناہگار توبہ کرکے معصوم کی برابر نہین ہوتا جب عصیان کو بطور شر قلیل خدا پیدا کرے۔ معاذ اللہ۔ تو اوسوقت معافی کی کوئی قدر نہین ہو سکتی نہ اوسمین خوبی باقی رہتی ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ اختیار کی حالت مین صفت رحم و عفو ابتدائی ہے کیونکہ اگر اختیار ہو اور بخشش گناہ کی جو بسبب اختیار کے واقع ہو نہو تو کیا الزام حق تعالی پر ہوتا یعنی وہ محض عاقل ہوتا۔ پس صفت رحم ابتدائی ہوئی یہہ نہین ہے کہ اللہ نے شر پیدا کرکے ذریعہ عفو کا پیدا کیا ہے۔

قاضی نور اللہ شوستری کی تقریر جواب الٰہی کے متعلق۔

قاضی نور اللہ علیہ الرحمہ نے کتاب مجالس المومنین مین لکہا ہے کہ کتاب موصوف کے اوائل مین ہمنے ذکر اعتراضات شیطان کا کیا ہے وہان اون اعتراضون کے جواب دینے کا موقع نہ تہا۔ اسلئے لکہہ دیا تہا کہ جواب انکے بڑی کتابون مین لکہے ہوئے ہین جسکا دل چاہے دیکہہ لے بعد مین اکثر بزرگوارونکی یہ رائے ہوئی کہ نہین۔ جواب اونکا لکہہ کر شامل کتاب کرنا چاہیئے تاکہ دوسری جگہہ ڈہونڈنے کی تکلیف نہو۔ اسلئے اونکے جوابات لکہنے کا قصد کیا اور جب جواب لکہنے کی نظر سے اون اعتراضون پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ جو جواب

جناب باری تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ اور اوسکے معنی مطابق اصول فرقہ
جبریہ کے ہین - علامہ شہرستانی اور امام فخر الدین رازی کا یہ لکھنا کہ اصول فرقہ عدلیہ کے
مطابق جواب ان اعتراضات کا دیا ہی نہین جا سکتا بالکل غلط ہے اور ہم جواب
اوسکے لکھتے ہین - راقم - بے اعتباری اس بنا پر صحیح رائے نہین ہے نہ جواب
مطابق اصول فرقہ جبریہ کے ہے - قاضی صاحب نے بعد اس ارشاد کے اعتراضات
شیطان کو نقل فرمایا ہے اور جواب کو پھر فرماتے ہین کہ خلاصہ تقریر علامہ شہرستانی کا
یہہ ہے کہ اعتراضات شیطان کے بمنزلہ تخم کے ہین اور جسقدر دوسرے مذہب والون
کی تقریرین ہین وہ سب اسی تخم سے پیدا ہوی ہین اگرچہ طریقے بیان کے مختلف ہون مگر
اصل سب کی ایک ہے اور خلاصہ سب کا یہہ ہے کہ یہہ ارباب مذاہب اپنی رائے
اور خواہشون کو باوجودیکہ وہ مخالف نص یعنی صاف حکم الٰہی کے ہین - اور مانتے ہین
کہ مخالف ہین - مقدم رکھتے ہین اور اونپر عمل کرتے ہین - سب سے بہتر وہی جواب ہے
جو اللہ تعالیٰ نے دیا - کیونکہ معنی ان سب اعتراضون کے یہہ ہوتے ہین کہ وہ اللہ تعالیٰ
پر عقل کا حکم جاری کرتے ہین جہان عقل کا حکم جاری نہین ہو سکتا اور اسکے معنی یہ ہوئے
کہ یا مخلوق خالق کی طرح ہے یا خالق مخلوق کی طرح ہے - ظاہر ہے کہ یہہ دونون صورتین
غلط ہین - پہلی صورت غلو ہے دوسری تقصیر ہے چنانچہ فرقہ حلولیہ و شیعیان غالی
نے یہی کہا ہے کہ خالق مخلوق کی طرح ہے - اور فرقہ مجسمہ و قدریہ و جبریہ اہلسنت و
معتزلہ نے کہا ہے کہ مخلوق خالق کی طرح ہے - مثال یہہ ہے کہ فرقہ مجسمہ صفت

اللہ تعالی کی اون چیزون کی سی کرتے ہین جنمین جسم ہے اور اونکا اثر ہوتا ہے اور اونپر
اثر پڑتا ہے اور مثال یہہ ہے کہ فرقہ خوارج کہتے ہین کہ حاکم سوائے اللہ تعالی کے کوئی
دوسرا نہین ہوسکتا۔ پس جیسے یہ اقوال ہین اسی طرح ابلیس کے اعتراضات ہین چنانچہ
اوسنے کہا تھا کہ مین کیا آدمی کو سجدہ کرون جو سڑی ہوی مٹی سے بنا ہے مین تو
صرف تجھے کو سجدہ کرونگا۔ پس ظاہر ہے کہ اولاً اعتراضات شیطان نے پیدا کیئے
اور آخر کار اونکا ظہور ان فرقون مین ہوا۔

پس جاننا چاہیئے کہ جو جواب اللہ تعالی کی طرف منسوب ہے اور حاصل معنی اوسکے
علامہ موصوف نے بیان فرمائے ہین وہ سخت غلط ہین اور امام فخر الدین رازی نے اور
نظام الدین نیشاپوری نے بغیر سوچے سمجھے صرف اسلیئے کہ اونکی رائے کے موافق
یہ جواب تھا اوسکے حاصل معنی کی پیروی کی ہے۔ زیادہ تر تعجب یہہ ہے کہ امام فخر الدین
نے اس جواب کی اسقدر تعریف کی ہے کہ فرمایا ہے کہ اگر اگلے پچھلے سب جمع ہون
اور چاہین کہ اصول فرقہ معتزلہ کے مطابق ان اعتراضون کا جواب دین ہرگز ممکن نہوگا۔
سچ ہے کہ اللہ تعالی کی شان اس سے کہین بلند ہے کہ معتزلیون کے اصول پر اوسکا موازنہ
کیا جائے۔ غلطی یہہ ہے کہ خطا ابلیس کی وہ نہین ہے جسکو علامہ شہرستانی نے سمجھا ہے
یعنی شیطان نے عقل کا حکم اللہ تعالی پر جاری کیا۔ نہ اللہ تعالی کے جواب کے وہ
معنی ہین جو علامہ موصوف نے لیئے ہین اسلیئے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی
بہت سے مقامات مین قرآن مجید کے اندر عقل کو شرف حاکم ہونے کا دے اور فرمائے

کہ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ - کیا تم نہین سمجھتے اور کیونکر حکم دیتے ہو اور یہان عقل کو بیکار قرار دے اور اوس فضیلت سے گرا دے جو خود عنایت فرمائی تہی - پس عقل کا حاکم نہ ماننا غلط ہے - بلکہ معنی جواب ایزدی کے یہ ہین کہ شیطان کی غلطی یہ تہی کہ اوسے مصلحت اور وجہ ایسے اللہ کے افعال مین پوچہی جسکی نسبت دل مانتے ہوے ہین کہ اوس سے زیادہ کوئی مدبر اور حکیم نہین - ضرور اللہ تعالیٰ بُری چیزون کی بُرائی جانتا ہے اور بُرائی سے پاک ہے اسواسطے کہ ہماری عقلین محال جانتی ہین کہ وہ کوئی بُرائی کرے - جب بندہ یہ جان لے کہ جو کچہہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے سب صحیح ہوتا ہے - ظلم نہین ہوتا - بیکار کوئی کام نہین ہوتا پس اوسپر لازم ہے کہ فرمانبرداری کرے - مثال اسکی مریض کی حالت ہے کہ کوئی بیمار طبیب حاذق سے نہین پوچہا کرتا کہ یہ دوا کیون دی - اتنی کیون تجویز کی - ایسی غذا تجویز کرنے کی کیا وجہ ہے اسی طرح بندہ جسکو نادانی اور جہل کے سیکڑون مرض گہیرے ہوے ہین نہین پوچہہ سکتا کہ اللہ نے یہ کام کیون کیا اور آیہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ کے یہی معنی ہین - نہ یہہ کہ اللہ کے کامون مین عقل کو دخل نہین -

امام فخر الدین صاحب کے ارشاد کے اگر یہ معنی لئے جائین کہ اوس صورت مین جب حُسن و قبح اشیاء کو عقلی مانئے تو اعتراضات شیطان کا جواب تفصیلی نہین ہو سکتا یہہ بہی صحیح نہین ہے - اسلئے کہ ہمارے نزدیک معنی عقلی ہونے حسن و قبح کے یہ نہین ہین کہ ہماری عقل ایسی مستقل اور عمدہ ہے کہ ہر فعل الٰہی اور ہر حکم الٰہی کے نسبت جان سکتی

ہے کہ اوسمین بہلائی کی یہ بات ہے اور بُرائی کی یہ بات ہے - بلکہ معنی ہین کہ علی الاجمال یعنی عام طور پر ہماری عقل جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل مین بہلائی ہے بعض احکام و افعال کی نسبت تو ہماری عقل صاف بتلاتی ہے کہ یہہ حُسن (اچہے) ہین - بعض افعال ایسے ہین جنمین غور کرنے اور دلیل کے ذریعہ سے اونکی خوبی اور عمدگی ظاہر ہوتی ہے تاہم بعض امور ایسے ہین کہ عقل اونکی بہلائی دریافت کرنیسے قاصرہ جاتی ہے لیکن جانتی ہے کہ اونمین بہلائی موجود ہے اگر وہ وجہ ظاہر ہوجائے ضرور عقل بہی اوسے اچہا جان لے - پس اسیطرح اگر بعض احکام کی وجہ بیان کرنے سے عقل قاصر ہو اوسکو قاعدہ حُسن و قبح سے کچہہ علاقہ نہین -

مثالین اون افعال کی جنکی اچہائی کو عقل صاف بتلاتی ہے یہہ ہین - واجب ہونا صدق و انصاف و شکر نعمت کا - واپس دینے امانت کا - قرض ادا کرنے کا اچہے کامون مین کرتے وقت کسی کا خوف نہ کرنا - بہتر ہونا نیکی مین سبقت کرنے کا اخلاق کا - بک بک نہ کرنیکی عادت کا - بات کو کان لگا کر سُننے کا - نرمی کا - جلدی نہ کرنے کا - حلم کا - پاکدامنی کا - نصیحت کا - اچہی صحبت کا - یگانون سے سلوک کا - دوستی مین بکرنگی کا صبر کا - رضا کا - لوگون سے اُمیدین نرکہنے کا - سکہلانے کا - مدد کرنیکا (یعنی اوسوقت بہی جب بدون اوسکے کام چل سکتا ہو) مناسب سفارش کو ماننے کا - اچہے کامون مین اورون سے بڑہکر رہنے کا - اپنے سے بہتر کے پاس بیٹہنے کا - بُرون کی صحبت سے بچنے کا - نیکون سے تواضع کرنیکا - بُرون سے تکبر کرنیکا جب ضرر نہو -

انجام سوچنے کا۔ گناہون سے دور رہنے کا۔ سلوک کے بدلے مین برائی چاہنے کا قصور معاف کرنے کا۔ نفس کو بلند رکھنے کا۔ ہمت کو بلند رکھنے کا۔ جفا کو تحمل کرنیکا مدارات کرنیکا۔ امر بمعروف ونہی منکر کا۔

مثالین اون افعال کی جہان غور اور دلیل سے خوبی ظاہر ہوتی ہے یہہ ہین۔ اللہ نے عالم کو حادث کیون بنایا۔ رسول کیون بھیجے۔ وصی اونکے کس لئے خود مقرر فرمائے گنہگارون اور خدائی کے دعوے والون کے نیست ونابود کرنے مین کس لئے ڈھیل دی۔ الحمد نماز مین کیون پڑھتے ہین۔ تسبیح اور رکوع اور قنوت مین قرأت کیون سنت ہے درندون کا گوشت کیون حرام ہے اور گھریلو گدہون کا گوشت کیون مکروہ ہے۔

مثالین اون افعال کی جہان عقل قاصرہ جاتی ہے یہہ ہین عرفہ کا روزہ کیون سنت ہے۔ عید کا روزہ کیون حرام ہے۔ تاہم عقلی جوابات تفصیل کے ساتھہ بھی ان اعتراضات کے دئے جاسکتے ہین۔ یہی نہین ہے کہ ان اعتراضون مین ہم کہین کہ علی الاجمال ہم جانتے ہین کہ ہر فعل اللہ تعالی کا اچھا ہے۔

تقریر بالا کی شرح۔ **راقم**۔ جناب قاضی صاحب نے افعال الٰہی مین احکام الٰہی کو (جو بندون کے عمل کے لئے ہین) بھی شامل فرمایا ہے۔ احکام مین تقرر ثواب اور استحقاق جنت بھی ایک وجہ ظاہر ہے۔ کافرون کے عذاب مین ڈھیل اسلئے ہے کہ برائی سے بھلائی پیدا ہوتی اگر ڈھیل نہ دیجاتی جس مصلحت سے اونکو پیدا کیا وہ باقی نہ رہتی کفر کے ساتھہ اللہ کسی کو پیدا نہین فرماتا۔ پس تاخیر کا فعل اصل مین عدم فعل ہے یعنی

مار نہ ڈالنا۔ اور وہ در اصل تقاضا اختیار رہے۔ بقاء اختیار اچھا ہے۔ جب غور کیجئیگا
یہہ بات پائیگا کہ افعال الٰہی مین کوئی قبح نہین بُرائی صرف افعال عباد مین محدود ہے

راقم کی شرح جواب الٰہی کی۔ جب یہ تقریرین جواب الٰہی کی شرح مین آپ نے سُن لین تو مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ مین نے جو سمجھا ہے اوسے بھی بیان کرون۔ میرے نزدیک
اس جواب کے (جو اللہ تعالیٰ نے دیا) یہہ معنی ہین۔ کہ ہم وجہ اور مصلحت نہین بتلاتے
وہ بات بتلاتے ہین جو تمہارے لئے کافی ہے اسکی بڑی وجہ یہہ ہے کہ انسان کی
عقل کی رسائی ماہیت اشیاء تک ہے وجوہ ماہیت تک ہو ہی نہین سکتی۔ یعنی ہم یہ
جان سکتے ہین کہ گنا میٹھا ہوتا ہے۔ اوسکے یہ خواص ہین۔ یون امتزاج ہو سکتا ہے
تجزیہ کرکے جان سکتے ہین کہ فلان فلان اجزاء اسمین ہین۔ مگر یہ کوئی نہین جان سکتا
کہ گنے مین شیرینی کیون پیدا ہوی اور جو اجزاء تجزیہ سے دریافت ہوتے ہین اون
اجزاء مین اونکے خواص کیون پیدا ہوے۔ پس شیطان کا دریافت کرنا کہ مین بُرا
کیون ہوا ایسی مثال ہے کہ گنا پوچھے کہ مین کیون میٹھا ہوا۔ یا ایلوہ دریافت
کرے کہ مین کڑوا کیون ہوا۔ پس ہم مین قابلیت اسکے فہم کی نہین ہے نہ یہہ سوال
صحیح سوال ہے۔ اور جواب اسکا ہماری عقول سے بالا ہے چنانچہ اس اصول پر
تمام فلاسفہ کا اتفاق ہے اسپر بھی اون مصالح کا بھی بتلانا جو فہم مین آسکتے ہین تفصیل کے
ساتھہ یقیناً خلاف مصلحت ہے گو وہ وجوہ نہین۔ کیونکہ اول تو بنظر اوس تفاوت کے جو عقول مین
رکھنا لابد تھا عموماً ہر عقل مین وہ بھی آنے کے قابل نہ تھا دوسرے نہ کھولنا اتنے

پردہ کا بھی اسلیئے ضرور تہا کہ سارا نظام بیان کرنا پڑتا اور بہید بتلانا ہوتا آدمی کو وہ باتین بتلا دینی اور اوسکا مفاسد سخت مین ڈالدینا ہوتا جو اوسکے لئے ایسی مضر ہوتین کہ نظام بدل جاتا جسکا بیان پہلے ہو چکا۔

نسبت نظام وغیرہ کے مین نے جو بیان کیا ہے باوجودیکہ ارشادات الٰہی سے ماخوذ ہے اوس قدر ہے جس قدر مناسب طور پر بتلایا گیا ہے۔ اور وہ مصالح ہین مین مدعی نہین ہون کہ جو کچہہ مین نے عرض کیا وہ پورا ہے۔ البتہ کافی معلوم ہوتا ہے۔ اس کافی کو بھی اوسوقت بتلانا اگر اللہ صریح بتلاتا تو اسقدر بھی خلاف مصلحت ہوتا۔ یہہ وہ طریقہ ہے جسکے بادشاہان دنیا متبع کرتے ہین (چنانچہ فرامین مین یہی ہوتا ہے اور ابتک احکام سلطانی جو انگریزی مین جاری ہوتے ہین وہ اسیطرح جاری کئے جاتے ہین کہ ما بدولت کی مرضی یہ ہے۔ یعنی رعایا کو مصلحت بتلانا خلاف شان حکومت ہے۔) وجہ نہ بتلا کر اطاعت کرانا اسلیئے زیادہ مصلحت ہے کہ عادت عبودیت سکہانا اچہا ہے اور ایسا اچہا ہے کہ بغیر اوسکے کمال ایمان نہین ہوتا۔ حقیقت مین اس نہ بتلانے سے اللہ نے سب سے بہتر ذریعہ ہمارے کامل الایمان بنانے کا اختیار فرمایا ہے۔

تاہم بڑی خوبی اور معجزہ اس ارشاد کا یہ ہے کہ اگر غور فرمایئے جسقدر جواب دیا کافی اور شافی ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ (۱) اسبات پر زور دیا ہے کہ مین اللہ ہون۔ اللہ کے معنی ہین معبود۔ یہہ اسکی طرف اشارہ ہے کہ معبود کی عبادت کرنی چاہیئے اور حکم ماننا۔ اعتراض کرنا نہین چاہیئے کیونکہ وہ نقیض عبادت کی ہے۔ اسی لیئے پہلے کہدیا

ہے کہ ای شیطان تو تصدیق الوہیت مین صادق نہین - (۲) یہ فرمایا ہے کہ میرے
سوائے دوسرا معبود نہین ہے - معنی یہ ہین کہ اگر کوئی ہوتا وہ قابلیت اعتراض کی کہہ سکتا
تہا نہ عبد - اوسکے لیئے یہہ فعل تکبر اور شک الوہیت مین ہے - جب کوئی اس عالم سے
دوسرا عالم بہتر پیدا کرکے دکہلاتا تب اعتراض کرسکتا تہا - (۳) یہہ فرمایا ہے کہ میرا
کوئی فعل اسلیئے کہ مین اللہ ہون قابل اعتراض نہین یعنی سب مین مصلحت ہے - اپنی
الوہیت کو زور کے ساتہہ ذکر کرنے سے یہہ امر ظاہر کیا ہے کہ صرف اسلیئے کہ وہ معبود ہے
افعال اوسکے قابل اعتراض ہو ہی نہین سکتے - اگر وہ شر پیدا کرے یا خود شر کرے
معبود اور معبود ہونیکے قابل نہوگا - یہہ معنی نہین ہین کہ افعال الہی مین لمیت نہین ہے
پس یہ سب ارشاد جہان بیان اسکا ہے کہ اللہ تعالی اسلیئے قابل پرستش ہے کہ کوئی
فعل اوسکا برہان نہین اور وحدہ لاشریک ہے - حکم اوس کا یہی ہے کہ بندہ کا صرف یہان
لینا باعث تسکین ہونا چاہیے کہ اللہ معبود برحق ہے - جو مشیت ہو - جو حکم ہو - بلا چون
وچرا مان لے اور ایمان لائے کہ کوئی مشیت حکمت بالغہ سے خالی نہین خواہ ہمارے
لیئے اوسوقت باعث نفع ہو یا باعث ضرر - افسوس ہے کہ آج کل زمانہ مجبور کرتا ہے
کہ مصالح بیان کیئے جائین - اگر اسپر بہی یہ عادت پیدا نہ کی جائے ہمارا حال کم از شیطان
نہین سخت تر افسوس اسبات کا ہے کہ لوگ جنکو ذی رائے اور فلسفی جانتے ہین اونکے محض
کہنے سے اونکی بتلائی ہوی بات مان لیتے ہین اور اوسوقت مان لیتے ہین جب اونکی عقل مین
نہ آتی ہو - خداوند عالم کا رتبہ کیا حکیم سے بہی کمتر ہے کہ اوسکی بات بلا وجہ نہین مانی جاتی

مجھے اس بات کا یقین ہے کہ جبتک آدمی بلا چون و چرا نہ مانے وہ مطیع اور فرمانبردار
اور آخر کو صاحب ایمان نہین۔ اسلیئے کہ غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ آدمی جبتک
دلائل مین پڑا رہتا ہے وہ کامل الایمان نہین ہوتا۔ مرتبہ ایمان کا بعد تکمیل دلائل کے
اور تصفیہ کے حاصل ہوتا ہے مثال اوسکی ہر وہ چیز ہے جسکا ہم یقین کرتے ہین جیسے
ہم جانتے ہین کہ ہماری ٹوپی ٹوپی ہے ہمارا گھوڑا گھوڑا ہے ہمارا ہاتھہ ہاتھہ ہے وقس
علے ہذا پس ان چیزون کی بہی جب تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائیگا تو دلائل کا استعمال
فرمائیگا لیکن بعد اونکے طے کرنیکے سب دلائل ختم ہوجاتے ہین چنانچہ جب ہم ٹوپی کو دیکھتے
ہین بلا انضمام دلیل کے ٹوپی کا ٹوپی ہونا گھوڑے کا گھوڑا ہونا ہاتھہ کا ہاتھہ ہونا ہمارے
ذہن مین آتا ہے اور اسطرح آتا ہے کہ احتیاج دلیل کی نہین رہتی تسلیم اور اذعان ہوتا ہے
یہی حال ایمان کا ہے اور تکمیل اوسکی اوسی وقت ہوتی ہے جب ایسا اذعان اور تسلیم حاصل ہو
پس ایہا الناس ایمان کو کامل کرو۔ دلائل مین مت پڑو یعنی ایکدفعہ اللہ کو گر اللہ
جان چکے ہو پہر ساری عمر شکوک مین نہ پڑے رہو۔ اگر پڑے رہوگے اسی طرح شک مین
مرجاؤگے اور نہ اوہر کے ہوگے نہ اودھر کے عقل ضرور حاکم ہے لیکن ہماری عقل
چہوٹی ہے شناخت اللہ تعالی کی فطری ہے۔ پر وہ بعد شناخت عقل کے کام مین لانیسے پڑا ہے اسبات
پر غور کرو اور دفعۃً ایمان کی تکمیل کرکے بجاآوری احکام مین مصروف ہو اوسمین جلدی کرو مناسب ہے
کہ ایک مثال بیان کرون وہ آجکل کا پولیس ہے اور اوسکی آزادی چونکہ حکومت بندونکے ہاتھہ مین ہے
اونکے لیے مصلحت یہہ ہے کہ نفوس رعایا کی خباثت دریافت کرتے رہین اور اونکے علاج اس سے

رعایا کی جو حالت ہوی اوسکی مضرتین ہم روز دیکھتے ہین - بہت سے ایڈیٹر بڑھتے بڑھتے
یہانتک بڑھ جاتے ہین کہ قید ہوتے ہین - یہہ اعتراض کی عادت بُرائی ہے یا نہین
ایڈیٹر جو معترض ہوتے ہین خیرخواہانہ اعتراض کمتر کرتے ہین اور وہ حقیقت مین عدم
اطاعت حقیقی سلطنت کی ہوتی ہے - سلطنت ایک حد تک اپنے نفع کے لئے
جائز رکھتی ہے اللہ اسے جائز نہین کہہ سکتا - مگر سلطنت بہی جو جائز رکھتی ہے اوس
جواز کے بعد جب ارتکاب گناہ ہوتا ہے ظاہر سزا دیدیتی ہے اور باطناً ہمیشہ سزا مین
مبتلا رکھتی ہے - پس جو عادت ایسی بد ہو اوسکا اختیار کرنا ضرور بُرا ہے - اگر ہم اطاعت
سلطنت کی دل سے کرین اون منافع مین شریک ہون جو اوسوقت صرف اون
لوگون کو ملتے ہین جنپر سلطنت حقیقی خیرخواہ اور مطیع ہونیکا اعتبار کرتی ہے پس دیکھیے
کہ آج کل جو آپکو وجہ پرستی کی عادت ہے اور اعتراض کی وہ آپکے حق مین کیا کر رہی ہے
خداوند عالم کی سلطنت سب سلطنتون سے اعلی ہے اوسکو اس عادت سے کیا ناراض
نہونا چاہیے - وہ کسی طرح اوسے جائز نہین کہہ سکتا - اور وہان اتنا جواز بہی نہین ہے
چنانچہ انبیاءؑ نے جب وجہ پوچھی ہے صاف کہا ہے کہ بتلا دیجیے تاکہ اطمینان ہو جائے
یہہ کہنا کیسا اچھا ہے - اسکا مقابلہ اس کہنے سے کیجیے کہ آپ پر یہہ اعتراض ہے
ہماری عقل مین نہین آتا - ارے بہائی تو ہے کون جو وجہ پوچھے ؟ - پس یہی اللہ
تعالی نے اس جواب مین زیادہ تر ارشاد کیا ہے اور جواب کا وہی طریقہ اختیار کیا ہے
جو سب سے بہتر ہے - یعنی مصلحت کے بہی مطابق ہے اور اپنی شان کے بہی موافق

اور بندہ کے لئے تو عین ہدایت ہے سبحان اللہ سبحان اللہ۔

باب پنجم

باب پنجم

جوابات تفصیلی

اسمین ذکر جوابات تفصیلی یعنی ہر سوال کے مقابل جدا جواب کا ہے

بیان ترتیب جو جوابات مین ہے

جناب سید بدرالدین علیخان بن نظام الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ جو میر سید علی کہلاتے ہین اور جناب قاضی نور اللہ شوستری رحمۃ اللہ کے جوابات تفصیلی نظر راقم سے گذرے ہین۔ مناسب ہے کہ اولاً ان علماء کے جوابات کا ترجمہ کیا جائے اور بقدر ضرورت شرح۔ اوسکے بعد وہ جواب لکھے جائین جو راقم کے خیال مین گذرے ہین

توضیح۔ (۱) شرح لفظ راقم سے شروع ہوی ہے۔ (۲) ہر سوال کی عبارت اصلی یعنی عربی کی صدر کتاب مین نقل کی گئی ہے یہان سہولت کے لئے صرف ترجمہ کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ (۳) ترجمے لفظی نہین ہین خلاصہ معنی ہین۔

سوال اول

پہلا سوال

شیطان کو کیون پیدا کیا

اللہ تعالی کو میری پیدایش سے پہلے معلوم تھا کہ مجھسے کیا افعال صادر ہونگے پھر اوسنے مجھے پیدا ہی کیون کیا۔ میرے پیدا کرنے مین خصوصاً کیا حکمت ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی کا جواب کہ شیطان نہین جو شر ہے اوسکا خالق اللہ نہین ہے۔

میر سید علی رح فرماتے ہین کہ شیطان کی غرض ان شبہات کے پیدا کرنے سے بہکانا جہال کا ہے کیونکہ جوابات انکے نازک ہین۔ اور وہ جوابات سمجھدار لوگون کے لئے ہو سکتے ہین۔ پھر فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ شیطان دریافت کرتا ہے کہ میرے پیدا کرنے مین حکمت اور اوسکی وجہ کیا ہے۔ جواب اوسکا یہ ہے کہ جتنی چیزون مین ایسی قابلیت ہے کہ اونمین خلعت وجود پہنایا جائے اور وجود مین لانیکے اثر سے متاثر ہو سکین اون سب پر خداوند عالم افاضہ وجود فرماتا ہے۔ اس حیثیت سے شیطان کا خالق اللہ تعالی ہے اور جیسے اور تمام مخلوق کو اللہ تعالی نے پیدا فرمایا ہے ایسی ہی شیطان کو پیدا فرمایا ہے۔ باقی رہی ذاتیت۔ یعنی وہ چیز جو ایک نفس کو دوسرے نفس سے جدا کرتی ہے اور وہ خواص مختلف نفوس کے کہے جا سکتے ہین۔ وہ خواص کسی کے پیدا کرنیسے پیدا نہین ہوتے بلکہ آخر مراتب جملہ نفوس مین سوائے نفوس اجرام سماوی کے خود عارض ہوا کرتے ہین۔ پس اسلئے کہ شیطان نار سے پیدا ہوا تہا اور قوت شدید رکھتا تہا تکبر اور انانیت غالب آگئی اور اوسنے عاجزی سے انکار کر دیا۔

شرح تقریر سید صاحب

راقم۔ غرض اس جواب کی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ شرارت یعنی افعال قبیحہ کے ارتکاب کی طرف میلان داخل ذات شیطان نہین ہے حق تعالی خالق ذات ہے خالق میلان صدور افعال نہین ہے اسلئے کہ میلان بعد پیدا ہونے حالت تمیز کے نفوس مختلفہ

مین پیدا ہوتا ہے اور ضرور تمیز آنا بعد کی بات ہے - یہہ بہی ظاہر ہے کہ اسباب لاحقہ میلان مذکور کی طرف منجر ہوتے ہین مگر میلان اور مجبوری مین جناب میر صاحب نے اختصار کو کام فرمایا ہے تاہم ایک عمدہ بات کہی ہے -

جواب قاضی صاحب کے شر ایک خاصہ بطور غرض کے ہے اعراض بعد کو عارض ہوتے ہین

قاضی صاحب فرماتے ہین کہ جواب اس اعتراض کا یہہ ہے کہ اللہ تعالی پہلے سے جانتا تہا کہ شر شیطان سے صادر ہوگا لیکن وہ شر اللہ کے بنانے سے نہوگا بلکہ قابلیت ذاتی کا ایک لازمہ ہوگا جو لازمہ ہمیشہ ملزوم کے ساتہہ رہے اور جدا نہو سکے جیسے چار کا عدد جفت ہے وجہ اوس سے جدا نہین ہو سکتی یہہ مذہب اکثر حضرات اشاعرہ کا ہے جیسے امام قشیری - محقق دوانی نے فرمایا ہے کہ جو نقص اور قصور بعض ممکنات مین دیکہا جاتا ہے وہ منجملہ اسباب حصول صور و اعراض کے مادہ مین ہے نہ بوجہ بخل فاعل کے - قابلیتین اور استعداد حکماء کے نزدیک اسقدر متعدد ہین جنکی انتہا نہین - نہ ایک جگہہ جمع ہو سکتی ہین - بلکہ یون ہے کہ واجب یعنی اللہ تعالی مع ہر اوس چیز کے جو پہلے گذری علت موجبہ اون چیزون کی ہے جو آیندہ آئین - یعنی واجب یعنی اللہ تعالی ابتدا ہر چیز کی ہے اور اوسکی ذات کی طرف ہر واحد مخلوق کی نسبت کہ اوسنے اونکو بنایا مع اوس مخلوق کے ہے جو پہلے گذری - یہہ حاصل کلام محقق دوانی کا ہے اور اس سے وجہ اس بات کی ظاہر ہوتی ہے کہ بعض انبیاء کو اپنے مخالفون پر غلبہ ہو جاتا ہے بعض کو نہین ہوتا - کیونکہ غلبہ اوسی قدر ہوگا جسقدر قابلیت اور استعداد موجودین مین ہو - ممکن نہین کہ مقدار قابلیت سے کم یا زیادہ غلبہ حاصل ہو -

اگر کم یا زیادہ غلبہ حاصل ہو لازم آئیگا کہ یا حق تعالی جانتا نہ تہا - یا اوسنے ظلم (گڑبڑ) کردیا - معاذ اللہ - یہ خیال تو کفر ہے - مطلب یہہ ہے کہ علم تابع معلوم کا ہے - (یعنی وہ علم اون چیزون کا ہے جو آئندہ ہونگی) اور اللہ تعالی حکم مطابق معلوم کے دیتا ہے مطابق اوس اندازہ کے جو موافق اوس استعداد کے ہے جو خود بنتی ہے - پس شیطان کے لیے جو کچھہ اللہ تعالی نے فیصلہ فرمایا کہ وہ کافر یا ایماندار ہوگا - وہ بوجہ اوسکی استعداد اور لازمہ وجود کے تہا جسے اللہ تعالی نے نہین بنایا - چنانچہ جو ارشاد ہوا ہے کہ فَمَا أَصَابَكَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (یعنی جو برائی تمکو پہنچتی ہے وہ تمہارے نفسون کی وجہ سے پہونچتی ہے) اسپر دلالت کرتا ہے - اور جب یہہ حال ہو تو یہہ پوچھنا کہ مین کیون گنہگار ہوا - کیون قابل سزا بنا - ایسا ہی غلط سوال ہوگا جیسے کوئی سوال کرے کہ چار کے عدد مین زوجیت یعنی جفت ہونا کیون ہے -

شرح اس جواب کی - **راقم** - خلاصہ اس تقریر کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز تو اصل شے کا بنانا ہے - اصل چیز جو بنائی جاتی ہے وہ مادہ کہلاتی ہے - ایک چیز اوس مادہ مین بعد کو عارض ہوتی ہے یہ بعد کی حالت (جسے صورت پہن لینا اور عرض کہنا چاہیے جسکے عارض ہونے سے طرح طرح کی مخلوق بنتی ہے) دوسری چیز ہے - اعراض مین دخل اون چیزون کو ہوتا ہے جو پہلے ہو چکی ہین - پس بہلائی اور برائی مین دخل ان اعراض کو ہے - اصلی مادہ کے خلق مین نہین ہے - حق تعالی اصلی مادہ کا پیدا فرمانیوالا ہے اور اعراض کا بہی وہی ہے مگر اون تاثیرون کے ساتھہ جو مادون مین ان پہنائی ہوی

صورتون یعنی اعراض سے اور اونکے سبب سے آجاتی ہین اور پچھلون کے پیدا ہوتے مین پہلونکو ایسا دخل ہوتا ہے۔

مثال اول اعراض کے بعد مین لاحق ہونیکے جیسے چار مین زوجیت

مثال اول اوسکی ایک تو یہ ہے کہ ایک دو تین چار یا پانچ چھہ گنتے ہین گنتی مین چار زوج یعنی جفت ہے گنتی ایک چیز ہے اور جفت اور طاق ہونا دوسری چیز ہے مگر جفت اعداد مین (جیسے دو چار چھہ آٹھہ) زوجیت اسلئے آگئی ہے۔ کہ دو ایک کے۔ چار تین کے۔ چھہ پانچ کے۔ آٹھہ سات کے بعد آئے ہین۔ پس ایک تین پانچ سات کا پہلے آنا سبب جفت ہونے دو چار چھہ آٹھہ کا ہے۔ اور پہلون کا پچھلون مین اسطرح کا دخل ہے۔ یہ مثال محل بحث ہے کیونکہ اس عرض اور اعراض مبحوث عنہ مین فرق بین موجود ہے۔

دوسری مثال اعراض کی بذریعہ ولادت لاحق ہونیکے

دوسری مثال یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کو پیدا فرماتا ہے مگر اب آدمی آدمی کے ذریعہ سے پیدا ہو رہے ہین۔ ضرور پیدا سب کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر ذریعہ ولادت کا اثر ہوتا ہے۔ پس جو اصلی مادہ وجود کا ہے یعنی مٹی اسمین جو صورت بیٹے کی پہنائی جاتی ہے اور اعراض لاحق ہوتے ہین اونکے لحوق مین پہلے وجود یعنی باپ کو دخل ہے۔ مثلاً اگر باپ کے اعضاء دماغی قوی ہین اگر اور عوارض نہون۔ بیٹے کے بھی قوی ہونگے۔ اگر اور عوارض ہون۔ جیسے بالفعل کا ضعف یا سردی یا گرمی ایسے نہونگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو شیطان کو پیدا فرمایا ایک مادہ بنایا تھا اعراض جو اوس مادہ مین لاحق ہوئے وہ اوس مادہ کے عوارض ہین جن کے

اسباب اور ہین - اور اوس خلق مین اسباب مذکور کو دخل ہے -

تیسری مثال اعراض کے بذریعہ افعال انسانی لاحق ہونیکی

تیسری مثال یہہ ہے کہ مٹی ایک مادہ ہے اوس سے کمہار گہڑے بناتا ہے اور اینٹ بہی - لوہا مٹی سے اور لوگ نکالتے ہین جس سے لوہار تو اہی بناتا ہے جسپر روٹی پکتی ہے اور تلوار بہی جس سے آدمی قتل ہوتا ہے - غور فرمایئے کہ لوہار اور کمہار کیا ہین - اونکی اصل مٹی ہے - اس مٹی نے دوسری مٹی سے لوہا نکالا - تو لوہے مین مٹی کے مادہ پر صورت پہن جانیمین پہلی پہنی ہوی صورتون یعنی لوہار والی مٹی کو دخل ہوا پس لوہے مین جو مادہ قتل کا پیدا ہوا یا کمہار کی بنائی ہوی اینٹ مین جو کیفیت سر پہوڑنے کی عارض ہوئی اوسکو پہلے بنے ہوے اسباب کے دخل کے ساتہہ اللہ تعالی نے پیدا فرمایا ہے - مگر جہان تک دخل اصلی مادہ کے پیدا کرنے کو ہے اللہ تعالی کی ذات الزام سے پاک ہے - جہان سے دخل مادہ کے اندر صورت پہننے کو اور عوارض کو پہلے مادون کے ذریعہ سے شروع ہوتا ہے وہی مقام الزام شروع ہونیکا ہے - چنانچہ وہ بعد کی بات ہے - اوس دخل کی وجہ سے اللہ تعالی کی ذات الزام سے پاک ہے اسیطرح شیطان کا حال ہے کہ اوسکی شرارت بعد کی بات ہے اللہ تعالے کے بنانیکی نہین - جیسے لوہا تلوار بنکر صرف کاٹنے کے کام مین آتا ہے اسیطرح شیطان چونکہ شیطان آگ سے بنا اوسمین تکبر اور شرید ہو گیا اور لازم شیطان کی ذات کا ہو گیا -

اس اعتراض کا جواب کہ اعراض

ان سب تقریرون پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آخر کو الزام اللہ تعالی پر

جب لازم ہون الزام شرنہین آتا رہتا ہے کیونکہ ان سب طریقون کو جو اعراض کے ہین اوسی نے بنایا ہے۔ اور جب اسباب کو ایسا دخل ہو تو جو مخلوق ان اسباب کے ذریعہ سے بنے مجبور ہوگی۔ کیونکہ آپ فرماتے ہین کہ وہ لازمہ ہے سوائے اسکے تاثیر اشیا مین اللہ تعالی کی بنائی ہوی ہے۔ جیسے آگ مین۔ پس جہان تک وہ تاثیرات پہونچین اور افعال بوجہ تاثیرات کے ہون اللہ تعالی پر الزام بھی ہوا۔ اور مؤثر مجبور بھی۔ مگر یہہ اعتراض غلط ہے غلطی یہ ہے کہ مخلوق مین جہان بذریعہ اسباب کے پیدا ہو کر یہ خاصہ حاصل ہوتا ہے کمال صنعت خدای تعالی کی یہہ ہے کہ جبر کی صورت اسپر بھی پیدا نہین ہوتی۔ پہلے غیر ذی روح کو لیجیے تلوار اور اینٹ کاٹتی اور سر پھوڑتی ہے مگر وہ خود کوئی کام نہین کرتی۔ اسلئے اوسکا ضرر محدود اور رکا رہتا ہے پھر ذی روح کو لیجیے۔ اونکے افعال کو جب ان چیزون سے مدد ملتی ہے تب ضرر ہوتا ہے جیسے آدمی ذی روح تلوار غیر ذی روح کو لیکر قتل کرتا ہے۔ آدمی کے افعال اختیاری ہین چاہے قتل کرے چاہے نہ کرے پس جبر کہان ہوا۔ اسیطرح شیطان کے افعال اختیاری تھے۔

اس جواب کی دوسری تقریر **دوسری**۔ دوسری تقریر اس جواب کی یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے اضداد کو جمع کرکے ہر مضاد قوت کو محدود فرمایا ہے اور اوس مجموعہ مخلوق مین جو مکلف ہے ایک چیز عنایت کی ہے جسکا نام روح ہے مجموعہ مضاد قوتون کا اوسکا محکوم ہے کہ جس طرح چاہے مضاد قوتون سے جو ایک نئی قوت بنی ہے اوس قوت کو کام مین لائے جب چاہے نہ لائے اسکے ساتھہ عناصر کی اصلی قوتین جنمین مجبوری ہے بحال خود باقی

نہین ہین۔ پس باوجودیکہ تاثیرات موجود ہین اس مجموعی حالت سے تاثیرات مین ایک اور تاثیر نروکنے اور ہونے دینے کی اور خود روکنے کی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے۔ اور یہہ ظاہر ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کی ذات الزام خلق شر سے منزہ اور پاک ہے اور مجبوری سے وہ مخلوق جو مکلف ہے پاک ہے یہ کہنا صحیح نہین ہے کہ شیطان چونکہ آگ سے بنا ہے اوسپر لازماً خودی اور تکبر غالب ہو گئے۔

اس جواب کی تیسری تقریر

تیسری۔ تقریر اس جواب کی یہہ ہے کہ جن عناصر سے مخلوق بنائے گئے ہین وہ عناصر اپنے افعال مین مجبور ہین۔ جیسے آگ جلانے مین۔ ہوا چلنے مین۔ پانی رطوبت مین۔ مٹی سکون مین۔ لیکن خلقت مخلوق بعناصر کی اسطرح واقع کیگئی ہے کہ اضداد قوتون مین ایک کی دوسرے سے روک لگائی ہے چنانچہ مخلوق یعنی مجموعۂ اضداد ایسا ہو گیا ہے کہ جو مجبوری اصلی عناصر مین تھی وہ اس مجموعہ مین باقی نہین رہی۔ اسپر بھی بعد محدود ہو جانے قوتون کے اور نیز اونمین ایک نئی بات پیدا ہونیکے کہ وہ قابلیت روکنے کی ہے ایک مادہ عقل کا پیدا کیا گیا ہے کیفیت جدیدہ جو امتزاج سے پیدا ہوی اوسوقت تک کام نہین کرتی جبتک عقل اوسکو کام کرنیکی اجازت نہین دیتی اور مثال اوسکی ایسی ہو گئی ہے جیسے ایک گھوڑا فرض کیجیے اور باگ اوس گھوڑے کی سوار کے ہاتھہ مین دیجیے۔ گھوڑا جب چلیگا جب سوار ہانکے۔ پس مجبوری مخلوق مین یا لزوم شر نہین ہے۔ لزوم شر کے جو جناب قاضی صاحب و سید صاحب قائل ہوے ہین مجھے اوس سے اتفاق نہین۔

قاضی صاحب کا دوسرا جواب

قاضی صاحب۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شیطان کے پیدا کرنے

کی غرض یہ تھی کہ جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شرارت اوسکی استعداد کا قصور تھا اور نفس کی بدی کھل جائیگی اور وہ اپنی بدی کے اظہار سے باز نہ آئیگا

حکمت خلق شیطان عبرت دلانا ہے اور مراتب بزرگ پر پہونچانا

تب اوسکو دوسرونکی عبرت کا سبب گردانکر اونپر مسلط کیا جائیگا اوسکے وسوسہ کا اثر ہونے دینا اسلیے مصلحت ہوگا کہ جو اوس سے لڑائی اور مخالفت کرے اوسکو ثواب اہم یعنی رتبے ملین اور جو اوسکی تابعداری اور موافقت کرے اپنی سزا کو بذریعہ عذاب کے پہونچے۔

قاضی صاحب کا تیسرا جواب کہ خلق شیطان باعث تکمیل عالم ہے گو تطہیر فرد کے بہتر معلوم نہو

یہہ بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ شیطان کا وجود جو شرارت انگیز ہے اسلیے ہے کہ اوسکا وجود ذریعہ تکمیل عالم کا ہے۔ ضرور یہ ایک ایک فرد یعنی آدمی کے لیے بہتر نہین لیکن خلاف حکمت نہین ہوسکتا چنانچہ علامہ دوانی نے اپنے بعض رسائل مین فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کی مہربانی متعلق کل عالم کے بحیثیت کل کے ہے اور در اصل مقصود وہی بہتری ہے۔ کلی مصلحتون کیطرف جزئی مصلحتین راجع ہوتی ہین اگرچہ بعض افراد کی نسبت وہ بہتری خلاف مصلحت معلوم ہو مثال اسکی مہندس ہے جو عمارت کا نقشہ ایجاد کرے اور اوسکے بنانے مین وہ طریقہ اختیار کرے جو ساری عمارت کے لحاظ سے عمدہ ہو۔ اور کل مکان کی مصلحت اور عمدگی کے لیے بعض عمارت مین عمدہ نشستگاہ بنائے دہلیز بنائے۔ رفع حاجت کی جگہہ بنائے۔ اور اسیطرح دوسری چیزین بنائے۔ اس صورت مین نظر بتمام عمارت کی جو کچھہ اوسنے تجویز کیا ہے وہی سب سے بہتر اور صحیح ہونا چاہیے۔ اگرچہ یہہ کہا جاسکتا ہو کہ مثلاً اگر سارے مکان کو نشستگاہ بناتا بہتر ہوتا۔ مگر یہہ صحیح نہین ہے۔ اسی طرح جناب باری تعالی سے کاریگر نے عالم کی بناوٹ ایسی کی ہے کہ ساری عمارت بحیثیت

کل کے سب سے بہتر ہے اگرچہ بنظر بعض اجزا کے بہت بہتر معلوم نہو۔

اسبات کو اسطرح بہی بیان کیا گیا ہے کہ تمام عالم پر جب نظر ڈالیئے تو معلوم ہوگا کہ وضع اور بناوٹ اوسکی طرح طرح کی ہے۔ کچھہ شک نہین کہ عالم باعتبار اوس نظر کے سب سے بہتر بناوٹ کا ہے کیونکہ افادہ اور استفادہ کا قاعدہ یہہ ہے کہ جسقدر فائدہ پہونچانے والے مین قابلیت ہو اوسیقدر فائدہ اوٹھانیوالے کو حاصل ہو۔ لیکن اس دلیل پر بڑی بحث ہوسکتی ہے جو ہمنے بعض کتب عقلیہ کے حاشیون مین بیانکی ہے یہان لکھنے کے قابل نہین مگر ائمہ کشف وشہود نے اس بات کو دوسری طرح بیان فرمایا ہے وہ یہہ ہے کہ اگر دوسری صورت دنیا کے بنانے کی اس سے بہتر ممکن ہوتی اللہ تعالی اوسیکو اختیار فرماتا کیونکہ اگر ایسا نہو دو حال سے خالی نہوگا۔ یا اللہ تعالی بنا سکتا تہا اور نہین بنایا یا اس سے بہتر بنانا نہین آتا تہا۔ یہ دونون غلط ہین۔ اسلیئے کہ اگر یہہ کہین کہ بنا سکتا تہا اور نہین بنایا تو معنی یہ ہونگے کہ ہم کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے بخل کیا۔ اس سے ذات الہی پاک ہے۔ اگر نہین آتا تہا۔ یہ کہنا اوس سے بہی برا ہے اسلیئے کہ کوئی نہین کہسکتا کہ اللہ تعالے جاہل تہا۔ معاذ اللہ۔ قاضی صاحب فرماتے ہین کہ یہہ دلیل سب سے عمدہ ہے۔

تقریر جواب سوم کی شرح کہ نظر ہر فرد کے لیئے نظام عالم بہتر ہے۔

راقم۔ حکمت نظام عالم کا ہر ایک فرد کے لیئے بہتر نہونا محل بحث ہے اسلیئے کہ عالم مین دو بڑی صنعتین ذریعہ نظم ہین۔ اول فضل۔ دوسرے اختیار۔ **فضل** ہمیشہ بالنسبت ہوتا ہے۔ ہر فرد کو اگر بالنسبت نہ

دیکھا جائے یعنی یہہ کہ وہ دوسرے سے کتنا اچھا ہے تو معلوم ہوگا کہ مادۂ بشر مین
جہان سے اچھائی (حسن) کے تمام ہونیکا مقام شروع ہوگا وہی مقام انسان کی انسانیت
کے ختم ہونیکا ہوگا۔ اسکے لئے دلیل بیان کرنیکی ضرورت نہین کیونکہ نوعیت انسان
مسلم ہے کہ نوعیت حیوانات و جمادات و نباتات سے بہتر ہے (شبہات کا جواب باب
سوم مین دیا گیا) پس ہر فرد باعتبار ہر فرد کے بہتر ہے۔ حقیقت یہہ ہے کہ حیثیت فضل
نے اذہان کو ایسا گیر کہا ہے کہ غلطی ہوتی ہے۔ اختیار کی نوعیت یقیناً اعلی درجہ
کی ہے جو ہر فرد انسان کو عطا ہوا ہے۔ اختیار کی نوعیت مین تکمیل پیدا کرنے کے
لئے جسقدر اوسکے اندر وسعت دی گئی ہے اور جزا اور سزا کے ذریعہ سے اوسکا علاج
کیا گیا ہے چونکہ اختیار مین ہر فرد شریک ہے اور وہ نعمت ہے اسلئے اس نظر سے
اس نظم کو ہر فرد کی نظر سے بہی برا نہین کہسکتے۔ بلکہ بہتر سے بہتر ہے کیونکہ جزا و سزا ایک قانون ہے
اور اوسکی خوبی مسلم ہے۔ اور قانون جزا جسقدر بہتر سے بہتر ہے اوسیقدر قانون سزا بہی
بہتر سے بہتر ہے۔ اگر یہین کہ قانون نظام عالم نظر بافراد اچھا نہین ہے تو یہ معنی ہونگے کہ نظر
بافراد کوئی قانون اچھا نہین۔ یہ بداہتہً غلط ہے۔ یہہ شبہہ کہ نظر بجمیع افراد یہ نظام بہتر سے
بہتر نہین ہے برابر اس خواہش کے ہے کہ ہم غیر مکلف ہوتے جیسے پتہر۔ یا لکڑی۔ اگر
یہہ شبہہ اسلئے پیدا ہوا ہے کہ مادہ ان مین اختلاف ہے اور سخت قواعد امتحان کے ہر فرد
کے لئے بہتر نہین ہین۔ پس جاننا چاہیئے کہ مطابق اوس اختلاف کے جو مادون مین ہے
قواعد مین وہ نرمی جسکی اوسمین ضرورت تہی کہی گئی ہے۔ اور امتحان ہر انسان کا باعتبار

اوس قابلیت کے ہے جو قابلیت ہر مادہ مین ہے اس نظم کا باعتبار کل اور مجموع کے بہتر سے بہتر ہونا بغیر ان دونون فضل و اختیار کے ممکن نہ تہا بڑی خوبی صنعت الٰہی کی یہہ ہے کہ وہ باعتبار ہر فرد کے اس نظر سے کہ اپنی حدین ہر انسان ایک مرتبہ تک پہونچ سکتا ہے اوس فرد کے لئے بہتر سے بہتر ہے لیکن جملہ افراد کے لئے اوسمین وہ بہتری ہے کہ اوسکے لئے کوئی صیغہ افعل التفضیل کا نہین ہے جو مناسب طریقہ سے استعمال کیا جائے کیونکہ یہ نظم بہتر سے بہی بہتر ہے افعال قبیحہ اور ناکامی امتحان سے جو خیال اور دہوکہ ہوتا ہے اوسکو یہہ جانکر دور کرنا چاہیئے کہ ہم اپنے افعال سے نظم الٰہی کو بہتر سے بہتر نہین کہتے۔ جو صریحًا غلط ہے۔

جواب راقم۔ اور تفصیل اجزاء سوال

جواب راقم یہ سوال متعلق تین امر کے ہے۔ **اول** یہہ اعتراض ہے کہ حق تعالےٰ نے بذریعہ خلق شیطان کے خلق شر فرمایا **دوم** یہہ اعتراض ہے کہ باوجود علم ما کان و ما یکون کے خلق شر فرمایا **سوم** یہہ استفسار ہے کہ اس طریقہ کے اختیار کرنے مین کیا حکمت ہے۔

جواب خلق شر۔ کہ شر اختیار سے پیدا ہوا اور فعل شیطان یا انسان مین محدود ہے۔

امر اول جواب خلق شر کا یہہ ہے کہ ذات اقدس الٰہی از لزوم خلق شر سے قطعًا مبرا ہے۔ کوئی چیز حکیم علی الاطلاق نے بطور مجسم بدی کے پیدا نہین فرمائی۔ اضداد پیدا فرمائے ہین اور اضداد سے مخلوق تاکہ اضداد مین ایک حالت ترقی کی پیدا ہو جس مخلوق کو اختیار دیا ہے اونکے افعال دو طرح کے قرار دیے ہین۔ اچہے اور برے۔ ورنہ اختیار اختیار نہوتا (جیسے اون چیزون

مین جنمین انسان مجبور ہے بقدر مجبوری اختیار جو مستلزم حسن و قبح ہے نہین ہے) پس وہ افعال اسلیئے کہ اختیار عطا ہو چکا افعال مخلوق ہین اور خالق شر حق تعالی نہین ہے پہر غور کرنا چاہیئے کہ حق تعالی نے مختلف مادون سے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔ کسی مین انبعاث زیادہ ہے کسی مین کم اور مخلوق کو اختیار دیا ہے خلعت وجود دینا اور اختیار دینا نعمت ہے نعمت دینا صرف اوسوقت قابل الزام ہے جب نعمت سے استفادہ کی قابلیت نہو۔ اسلیئے قابلیت استفادہ بہی ہر مخلوق مین پیدا کردی ہے جنمین انبعاث زیادہ ہے اونمین بہی جنمین کم ہے اونمین بہی کہ وہ نعمت ہے۔ پس فعل خالق نعمت دینے مین محدود ہے۔ اپنا برا بنا لینا اور شر کرنا فعل مخلوق ہے اور بعد کی بات ہے جسمین انسان اور شیطان کی حالت مین سوائے طول مدت اور نوعیت جسم کے اور کوئی فرق نہین۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے نفس پر غور کرے اور دیکہے کہ کسی وقت بہی ایسا ہوا تہا کہ وہ بدی کرنے پر مجبور تہا۔ اسوقت معلوم ہوگا کہ خواہش کے نہ روکنے سے بدی کی تہی جب اپنے نفس پر غور کرلے تب شیطان کے حال پر غور کرے کہ اوسنے سالہاے دراز تک عبادت کی تہی اوسکو اختیار دیکر اللہ تعالی نے بسبب زیادتی قوت انبعاث کے مشق بہی افعال نیک کرنیکی کرادی تہی تاکہ جو خاصہ اوسمین بڑہ کر اوٹہنے کا تہا وہ خود اوسکا پورا علاج کرسکے۔ پس جب یہانتک حق تعالی انعام دے اور ہر طرح کے اختیار کو بہلائی کیطرف مائل کردے اور قوت استفادہ کو ہر طرح پورا کردے تو یہہ کہنا کسی مخلوق کا کہ اللہ تعالے نے خلق شر فرمایا حقیقت مین سخت غلط اور بڑا دہوکا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو اختیار جناب حکیم مطلق نے عطا فرمایا ہے وہ ایسا نہین جیسے کوئی احمق بچہ کے ہاتھ مین آجس کا چاقو دیدے۔ اسلئے کہ جبتک افعال کے صدور کے متعلق وہ وقت نہین آتا کہ پوری فہم اور پورا ادراک ماہیت کا ہو افعال مین وہ پختگی نہین آتی کہ سوائے نتائج قریبہ کے نتائج بعیدہ یا ایک سے نتائج پیدا ہون۔ جو نتائج قریبہ پیدا ہوتے ہین وہ ایسے اغلاط ہوتے ہین جسکی پاداش نہین نہ ذمہ داری۔ اوسکی مثال حالت طفولیت و جنون ہے۔ پس وہ اختیار جو مستلزم شر یا خیر ہے اور مستوجب جزا یا سزا اس حالت سے (جو اس مثال مین ہے شیطان اور انسان دونون کی) کوسون دور ہے۔

جواب اسکا کہ علم الہی علت افعال نہین ہے جیسے دوا کی تاثیرات کا علم ذریعہ صحت نہین ہے۔

امر دوم۔ اعتراض علم کے متعلق تفصیل جواب سوال دوم مین اور تتمہ مین کیگئی ہے یہان یہ اعتراض تطفلی اور اجمالی ہے اسلئے جواب بھی اجمالی دیا جاتا ہے۔ وہ یہہ ہے کہ علم الہی علت افعال کی نہین ہے جیسے ہمارا علم کہ کنین یا خوب کلان سے بخار اوترجائیگا علت بخار اوترنے کی نہین ہے۔

جواب متعلق حکمت۔ اور اوسکا سوال غلط ہوتا کہ وجہ ماہیت اشیاء کا علم خارج از امکان ہے

امر سوم۔ حکمت کے متعلق اگر استفسار وجہ ماہیت اشیاء سے ہے تو سوال غلط ہے۔ اسلئے کہ ہمارا علم خواہ اوس علم کو لیجیے جو حق تعالے نے سوائے انبیاء و اوصیاء علیہم السلام نوع بشر کو دیا ہے۔ خواہ اوسکو لیجیے جو بعد تحقیقات انسانون نے بنایا ہے یعنی اصلی یا اضافی جیسے علم ماہیت اشیاء اور منطق۔ خاصیتون تک محدود ہے۔ کسی کو معلوم نہین ہو سکتا کہ خاصیتین مختلف اشیاء مین کن وجوہ سے پیدا ہوئی ہین۔ وہ حکمتین جو نتائج سے معلوم ہوتی ہین (بعض ایسی ہین جنکا بیان خود جناب

اقدس الٰہی نے فرمایا ہے بعض ایسی ہین جو بیان الٰہی پر غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہین)
بیان اونکا ابواب سابقہ مین ہو چکا ہے۔ یہان اونکو شمار کر دیا جاتا ہے اور اسقدر شرح
کیجاتی ہے جو بیان مقام کو ایک طرح سے پورا کر دے۔ یہی التزام جملہ اجوبہ مین ہے۔

توضیح جسکو پوری تحقیق مقام اور تسکین خاطر کرنی منظور ہو ضرور ہے کہ وہ تمام ابواب کو پڑھے

حکمت اول - اشیاء بذریعۂ اضداد پہچانی جاتی ہین -

حکمت اول - غور کرنا چاہیے کہ ذریعہ شناخت اشیاء کا کیا ہے غور کرنے سے صاف روشن ہے کہ ذریعہ شناخت ہمارے لئے وہ اختلاف ہے جو ہر چیز مین ہے جنمین اختلاف نہین وہ پہچانی نہین جاتین جیسے عناصر کے اجزا یا مکانون مین بھول بھلیان۔ یہی معنی اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا کے ہین۔ پس حکمت اول یہہ ہے کہ اگر دنیا مین ابتداءً دو نوع افعال کی نہو جاتین ایک نوع کا امتیاز دوسری نوع سے بذریعہ بیان کے نہو سکتا۔ شیطان ابتدا اس امتیاز کے ذریعہ کی ہے۔ اور باعث قیام و بقاء ذرائع امتیاز ہے اور آخر کار اونمین حد درجہ کی ترقی دینے کا ذریعہ ہے تاکہ امتیاز پورا ہو جائے ورنہ پورا امتیاز نہوتا شرح اس اجمال کی یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ عالم کو پیدا فرمایا ہے وہ قدیم نہین ہو سکتا۔ پیدا ہونا خود دلیل حدوث کی ہے۔ پیدا ہونیکا لازمہ حد کمال پر پہونچنا ہے حد کمال پر پہونچنے کے بعد چونکہ غرض تمام ہو جاتی ہے (یعنی خلق کرنے کی) لہذا اوسکے ختم ہونے کے ساتھہ وہ کمال اور مخلوق باعتبار اس عالم کے ختم ہو جانی چاہیے۔ وہی زوال نظر بہ دنیا ہے۔ اگر یہہ زوال نہوتا مخلوق دنیا مین بعد کمال کے کیفیت ابدی ہونیکی پیدا کرتی۔ درجب ابدی

ہوتی اور بقاء کو دوام ہوتا آخر کار خلق کرنیکا کام بند ہوجاتا اس عالم مین گنجایش تمام مخلوق کے سمانے کی باقی نرہتی - اور اس سبب سے جو اور مخلوق پیدا کرتی ہین اور اونہین قابلیت وجود مین آنی کی ہے پردۂ عدم مین رہتین - لہذا اس زوال کے اسباب بنانے ضروری ہوے - وہ اسباب اضداد ہین - طریقۂ خلق مین یہ خوبی کہی گئی ہے کہ باختلاف حالات وہی اسباب ذریعہ کمال پر پہونچنے کا ہوتے ہین اور وہی اسباب زوال کے اسباب ہوجاتے ہین جسکی مثال سنکھیا ہے کہ وہی مورث جذام ہے وہی دواے جذام - معنی یہہ ہوے کہ ترکیب انسان کی اضداد سے ہے اونہین کا استعمال باعث ترقی ہے اونہین کا استعمال باعث زوال اور فنا - ہر چیز کی ضد اللہ تعالی نے اس بڑی ضرورت سے بنائی ہے - خیال فرمایئے تو موجود پائیگا - آخر کار جب افعال مین حسن و قبح (نیکی بدی) کے مسئلہ کو لیجیئے گا تو نیکی کا ضد بدی کو پائیگا اور بدی کا ضد نیکی کو - نیکی کا وجود بغیر بدی کے ناممکن معلوم ہوگا اور بدی کا بغیر نیکی کے ناممکن معلوم ہوگا بلکہ تصور بھی ناممکن ہوگا پس مصلحت وجود شیطان مین یہہ ہے کہ وہ باعث وجود مین آنے اور شروع ہونے ایسے ذرائع کا ہوا جنسے آخر کار افعال حسنہ اور قبیحہ مین امتیاز ہوا - اور افعال حسن افعال حسن ہوے اگر شیطان نہوتا ہرگز یہہ فرق جو حد درجہ کا ہے نہوتا - جب یہہ نہوتا فعل حسن اتنا حسن نہوتا نہ قبیح اتنا قبیح - بلکہ حسن و قبح اتنے کم درجہ کے ہوتے کہ امتیاز نہونیکا اوسپر اطلاق ہوسکے اسلئے نتیجہ یہہ ہوا کہ وجود شیطان باعث قیام ہماری نیکی کا اور مدار نیکی کا ہے - نیکی نیکی نہوتی اگر بدی کا وجود نہوتا -

حکمت دوم کہ وجود شیطان اقتدار مالکانہ کا ایک جزو ہے اور وہ بڑی حکمت ہے۔

حکمت دوم۔ وجود شیطان ایک سبب منجملہ اون اسباب اقتدار مالکانہ الٰہی کے ہے جو نوع بشر پر طرح طرح کے حق تعالیٰ نے ایجاد فرمائے ہین۔ یہ اقتدار دو کام مین آتا ہے۔ (۱) اس تدبیر مین کہ بشر بعد اختیار پانے کے اللہ تعالیٰ کے بس مین رہے۔ حکمت یہہ ہے کہ اگر ایسی تدبیر نہوتی کمال قدرت مین کمی ہوتی اور بشر ہر وقت اختیار مین حق تعالیٰ کے نہوتا۔ یہہ سقم مثمر نتائج قبیح کا خود انسان کے لئے ہوتا۔ اور شر و سکار و کنے کے قابل بعض صورتون مین نرہتا۔ ایک طرف وہ اقتدار خراب کردینے کا ہر حالت مین انسان کے ساتھہ ہے دوسری طرف ملائکہ توفیق ہین کہ ہر وقت انسان کے ساتھہ ہین۔ جب ایسی بدی اختیار کی وجہ سے انسان کرنا چاہتا ہے جو خلاف حکمت ہو وہ روک دیجاتی ہے۔ جب بدی ایسی نہین ہوتی ہو جانے دیجاتی ہے۔ جسکے اور علاج ہین اگر یہ دونون اقتدار نہوتے اقتدار کامل اور نفع و ضرر ضروری اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر ہو جاتا۔ چنانچہ اسکی ایک مثال بیان کیجاتی ہے۔

ابھی حال مین یہہ واقعہ پیش آیا کہ نور چشم سید علی اوسط سلمہ بیرسٹرایٹ لا لکھنؤ سے میرٹھہ کو جاتے تھے۔ لکھنؤ سے میرٹھہ کو ریل سہارنپور ہو کر جاتی ہے۔ مگر صبح کو جو میل آتا ہے سہارنپور مین اوس سے کوئی گاڑی نہین ملتی کہ فوراً آدمی میرٹھہ چلا جائے۔ ایسا برا وقت جولائی ۱۸۹۷ء سے مقرر ہوا تھا کہ لکھنؤ کی گاڑی پہونچنے سے چند منٹ پہلے پنجاب کی گاڑی میرٹھہ کو چلی جاتی تھی۔ یہہ شخص اپنے پیشہ کے متعلق ایک کام کو جاتے تھے کہ اگر اوس روز پہونچ جاتے چھہ سو روپیہ ملتا۔ لیکن اونکو معلوم نہ تھا کہ سہارنپور سے میرٹھہ کی ریل

اوسی وقت نہین جاتی اور یہہ آنا بیکار ہوگا۔ اونہون نے مجھے تار دیا تہا کہ روڑکی مین مل لیجئیگا۔ مین اس قصد سے چلا کہ اونکو اوتارونگا کیونکہ وہ کچہری کے وقت میرٹہہ پہونچ ہی نہین سکتے۔ اور چہہ سو روپیہ مل ہی نہین سکتا۔ مین جو چلا تو بعض کامون کے سبب سے دیر ہوی مگر ایسے وقت چلا کہ دو تین منٹ میل کے آنے سے پہلے پہونچ جاتا تین جگہہ گہوڑے رُک گئے اور اوسوقت اسٹیشن پر پہونچا کہ ریل مین صرف فتار پیدا ہوی تہی ہم ملاقات نہوی اور سیدہی اوسطرح چلے گئے اونکو یہہ اتفاق پیش آیا کہ پنجاب سے گاڑی دیر مین آئی اور اونکو دیر مین مل گئی اور کچہری کے وقت میرٹہہ پہونچ گئے اور وہ نفع بہی پہونچ گیا۔ مجہکو بڑی حیرانی ہوی کہ میرے تیز گہوڑے جو کبہی نہ رُکتے تہے رُک گئے مجہکو ملاقات نہونے اور اوتارنہ لینے کا سخت افسوس تہا مگر یہہ اقتدار مخفی اللہ تعالی کا اس نفع کا سبب ہوا۔

(۲) اس اقتدار کی حکمت یہہ ہے کہ وجود شیطان دونون اچہون بُرون کے لئے باعث ترقی ہے۔ اچہونکی ترقی بذریعہ شیطان کے یہہ ہے کہ وہ اونپر معین ہے کہ اونہین خراب کرے اسلئے وہ ہمیشہ اوس سے بچنے کی فکر مین رہتے ہین اور خدا تعالی سے توفیق چاہتے ہین۔ اللہ تعالی اونکو خاص ذریعون سے توفیق دیکر مضبوط کر دیتا ہے اگر یہہ ڈر کہ ہر وقت خراب ہو سکتے ہین نہوتا ترقی مراتب محدود رہ سکتی تہی۔ بُرون کی ترقی کی تکمیل یہہ ہے کہ جب وہ خدا سے پہرتے ہین اونکو دنیا و اسباب دنیا مین انہماک بڑھ جاتا ہے اگر انبعاث اون مین نہوتا انہماک نہوتا۔ انہماک نہوتا دنیا مین نعمتونکی تعداد نہ بڑھتی پس وہ اچہونکی ترقی کا ذریعہ باعتبار دین ہے۔ بُرون کی ترقی کا ذریعہ باعتبار دنیا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ زیادہ تر بڑون کی ترقی انہماک دنیا کے لئے متعین ہے لیکن نفع اوسکا عام ہے۔

حکمت سوم۔ اگر شیطان نہوتا ذریعہ ترقی روح کوئی نہوتا

حکمت سوم۔ جب انسان کو اختیار دیا جائے اور اپنے زور بازو سے مدارج اعلیٰ پر پہونچنے کا طریقہ مقرر کیا جائے اور حصول قوت مشق اضداد کے ذریعہ سے ہو لازم ہوگا کہ ہر چیز کی ضد بہم پہونچا دیجائے۔ ورنہ جس مادہ کی ضد نہوگی اوسکے لئے ذرائع ترقی ناتمام رہینگے۔ انسان مین وہ چیزین بہی ہین جو اجرام فلکی کے اوپر والون مین ہین اور وہ چیزین بہی ہین جو اجرام فلکی کے نیچے والون مین بہی ہین یعنی روح اور جسم خاکی۔ پس اوس قوت کے حصول کے لئے جو متعلق روحانیات کے ہے ضد روح بہم پہونچانا ضرور ہوا۔ وہ شیطان ہے۔

حکمت چہارم۔ شیطان کی شر کا بڑا کارآمد ہونا۔

حکمت چہارم۔ کہ تکمیل خلق باعتبار دنیا کے ایک مرتبہ تک پہونچا دینا ہے اور اوسکے بعد فنا کر دینا ہے۔ (جیسا ابہی بیان کیا گیا ہے) فنا کرنیکے اسباب اضداد ہین۔ پس حکمت خلق شیطان یہہ ہے کہ جب اوسکے اضلال سے عالم مین شر حد کمال پر پہونچ جاتا ہے وہی سبب اون بڑی آیات الٰہی (اللہ کی نشانیون) کے پیدا کرنیکا ہوتا ہے جو شر عظیم کو فنا کر دین۔ اگر شیطان نہوتا شر کبہی اوس رتبہ عظیم کا نہوتا۔ نہ ایسے بین اور قوی آیات الٰہی کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی۔ غرض اس بیان کی یہہ ہے کہ جب کفر و طغیان کی زیادتی ہوتے ہوتے انتہائے مرتبہ کمال پر پہونچ جاتی ہے بعثت انبیاء کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگون کو

پیدا فرماتا ہے کہ وہ حضرت شیطان کی شیطنت کے تار و پود کو نیست و نابود کر دیتے ہین
ایمان کی روشنی پہیلا دیتے ہین۔ ایک جہان اوس قادر مطلق کی پرستش زور سے کرنے
لگتا ہے اور اوسوقت جب سوائے بتون کے دوسرے کسی کو خالق نہ جانتا تہا۔ کیونکہ
اگر خلقت ایک طرح سے حق تعالیٰ کی شناخت کر کے تہوڑے بہت افعال نیک بہی
کیا کرتی اور اسی حالت پر یکسان چلی جاتی کوئی ضرورت بظاہر ایسے زور سے انبیاء کی
بعثتون کی نہین معلوم ہوتی۔ گو اصل وجود نبی یا نائب نبی کا ہر زمانہ مین ضرور ہے۔ عرب کا
کفر و نفاق اونکے افعال قبیحہ۔ غلامونکی حالت۔ عورتونکی حالت۔ قتل و خونریزی۔
سبکو لیجیے۔ شیطان نے کہانتک اس قوم کو اپنا مغلوب بنا رکہا تہا۔ جناب محمد مصطفےٰ
صلعم سا غالب پیدا ہوا کایا پلٹ گیا قلب ماہیت ہو گئی۔ بُری خاصیتین اچہی ہو گئین
وہی مادہ قتل جو ایک دوسرے کو آپس مین قتل کرا کے عرب کو حضیض پستی کی طرف لئے
جاتا تہا۔ عرب سب سے ذلیل قوم سمجہی جاتی تہی۔ سب قومین عرب کو حقارت سے دیکہتی
تہین۔ وہی عرب تہے جو مردار خوار تہے۔ یہانتک کہ فردوسی عجمیون کی طرف سے
کہتا ہے۔ ؎

زشیر شتر خوردن و سوسمار	عرب را بجائے رسید ست کار
کہ تخت عجم را کنند آرزو	تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

آنحضرت کے پیدا ہونے سے وہی عرب تہے جنکی زمانہ مین دہاک تہی جس طرف متوجہ
ہوتے تہے دشمنون کے اور اونہین دشمنون کے جو اونکو ایسا ذلیل سمجہتے تہے جہکے چہوٹے

جاتے تھے۔ زہر سے آب ہو جاتے تھے۔ دیکھیے وہی مادہ قتل کیا منقلب ہو کر
کس کام مین آیا۔ وہی عرب تھے جنمین سے برکت اسلام نے ازواج کے تعدد کو بند
کر کے اور اونکی قوتون کے اعتبار سے چار پر محدود کر کے نکاح کے ساتھ طلاق اور خلع
کا حکم دیکر ازواج مین عدالت کرنے کی قید لگا کر باوجود قوت اور غلبۂ نفس حیوانی کے جو
لازمہ گرم ملک کا ہے زناسی بُری چیز کو عربونمین بیخ و بن سے اوکھاڑ دیا۔ عرب کے اندر غلامی
مین جو بُرائی تھی اوسکو اونکے ساتھ نیکیان واجب کر کے اونکی اکثر مواقع پر آزادی ضرور گردان
کر صرف اوسیقدر باقی رکھا جتنا سخت ضروری تھا۔ وہ عرب بجاے اسکے کہ ایسی
ناپاک چیزین کھائین اللہ کے نام پر ذبح کی ہوی پاک چیزین کھانے لگے وہ سرکشی خداے
قہار کے نام لینے اور اوسکی عبادت کرنے کی بدولت اطاعت مین بدل گئی۔ قوتین یکجا
جمع ہونے لگین۔ وہ ایک دنیا کے سردار ہو گئے اور جو کچھ ہوا آپ پر اور سب پر ظاہر ہے
اون حضرت نے (درود اونپر اور اونکی آل اور اصحاب پر) بتلا دیا اور دکھلا دیا کہ نفوس
بھی ہین لیکن اونکا ایک بہکانے والا بھی ہے اوسنے اونہین اچھی قوتون کو جو عرب مین تھین
کیسا باعث ہلاکت اور بربادی کر رکھا تھا اونہین قوتون کو ایک ہادی نے کیسا باعث
نجات اور تمام برکتون کا نازل کرنیوالا بنا دیا۔ کیا آپ اگر غور کرینگے تو اس سے انکار کر سکتے
ہین کہ سواے نفوس کے کوئی اور بہکانیوالا اور کوئی اور ہدایت کرنیوالا نہین ہے بار بار
ہدایت ہو جاتی ہے پھر کیون وہی نفوس جو بھلائیون کو جان جاتے ہین کیسے مجبوراً بُرائی
مین پڑ جاتے ہین۔ نہین۔ آپ پائینگے کہ سوای خواہش ہاے انسانی کے دوسری اور

چیز ہے اور ضروری ہے البتہ ترکیبین اللہ تعالیٰ کی بزرگ اور نازک ہین۔ البتہ وہ بڑی ہین

اور بہت ہی بڑی ہین۔

حکمت پنجم۔ بعض اضداد کا خلق مناسب ذات اقدس الٰہی نہین ہے اونکو خود حق تعالیٰ نے پیدا نفرمایا

حکمت پنجم۔ ابتداے ایجاد عالم مین جب اضداد بہم پہونچانے ضرور ہون بعض اضداد ایسے نکلتے ہین جنکا خلق کرنا ذات اقدس الٰہی سے خلاف اوسکی شان عظیم کے ہو۔ جیسے خیر و شر۔ یا وہ خواص جو دونون کام دے سکتے ہین (یعنی اچھے مصرف اور بُرے مصرف مین کارآمد ہونے کے قابل ہین۔ لیکن پیدا کرنا اونکا بھی اتنی حکمتون کے لئے جنمین سے بعض کی طرف مین نے اشارہ کیا ہے لازم اور لابد ہو تو سوا اسکے اور طریقہ ایجاد جو بہتر سے بہتر ہو پیدا ہی نہین ہو سکتا کہ ایک مخلوق کو پیدا کیا جائے اور اوسکو اختیار دیا جائے اور وہ ذریعہ ان اضداد کے پیدا کرنیکا ہو۔ اگر غور کیجئیگا تو پائیگا کہ اس سے بہتر اور کوئی حکمت نہین ہے۔ چنانچہ شیطان نے حضرت آدم کو گندم کہلایا۔ اور طریقہ توالد اس ذریعہ سے پیدا ہوا۔ یہہ خاصہ دونون مصرف مین آتا ہے پھر غصہ کا مادہ پیدا کیا جو دونون مصرف مین آتا ہے۔ پھر سامان دنیا کو عمدہ کر دکھایا جو دونون مصرف مین آتا ہے یہہ سب چیزین ضروری تھین۔ جنکے ضروری ہونے سے اہل عالم انکار نہین کر سکتے۔

حکمت ششم۔ ذرائع امتحان کا دشوار ہونا امتحان دینے والونکی فضیلت کو بڑھاتا ہے۔

حکمت ششم۔ چونکہ دنیا امتحانگاہ ہے اسلئے ذرائع امتحان جسقدر دشوار ہونگے امتحان مین در آئے ہوے اوسیقدر کامل اور بہتر ہونگے پس حکمت وجود شیطان ذرائع امتحان کا سخت سے سخت کر دینا ہے اور انسان کا اوس سبب سے

بہتر سے بہتر بنا دیتا ہے اگر سخت امتحانات نہوتے انسان فرشتون سے بہتر نہوتا۔ نہ وہ دکھلا سکتا کہ باوجود اسکے کہ وہ کیسی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے۔ کس زور کی خواہشین اوسمین موجود ہین کہ جب اونکا زور ہوتا ہے کچھہ دکھلائی نہین دیتا۔ اوسپر شیطان بھڑکانیوالا موجود ہے اسپر بھی اوسی انسان سے وہ افعال صادر ہوتے ہین کہ عقل حیران ہوجاتی ہے گویا انسان بطریق اعجاز دکھلاتا ہے کہ ہم سب سے افضل ہین۔ پس حقیقت مین یہ اعلیٰ درجہ کی تدبیر انسان کو فرشتون سے بہتر بنانے کی ہے اور ہمارے لئے عجیب حکمت ہے۔

حکمت ہفتم۔ نظام عالم اس ذریعہ سے بہتر سے بہتر ہوا

حکمت ہفتم۔ اگر وجود شیطان نہوتا نظم عالم جو اب ہے وہ نہوتا بلکہ قریب قریب اوسکے ہوتا جو حیوانات مطلق مین ہے۔ کیونکہ جب خواہشون تک فساد محدود ہوتے خواہشون کے بعد فساد ایسا ہی جاتا رہا کرتا جیسا اب حیوانات مین سے جاتا رہتا ہے۔ ترکیب عالم مین انسان بہترین مخلوقات ہے اوسکا نظم بھی بہتر سے بہتر ہونا چاہیئے۔ بہتری ہر چیز مین دقتون کے طے کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جتنی دقتین زیادہ ہون بہتری زیادہ ہوگی لیاقت نظم انسانون کی دقتون پر غالب آنے سے ظاہر ہوتی ہے چونکہ خداوند عالم مین ہر صفت کمال کے ساتھہ ہے اور یہ عالم چونکہ کامل کا بنایا ہوا ہے ہر چیز مین ایک ایک طرح کا کمال موجود ہے اگر نظم مین کمال نہوتا خدا کا بنایا ہوا نہوتا۔ پس یہہ سب ذرائع اظہار کمال کے اور لازمی ہین جنکے اظہار کے ذرائع مین بھی یہہ کمال ہے کہ ذات اقدس الٰہی الزام سے منزہ ہے۔ جب عالم مظہر تمام قدرتون کا ہو قدرت کمال انتظام کا بھی مظہر ہوگا۔ تمام صفات عدل و عفو اعلیٰ درجہ

کی اس دنیا مین بغیر اس ترکیب نظام کے دوسری طرح سے ظاہر ہو ہی نہین سکتی تہین۔ اگر
اون لوگون کے مذاق پر جو خلق شر قبیل نسبت حق تعالیٰ کے جائز رکہتے ہین گفتگو کیجیے
تو یون کہا جائیگا کہ جو طریقہ بخشش کو پیدا کریگا وہ ضرورت بخشش کو بہی تو پیدا کریگا۔
جو خالق اور ابتدا ہر چیز کی ہوگی اور وہ خالق معاف کرنیوالا ہوگا وہ اسباب آلات گناہ
بہی پیدا فرمائیگا۔ اگرچہ مقصود بالاصالۃ خلق گناہ نہو عجیب و غریب صنعت یہہ ہے کہ
اوسنے کمال رافت سے جو درباب عطائے اختیار ہے بتا کر اور جتا کر قوت بچنے کی دے کر
سب ذرائع ہر صفت کے ظہور کے پیدا کئے ہین۔ اور عالم کے نظام کو کمال پر پہونچایا ہے۔
الغرض آپ اطمینان فرمائیے کہ شیطان کا وجود بڑی حکمت ہے اور حکمتین اسمین
بہت ہین ہماری عقلین چہوٹی ہین ہم مین اتنی فہم کہان کہ حق تعالیٰ کے رموز کی حکمت بیان
کرسکین۔ افسوس ہے کہ آدمی جو برے ہوتے ہین لوگ اونکے خلق پر اعتراض نہین
کرتے شیطان کے خلق پر کرتے ہین جہان کوئی بڑی وجہ فرق کی نہین ہے سخت
افسوس ہے کہ اتنا نہین سمجہتے کہ دونون مین قوت ہے اور وہ قوت ایسی مخلوط ہے کہ
ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتی جیسے قوت ادراک درد کی اور قوت صدور افعال کی
ایک ہے اسیطرح افعال نیک و بد صادر کرنیکی ایک قوت ہے جس سے اختیار بنا ہے
پس خلق کرنے مین برائی داخل نہین ہے۔ افعال نیک کے لئے جزا اور افعال بد کے
لئے سزا مقرر کی گئی ہے جسکے مختلف ذرائع ہین۔ باوجود اسکے افعال بد کام مین لائے
جاتے ہین محض نکمے نہین ہین۔ شیطان جو بڑا بد ہے۔ بڑے کام کا ہے۔

دوسرا سوال

دوسرا سوال

تکلیف معرفت کیون دی۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق مجھے پیدا کیا تو پھر تکلیف معرفت اور طاعت دینے مین کیا فائدہ تھا۔ کیونکہ اللہ کو بندون کی طاعت سے نفع اور اونکی نافرمانی سے نقصان نہین پہونچتا۔ اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ تکلیف معرفت ترقی نفوس کے لئے دیگئی ہے نفوس پر مثل پتھر کے ہین۔

میر سید علی رح فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ تکلیف معرفت اور اطاعت جب اللہ کا اسمین نفع نہین کیون دیگئی اور جواب دیتے ہین کہ عموماً تکلیف معرفت اور اطاعت کی اسلئے ہے کہ نفوس خواہشونکی قید اور اونکی تاریکیون سے چھوٹ جائین یعنی نفوس مین سے خونخواری اور جانورپن جاتا رہکر اونمین آدمیت اور فرشتہ پن پیدا ہو تا کہ علم کی روشنی اور قوت اعمال حسنہ کے سبب سے کفر اور معصیت اور جہالت سے پاک صاف ہین۔ اشقیا مین تکلیف معرفت اور اطاعت کا غیر مؤثر ہونا اسکی غایت عامہ کا منافی نہین ہے۔ چنانچہ مینہ برسانے کی عموماً غرض یہہ ہے کہ غلہ اور میوے پیدا ہون اور وہ کہائے جائین۔ اگر مینہ ناقص زمین اور پتھر کی چٹانون مین مؤثر نہو تو یہہ نہین کہہ سکتے کہ سب جگہہ کیون برسا۔ ہدایت خلق مین اللہ تعالیٰ کا فائدہ نہین ہے۔ جیسے کہ اصل پیدا کرنیمین اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع نہین ہے۔ اوسی نے محض اپنے فضل و کرم سے ہر چیز کو پیدا فرما کر اوسکو نیک راستہ بتلا دیا ہے اللہ تعالیٰ

کی اس خلق و ہدایت مین نہ ذاتی غرض ہے نہ وہ اسکے عوض کا خواستگار ہے۔

شرح اور مثال بالا پر اعتراض

راقم۔ جناب میر صاحب نے جو مثال دی ہے اوس سے مجھے اتفاق نہین ہے اسلئے کہ مینہ سے چٹانون کا بھی فائدہ ہے۔ برسات کا موسم گرمی کا اختتام ہے۔ اگر محض گرمی پڑا کرتی ہمکو ایسے بڑے بڑے پتھر نہ ملتے۔ کیونکہ گرمی مین پتھر چٹخ جاتے ہین واقع مین کارخانۂ عالم کا ہر جزو اسطرح ایک دوسرے سے پیوستہ ہے کہ عام نفعے ہر چیز کے دوسری چیز کو پہونچتے ہین گو خاص فی الحال کے نہون علاوہ بران بدآدمیون کو پتھر سے تشبیہ دینا محل بحث ہے اسلئے کہ اگر ایسے ہون مجبور فطری ہونگے۔ مجبور فطری کے لئے تکلیف نہین ہے۔ اگر مجبور فطری کے لئے بھی تکلیف ہو یقینا بیفائدہ ہوگی۔

قاضی صاحب کا جواب کہ تکلیف مرتبۂ استحقاق کو پیدا کرتی ہے اور یہہ اعظم مراتب ہے۔

قاضی صاحب نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ تکلیف (یعنی واجب کرنا اچھے کامونکا اور منع کرنا بُرے کامون سے) جسکا حُسن عقلی اور نقلی دونون طرح کی دلیلون سے ثابت ہو چکا ہے اسلئے بنائی گئی ہے کہ مکلفونکو (جنہین تکلیف دیجائے) تعظیم ثواب کا استحقاق اوسکے ذریعہ سے حاصل ہو۔ کیونکہ تعظیم بغیر استحقاق کے عقل سلیم کی نظر مین قبیح (بُری) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقلمند لوگ بچون کی تعظیم کو قبیح (بُرا) جانتے ہین۔ علماء کی تعظیم کو حسن (اچھا) جانتے ہین لیکن مال کے غیر مستحق کو دینے کا یہ حال نہین ہے۔ عقلمندون مین وہ دینا جود و فضل (بخشش اور مہربانی) کہلاتا ہے اور قبیح خیال نہین کیا جاتا۔

جواب بالا کی دوسری تقریر

دوسری تقریر اس بیان کی یہہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو حاصل کرنا اور اونسے منتفع ہونا دو طرح کا ہے - ایک تفضل (مہربانی) دوسرا استحقاق - پس ایک یہہ ہے کہ کسی نے ہمپر مہربانی کی دیدیا ہمکو مل گیا - دوسری یہہ ہے کہ ہمنے لینے کا حق پیدا کیا اور لیا (جیسے بھیک اور مزدوری) ظاہر ہے کہ استحقاق کا رتبہ تفضل کے رتبہ سے بہت برتر ہے - پس اللہ تعالی اگر ابتداءً مکلفون کو جنت دیدیتا تو معنی یہہ ہوتے کہ اوس جناب باری نے صرف تفضل کو کام فرمایا رتبہ استحقاق سے محروم کیا یعنی کمتر رتبہ کی چیز عنایت فرمائی برتر رتبہ کی چیز نہ دی - یہ برا ہے جسمین سے ایک برائی یہہ ہے کہ لازم آئیگا کہ جنکو اللہ تعالی جانتا تہا کہ بعد تکلیف اطاعت کرینگے اور اسلئے ثواب کا استحقاق پیدا کرینگے اونکو استحقاق حاصل نہونے دیا - اور جو کچھہ مطیع کے لئے اصلح (سب سے بہتر) تہا نہین کیا - اونی نعمت دیدی اعلی ندی اللہ تعالی سے سخی اور حکیم مالک سے ایسا خیال ہرگز نہین ہوسکتا - اس بنا پر جناب باری تعالی پر واجب آتا ہے کہ جب پیدا کرے سب کو اچھا کام کرکے اچھا ہوجانے کی تکلیف دے - کہ وہ اونکے لئے ایک امر جلیل کا پیش کرنا ہے تاکہ جو اطاعت کرین مستحق اوس ثواب کے ہون جو علم الہی مین پہلے سے تحقیق ہوچکا ہے جب بتلا دیا جائے اور پہچنوا دیا جائے اور معلوم ہوجائے کہ اس عمدگی کے لئے تکلیف ہے یقین ہے کہ سوائے اوس شخص کے جو اپنے نفس پر ستم کرے اور انجام کو نہ سوچے مخالفت تکلیف کی نہین کریگا -

جواب بالا کی تیسری تقریر اور

ایک اور تقریر اس بیان کی یہہ ہے کہ اگر مانا جائے کہ نہ پیدا کرنے مین

مثال تکلیف و عقل کی۔ کوئی حکمت ہے نہ تکلیف مین۔ جیسا شیطان نے خیال کیا اور کہا کہ اگر تکلیف نہ بنائی جاتی کوئی شخص مستحق عذاب اور خلود نار کا نہوتا۔ تو چاہیئے کہ یہہ بھی مانا جائے کہ دنیا مین عقل سے زیادہ کوئی چیز نیکی اور بُری نہین ہے۔ کیونکہ اگر آدمی مین عقل نہوتی تو برائی اوسکے اندر کبھی نہوتی اور کوئی عذاب یا تادیب بسبب قصور کے اوسے نہ کی جاتی۔ صرف عقل کی وجہ سے وہ ان بلاؤن مین مبتلا ہے۔ حالانکہ تمام عالم مسلمان ہون یا غیر مسلمان سب مانتے ہین کہ عقل نہایت اچھی چیز ہے۔ رتبہ اوسکا بہت ہی بلند ہے۔ اسبات پر دنیا کو ایسا ہی اتفاق ہے جیسا اسبات پر اتفاق ہے کہ ضد اور نقیض اوسکا یعنی عقل نہونا نہایت کم درجہ کی چیز ہے۔

مثال عقل و تکلیف کا دفع دخل اگر اس بیان پر یہہ اعتراض کیا جائے کہ عقل اون چیزون کا سبب نہین ہوتی جو باعث ضرر اور تکلیف کا ہون بلکہ عقل برائی سے روکتی ہے۔ صاحب عقل اگر چاہے بھی بُرا کام نہین کر سکیگا۔ علاوہ اسکے علم مین بہت سے اور منافع ہین جیسے عزت علم کی شرف علم کا۔ مزہ علم کا۔ (پس قیاس عقل اور تکلیف کا ایک دوسرے پر غلط ہے تکلیف سبب برے ہو جانے کا ہے۔ عقل سبب بُرے ہونے کا نہین ہے۔)

جواب یہہ ہے کہ جیسے عقل برائی کیطرف نہین لیجاتی تکلیف بھی برائی کیطرف لیجانیکا سبب نہین ہو سکتی۔ نہ اوسکی وجہ سے انسان مستحق نار ہوتا ہے۔ بلکہ وہ تو اوس سے بچاتی ہے۔ اگر مکلف چاہے بھی تو کافر نہو سکیگا اطاعت کریگا اور استحقاق پیدا کریگا کہ ہمیشہ جنت مین رہے۔ حقیقت مین تکلیف اوس فائدہ کا پیش کرنا ہے کہ استحقاق کا رتبہ حاصل کرو

چنانچہ وہ عین حکمت اور اعلیٰ درجہ کی بہتری ہے۔ اسکے سوا ہم کہتے ہین کہ یہہ کہنا کہ ہمیشہ کا ثواب حاصل کرو۔ اللہ کو پہچانو۔ ظلم مت کرو۔ حماقت مت کرو۔ عقل کے نزدیک اوسیقدر بہتر ہے جسقدر یہہ کہنا کہ ہلاک ہوجاؤ۔ ظلم کرو بدتر ہے۔ پس اگر مامور کی نافرمانی اور اوسکا بدی اختیار کرلینا اور عالم کا جاننا کہ اسلئے اوسے عذاب ہوگا حقیقت تعریض بخیر و امر بحسن (یعنی اچھی باتون کے کرنیکے حکم) کی حقیقت اور ماہیت کو بدل دے اور اوس حکم کو برا بنادے تو لازم آئیگا کہ فرمانبرداری کرنا مامور کا اور استحقاق ثواب پیدا کرنا اوسکا اور عالم کا جاننا کہ اس حکم سے مامور کی کیا بہلائی ہوگی ماہیت تعریض بشر اور بدی کرنیکا حکم دینے کی حقیقت کو بھی بدل دے اور ایسے حکم بد کے دینے کو اچھا کردے۔ ایسی لغویات کوئی نہین کہسکتا کیونکہ۔ اگر اچھی باتون کے کرنے کا حکم دینا درحقیقت اچھی باتون کا حکم دینا صرف اوسی صورت مین ہو کہ حکم دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا تو لازم آئیگا کہ بری باتون کا حکم دینا اور بری باتونکی طرف رغبت دلانا صرف اوسی وقت برا ہو جب حکم دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا ورنہ برا نہو پس جیسے سب جانتے ہین کہ بری بات کا حکم دینا کہ کرو برا ہے خواہ مامور تعمیل کرے یا نہ کرے۔ اسیطرح اچھی بات کا حکم دینا کہ کرو اچھا ہے خواہ حکم دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا یا نہ کریگا۔ اور یہ سبب بدل جانے ماہیت حکم کا نہین ہوسکتا۔ پس بعض لوگون کے دوزخ مین جانے سے ماہیت تکلیف کی نہین بدلی اور وہ سبب برے ہوجانے تکلیف کا نہین ہوی اللہ تعالیٰ سب کو نیک کامون کے کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔

راقم کا جواب۔ معنی سوال کی شرح۔

راقم۔ الفاظ سوال پر غور کرنے سے یہہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ یہہ سوال عام طور پر استفسار حکمت تکلیف طاعت کا نہین ہے بلکہ شیطان بالخصوص اپنی نسبت سوال کرتا ہے۔ اور تکلیف طاعت پر یہہ اعتراض کرتا ہے کہ میری نسبت جب ارادہ اور مشیت یہ تہی کہ مین شر کرنے کے لئے پیدا ہون تو میرے لئے امکان طاعت نہین ہو سکتا پس میرے لئے حکم اطاعت ایسا ہی غلط ہے جیسے کوئی آدمی کو حکم دے کہ اپنی وہ سخت ہڈی جسمین جوڑ نہین موڑ لو۔ جب مان لیا جائے کہ میرا فائدہ تہا تو خود حاکم کا فائدہ ہونا چاہیے۔ مسلم ہے کہ اللہ تعالی کا فائدہ کسی کی اطاعت مین نہین ہے۔ پس یہہ حکم دونون یعنی حاکم و محکوم کی نظر سے بیفائدہ اور عبث محض ہے۔ اسلئے حکمت پوچہتا ہے۔ تاہم جب یہہ سوال شیطان کیطرف سے خصوصًا ہے ہر فرد بشر جسے ایسی شکایت ہو اپنی اپنی نسبت بہی کر سکتا ہے۔ اسلئے اسمین عموم پیدا ہوا ہے اور اس سوال سے نکلتا ہے کہ وجہ تکلیف طاعت ہر مکلف مین کیا ہے۔ جواب اسکا یہہ ہے۔

بیان اسبات کا کہ سوال مین ایک شق ظاہر فروگذاشت کی ہے۔

(۱) ایک بڑی شق کو اس سوال مین فروگذاشت کیا ہے یعنی ایک شق یہہ ہے کہ حاکم کا فائدہ ہو دوسری یہہ ہے کہ محکوم کا فائدہ ہو۔ تیسری شق یہہ ہے کہ اورون کا سوائے ذات حاکم و محکوم کے فائدہ ہو۔ حکم کو اوسوقت عبث محض کہہ سکتے ہین جب اوسمین کسی کا فائدہ نہو (حالانکہ بیان فائدہ عامہ خلائق کا ہے) پس یہہ سوال بہی غلط ہے۔

بیان وجہ تکلیف کا اور مشیت

(۲) خاص اور عام وجہ تکلیف کی دونون (شیطان اور نوع انسان

کے معنی کا بیان۔ کیلئے یہہ ہے کہ ارادہ اور مشیت کے یہہ معنی غلط ہین کہ اللہ نے یہ قصد کر لیا تہا کہ شیطان بدی کرے یا قصد کر لیا تہا کہ انسان بدی کرے اور بوجہ مشیت اور ارادہ دونون مجبور تہے۔ اسلئے کہ اللہ تعالی نے اختیار دیا تہا کہ چاہے یہہ دونون بدی کرین چاہے نیکی کرین۔ چنانچہ شیطان نے عبادت کی تہی۔ پس وہ مجبور نہین ہو سکتا۔ انسان کی نسبت اختیار بدیہی ہے اللہ جسنے پیدا کیا اگر یہہ قصد کر لیتا تو ایسا پیدا کرتا کہ بدی کرنیکی قابلیت نہوتی یا نیکی کرنیکی قابلیت نہوتی اوسوقت وہ صورت ہوتی جیسے آدمیون کی اُڑنے کے متعلق ہے طائرونکی طرح اوڑ نہین سکتا۔ یا آدمیون کے کہانے کے متعلق ہے۔ کوئی آدمی ناک سے نہین کہا سکتا وقس علی ہذا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اختیار داخل ارادہ اور مشیت ہے۔ باقی رہا نفع اطاعت اور ضرر غیر اطاعت شیطان اور انسان کے لئے یہ دونون موجود ہین اور اسقدر صریح ہین کہ انکار کرنا انکار بدیہیات ہے۔ شیطان اگر اطاعت سجدہ کرنے مین کرتا اوسکے مراتب عرفان بڑھ جاتے اور ہمیشہ ہمیشہ جنت مین رہتا۔ انسان کے لئے اطاعت مین فائدہ ہونیکے متعلق پہلے چہوٹی باتون کو لے لیجئے۔ بے محل غصہ منع ہے کیجئے آخر کو قتل کی نوبت پہونچیگی۔ بے بہوک کہانے بدہضمی ہو کر موت کی نوبت پہونچیگی۔ پہر بُری باتون کو لیجئے قتل اور زنا اور اکل میت وغیرہ وغیرہ۔ کیا اطاعت مین بہلائی سے کوئی انکار کر سکتا ہے۔ اصل بات یہہ ہے کہ جتنی چیزین ہین اونمین اطاعت اوس چیز کو بنایا ہے جو مطیع کے لئے مفید ہین۔ خواہ وہ فعل ہو خواہ ترک فعل۔ پس صریح ہے کہ اطاعت مین مطیع کا نفع ہے۔ اللہ کی شناخت کامل اعلی درجہ اطاعت کا ہے۔ پس اطاعت بیکار

اور عبث نہین ہے فائدہ مطیع مین خواہ شیطان ہو خواہ انسان محدود ہے وہ تدبیرین جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے بس اور قدرت مین رکھنے کی ہین۔ منافی اختیار کی نہین ہین۔ جسکا بیان مفصل ہو چکا۔ جب اختیار داخل مشیت ہو اختیار دیکر بس مین رکھنا بدون اسکے ممکن نہین کہ اختیار دینے والا جانتا ہو کہ یہہ اختیار اس اس طریقہ مین صرف ہوگا تاکہ بری طرح اختیار کام مین لانے کے بعد اوسکی اصلاح ہو سکے۔ ورنہ نظام بگڑ جائیگا اس سے لازم آتا ہے کہ علم اسبات کا کہ اختیار یون کام آئیگے پورا ہو اور وہ علم جہان فریعہ اسبات کا ہو کہ کتنا اختیار دنیا مناسب ہے اسبات کا بھی ہو کہ ہزارون برائیون کے لئے وہ کون فریعہ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی کارآمد ہو جائین۔ وقوع بسبب علم کے نہوا اختیار کے ہو۔ اگر یہہ بھلائی نہوتی اتنا بھی اختیار نہوتا۔ یہہ علم اور مشیت ہے۔ بدی کو نیکی مین پھیرنے کی حالت مفصل بیان کیگئی ہے ہر بدی کام مین آتی ہے۔ شیطان کی ہی بدی کام مین نہین آتی۔ پس مشیت کو صحیح معنی مین کیجیے کوئی اعتراض نہین وارد ہوتا نہ طاعت جو بلا نفع خالق مخلوق مین محدود ہے بیفائدہ ہوتی ہے۔

اگر امام صاحب کے مذاق پر گفتگو کیجائے تو مین کہہ سکتا ہون کہ اگر اولین اور آخرین جمع ہون اور کہین کہ حق تعالیٰ خالق افعال ہے اور بندہ محض کاسب ہے حسن اور قبح اشیاء کو نقلی قرار دین اس شبہہ سے مخلصی نہین ہو سکتی لیکن جب یہہ جواب دینگے سارے شبہات زائل ہو جائینگے۔ اور اعتراضات اوٹھ جائینگے۔

بیان اسبات کا کہ اگر انسان	(۳) جب اس اعتراض کو صرف ذات بشر کے متعلق دیکھا جائے

یہہ اعتراض کرے سخت تر غلط ہوگا۔

تو سخت غلط ہوگا اس لئے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا تو ایک بچہ کا پیدا ہونا ہے تکمیل خلق انسان کی دو حالتین ہین ایک ابتدائی۔ دوسری انتہائی۔ ابتدائی تکمیل نظر بہ عالم ہے۔ وہ تکمیل متعلق جسم کے طرح طرح کے اسباب سے ہوتی ہے جسکا حصر کرنا دشوار ہے۔ یون کہنا چاہیئے کہ سارا کارخانہ عالم کا تکمیل مین دخل رکھتا ہے۔ مثلاً آب وہوا۔ غذا۔ آرام وراحت تعلیم وتربیت۔ ماں باپ ان اسباب کے اختلاف سے مادہ کے اختلاف کو جب ملایا جائے (کہ وہ بھی ایسے ہی اختلافات کی وجہ سے مختلف ہوا ہے) تو ظاہر ہوگا کہ ہر مختلف سبب کو تکمیل مین دخل ہے۔ اور سب سے بڑا دخل والدین کے افعال کو اور اپنے افعال کو ہے۔ ہدایت اور تکلیف طاعت اصلاح افعال ہے پس اس اصلاح کو ترقی جسم مین دخل عظیم ہے۔ لہذا سخت غلطی ہے کہ جو افعال انسان کی تکمیل مین دخل رکھتے ہون انکو انسان بیفائدہ کہے۔ انتہائی تکلیف انسان کی جسکی شرح باب سوم مین کیگئی ہے۔ وہ بھی مطابق نتیجہ افعال کے ہوتی ہے۔ پس افعال کو اطاعت کے ذریعہ سے حسن کی طرف راجع کرنیکو کوئی عاقل بیفائدہ نہین کہہ سکتا پس حقیقت مین خلق کرنا اور تکلیف طاعت دینا ایسی ملی ہوئی دو چیزین ہین جو ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتین۔ یہہ بڑی حکمت ہے۔ انسان کے متعلق اس نظر سے بھی یہہ اعتراض ایسا غلط ہے جسکی حد نہین کہ نوع انسانکے پیدا کرنیسے غرض پیدا کرنا بہترین مخلوق کا ہے۔ جسکی اصل غرض عطائے حکومت عالم ہے اور وہ غرض نعمت جلیل القدر ہے۔ جب اسلئے خلعت وجود عنایت ہو تو ہدایت ایسی ضروری ہے جیسے کسی معجون مین جزو اعظم ضروری ہوتا ہے۔ یعنی ہر مخلوق کو بتلانا چاہیئے

کہ تمہارے ہاتھ مین اچھا برا ہونا ہے۔ اگر تم افعال نیک کروگے فرشتون سے بہتر ہوگے اور اسلیئے کہ تم بہتر ہو پیدا کیئے گئے ہو۔ یہہ بہتر ہونا تمہارے ہمیشہ آرام کا باعث ہوگا تم جنت مین رہوگے۔ یہانتک بتلائے اگر برے ہوگے تمہارے لیئے جہنم کی بڑی تکلیف ہوگی۔ اگر اپنے آپ آدمی مین اچھا بننے کی قدرت نہ دیجاتی اور یہہ سامان نہوتے وہ اسقدر اور اس اعلیٰ درجہ کا اچھا ہو ہی نہین سکتا تھا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ نحمدہ ونشکرہ علی کثیر نعمائہ وجلیل الائہ التی لا تعد ولا تحصے۔

تیسرا سوال

تیسرا سوال

سجدۂ آدم کا کیون حکم دیا

جب مجکو پیدا کیا اور عموماً اپنے احکام کا مکلف بنایا مین نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اور اوسکی عبادت کرنے لگا اور فرمانبردار ہوگیا۔ پھر علی الخصوص سجدہ حضرت آدم کا مجھے کیون حکم دیا۔ اس حکم دینے مین کیا حکمت ہے۔ کیونکہ آدم کی طرف سجدہ کرنے سے میرا عرفان اور طاعت زیادہ نہین ہوسکتی تھی۔

جواب

جواب میر سید علی صاحب اور مقصود سوال کا بیان

میر سید علی رح فرماتے ہین۔ کہ سوال یہہ ہے کہ میرے لیئے سجود آدم کے حکم مین کیا مصلحت تھی۔ اور جواب مین کہتے ہین کہ اس شبہہ کے چند جواب ہین۔

پہلا جواب کہ حکمت معلوم نہونا مستلزم حکمت نہونیکا نہین ہے

پہلا جواب۔ جاننا چاہیئے کہ باری تعالیٰ کا کوئی فعل یا حکم فعل حکمت سے خالی اور لغو اور بیفائدہ اور اتفاقیہ نہین ہوتا۔ اگرچہ اکثر

امور کی حکمت کی تفصیل ہمین نہ معلوم ہو لیکن اس مختصر کلیہ کے جاننے کے بعد کسی امر کے حکمت کی پوشیدگی مزانی اوسکے حکمت ہونے کے نہین - یہہ جواب اس شبہہ اور اسکے مثل اور شبہات کا عمدہ جواب ہے -

دوسرا جواب - کہ حکم سجدہ عموماً تھا -

دوسرا جواب - در اصل حکم سجود عموماً ملائکہ کو صادر ہوا تھا - ابلیس چونکہ اوسوقت فرشتون کے ساتھہ تھا اسلئے تبعاً وہ بھی مامور ہوا - جب اوسنے اپنے آپ کو منجملہ مامورین سمجھہ کر دیدہ و دانستہ سرکشی اور نافرمانی کی ملعون اور مردود بنا -

تیسرا جواب - تکالیف شرعیہ موجب ظہور کیفیت نفوس ہین

تیسرا جواب - احکام الٰہی اور تکالیف شرعیہ سے نفوس کی جانچ کیجاتی ہے اور اونکے مرکوزات و مضمرات متعلق خیر و شر (یعنی سعادت و شقاوت) کا اعلان ہوتا ہے تاکہ اتمام حجت کے بعد ہلاکت و نجات ناواجب نہ خیال کی جائین -

شرح جوابات بالا -

راقم - جواب میر سید علی صاحب کا خلاصہ یہہ ہے کہ حکمت صحیح معلوم نہین اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ ہدایت ضروری چیز ہے تاکہ عدم قبول ہدایت کے بعد نفس کی حالت ظاہر ہو کہ وہ وہان پہونچایا جائے جہان پہونچنے کے لائق ہے -

قاضی صاحب کا جواب - فضل حضرت آدم اور نفس شیطان کی بدی کا ظہور وجہ حکم سجدہ ہے

قاضی صاحب - فرماتے ہین - اللہ تعالی کی غرض ملائکہ کو سجدہ آدم کا حکم دینے مین یہہ تھی کہ ملائکہ کو معلوم ہو کہ حضرت آدم اونسے بہتر ہین - اور اللہ تعالی کے خلیفہ بننے کے سزاوار ہین - اور نیز یہہ تھی کہ اس ذریعہ

سے شیطان کی استعداد کی برائی اور اوسکی شیطنت ظاہر ہوا اور اس طریقہ سے جسمین جیسی استعداد ہے بھلائی یا برائی کی وہ اوس تک پہونچ جائیگا اور وہی ذریعہ اتمام حجت کا ہوگا کہ اللہ نے بعضون کو کیون ثواب دیا مہربانی کی۔ بعضون کو کیون عذاب فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ بغیر اسکے سزا دیدیتا اوس کا اور دوسرونکا اعتراض وارد ہوتا۔

شرح جواب قاضی صاحب

راقم۔ قاضی صاحب نے دو جواب دئے ہین (۱) یہہ کہ شرف حضرت آدم ظاہر ہو۔ (۲) یہہ کہ وہ ذریعہ شیطان کے وہان پہونچنے کا ہو جہان پہونچانے کے وہ خود لائق ہے وجہ سجدہ کی اس سے یہہ پیدا ہوتی ہے کہ حکم سجدہ سے قابلیت کھل جائیگی۔ اور یہہ ایک طریقہ تہا جو حق تعالیٰ نے اختیار فرمایا۔

جواب راقم۔ اور بیان وجوہ اہمال سوال۔

جواب راقم۔ الفاظ سوال پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ ایسا لغو اور مہمل سوال ان ساتون سوال مین اور کوئی نہین ہے کہ اوسکا [illegible] سے ظاہر ہے۔ اسلئے کہ (۱) انکار اطاعت عدم اطاعت ہے پس یہہ [illegible] حکم سجدہ سے اطاعت زیادہ نہین ہوسکتی تہی بداہتاً غلط ہے۔ (۲) انکار بغیر عدم عرفان قدر حاکم کے عاقل سے خارج از امکان ہے۔ پس دعوے عرفان بہی غلط ہے۔ اور ازدیاد عرفان کا انکار غلط تر۔ (۳) حکم سجدہ کی خصوصیت دعوی بلا وجہ و بے اصل ہے۔ (۴) تکبر عظیم اس سوال سے پر ظاہر ہے یعنی شیطان نے اپنے آپکو فرشتون سے بہتر جانا۔ کیونکہ بعد دعوی عرفان اور اوسپر انکار تعمیل حکم سجدہ کو اپنے ساتہہ مخصوص کر لینے کے یہہ معنی بہی ہین کہ فرشتون کو ان دونون (عرفان و ازدیاد اطاعت) کی ضرورت ہوتی ہو

مجھے نہ تھی۔ اور مین اونسے بہتر تہا۔ جو کوئی تکبر کو اچہا جانے اور بربنا تکبر سوال کرے خود وہ سوال مہمل ہے۔

بیان ماہیت سجدہ۔

وجوہ سجدہ وحکم سجدہ - یہہ ہین - (اولاً) سجدہ کی ماہیت یہہ ہے کہ جسم انسانی مین بعض اعضاء رئیس ہین بعض مرؤس - اور ترکیب جسم انسانی کی یہہ ہے کہ اعضاء رئیسہ بلند مقام پر واقع کئے گئے ہین اور مرؤس پست مقام پر - سب سے بہتر عضو رئیس سر ہے وہ سب سے اوپر ہے - وہی مقام عقل ہے - انسان جس کسی کی اطاعت کرتا ہے معنی یہہ ہوتے ہین کہ وہ اوسکو اپنے سے اعلی اور مرتبہ مین اوپر سمجہتا ہے - جب یہہ حالت ہو تکمیل اظہار کے لئے لازم ہوگا کہ افعال اور اقوال دونون سے بتلائے کہ میرا وہ مقام جو سب سے اونچا اور سب کا رئیس ہے تمہارے مقابلہ مین سب سے نیچا اور پست تر ہے - یہہ ایک خاصہ طبیعت ہے - چنانچہ ہر بشر جب حد درجہ کی خضوع اور فروتنی کی طرف مائل ہوتا ہے خود بخود جہک جاتا ہے اور آخر کار سجدہ کرتا ہے - اور وہ اس خاصہ کے ساتہہ چونکہ بندہ ہے مخلوق ہوا ہے تاکہ امکان حد درجہ کی اطاعت کا ہو - پس عام وجہ سجدہ کی پوچہنا طبیعات کی وجہ پوچہنا ہے جو یا غلط ہے یا سوال بدیہیات سے اور بیفائدہ ہے -

بیان وجہ سجدہ شیطان - کہ مشق طاعت صاحب مادہ نافرمانی کے لئے ضرور تر ہے -

شیطان کے لئے وجہ حکم سجدہ یہہ ہے کہ (ثانیاً) اطاعت کی مشق اوس مخلوق مین جسمین قابلیت نافرمانی کی بیشتر ہو زیادہ تر اوسکی بہبود کا سبب ہے - اللہ تعالی کوئی دقیقہ اختیار دینے کے بعد کہ وہ فضل و عنایت سے فضل پر فضل اور عنایت پر عنایت کرنیکا اوٹہا نہین رکہتا -

بیان وجہ سجدہ کہ وہ پاداش تہی

(ثالثاً) جب حق تعالی نے قصد خلق خلیفۃ اللہ کو ظاہر فرمایا فرشتون نے اعتراض کیا اور دعوی کیا کہ ہم خلیفۃ اللہ ہونیکے قابل ہین شیطان اونمین تہا۔ اعتراض اور دعوی پیش کرنا اوس مالک عظیم الشان کے سامنے جو حکمتون کو مخلوق سے زیادہ جانتا ہے ایسا فعل تہا جو ایسے لوگون سے کہ عارف مرتبہ الہی و ذات خود ہون بعید ہے۔ اوس سے بوی تکبر آتی تہی۔ اسلئے حکم سجدہ پاداش تہی۔ تاکہ مراتب بزرگ کے لوگ اپنے مرتبہ بزرگ سے نہ گر جائین۔ پاداش انسداد اور حکمت عظیم ہے جسکی تفصیل غیر ضروری ہے۔

بیان وجہ سجدہ کہ وہ اظہار جلالت قدر خلیفۃ اللہ تہا۔

(رابعاً) حکم سجدہ جیسے ایک طرح سے پاداش تہی دوسری طرح سے اظہار کمال جلالت قدر حضرت خلیفۃ اللہ تہا۔ وہ اسکے لئے جسکو حاکم بنانا ہے بڑی حکمت اور لازمی امر ہے۔

بیان حکمت سجدہ بذریعہ انعدام اسباب تکبر کے۔

بیان حکمت یہہ ہے۔ کہ حق تعالی نے خلق بشر کو ایک سبب پیدا کیا ہے جس سے اسباب تکبر کلیتاً معدوم کئے گئے۔ تکبر [illegible] ہوتی ہے۔ اون اسباب کے امر کا عملی طور پر اظہار سجدہ کرانا ہے۔ شرح اس اجمال کی یہہ ہے صفت تکبر کی برائی باب اول مین بیان کیگئی ہے۔ آسانی کے لئے تہوڑی سی تفصیل کے ساتہہ اوسکا اعادہ کیا جاتا ہے۔ مسلم ہے کہ اللہ تعالی مین ہر گناہ کے معاف کر دینے کی قدرت ہے اور وہ اوس قدرت کو کام مین لاتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے مگر شرک کا گناہ معاف نہین فرماتا۔ شرک یعنی کسی دوسرے کو اللہ تعالی کا ساتہی یا اوسکی مثال ماننا واقع مین بڑا ہی سخت گناہ ہے واقع مین وہی اصلی غلطی اور صریح غلطی ہے

وہی ساری دنیوی اور دینی غلطیون کی جڑ ہے اور وہ غلطی قابل معافی نہین ہوسکتی - اسیطرح
وہ اسباب بہی جو اس غلطی کے متعلق ہون یا اوسکا جزو ہون یا اونمین سے بوبہی اس غلطی کی
آتی ہو سب کے سب سخت سے سخت مضر اور قابل نفرت ہین - اون اسباب اور متعلقات اسباب
مذکورین سے ایک چیز تکبر ہے وہ بُرا ہے اور بُرائی اوسکی سخت قسم کی ہے - وہ حد سے زیادہ بُری
چیز اسلئے ہے کہ بالکل جہوٹی چیز ہے - ہم جب دوسرے کے پیدا کئے ہوئے ہون
بڑے علی الاطلاق ہو ہی نہین سکتے - ہم جب باوجود اختیار دوسرے کے بس مین ہون بڑی چیز ہو ہی نہین
سکتے - (بالنسبت ایک دوسرے سے بہتر ہونا دوسری چیز ہے) تکبر اسلئے بُرا ہے کہ وہ بتلاتا ہے کہ ہم بڑی چیز ہین اور آخر کار
بتلاتے بتلاتے آدمی سے خدائی کا دعوی کراتا ہی اور بجائے اسکے کہ دوسرے کو شریک الہی مانے خود کو شریک
الہی بناتا ہے - غور فرمایئے کہ یہہ فعل کسقدر بُرا ہوا - پس صفت تکبر سب سے مضر اور سب
سے بڑا گناہ ہے - اور ہمیشہ حقیقت مین ہر تکبر ابتدا اور مقدمہ ضرر اور شرک کا ہوتا ہے
جو ابتدا سے روکنے کے قابل ہے - اسلئے وہ حق تعالی کو بہت ہی ناپسند ہے - اور
ضرور ناپسند ہونیکے قابل ہے - یہانتک یہہ ناپسند ہے کہ جو ارشادات قرآنی مین نے
باب سوم مین در باب قصہ حضرت موسی و ملاقات حضرت خضرؑ کے نقل کیا ہے اوسکی نسبت منقول ہے
کہ حکم پہونچنے خدمت حضرت خضرؑ مین حضرت موسیٰؑ سے پیغمبر عظیم الشان کو اوسوقت ہوا تہا کہ
ایک شخص نے آنجناب سے پوچہا کہ دنیا مین کوئی آپ سے اعلم ہے حضرت موسیٰؑ نے
جواب دیا تہا کہ مجہے معلوم نہین - اسلئے وہ خدمت حضرت خضرؑ مین بہیجے گئے - گو یہہ
جواب متکبرانہ نہ تہا اعتراف عدم علم یا قصور علم کا تہا - تاہم اوسکے یہہ معنی ہوسکتے تہے کہ

کوئی مجھسے اعلم نہین ہے - اسلئے اس طرح کا ارشاد بھی حق تعالی نے ایسے بزرگ
سے بسبب اونکی بزرگی کے جائز نہ رکھا - پس جو صفت ایسی قبیح ہو لازم ہے کہ تمام ذرائع
اوسکے معدوم کئے جائین ورنہ یہہ کہنا نادرانہ ہوگا کہ ذرائع تکبر موجود ہین مگر اونکے اختیار سے
منع کیا جاتا ہے - جو چیز صحیح اور موجود ہے اوسکی صحت اور وجود سے انکار نہین ہو سکتا
اب غور کرنا چاہئے کہ جو مخلوق فی الواقع ایسی ہو کہ معصیت کرنے سے طبعاً و خلقتاً معصوم
یا محفوظ ہو جیسے فرشتے ہین اور وہ یہہ خیال کرین کہ ہم بہتر سے بہتر ہین اونکے ذریعہ تکبر کے
معدوم کرنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے - یہہ امر بھی یہان ملحوظ رہے کہ تکبر سے ایک صفت
عدم اطاعت کی بھی پیدا ہوتی ہے اور مطیع رکھنا ہر مخلوق کا جہان اونکی ذات کی نظر سے
ضرور ہے (ورنہ مستحق پاداش ہون اور حد عصمت سے نکل جائین -) بقاء حکمت نظام
کے لئے بھی ضرور ہے - اسباب کو چھوٹا نہ چاہیئے - فرشتے جب خدمت کے لئے پیدا
کئے گئے ہون اونمین اطاعت اور مادہ اطاعت کا پورا رکھنا اور بڑھانا ضروری چیز ہوگا -
امور مملکت مین دیکھنا چاہیے کہ جو امور ہم آپکو چھوٹے معلوم ہوتے ہین جو چھوٹے نہین ہوتے مضبوطی سلطنت
اور انتظام کے برقرار رکھنے کے لئے اہم اور ضروری ہوتے ہین) وہ ذریعہ بھی ہو سکتا ہے
کہ ایسی مخلوق پیدا کیجائے کہ جسمین نوعاً دونون قابلیتین (اچھی بُری) ہون اور وہ
باوجود دونون قابلیت کے فرشتون سے بہتر ہو سکے - اوسوقت ذرائع تکبر حقیقت مین
معدوم ہو جائینگے - اور جب معدوم ہون اوسکا اختیار حقیقتاً غیر صحیح ہوگا - وہ مخلوق نوع بشر
ہے - اوسکی حالت یہہ ہے کہ بیچارہ مصیبت کا مارا - ہر طرح کی زنجیرون مین جکڑا ہوا -

گناہون کے ارتکاب یا قابلیت کی حیاسے آنکھہ بہی تو اوپر اوٹھانے کے قابل نہین وہ کیا تکبر کرسکتا ہے؟ - مگر جب وہ باوجود ان سب امور کے ایسے افعال کرتا ہے جو اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے ہون فرشتون سے بڑھ جاتا ہے - اسلئے فرشتے یہہ نہین کہہ سکتے کہ حق تعالیٰ مین ہمسے بہتر پیدا کرنیکی قدرت نہ تہی - پس صاف معنی یہہ ہین کہ یہہ عجیب صنعت ہے کہ ایسی پاک چیزون کے تکبر کو ایسے ذریعہ سے توڑ دیا جو قابلیت تکبر نہین رکہتا - اللہ اکبر - یاد رہے کہ فرشتون کی نسبت حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جسے تم چہپاتے تہے - وہ یہی امر ہوسکتا ہے کہ فرشتے خیال کرتے تہے کہ ہم سے بہتر کوئی نہین ہوسکتا - پس جب وہ مان گئے کہ ہمسے بہتر خلیفۃ اللہ ہین اظہار اثر عملی طور پر یہہ تہا کہ سجدہ کرلین - واقع مین حکمت اللہ تعالیٰ کی بڑی دور ہے کوئی اعلیٰ سے ہوکر بہی نہین کہہ سکتا کہ مجہسے اعلیٰ کوئی نہین - وہ ہر مخلوق کو بتلاتا ہے کہ مین اوس سے بہی اعلیٰ پیدا کرسکتا ہون - اور ظاہر کرتا ہے کہ حد قدرت نہین - لاانتہا ہے - یہہ ہمکو جانکر تکمیل عرفان کرنا چاہیئے شیطان کا عرفان آپ ملاحظہ کیجیئے کہ کسقدر ناقص تہا - وہ اعلیٰ سے اعلیٰ نہ تہا باوجود اسکے اپنے آپ کو اعلیٰ سے اعلیٰ جانتا تہا - ایسے کا مردود ہونا ضرور انصاف ہے -

بیان وجہ خصوصیت اگر خصوصیت مانی جائے -

اس سوال مین وجہ خصوصیت بہی پوچہی ہے اس بیان کے بعد اوسکی شرح کرنے کی ضرورت نہین تاہم مختصراً بیان کرنا مناسب ہے خصوصیت حقیقت مین نہین تہی لیکن شیطان کے لئے خصوصاً ضروری تہی اسلئے کہ (۱) وہ اچہا نہ تہا اور اپنے آپ کو اچہا جانتا تہا - (۲) اوسمین مادہ انبعاث زیادہ تہا -

(۳) اللہ تعالیٰ نے تفصیل نہین فرمائی کہ موجد اس اعتراض کا کون ہے۔ میرے خیال مین حضرت شیطان ہی اصل موجد تھے جو معلم الملکوت مشہور ہین۔ فرشتون نے معقول سی بات سمجھکر کہ وہ بہتر تھے اور اپنے آپکو بہتر سے بہتر سمجھتے تھے تھوڑی دیر کے لئے ہمزبانی کی تھی۔ پس جیسا اونکو حکم سجدہ ضرور تھا شیطان کے لئے ضرور تر تھا۔ اور یہہ وجہ شیطان کے لئے حکم سجدہ کی خصوصیت کے ساتھہ ہوسکتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ سوال بھی خصوصیت بھی ہوگا ہے۔ اگر نہین ہے وہ مثال ہے جسے کہتے ہین۔ چور کی ڈاڑھی مین تنکا۔

چوتھا سوال۔

چوتھا سوال

انکار سجدہ سوائے ذات الٰہی پر شیطان کو مردود کیون کیا

جبکہ مجکو عموماً کل احکام کی بجا آوری اور خصوصاً آدم کے سجدہ پر امر فرمایا پس اگر مین نے سجدہ نہ کیا تو پھر مجھپر کیون لعنت کی اور کیون جنت سے نکال دیا۔ مین نے کچھہ برا نہین کیا تھا۔ صرف یہہ کہا تھا کہ سوائے تیرے دوسرے کو سجدہ نکرونگا اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ عذاب نتیجہ لازم افعال کا ہے اور بدن سے پیدا ہوتا ہے

میر سید علی صاحب رح کہتے ہین کہ یہہ سوال اسبات کا ہے کہ وجہ عذاب کرنیکی کیا ہے اور اسمین کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کافرون کو عذاب کرتا اور اونکو رحمت سے دور کرتا ہے۔ اور فرماتے ہین کہ جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ آخرت مین جو سزا دیجاتی ہے اوسکا باعث غصہ اور انتقام کہ اوس سے غصہ جاتا رہے یا ایسے ہی اور امور نہین ہین۔ اسلئے کہ ذات خداوند عالم کے یہہ امر گزشایان شان نہین بلکہ وہ

صرف لوازم اور نتائج ہین جنکو اسباب داخلیہ نفسانیہ اور احوال باطنیہ نے پیدا کیا ہے
اونہین نے یہانتک نوبت پہونچائی ہے کہ اون خواہشون کا انجام عذاب ہوا ہے
وہی جہنم کیطرف لیجاتی ہین۔ اور جہنم کے سب سے نیچے طبقے مین پہونچا دیتی ہین۔
اور نیز اسکا سبب ہوتی ہین کہ سانپ اور بچھو اور دوسری ایسی ہی چیزون سے واسطہ پڑتا
ہے۔ مثال اوسکی اس دنیا مین بیماریان ہین۔ ظاہر ہے کہ بیماریان جنسے بدن مین درد
اور تکلیف عارض ہوتے ہین۔ بسبب اون بدپرہیزیون کے پیدا ہوتی ہین جنسے وہ
بیماریان پیدا ہوئین۔ پس جسطرح کہ بدن کا درد نتیجہ اون حالات اور افعال کا ہے جو سبب
بیمار ہونیکا تھے۔ (جیسے پرخوری یا افراط خواہشہاے دیگر وغیرہ وغیرہ) اونکے سوا
اور کوئی بیرونی سبب تکلیف پہونچانیوالا نہین ہوتا اسی طرح سے حال عذاب آخرت اور اون
چیزون کا ہے جس سے عذاب دائم اون بعضے نفوس کے لئے جو حق کا انکار کرتے ہین
اور آیات الٰہی سے روگردانی کرتے ہین پیدا ہوتا ہے وہ عذاب وہی آگ ہے جسکا ذکر اس
آیہ مین ہے۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ باقی رہا یہہ امر کہ بہت
سے اور آیات قرآنی واحادیث مندرجہ کتب احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ عذاب
جسمانی گنہگار کے بدن پر بذریعہ اسباب خارج از بدن کے ہوتا ہے جسکی تفصیل مفسرین نے
فرمائی ہے اُنکا منشا یعنی مقام پیدایش امور باطنیہ اور کیفیت نفوس کی ہے جو پیدا ہو کر
جو اندر سے باہر آجاتی ہین اور صورت مین جہنم اور سانپ اور بچھو اور لوہے کے گرزون وغیرہ
وغیرہ کی ظاہر اور معلوم ہوتی ہین۔ اور یہی معنی آخرت مین اجسام اور اشکال اور صورتون کے

باعتبار نوعیت افعال کے مختلف ہونے کے ہین - چنانچہ یہ امر بحث معاد جسمانی و کیفیت تجسیم اعمال مین تفصیل کے ساتھہ بیان کیا گیا ہے - اور اسپر بہت سی آیات دلالت کرتی ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكٰفِرِينَ ○ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرٰى ○ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ○ اگر یہہ بات مان لیجائے کہ عذاب اسباب خارجی سے پیدا ہوتا ہے - پس یہہ بہی مصلحت عظیم ہے اسواسطے کہ عذاب سے ڈرانا اکثر اشخاص مین نفع کرتا ہے - اور جب اس تخویف کو پورا کیا جائے اور مجرم اور گنہگار پر عذاب جاری کیا جائے تو تخویف مین تاکید ہوگی - اور نفع بہت بڑہجائیگا اس صورت مین اگرچہ عذاب کرنا اوس شخص کی نظر سے جسپر عذاب کیا گیا ہو شر کہا جاسکے لیکن بنظر اکثر افراد نوعی کے منجملہ اسباب خیر کثیر کے ہوگا جسکو شر قلیل نے لازم کیا تہا مثال اوسکی ایسے عضو کا کاٹ ڈالنا ہے جو ذریعہ تمام بدن اور سارے اعضاء کی بہتری کا ہو

شرح اس جواب کی کہ آیات کلام مجید سے اسباب عذاب کا بدن سے پیدا ہونا ثابت نہین ہوتا -

راقم - جو آیات جناب میر صاحب نے نقل فرمائی ہین اونکے اسقدر چہوٹے جملون سے نتیجہ نکالا ہے جو خلاف سیاق و سیاق کے ہے - پہلی آیت نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ - کا سیاق و سباق یہہ ہے - (سورہ ہمزہ) كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ - (ترجمہ) ضرور حطمہ مین پہینکا

جائیگا اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلون تک کی جاخبر لیگی
وہ ہر ستونون مین دوزخیون کو چارون طرف سے گھیرے ہوگی۔ پس اس آیت سے کہ نار عذاب
بدن مین سے پیدا ہوگی استدلال نہین ہوسکتا۔ اسلئے کہ مقدم حطمہ مین پہنچنے کا ذکر ہے
اور مؤخر مین بہی اوسکی تعریف ہے۔

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ سے بہی اسیطرح استدلال نہین ہوسکتا ترجمہ
اوسکا یہہ ہے اور کچھہ شک نہین ہے کہ دوزخ کافرون کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہہ آیت
اولاً پارہ دہم مین ہے اور ثانیاً پارہ (۲۱) مین۔ اور دونون سے استدلال مین یہہ سقم
کہ آیہ پارہ دہم مین جہنم کا محیط کفار ہونا دلیل پیدا ہونے آلات عذاب کی جسم کے اندر سے
نہین ہوسکتی بلکہ یہ آیت دلیل اسباب عذاب کی خارج از جسم ہونے کی ہے۔ پارہ (۲۱) مین
صاف سیاق سباق اسکا خلاف مطلوب سید صاحب کے ہے۔ کیونکہ پہلے ارشاد ہوا ہے
يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ یعنی تمسے عذاب
کے لئے جلدی مچا رہے ہین اور کچھہ شک نہین کہ دوزخ کافرون کا احاطہ کئے ہوئے
ہے۔ اور بعد مین یہہ ہے يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ
اَرْجُلِهِمْ وَنَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ جبکہ عذاب اونکے اوپر سے اور
اونکے پاؤن کے تلے سے اونکو ڈہانکے ہوگا اور فرمائیگا کہ جیسے جیسے عمل تم کرتے
رہے ہو اونکا مزہ چکھو۔ یہہ روز قیامت کا ذکر ہے اور ساری آیت کے یہہ معنی ہین کہ
کفار جو بطور امتحان ایسے عذاب کی جلدی کرتے ہین اونکو سمجھانا چاہیئے کہ اونکی تو ایسی

حالت ہے کہ عذاب سے باہر جا ہی نہین سکتے۔ اور وہ ضرور قیامت کو ہوگا۔ آیہ
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ۔ ترجمہ اسکا یہ ہے اور دوزخ سب دیکھنے والون کے
سامنے باہر نکالکر کہہ دی جائیگی سباق یہہ ہے فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ترجمہ تو جب قیامت کبری آویگی جو کچھہ آدمی نے کیا ہے
اوس دن اوسکو یاد آجائیگا۔ اور سیاق یہہ ہے وَأَمَّا مَن طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ۔ ترجمہ۔ تو جسنے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم کہا تو
ٹھکانا اوسکا دوزخ ہوگا۔ مین نے جو بیان اعتراضات باب سوم مین کیا ہے یہہ اوسکا
ذکر ہے کہ زمین کی سب مخفیات ایک طرف جنت والی دوسری طرف دوزخ والی ظاہر جائینگی
یہہ معنی میرے نزدیک نہین ہین کہ اعمال بصورت مارو کژدم متشکل ہوکر اندر سے باہر آجائینگے
آیہ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ
ترجمہ۔ معلوم ہوجائیگا بات یہہ ہے کہ اگر تم انجام یقینی طور پر جانتے ہوتے تم ضرور دوزخ
کو دیکھہ لوگے۔ پھر اوسکو یقینی دیکھنا دیکھوگے یہہ آیہ سورہ تکاثر کی ہے۔ اور دوزخ کا
ذکر بعد قبور ہے یاد ضرورت تشریح کی نہین۔ آیہ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا
فِي الصُّدُورِ۔ ترجمہ۔ وہ لوگ جو قبرون مین ہین جب اوٹھائے جائینگے اور
دلون مین جو باتین ہین ظاہر کردی جائینگی اس سے بھی تجسیم اعمال سے کوئی تعلق
معلوم نہین ہوتا۔

اگر عذاب جسمانی ہو مغفرت | نتیجہ یہہ ہے کہ عذاب کا صرف بدن سے پیدا ہونا کسی آیت سے

دشوار ہوگی اور صرف جسمانی عذاب ہوگا۔

ثابت نہین ہوتا۔ بلکہ اون آیات سے جنمین افعال کا ذکر ہے عموم اثر ظاہر ہوتا ہے اور اثر افعال جسم پر ایسا بدیہی ہے کہ بیان کی حاجت نہین۔ اگر مانا جائے کہ عذاب صرف جسم سے پیدا ہوتا ہے۔ اوسپر یہہ اعتراض بھی وارد ہوگا۔ کہ مغفرت ناممکن ہو۔ کیونکہ جب سانپ اور بچھو افعال کی صورت مین باعث عذاب ہون اور نتیجہ لازم ہون تو مغفرت کیسے ہوسکتی ہے۔ حق تعالیٰ سوائے ضرورت اظہار معجزہ کے نتائج لازم کے (کہ اوسی نے بنائے ہین) خلاف نہین کرتا۔ بڑی بات غور کرنیکے قابل یہہ ہے کہ اگر راحت یا تکلیف صرف جسم مین سے پیدا ہو تو وہ ایسی ہی ہوگی جیسے صحت مین راحت یا بیماری مین تکلیف لیکن صحت مین جو انتفاع اور چیزون سے ہوتا ہے اور بیماری مین جو تکلیف اور چیزون سے ترقی پاتی ہے وہ نہو۔ اور معنی یہہ ہون کہ تمام اسباب عالم جو ہمارے لئے پیدا کئے گئے ہین بیکار کردئے گئے۔ یہ اوس آیت توریت کے خلاف ہوگا جسکا مضمون یہہ ہے کہ خَلَقْتُ الْاَشْیَاءَ لِاَجْلِكَ اور نیز آیہ قرآن مجید کے خلاف ہوگا۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ اسواسطے کہ اشیای دنیا خداوند عالم کے نفع کے لئے نہین ہین۔ اگر ہمارے نفع کے لئے بھی نہون تو پھر اور کسیکے نفع کے لئے ہونگی۔ اس صورت مین لازم آئیگا کہ ہم حیوانات سے بھی کمتر درجہ کے ہون۔

مین نے ایک حکایت بعض اہل دل سے سنی تھی جو تائید قول میر سید علی صاحب کرتی ہے اوس حکایت سے بھی ظاہر ہے کہ جہان اعمال مجسم ہوتے ہین اعمال نیک و بد کا

موازنہ ہوتا ہے۔ تاہم وہ حکایت خلاف وجود آلات خارجی عذاب و آسایش کے نہین ہے اور اوسمین ذکر بعد کا نہین ہے۔

حکایت

حکایت ایک کبوتر باز کی۔

ایک بزرگ کو کبوترون کے پالنے کا شوق تہا۔ اونکو ایک جوڑا کبوترون کا ملا۔ وہ اوسے نہایت عزیز رکہتے تہے۔ اور اوسکو سب سے بہتر جانتے تہے۔ تہوڑے دنون مین کبوتری اندہی ہوگئی اور جو دانہ اوسکے سامنے ڈالا جاتا تہا اوسے نہ اوٹہاتی تہی۔ اور پانی اگر رکہا ہوا وسکی طرف نہ جہکتی تہی۔ محبت کے مارے یہہ بیچارے اوسے خود بہرایا کرتے تہے۔ اور دوائین ڈہونڈتے پہرا کرتے تہے کہ انکہہ اس کبوتری کی اچہی ہوجائے مگر اچہی نہ ہوتی تہی ایک دن یہ اتفاق پیش آیا کہ کابک جو کہولتے ہین یہ جوڑہ نکلتے ہی کبوتر اوڑ جاتا ہے۔ پہلے تو یہ معمولی بات سمجہے۔ مگر پہر وہ کبوتر اونچا ہوا اور اونچا ہوتے ہوتے اتنا اونچا ہوا کہ نظرون سے غائب ہوگیا اونہون نے بہتری ہوہا کی۔ لگی دکہلائی۔ مگر کبوتر نہ آیا سمجہے کہین دوسری جگہہ اوترا۔ ڈہونڈا مگر کہین پتہ نہ پایا۔ اور آخر کو مایوس ہوگئے گہر آکر کبوتری کو بند کرکے بیٹہہ رہے۔ وہ کبوتر کئی دن تک نہ آیا۔ اور یہہ کبوتری کو کہولتے چہتری پر ٹہلاتے یا کوٹہے پر۔ اور بہتیری ہوہا کرتے۔ کیا ہوتا تہا۔ آخر کبوتری بند کردیا کرتے تہے اور چپکے ہوہا کرتے تہے۔ ایک دن جو جب معمول کبوتری کو کہولتے ہین تو کیا دیکہتے ہین وہی کبوتر چوبارہ پر آکر بیٹہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت دور سے اوڑکر آیا ہے اور ہانپ رہا ہے۔ کبوتری کا کابک سے باہر نکلنا تہا اور کبوتر کا چوبارہ سے نیچے آنا

جب وہ اوترا تو اونہون نے دیکھا کہ اوسکی چونچ مین ایک چھوٹا سا پتا ہے اور وہ اوسے
کبوتری پر پھیرتا ہے - اس ہیر پھیر مین وہ پتا کبوتری کی آنکھون مین لگ گیا - لگتا تھا کہ
کبوتری نے دانہ ڈھونڈنا شروع کر دیا - اچھی ہو گئی - کبوتر نے وہ پتا گرا دیا اور اونہون
نے اوٹھا لیا - دیکھتے تھے کہ یہہ پتا کس چیز کا پتا ہے - اس شناخت مین جو پتہ پر غور کیا
تو اوسمین عجیب و غریب صنعت معلوم ہونے لگی - پہلے وہ پتا روشنی دینے والا ہوا -
پھر تو اوسنے عالم کو اوسمین دکھلانا شروع کیا جسقدر اوسکو زیادہ دیکھتے تھے اوسیقدر اوس
پتے مین عجائب و غرائب عالم کے معلوم ہوتے تھے - یہان تک کہ پتے نے اونکو اپنے
اندر محو کر لیا اور یہہ کبوتر کے چوڑہ اور اپنے کھانے پینے تک کو بھول گئے - تیسرا پہر
ہو گیا اوسوقت ایک شخص نے آکر کہا کہ فلان شخص نے جو اس شہر مین بڑے عالم با عمل
تھے انتقال کیا ہے - آپ بھی تشریف لیچلیئے اور شریک ہو جیئے - انکو محویت سے کہان
فرصت تھی کہ جاتے - یہہ ہین - پتا ہے - دیکھ رہے ہین یہانتک کہ پھر آدمی آیا کہ
چلیئے اب غسل ہوتا ہے - پھر آیا چلیئے اب کفن پہنایا جاتا ہے - پھر آیا کہ چلیئے جنازہ تیار ہے
پھر آیا کہ چلیئے جنازہ نکل آیا - اگر آپ نہ چلینگے بُری بات ہو گی - ناچار یہہ اوٹھے اور شریک
جنازہ ہوئے - اب پتا ہاتھ مین ہے - جب یہہ قریب جنازہ پہونچے اونہون نے دیکھا
کہ ایک بڑا سا کتا نہایت سیاہ جنازہ کے نیچے چلا جاتا ہے آدمیون سے ڈرتا نہین -
اونہون نے قریب پہونچکر کہا کہ حضرات اس کتے کو تو ہنکایئے لوگون نے اونکی طرف
تعجب سے دیکھا - ایک آدہ چپ رہا ایک نے کہا کہ حضرت کتا کہان ہے - یہہ سمجھے

کہ اونہون نے نہ دیکھا ہوگا۔ پھر کہا کہ دیکھیے یہہ کُتا ہے۔ ہنکا دیجیے۔ تب تو وہ ہنسے کہ آپ مجنون ہین کُتا کیسا۔ یہہ چپ ہو رہے اور پھر اورون سے ذکر کیا۔ وہ پہلے ذکر کو سُن چکے تھے اونکو ہنسی آگئی اور اور لوگ جو مشایعت جنازہ مین مصروف تھے سب کے سب مُسکرانے لگے۔ ایک آدمی نے کہا کہ حضرت کیا آپ پاگل ہین جو بار بار کہتے ہین کہ کُتا ہے کہین بھی تو نہین ہے۔ آج آپ کو ہو کیا گیا ہے۔ تب تو یہہ بہت چپ ہوے اور کچھہ نہ سمجھے کہ معاملہ کیا ہے اب یہہ یاد نہین کہ پتہ ہاتھہ مین ہے اور یہہ سمجھہ مین نہین آتا کہ بتے کی یہہ تاثیر ہے۔ آخر کو جب انکا اصرار اور لوگون کا مذاق بڑھا یہہ پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ جب نماز ہوی تو پھر اونہون نے کتے کے دور کرنے کو کہا۔ پھر مذاق ہوا اور اب تو باوجودیکہ خلاف موقع تھا لوگ انکو چھیڑنے لگے اور کُہلم کہلا مذاق ہونیلگا تب تو یہہ نماز پڑھہ کر الگ ہو بیٹھے۔ قبر مین دیر تھی۔ جنازہ بعد نماز رکھا رہا اور یہہ دیکھا کئے کہ کُتا ہر وقت جنازہ کے پاس ہے۔ کسی طرح ٹلتا نہین۔ جب جنازہ نماز کے لئے رکھا تھا وہ جنازے پاس تھا جب قبر کے پاس رکھا وہ وہین جنازہ سے ملا ہوا بیٹھا رہا جب یہہ الگ جا بیٹھے پھر انہون نے مُٹھی کھول لی پتا دیکھنا شروع کیا اور پھر محو ہو گئے کبھی کبھی دیکھہ لیتے تھے کہ کب دفن سے فراغت ہو اور کب گھر چلکر بآرام سیر صنائع الٰہی بذریعہ ایک برگ سبز کے کرین۔ ؎

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار		ہر ورقی دفتریست معرفتِ کردگار	

یہان ہوشیاری بھی پتہ سے پیدا ہوی ہے سبحان اللہ۔) الغرض انہون نے

آخرکار دیکھا کہ مردہ دفن ہوگیا جب لوگ رخصت ہوگئے قبر اکیلی رہ گئی دیکھتے کیا ہین کہ لوگون
کا قبر سے منہہ پھیرنا اور کتے کا قبر کھودنا۔ اب تو یہ حیرت زدہ ہوکر دیکھنے لگے کہ دیکھین یہ ماجرا
کیا ہے۔ دیکھتے کیا ہین کہ وہ کتا قبر مین گھس گیا یہ مارے ڈر کے وہان دم بخود رہ گئے
اور ہمہ تن منتظر ہوے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ اوس قبر مین سے
ایک جوان برہنہ لباس پر تکلف پہنے ہوے نکلا مگر آستینین کہنیون تک چڑھی ہوی تھین
اور ہاتھہ اوسکے زخمی معلوم ہوتے تھے۔ وہ شخص قبر سے نکلکر انکی طرف آیا اور سلام علیک
کی۔ انہون نے حال پوچھا تو اوسنے جواب دیا کہ مین صورت اعمال حسنہ میت مدفون
کی ہون اور وہ کتا جو آپنے دیکھا تھا صورت مجسم افعال قبیحہ میت مدفون کی تھی۔ مین بھی
ساتھہ تھا آدمیون مین ملا ہوا تھا۔ خداوند عالم نے بعد جنگ و جدال کے جو ہمارے
دونون کے درمیان ہوی مجھکو فتحیاب کیا میت نے نجات پائی۔ چنانچہ میرے ہاتھہ پیر
جو زخم ہین اوسی کتے کا اثر ہے۔ یہہ کہکر اوس جوان نے ان حضرت سے کچھہ ایسی طرح تملق
سے کہا کہ حضرت یہ تو ارشاد فرمایئے کہ آپ کی مٹھی مین کیا ہے اونہون نے آؤ دیکھا
نہ تاؤ جھٹ مٹھی کھول دی۔ اور دکھلا دیا کہ یہہ پتا ہے اوس جوان نے انکی ہتھیلی پر ہاتھہ مارا
کہ پتا غائب ہوگیا اور ساتھہ ہی وہ جوان بھی غائب تھا۔ پھر جو دیکھتے ہین کچھہ نہین ہے
نہ قبر کھدی ہوی ہے نہ وہان کوئی کتا ہے نہ آدمی۔ پتا کھوکر گھر چلے آئے شام کو کھانا کھا کر
کیوتر بند کئے۔ اور اوس دن سے لہو لعب چھوڑکر مخصوص بندگان الٰہی سے ہوگئے۔

بیان اقسم متعلق وجوہ و حکمت

اگر یہہ سوال وجہ حکمت سزا کا پوچھنا ہے تو اوسکی ایسی حالت ہے کہ

سزا کے۔

آجکل کے مذاق کے مطابق اوسکے بیان مین زیادہ تطویل کی حاجت نہین ہے۔ مختصر یہہ ہے۔

وجہ اول۔ حق تعالی شر سے رضامند نہین ہے اس لیے سزا ضرور ہے۔

اول حق تعالی نے کوئی چیز بُری پیدا نہین کی اختیار کے بعد اگر سزا نہ مقرر کیجاتی یہہ معنی ہوتے کہ وہ حکیم علی الاطلاق ایسا ہے کہ اوسنے بذریعہ افعال انسانی شر کو پیدا کیا اور اوسکو پسند کیا تعالی شانہ عن ذلک علوا کبیرا۔ یہہ نہین ہوسکتا۔

دوسری وجہ سزا کی ضرورت انسداد و ترقی ہے

دوم۔ حق تعالی نے انسان کے لیے کوئی ذریعہ بہتر سے بہتر بنانے کا بعد دینے اختیار کے کہ وہ سب سے بڑا ذریعہ بہتر بنانے کا تھا اوٹھا نہین رکھا۔ سزا انسداد کا ذریعہ ہے ورنہ نظام عالم مین شر کی حالت ایسی نہ رہتی کہ اوس سے نتائج خیر پیدا ہوسکین سزا مین جن چیزون کا لحاظ رکھا جاتا ہے وہ سب سے مقدم تین ہین۔ اول بدلہ لینا۔ دوسرے مجرم کی ایسی حالت کردینا کہ اوسمین مبتلا ہونا اعادہ سے روک سکے۔ تیسرے اوس اثر کا کھونا جو عامہ خلائق پر اوس جرم کے واقع ہونے سے پیدا ہوا۔ مثلاً ڈکیتی یا قتل مین اگر سزا سخت نہ دیجائے تو وہ امن جو ایک ذریعہ تمکن صدور افعال کا ہے جاتا رہتا ہے اور یہہ مطالب صرف ڈرانے اور باتون سے حاصل نہین ہوسکتے۔ لازم ہوتا ہے کہ مرتکب کو اوس تکلیف مین ڈالکر لوگون کو دکھلایا جائے اور یہہ امر آجکل ایسا بدیہی ہے کہ اوسکی ضرورت سے کوئی شخص انکار نہین کرسکتا۔ سزا سے ضرورت جزا اسلیے مرتفع نہین ہوتی کہ سزا محض انسداد ہے وہ ذریعہ نہین ہے کہ لازمی

افعال حسنہ کے سوا اور افعال حسنہ بہی صادر ہون جسکی شرح باب اول مین کیگئی ہے اگر یہ سوال وجہ سزا کا پوچہنا ہے تو بہی سوال از بدیہیات اور بیفائدہ ہے۔

جواب قاضی صاحب متعلق وجوب عدل کے

جواب قاضی صاحب عدل واجب ہے اوسمین یہہ بات نہین دیکہی جاتی کہ فائدہ مکلف کا ہے یا نہین۔ چنانچہ عقل سلیم نسبت احکام الٰہی کے اور احکام بادشاہ کے نسبت سپاہی کے اسپر گواہی دیتی ہے۔ علاوہ اسکے ضرر عذاب کا بسبب تکلیف کے نہین ہے۔ کیونکہ اس حیثیت سے کہ وہ تکلیف ہے بہتر اور فائدہ مند ہے۔ ضرر رسان نہین کہ بیان اوسکا ہو چکا۔ ورنہ لازم آئیگا کہ مومن مطیع کی تکلیف بہی معجب مضرت ہو۔ بلکہ ضرر بسبب اختیار فسق اور ترک ایمان و اطاعت کے ہوتا ہے۔

اس جواب کی شرح

راقم۔ جناب قاضی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ عدل مین یہہ بات نہین دیکہی جاتی کہ فائدہ مکلف ہے یا نہین" مجہے اس رائے سے اتفاق نہین ہے۔ اسلئے کہ نسبت کفار کے صفت عدل متعلق نہین ہو سکتی۔ کیونکہ عدل مین تین شخص ہوتے ہین ایک ظالم دوسرا مظلوم تیسرا وہ جو ظالم کو جزا سے تولکر برابر کر دے۔ جب کفر کی بحث ہوگی تیسرا نہوگا۔ ذات خداوند عالم اس سے بہت ارفع ہے کہ بمقابلہ کفار کے مدعی بنے اور تیسرے سے فیصلہ کرائے۔ اسلام کی صورت مین عدل متعلق ہوگا۔ اسلئے کہ ظالم کا اوسکی نسبت اوس خیر پہونچانیکا مانع تہا جو اوسکو بسبب اسلام کے پہونچنی چاہیئے تہی۔ پس ہر عدل مین فائدہ مکلف کا ضرور ہے۔ کفار کے اوس معاملہ مین جب دونون فریق کافر ہون نفع عدل کا یہہ ہے کہ پہر اوس سزا کے سزاوار ہون گے جو کفر کی ہے۔ بعد سزائے ظلم

سزاے مزید سے بچ جائینگے چنانچہ بحث رحم مین مفصل بیان کیا گیا ہے۔

راقم کا جواب اور بیان معنی سوال معہ وجہ اہمال سوال

راقم کا جواب ۔ ان الفاظ سے ۔ پس اگر مین نے سجدہ نہ کیا ..... مین نے کچھہ برا نہین کیا تھا صرف یہہ کہا تھا کہ سواے تیرے اور کسیکو سجدہ نکرونگا" ۔ یہہ معنی ظاہر ہین کہ میرا یہہ کہنا بیجا نہ تھا اور مین مستحق سزا نہ تھا ۔ چنانچہ تائید مین معناً کہتا ہے کہ مین تو ایمان لا چکا تھا اور عبادت کرتا تھا ۔ اگر یہہ معنی ہون کہ یہہ فعل اتنی سخت سزا کا مستوجب نہ تھا تو اوسکی بھی گنجایش ہے دونون صورتون مین یہہ سوال وجہ تعذیب کا علی الاطلاق سوال نہین ہے اس سوال مین بھی مثل سوالات گذشتہ کے لغویت شامل ہے اسلیئے کہ شیطان کا یہہ کہنا کہین مذکور نہین ہے کہ مین سواے تیرے دوسرے کو سجدہ نکرونگا بلکہ خداوند عالم نے فرمایا کہ شیطان نے جب سجدہ کرنے سے انکار کیا اوسوقت کہا کہ مین وہ نہین ہون کہ ایسے کو سجدہ کرون جسکو تو نے کالے سڑے ہوے گارہ سے پیدا کیا ۔ صاف معنی یہہ ہین کہ اطاعت سے مطلقاً انکار کیا ۔ ایسا انکار صریحاً بغاوت ہے ۔ چنانچہ افعال مابعد اور قصد اضلال اسکے دلائل روشن ہین ۔ باغی کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہین کہ وہ آیندہ اطاعت کرتا ۔ سجدہ تو بڑی اطاعت ہے ۔ اگر جواب مین عجز شامل ہوتا تو اس کہنے کی گنجایش ہوتی کہ مطلب یہ تھا کہ سواے تیرے اور کسی کو سجدہ نہ کرونگا ۔ اب نہین ہے ۔ اور باغی کا وجہ سزا پوچھنا مہمل ہے ۔ باقی رہا یہہ امر کہ شیطان اختیار بغاوت مین قصوروار نہین تھا ۔ یہہ بھی غلط ہے ۔ اوسکے فعل کے قصور ہونے اور سزاے

سخت کا مستوجب ہونے کے وجوہ یہہ ہین -

وجہ اول - جو حکم بعد اتمام حجت دیا جائے مسلم ہے کہ اوسکی نافرمانی مستوجب پاداش ہے -

(۱) خداوند عالم نے حکم دیکر وجوہ حکم بتلا دئے تھے - ایسی حالت مین باغی معذور نہین ہوسکتا - کیونکہ یہی نہین کہا تھا کہ حضرت آدم مین صرف کالا سڑا ہوا گارہ ہے بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اوسمین میری طرف کی پھونکی ہوئی روح بھی موجود ہے - پس جو روح ایسی ہو بعد حکم عارف کو اوسکی طرف سجدہ کرنا لازم ہوگا - یہین تک اکتفا نہین فرمایا تھا بلکہ اونکا فضل اور علم بھی ظاہر کر دیا تھا - اسپر بھی اکتفا نہین فرمایا تھا - یہہ بھی فرمادیا تھا کہ وہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہین ایسی حکم کی تعمیل نہ کرنا اسلئے قابل سخت پاداش کے تھا کہ جواب نہایت مرتبہ مین غلط تھا اور ایسا عذر تھا جیسے پاجی آدمی شرارت کرنیکی وجہ بیان کرنے مین سخن سازی کیا کرتے ہین -

وجہ دوم - جب حکم دینے والا اللہ ہو اور محکوم بندہ نافرمانی اور سزا مین عظمت پیدا ہوتی ہے

(۲) ہمیشہ مطاع کو مطیع کے اوپر ایک حق حاصل ہوتا ہے کہ بلا بتلائے ہوئے وجہ کے اطاعت کرائے - اور جب وہ مطاع ذات جناب باری تعالی ہو اور مطیع اوسکا ایک مخلوق اس حق مین خود بخود ایک بڑی قوت پیدا ہوتی ہے - عدم اطاعت خداوند عالم کے مقابلہ مین انکار حق عظیم ہے - اور اسلئے مستحق پاداش عظیم -

وجہ سوم - عدم اطاعت توہین ہے - بڑے حاکم کی توہین مستوجب بڑی سزا کی ہے -

(۳) عدم اطاعت توہین ہے اسلئے کہ معنی اوس کے یہہ ہوتے ہین کہ تم مین قابلیت حکم دینے کی نہ تھی اور ہم تمسے بہتر مصلحتون کو سمجھتے ہین - اسکے علاوہ وجہ توہین پیدا ہونے

کی یہہ ہے کہ آخر زبردست حاکم کا تو وہی مقابلہ کریگا جسمین مقابلہ کی طاقت ہو پس اپنی طاقت کا قابل مقابلہ سمجھکر زیادہ سمجھنا دوسرے کی طاقت کا کم سمجھنا ہے۔ ایسا خیال (کوئی شخص شک نہین کرسکتا) کہ قابل سخت سزا کے نہین ہے۔

وجہ چہارم۔ جب حکم بلا واسطہ پہونچے عدم اطاعت سزا مین سختی پیدا کریگا۔

(۴) ان سب وجوہ کی بنا پر سزا دینے مین مبالغہ کرنیکی خاص وجہ یہہ پیدا ہوتی ہے کہ یہہ حکم بلا واسطہ پہونچا تہا اور اسلئے ایسا حکم تہا جسکی صحت مین کوئی شک نہین ہوسکتا تہا۔ اور اسلئے یہہ مقابلہ زیادہ بڑا تہا کہ دو بدو مقابلہ کرتا تہا۔ خداوند عالم نے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ فعل تکبر کا تہا اور شیطان کافر ہوگیا بعض علمار نے فرمایا ہے کہ شیطان پہلے سے کافر تہا بعض نے فرمایا ہے کہ اس فعل کے سبب سے کافر ہوا۔ دونون مین کوئی فرق نہین اسلئے کہ فرشتون کے ہمراہ اور مقام قرب مین ہونا خود دلیل عدم کفر کی ہے۔ پس جو علمار فرماتے ہین کہ وہ پہلے سے کافر تہا معنی اوسکے یہہ ہین کہ جسوقت اوسنے یہ نیت کی تہی کہ مین سجدہ نہ کرونگا کافر ہوچکا تہا اور اظہار انکار مطابق اوس نیت کے بعد کفر تہا سبق کفر اسطرح نکلتا ہے کہ آیہ سورہ اعراف اور آیہ سورۂ بقر مین جو ذکر قصہ سجدہ کا ہے ایک کے معنی یہہ ہین کہ خلق آدم سے پہلے حکم سجدہ دیدیا تہا دوسرے کے یہہ ہین کہ جب ذکر خلافت کیا تب بعد اتمام حجت دوبارہ حکم سجدہ دیا۔ جب دو دفعہ حکم ہو زمانہ فاصل کا وجود لازم آئیگا۔ پس جن علمار کی یہہ رائے ہے کہ دو دفعہ حکم سجدہ ہوا اونکی یہہ رائے ہونی ضرور ہے کہ اول حکم کے بعد جب شیطان نے انکار کی نیت کرلی کافر ہوگیا۔ جب دوسرے حکم کے

بعد مطابق نیت کے انکار کر دیا ظہور کفر کیا اور شیطان پہلے سے کافر تہا۔

جاننا چاہیئے کہ گناہ اور کفر مین ایک فرق ہے کہ گناہ اوسوقت گناہ ہے جب وجوب سے انکار نہو مگر عمل وجوب سے نہ کیا ہو۔ لیکن گناہ اوسوقت کفر ہے جب یقین ہو جائے کہ حکم الٰہی یون ہے مگر وہ حکم غلط ہے۔ اسیواسطے علما قائل ہوے ہین کہ جو شخص نماز نہ پڑہے اور نہ پڑہنے کو یہہ سمجہتا ہو کہ مین بُرا کرتا ہون تو وہ صرف گنہگار ہے۔ اور جو یہہ سمجہے کہ نہ پڑہنا اچہا ہے وہ کافر ہے۔ یقیناً یہ رائے اسقدر صحیح ہے کہ کوئی عاقل اس سے انکار نہین کر سکتا اور اون لوگون کا ارشاد کہ احکام شرعی احکام ظاہری اور قابل ترک ہین یا جواز ترک ہو سکتے ہین بہت بڑے خطرہ سے خالی نہین ہے۔

وجہ پنجم۔ عدم اطاعت کا نتیجہ لازم سزا ہے۔

(۵) سجدہ نشانی اطاعت کی ہے اور اطاعت سے عزت پیدا ہوتی ہے چنانچہ دنیا مین بہی مقربان بارگاہ سلطانی زیادہ مطیع ہوتے ہین اور وہی زیادہ عزت پاتے ہین۔ ذلت نقیض عزت ہے اسلیئے جب کوئی شخص نقیضین مین سے ایک نقیض کو اختیار کرے یقیناً وہ دوسری نقیض سے محروم ہو جائیگا۔ تو حقیقت مین جو سزا شیطان کو دیگئی وہ نتیجہ لازم اوسکے فعل کا تہا جو اوس سے جدا نہین ہو سکتا تہا۔ چنانچہ خداوند عالم نے بہی ارشاد فرمایا ہے کہ تو بہی ذلیلونکا ایک ذلیل ہے بہشت سے نکل باہر ہو۔ اس صورت مین یہہ سوال اسلیئے بہی مہمل ہے کہ مثال اوسکی ایسی ہے کہ جیسے کوئی سوال کرے کہ مین نے جمال گوبے کہائے تہے دست کیون آنے لگے۔

اس سوال کی خاص مضرتون

یہان مجہکو علامہ شہرستانی کا وہ قول یاد آتا ہے کہ شبہات شیطان نے

کا بیان۔ طرح طرح کے ضرر پیدا کئے۔ چنانچہ اس شبہہ نے بھی وہ ضرر پہونچایا ہے جسکے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔

پہلا ضرر کہ شیطان بڑا عارف سمجھا جاتا ہے۔

پہلے خیال کرنا چاہیئے کہ فعل شیطان مقابلہ صریح اور کفر عظیم تہا کیونکہ آخر زبردست حاکم کا تو وہی مقابلہ کریگا جسمین مقابلہ کی طاقت ہوگی اگر شیطان ایسا احمق تہا کہ بغیر طاقت کے مقابلہ کرتا تہا تو ایسے احمق کی بات قابل توجہ کے نہین ہوسکتی۔ اگر سمجھا تہا کہ طاقت مقابلہ کی ہے تو بھی حماقت محض تہی۔ خالق کے مقابلہ مین مخلوق کی کیا طاقت۔ لیکن ایسا سمجھنا اپنے آپ کو خدا کا مدمقابل سمجھنا ہے اور یہہ دعوی خدائی ہوا۔ یہہ دعوے یقیناً آخر مرتبہ کفر کا ہے۔ لیکن بعض حضرات اس آخر حد کفر کو کمال عرفان سمجھتے ہین۔ اور حضرت شیطان کو سید العارفین۔ یہہ ضرر عظیم ہے مناسب ہے کہ مین یہان حقیقی سید العارفین کا ذکر کرون جنکی جانب تمام اولیاء اللہ کا سلسلہ بالاتفاق منتہی ہوتا ہے وہ ذات بے مثل و نظیر جناب امیر (علی بن ابیطالب) صلوٰۃ اللہ علیہ کی ہے اونکے عرفان کا یہہ حال تہا کہ جب وقت نماز آتا تہا ہاتہہ پانون مین رعشہ پڑجاتا تہا اور وہ بدن جو پہلوانون کو مثل چینٹی کے مار ڈالنے کا زور رکہتا تہا۔ اور در قلعہ خیبر سی بہاری اور سخت چیز کو اوکہاڑ ڈالنے کی طاقت رکہتا تہا موم کی مثال ہوجاتا تہا۔ چنانچہ وہ روایت مشہور ہے کہ آنجناب کے پاؤن مین ایک تیر کسی لڑائی مین لگا اور ٹخنے کی ہڈی مین سے نکل کر رہ گیا اوسکے نکالنے مین آنجناب (روحی فداہ) کو ایسا الم ہوتا تہا کہ لوگ سمجھتے تہے کہ تحمل سے زیادہ ایذا ہوگی جسوقت وہ جناب مقدس نماز کو کہڑے ہوئے وہ تیر نکال لیا

گیا اور اسطرح نکلا کہ خبر بہی نہین ہوی - وجہ یہ تہی کہ بدن اور بدن کی ہڈیان خوف الٰہی سے مثل موم کے نرم ہوگئی تہین - یہہ مرتبہ عرفان کا ہے - یہہ عرفان نہین ہے کہ مزے مین پڑے رہے اور جو چاہا کیا - **توضیح** - میری مجال نہین ہے کہ ایسے سرشار کے سلسلہ والون کو برا کہون - اعتراض اون لوگون کے متعلق ہے جو جوش عرفان مین اپنی سیدکی راہ سے جدا ہو جاتے ہین -

دوسرا ضرر قیاس مذموم کا پیدا ہونا -

ایک ضرر عظیم یہہ ہے کہ اس استحسان سے قیاس مذموم پیدا ہوا ہے جسکی مثال خود یہی بحث ہے یعنی آدمی کی طرف سجدہ کرنا گناہ عظیم ہے جو سجدہ نہ کرے مستحق ثواب ہے - پس فرض کر لیا گیا کہ شیطان کا سجدہ نہ کرنا بہی مستحق ثواب تہا - غلطی قیاس کی یہہ ہے کہ عموماً سجدہ نہ کرنا (آدمی کو) مطابق حکم کے ہے جسکی تعمیل نے ثواب پیدا کیا - شیطان کا انکار خلاف حکم کے ہے جسنے عذاب پیدا کیا - ہمکو جو سوائے اللہ تعالیٰ کے سجدہ کی ممانعت ہے بڑی وجہ اوسکی یہہ ہے کہ مابین ہمارے اور خدا کے کوئی ہم سے بہتر نہین ہے - اگر ہم دوسرے کو سجدہ کرین معنی یہہ ہوتے ہین کہ ایکطرف ہم انعام الٰہی کا انکار کرتے ہین دوسری طرف ایسا فعل کرتے ہین جس سے شبہہ ہو کہ ہم دوسرے کو خدا جانتے ہین - مابین شیطان اور خدا کے ایک دوسرا بہتر موجود تہا - اگر خداوند عالم کسی کو ہمسے بہتر بناتا اور یہہ حکم دیتا کہ تم اسے سجدہ کرو اور وجہ اوسکی صرف یہہ ہوتی کہ وہ تمسے بہتر ہے تو شبہہ دوسرے کے خدا ماننے کا جاتا رہتا اور سجدہ جائز ہو جاتا - اور جب حکم دیا جاتا واجب ہو جاتا جسکا ترک مستوجب عقاب ہوتا - پس جہان قیاس مذکور کو کام فرمایا گیا ہے اسبات سے بہی غفلت

کیگئی ہے کہ حکم سجدہ شیطان کے لئے بنا بر تکمیل عرفان کمال قدرت کے تہا۔ ہمارے لئے سجدہ کا حکم اس بنا پر نہین ہے۔ اسی قیاس سے وہ سارے قیاسات پیدا ہوے ہین جو حکم کی عظمت و مصلحت ترک کرنیکے بعد کئے جاتے ہین۔ یہانتک اس قیاس نے وسعت پیدا کی ہے کہ اگر آجکل کے قیاسات کو دیکہا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ اوسی کی وجہ سے تمام افعال تعبدی معطل اور بیکار ہو گئے ہین اور ایک مادہ سرکشی کا پیدا ہوا ہے جسکے ضرر بہت ہی بڑے ہین اونکی تفصیل اپنے مقام پر بیان کیجائیگی۔

دفع دخل اسبات کا کہ شیطان کا وجود جب حکمت ہو سزا غلط ہوگی۔

اس سوال کے سبب سے یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ فعل شیطان ذریعۂ وجود مین آنے اون حکمتون کا تہا جنکے لئے وہ پیدا کیا گیا تہا اسلئے قابل سزا نہ تہا۔ یہہ غلط ہے۔ اسلئے کہ افعال کا مدار نیت پر ہے۔ شیطان کی نیت اضلال کی تہی۔ حکمت الٰہی سے کہ اوسکو بہی کام کا بنا لیا نیت شیطان کو کچہہ تعلق نہین ہے۔

پانچوان سوال

پانچوان سوال

بعد مردود کرنیکے جنت مین کیون جانے دیا کہ مین آدم کو کیون کہلا سکا۔

جبکہ مجکو پیدا کیا اور تکلیف طاعت کی عموماً و خصوصاً فرمائی مگر مین نے اطاعت نہ کی اور مجھے ملعون کرکے نکال دیا تو پہر مجھے اسطرح کیون چہوڑ دیا کہ مین جنت مین جانے پایا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر کیون کہلا دیا اور پہر اونکو بہی جنت سے نکال دیا۔ اگر مین جانے نہ پاتا حضرت آدم ہمیشہ جنت مین رہتے اور مجھسے محفوظ رہتے۔ اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی کا جواب کہ اس طریقہ مین منفعت عظیم شروع ہونے دنیا کی ہے۔

میر سید علی صاحب - فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہ ہے کہ اللہ نے شیطان کو کیون جنت مین جانے دیا۔ اوسنے حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر وہ چیز کہلادی جس سے ممانعت ہوی تھی اور جنت سے نکالے گئے اسمین کیا فائدہ ہے۔ جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ اسمین تو بہت ہی بڑی منفعت ہے کیونکہ اگر حضرت آدم جنت مین ہمیشہ رہتے تو وہی اکیلے رہا کرتے اور اوس مرتبہ مین رہتے جو اول وجود مین حاصل ہوا تھا یہ کمال جو بذریعہ حاصل کرنے دوسری فطرت کے جو پہلی خلقت سے بلند ہے حاصل ہوا ہرگز نہوتا۔ جب وہ زمین پر اوترے اونکی صلب سے اسقدر اولاد پیدا ہوی جنکی گنتی نہین ہوسکتی۔ وہ اولاد اللہ کی عبادت اور اوسکی اطاعت قیامت تک کرینگے اور انمین سے ہر زمانہ کے لوگ اپنے علم و عبادت کی قوت سے جنت مین جائینگے۔ انبیاء کے پیدا ہونیسے اور اولیاء کے جنمین سے ہمارے پیغمبر سید المرسلین صلعم اور اونکی اولاد حضور مین ہے اور تمام انبیاء دیگر کے وجود مین جو فائدہ ہے اوس فائدہ سے کون فائدہ برتر اور بہتر ہوسکتا ہے۔ ضرور حضرت آدم کے زمین پر تشریف لانے سے دنیا شروع ہوی اور وہ وقت شروع ہوا کہ درجہ برگزیدگی کا حاصل کرین اور یہ بڑی حکمت اور بڑی نیکی ہے۔

قاضی صاحب کا جواب کہ مصلحت حضرت آدمؑ کا مرتبہ بلند پر پہونچانا ہے۔

قاضی صاحب کا جواب مصلحت اس بات کی کہ اللہ تعالی نے شیطان کو جنت مین جانے دیا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالنے دیا یہہ تھی کہ حضرت آدم اور حوا اوس سے مجاہدہ اور مقابلہ کرین اور اوس ذریعہ سے مرتبہ

عالی پر پہنچین۔ چنانچہ حضرت آدم اور حوا ہمیشہ شیطان سے بچتے رہے تھے اور مخالفت کرتے تھے یہانتک کہ شیطان نے بہیس بدلا اور دوسرے روپ مین آکر جھوٹی قسم کہائی اور اون دونون بزرگون کو مبتلا ارتکاب ترک اولے کردیا۔

راقم کا جواب کہ وکنا خلاف مقصود تہا۔

راقم کا جواب اس مین وجہ اعتراض کا بیان یہہ ہے کہ اگر جنت مین جانے نہ پاتا حضرت آدم ہمیشہ جنت مین رہتے اور مجہہ سے محفوظ رہتے اگر یہی وجہ اعتراض کی ہے تو جواب اوسکا اجو بہ سابقہ مین بیان ہولیا یعنی وہ خلیفۃ اللہ زمین پر جانیکے لئے خلق ہوے تھے اس سامان کے بعد جانا بنظر تکمیل کار خلافت بہی اور بنظر حضرت آدم بہی اور بنظر بنی آدم بہی اور نیز بنظر حکمت عالم بہی ضروری تہا۔ اور بنظر اون ترقیون کے جو انسان کو دینی تہین ضرور تر تہا۔ پس جسقدر حکمتین ترقی انسان اور وجود شیطان کی بیان کی گئی ہین وہ سب یہان متعلق ہین۔ شیطان کا جنت مین جانے دینا مطابق اون حکمتون کے شروع عمل تہا اور ضروری اور لازم اور محفوظ رکہنا خلاف مقصود۔ اس صورت مین یہہ سوال بہی عادۃً بیفائدہ ہے۔

بیان ایک اشکال کا جو اس سوال مین پیدا کیا گیا ہے کہ ایک طرف عہد لیا دوسری طرف سامان عہد شکنی کیا۔

فی الحال اس سوال مین اور شاخین لگائی جاتی ہین اور یون اعتراض کیا جاتا ہے کہ حق تعالی نے ایکطرف حضرت آدم کو درخت گندم کے کہانیسے ممانعت کرکے عہد لیا دوسری طرف شیطان کو جنت مین پہونچنے سے نہ روکا یہہ قابل اعتراض ہے جسکی مثال یہہ ہے کہ چور سے کہے چوری کر سیاہ سے کہے جاگتا رہ۔

جواب کہ خدا نے سامان عہد شکنی نہین کیا۔

جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ مثال اس جگہہ دینا قیاس کی غلطی ہے وہ غلطی یہہ ہے کہ عہد لینا اور ممانعت حضرت آدم کو کمال مصلحت اور کمال شفقت پر مبنی تہا جسکا بیان باب سوم مین کیا گیا۔ جو لوگ اس مثل پر عمل کرتے ہین سادہ کے جاگتے رہنے کی نصیحت اسلئے کرتے ہین کہ اونکے اوپر اعتماد پیدا ہو اور بسبب اعتماد کے الزام آیندہ سے محفوظ رہین۔ یعنی وہ فعل بد کے اخفا کی تدبیر ہے یہ حقیقت مین شفقت اور بہلائی ہے۔ باقی رہا چوری سے کہنا چوری کر حق تعالی نے ہرگز ایسی صلاح شیطان کو نہین دی۔ یہانتک کہ جب اوسنے قصد اضلال کو ظاہر کیا اوسپر ضامندی بہی ظاہر نہین فرمائی بلکہ فرمایا کہ جو جو تیری پیروی کریگا ہم بلاشبہہ اوسے جہنم کو بہر دینگے۔ باقی رہا ایسی تدبیر کا ترک کرنا کہ شیطان کے اضلال کو معدوم کیا جاتا وہ ترک اسلئے کیا گیا کہ اضلال مین بڑی مصلحت تہی جسکا بیان جواب سوال اول مین مختصراً اور ابواب سابق مین بسط کے ساتہہ مذکور ہے جسمین سب سے بڑی بات یہہ ہے کہ نیکی نیکی نہوتی اگر بدی نہ ہوتی۔

بیان اسکا کہ قاعدہ ترک فعل کے گناہ ہونیکا حق تعالے کے افعال متعلق نہین ہوسکتا۔

یہہ سوال آج کل اسلئے مشکل معلوم ہوتا ہے کہ جیسا فعل جرم سمجہا جاتا ہے ویسا ہی ترک فعل بہی جرم جانا جاتا ہے حالانکہ ترک فعل اوسوقت جرم ہوتا ہے جب فعل واجب ہو۔ جیسے پولس کے لئے مجرم کا گرفتار کرنا۔ ہر ترک جرم نہین ہوتا۔ اس بحث مین خود بخود یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ حق تعالی نے جو شیطان کو جنت مین جانے سے روکنے کا فعل ترک کیا وہ فعل اور روکنا

واجب تہا۔ حالانکہ ہرگز واجب نہ تہا پس اول وجوب ثابت کرنا چاہیئے تب ترک پر اعتراض کرنا چاہیئے۔ علاوہ برآن وجوب الٰہی اور وجوب عباد مین ایک فرق ہے اوسکو بہی ملحوظ رکہنا چاہیئے۔ وجوب الٰہی اس معنی مین واجب ہے کہ حق تعالی سے کوئی فعل خلاف مصلحت اور حکمت کے صادر ہونیکا امکان نہین ہے۔ انسان پر وجوب بذریعہ قاعدہ کے ہوتا ہے جو دوسرے نے مقرر کیا تہا مسلم ہے کہ ہر قاعدہ متعلق نظم اپنے جملہ افراد کے لئے بہتر سے بہتر نہین ہوتا۔ کیونکہ اچہے سے اچہے قاعدہ سے بہی ناانصافی لازم آتی ہے۔ پس فرق یہ ہے کہ قاعدہ الٰہی کا معیار مصلحت ہے قاعدہ انسانی کا معیار قاعدہ ہے خواہ مصلحت ہو یا نہو۔ اس اصول سے لازم آئیگا کہ جو کچہہ حق تعالی نے کیا خواہ وہ ترک ہو یا فعل وہی واجب تہا اور اسلئے اوس کے افعال کے متعلق کسی ترک کو خلاف وجوب کہنے کا امکان نہین ہے۔

ترک ممانعت دخول جنت کا ہم جنت کے محافظون کا تہا نہ حق تعالی کا۔

اگر ان سب امور سے بہی قطع نظر کر لیجائے تو یہہ امر غور کے قابل ہوگا کہ شیطان جنت مین کیونکر جانے پایا۔ قرآن مجید مین اسکا ذکر نہین ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے اپنا بہیس بدلا اور ایسی صورت بنائی کہ حضرت آدم نہ پہچان سکے کہ یہی شیطان ہے۔ اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاؤس جنت کے منہہ مین چہپکر گیا تہا۔ پس روکنے کے فعل کا ترک کرنا متعلق اون فرشتون کے ہوا جنکا روکنے کے لئے متعین ہونا خیال کیا جا سکتا ہے۔ پس اس صورت مین ترک فعل متعلق ذات الٰہی کے نہوا اور فرشتون نے نہین روکا۔ اونکے لئے اسلئے جرم نہوا کہ وہ

دہوکے مین تھے - اس صورت مین صرف یہہ امر باقی رہگیا کہ خداوند عالم نے مطابق اپنے علم غیب کے کیون نہین عمل کیا - علم غیب کے مطابق ہر جزی فعل کی نسبت عمل کرنا خلاف حکمت ہے اس لئے کہ اوس صورت مین علم علت افعال مخلوق ہو جائے گا اور مخلوق بری الذمہ ہو جائے گی - مآل جسکا یہ ہے کہ یہ عالم عالم ہو - نہ نظام نظام موجودہ خلاصہ اس تقریر کا یہہ ہے کہ جو افعال متعلق اضلال یا تمکن اضلال واقع ہوئے وہ افعال الٰہی نہ تھے - افعال شیطان یا فرشتگان یا بنی آدم کے تھے پس ایسے امور کو افعال الٰہی کے اعتراض مین پیش کرنا غلط محض ہے -

بیان مصالح دخول شیطان کا جنت مین عام فہم طرح سے

یہہ جواب عوام کے سمجھنے کے قابل نہین ہے لیکن اعتراض زبان زد عوام ہے اسلئے مناسب ہے کہ ایسی تقریر بیان کیجائے کہ عوام کے مذاق کے مطابق ہو -

نہ روکنا خدا کا فعل نہ تھا اگر یہ بات خیال مین نہین آسکتی اور اسے خدا ہی کا فعل جانتے ہو تو جاننا چاہیئے کہ یہہ مصلحت کہ حضرت آدم دنیا مین آئین اونسے اولاد پیدا ہو جنمین انبیاء اور اولیاء ہون اتنی بڑی مصلحت ہے کہ اوسکے لئے شیطان کو جنت مین جانے دینا برا نہین ہو سکتا ایسی ہی تدبیر ہے جیسے دواؤن مین ضرورت ہوتی ہے کہ اونکو آگ پر کھکر اوبالتے ہین اونکو کوٹ پیسکر اعلیٰ درجہ کا بنا لیتے ہین - یہہ اعتراض کہ پھول آنچ پر رکھنے سے تکلیف مین پڑے - اونکی صورت بگڑ گئی دوا ہو کر اونکی لطافت جاتی رہی - غلط ہے - اسلئے کہ وہ صورت اور نوعیت طریقہ وجود مین آنیکا تھا یہہ حالت کام مین آنیکی ہے وہانتک فوائد چھوٹے

اور اور طرح کے تھے اوسوقت سے اور طرح کے اور زیادہ عمدہ شروع ہوتے ہین - پس آنچ پر
رکھنا پھولون کا جسطرح قابل اعتراض نہین حضرت آدم کے لئے ذرائع امتحان مین ڈالنے
کی تدبیر کرنی بھی قابل اعتراض نہین - تھوڑی سی سمجھ کا فرق ہے - ظاہر ہے کہ تغیر فائدہ
کے لئے شروع ہوا تھا اور تغیر متعلق روحانی قوتون اور روح کے بدون شیطان کے شروع
نہین ہوسکتا تھا اسلئے شیطان کو جنت مین جانیکی ممانعت نہین کیگئی کیا آپ نہین دیکھتے کہ
جب روٹی پکاتے ہین آگ ڈھونڈھ کر لاتے ہین کوشش سے پیدا کرتے ہین - عداوت
کی آگ حضرت آدم سے شیطان کے دل مین تھی اور وہ تلاش کرتا تھا کہ کسی طرح آدم اور اولاد
آدم کو جنکے بہکانے کا اوسنے بیڑہ اوٹھایا تھا ذریعہ ملے - اس مصلحت سے خداوند عالم نے
اوسے روکا نہین اور یہ برا نہ تھا کیونکہ ایکطرف یہ فوائد تھے دوسری طرف یہ بات تھی کہ اگر روک
دیا جاتا تو مار ہی کیون نہ ڈالا جاتا - دونون مین یعنی روکنے اور مار ڈالنے مین یہ برائی تھی کہ شیطان
نے بعد اس سزا کے بھی غرور کیا تھا - کہ مین سبکو بہکاؤنگا یعنی تو تو اچھائی کے لئے دنیا بناتا
ہے مین تیری تدبیر توڑون گا - مخلوق کو تجھ سے پھیر کر برا کر دونگا - اگر خداوند عالم اسکو جائز
نہ رکھتا عجز تھا یعنی تدبیر کا مقابلہ تدبیر سے نہ تھا اسلئے خدا نے شیطان کو نہ مارا نہ اوسکی تدبیر
روکنے کا سامان پیدا کیا تاکہ ظاہر ہو کہ ہم مین یہ قوت ہے کہ تمہاری برائی کو بھلائی مین بدل
دینگے اگر ایسا نہ ہوتا شیطان کا غرور نہ ٹوٹتا - دیکھئے اس فعل مین کیسی مصلحت ہے اللہ تعالی
کی نسبت یہ اعتراض اسلئے زور کا معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر یہ تدبیر بری معلوم ہوتی ہے -
حقیقت مین بری نہین مسلم ہے کہ مکر جسوقت ضرورت کے لئے کیا جائے وہ اچھی چیز ہے

چنانچہ لڑائی جب ہوتی ہے مکر کیا جاتا ہے اَلْحَرْبُ خِدْعَۃٌ مشہور ہے یہہ خدعہ بُرا نہین ہے اسلئے کہ بغیر اپنے آدمیون کے مارے جانیکے فتح کا ذریعہ ہوتا ہے اور بہت بڑی بھلائی پیدا ہوتی ہے جب مکر تک جائز ہو جو فعل ہے یہہ جانے دینا کہ ترک فعل مطابق مصلحت کے ہے ضرور جائز ہوگا۔ آپ روز پولیس والون کو دیکھتے ہین کہ مجرمون سے اندرونی میل کرکے وعدے کرتے ہین جو جھوٹے ہوتے ہین یہہ فعل اسلئے جائز کہا جاتا ہے کہ وہی فعل مجرم کے سزا پانے کا باعث ہوتا ہے اور اوس سے چوریون اور دیگر افعال بد کی روک ہوتی ہے۔ مجسٹریٹون کو آپ ملاحظہ فرمایئے کہ اس عہد توڑنیکا کہ مجرم سارا حال کہدے اور شرکا کے نام بتلادے اوسکا قصور معاف کردیتے ہین۔ اس افشار کا جو بدعہدی ہے یہہ انعام ہوتا ہے کہ بدعہد پھانسی اور حبس دوام سے نجات پاجاتے ہین۔ آپ ملاحظہ فرمایئے کہ کوئی شخص اگر صلاح کرے کہ کسی بادشاہ کو ہلاک کرون اور صلاح کرنے والے قسم سے سخت عہد کرلین کہ راز افشا نکرینگے مگر کوئی انہین سے اس بات کی توفیق پائے کہ اس راز کو کھول دے تو کوئی اوسے بُرا نہ کہیگا بلکہ انعام دیگا نقض عہد بُرا معلوم ہوتا ہے یہان ہرگز بُرا نہین۔ اسلئے کہ عہد مبنی بر شر تھا۔

چھٹا سوال

چھٹا سوال

شیطان کو اولاد آدم پر اسطرح کیون مسلط کیا کہ وہ شیطان کو نہین دیکھ سکتے۔

جبکہ مجکو پیدا کیا اور ہدایت کی عموماً اور سجدہ آدم کی خصوصاً تکلیف دی اور نافرمانی پر نکال دیا اور پھر جنت مین جانے دیا اوسوقت مجھ مین اور حضرت آدم مین دشمنی تھی۔ پس مجھکو اونکی اولاد پر کیون مسلط فرمایا۔ اور وہ بھی

اسطرح کہ مین اونہین دیکھتا ہون وہ مجھے نہین دیکھتے - میرا وسوسہ اونمین اثر کرتا ہے اونکی قدرت وقوت واستطاعت مجھہ مین اثر نہین کرتی - آمین کیا حکمت ہے - کیونکہ اگر وہ مطیع اور فرمانبردار پیدا ہوتے کوئی اونکا دہوکے دینے والا نہوتا - پاک زندگانی عبادت واطاعت کے ساتھہ بسر کرتے - زیادہ بہتر اور شایان حکمت تہا -

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ ضرورت نظم اسکا باعث ہے اور حدیث قدسی کا بیان

میر سید علی صاحب - فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ باوجود اسکے کہ شیطان اولاد آدم کا دشمن سخت ہے اوسکو اسطرح کیون غلبہ دیا کہ وہ اونکو دیکھتا ہے اور ذریت آدم اوسکو نہین دیکھتی - اور جواب دیتے ہین کہ نفوس آدمیون کے جب پیدا ہوتے ہین ضعیف اور کمزور ہوتے ہین - ضرور بعضون مین مادہ نیکی کرنیکا اور افعال کی روشنی مین آنیکا زیادہ ہوتا ہے - بعضون مین مادہ بدی اور خواہشہاے نفسانی پر عمل کرنیکا زیادہ ہوتا ہے - پس اگر اغوا اور بہکانا نہوتا تو نفوس جیسے پیدا ہوتے ویسے ہی الگ الگ رہجایا کرتے پہر ترکیب کیسے ہوتی - اس مادہ مین مٹی بہی تو شامل ہے جو خواہشونکی طرف لیجاتی ہے - پس دنیا مین بدی اور نیکی جو دونون مین ملی ہوی ہین اگر نہوتین دنیا نہوتی چنانچہ حدیث قدسی مین وارد ہوا ہے کہ معصیت آدم کو ہمنے سبب دنیا کے پیدا کرنیکا گردانا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالی تمکو اوٹہا لیتا اور تمہاری جگہہ دوسری دنیا پیدا کرتا -

راقم کی شرح حدیث قدسی کے متعلق

راقم - اس جواب مین صرف اسبات کی شرح کرنیکی ضرورت ہے

کہ مقصود حدیث قدسی کا یہ نہین ہے کہ اللہ تعالی کو گناہ عباد اسقدر پسند ہے کہ اگر ہم گناہ نکرتے مستوجب سزا سے موت ہوتے بلکہ مقصود یہہ ہے کہ یہہ عالم چونکہ ترقیگاہ ہے جو بذریعہ اختیار دیجاتی ہے اگر اوسمین اضداد شامل نہوتے تو عالم اس ترکیب کا نہوتا۔ چونکہ اضداد مرکب کا قیام بذریعہ اضداد ہے جب کوئی ضد نکل جاتی خود بخود فنا ہونا لازم آجاتا۔ چونکہ گناہ اور ثواب اضداد ہین جب ایک ضد اسمین سے بہی نکل جاتی فنا لازم آجاتا جیسے گورکدہند مین سے ایک جزو نکال لینے سے سارا گورکدہند اکہل جاتا ہے۔

قاضی صاحب کا جواب کہ جواب پہلے بیان ہولیا برا ہونا ذریعہ ظہور صفت غفاری ہے

قاضی صاحب۔ فرماتے ہین جواب اس سوال کا وہی ہے جو پانچوین سوال بلکہ پہلے سوال کے جواب مین بہی بیان ہوا۔ صرف اس اعتراض کا جواب دینا باقی ہے کہ اسمین کیا حکمت ہے کہ انسان کو اوس فطرہ صحیحہ پر جسپر پیدا کیا تہا نہ رہنے دیا۔ وہ یہ ہے کہ اگر شیطان کے وسوسے آدمی مین نہوتے تو نیک و بد کا ظہور نہوتا۔ جب یہہ ظہور نہوتا اللہ تعالی کی صفت عفو و غفران کا ظہور نہوتا کہ یہ دونون صفتین بڑے کمال کی صفتین ہین۔

راقم کی شرح کہ ظہور صفت غفاری حلت برا کر دینی کی نہین ہے

راقم۔ اگر اس جواب کے یہ معنی ہین کہ نیک و بد کا ظہور اظہار صفت عفو و غفران کی نظر سے کیا گیا تو اس سے مجہے اتفاق نہین ہے بیان اسکا باب چہارم مین کیا گیا ہے کہ اگر بعد دینے اختیار کے خداوند عالم مغفرت کرنا اختیار نفرماتا تو کوئی الزام نہ تہا اسلئے صفت عفو و غفران ابتدائی ہے۔

شرح سوال۔

جواب راقم۔ یہ سوال دو امر کا استفسار ہے اور ایک دفع دخل مقدر ہے

پہلا جزو سوال کا یہہ ہے کہ اولاد آدم پر مجھے باوجود علم اسبات کے کہ مین اونکے باپ کا دشمن ہون کیون مسلط کیا۔ دوسرا جزو سوال کا یہہ ہے کہ اس طرح کیون مسلط کیا کہ وہ مجھے نہین دیکھہ سکتے ہین اونہین دیکھہ سکتا ہون۔ یہہ بڑی سختی ہے۔ **دفع دخل مقدر** یہہ ہے کہ جواب ان دونون اعتراض کا اوسنے یہ فرض کیا ہے کہ دفع شر نہ کرنا موجب نظام عالم کا ہوگا اوسکا یہہ جواب دیتا ہے کہ اگر انسان مطیع ہوتے زیادہ بہتر اور شایان حکمت نظام تہا۔

توضیح۔ سوالات ماضیہ مخصوص اپنے اور حضرت آدم کے تہے۔ یہہ سوال اور ساتوان متعلق اپنے اور اولاد آدم کے شیطان نے کئے ہین۔

جواب اسکا کہ شیطان کو اللہ نے بنی آدم پر کیون مسلط کیا۔

جواب جزو اول کا یہہ ہے کہ حق تعالی نے شیطان کو بنی نوع انسان پر مسلط نہین کیا۔ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ بعد مردود ہونیکے شیطان نے مہلت مانگی کہ مجھے قیامت تک زندہ رہنے دے۔ اور جب ملی تو ظاہر کیا کہ مین جملہ بنی نوع انسان کو باستثناء اون لوگون کے جو تیرے خاص بندے ہین ضرور گمراہ کرونگا۔ حق تعالی نے ارشاد فرمایا کہ جو تیری طاعت کریگا۔ اون سب سے جہنم کو بہر دونگا۔ اس سے ہرگز یہہ نہین نکلتا کہ اللہ تعالی نے شیطان کو مسلط فرمایا ہے۔ بلکہ یہہ فعل بہی کہ مسلط ہوگیا خود شیطان کا ہے جسکا تمکن اوسکو اپنی نوعیت کی وجہ سے ہوا اپنے فعل سے حق تعالی پر اعتراض کرنا شرارت محض ہے۔ شبہہ نہو کہ بعض ادعیہ مین ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالی نے شیطان کو مسلط فرمایا ہے اسلئے کہ مقام دعا مقام بیان حقیقت نہین ہے۔ چونکہ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ بازگشت جملہ امور کی

ہماری طرف ہے اسلئے وقت دعا ہر خیر کا بلا بیان وجوہ و طرق اوسکی طرف نسبت کرنا بہتر ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف اظہار و اعتراف کمال قدرت ہے دوسری طرف اپنی ہر طرح مجبوری کا اظہار۔ جو دعا کے لئے ضروری ہے۔ یہی معنی آیہ سورۂ مریم کے ہین۔ اگر یہہ اعتراض مہلت دینے پر ہے تو جواب اسکا باب سوم مین ذکر کیا گیا ہے۔ مختصر یہہ ہے کہ جب وجود شیطان مبنی بر مصالح ہے بقاء مصالح لازم ہے۔ اور یہہ اعتراض بھی ہو گا ہے۔

جواب اسکا کہ اسطرح کیون مسلط کیا کہ وہ دکھلائی نہین دیتا۔

جواب جزو دوم۔ یہہ امر کہ شیطان اسطرح کیون مسلط ہے کہ انسان اوسے نہین دیکھہ سکتے جواب اوسکا کئی طریقہ سے دیا جا سکتا ہے۔

وجہ اول کہ قلب ماہیت کرنی پڑتی۔

(۱) یہہ کہ شیطان اگر اسطرح مسلط کیا جاتا کہ انسان اوسے دیکھہ سکتے اوسکی نوعیت و ماہیت بدلنی پڑتی یعنی اوسے دیکھنے کے قابل بنانا پڑتا۔ پس یہہ جزو سوال کا بھی مہمل ہے۔ اسلئے کہ جو مخلوق قابل رویت نہین اگر یہہ سوال کرے کہ مجھے دکھلانیکے قابل کیون نہین بنایا تو معنی یہ ہین کہ آدمی سوال کرے کہ مجھے پر کیون نہین دیے یا سانپ سوال کرے کہ مجھے پانون کیون نہین دیے پس یہ سوال لغو ہے اسلیئے کہ متعلق قلب ماہیت کے ہے۔

وجہ دوم۔ کہ وہ دشمن روح کا نہونا

(۲) اول بموجب ارشاد الٰہی کے انسان دو چیزون سے مرکب ہے جسم و روح۔ یعنی اوسمین وہ چیز بھی ہے جو کرۂ ارض سے لیگئی ہے اور وہ بھی جو عالم بالا سے لیگئی ہے جسم کے دشمن یعنی باعث ترقی ارضیات ہو سکتے ہین۔ روح کا دشمن یعنی باعث ترقی کرۂ ارض مین سے نہین ہو سکتا ورنہ ارضیات مین سے ہوتا اور روح کا دشمن نہونا اور

مرئیات مین سے نہین ہوسکتا پس یہہ لازمہ اوس ترکیب کا ہے جو ذریعہ ترقی وجود انسانی ہے - یہہ بیان ہوچکا ہے کہ ذریعہ ترقی ہر جزو کا اور ہر خاصہ کا موجود کرنا چاہیئے ورنہ جس جزو کا نہوگا بلا اسباب ترقی رہیگا - باقی رہا یہہ امر کہ افعال روح علیحدہ کیا ہین اور افعال جسم علیحدہ کیا ہین بتلانے چاہیئین - تاکہ دونون کے وجود مین لانیکا نفع ظاہر ہوجائے - پس جاننا چاہیے کہ روح وجسم انسانی مین ایسی ترکیب واقع کی گئی ہے کہ ایک کے افعال دوسرے پر موقوف ہین - اسلیئے جدا کرکے بتلانا کہ یہہ فعل روح کا ہے یہہ جسم کا دشوار ہے تاہم افعال انسانی دو قسم پر اسطرح منقسم ہوسکتے ہین کہ ایک قسم وہ ہے جسمین نفع روح کا مقدم ہے اور نفع جسمانی بالتبع ہے - دوسری قسم وہ ہے جسمین نفع جسم کا مقدم ہے اور نفع روح کا بالتبع ہے مثلاً علم کا - عرفان ذات الٰہی کا - یہہ ایسے منافع ہین جسمین روح کا نفع مقدم ہے مثلاً کھانا پینا اور دیگر خواہشون کا بطریق جائز برلانا یہہ ایسے منافع ہین جنمین نفع جسم کا مقدم ہے - جب یہہ تقسیم ہوجائے تو جاننا چاہیئے کہ اگر دشمن روح کا نہوتا وہ افعال روحانی جو یقیناً افعال متعلق جسم سے بہتر اور برتر ہین اونکا ذریعہ ترقی معدوم رہتا - اگر یہہ تقسیم نہ مانی جائے تو ہم کہینگے کہ تقسیم الٰہی یہہ ہے کہ انسان روح وجسم سے مرکب ہے - فلاسفہ نے اسمین طباعی فرمائی ہے اور جو خواص اس ترکیب سے پیدا ہوئے ہین اونکو جدا کیا ہے - مثلاً عقل وطبیعت وغیرہ - جب عقل روح مین شامل ہو ظاہر کام اور جدا کرکے کام روح کا یہہ ہے کہ وہ جسمانی خواہشون کی حاکم ہے - اور معنی یہہ ہین کہ روح حاکم ہے جسم محکوم - پس حاکم کے لئے دشمن نہوتا اور محکوم کے لئے ہونا صریحاً اون تدابیر کا ناقص رکھنا ہے جو انسان کے مراتب اعلیٰ پر فائز کرنے کے لئے ایجاد کئے گئے ہین -

یہان یہہ شبہہ ہوگا کہ حکومت عقل کی اگر بغیر دشمن کے کہی جاتی نافع تہی لیکن غلط ہے۔ اسلئے کہ ذریعہ ترقی استعمال اضداد و مشق ہے۔ اگر حکومت عقل کی بغیر ضد کے ہوتی وہ تنزل کی طرف منجر ہوتی جیسے ہاتہہ اوپر اوٹہائے رہنے سے بیکار ہوجاتا ہے خصوصًا اوسوقت جب خواہشون مین زور نہ رہتا۔ علاوہ بران عقل کامل کی حکومت نافع ہوسکتی ہے عقل کامل کا وجود بجز استثنائے صورتون کے یعنی اہل دنیا مین نہین ہے ورنہ ترقی حد کمال پر پہونچ چکی ہوتی۔ عقل ناقص کی حکومت نقصان پر قائم کردینا اور اوس مین محدود کرنا ہوتا اور یہ برا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ ایسی عقل کیون ہے۔ اوسکا جواب ابواب سابقہ مین خصوصًا باب دوم مین دیا گیا ہے ضرورت اعادہ نہین۔

وجہ سوم کہ اقتدار مخفی کا اظہار مصلحت نہین۔

(۳) توفیق و عدم توفیق دو جدا چیزین ہین اگر شیطان نہوتا توفیق بلا ضرورت ہوجاتی۔ جب دونون نہوتین اقتدار مخفی اللہ تعالی کا بشر سے اوٹہہ جاتا۔ جو چیزین مصالح کی بنا پر مخفی ہین کیسے ظاہر کردیجا سکتی ہین۔

وجہ چہارم۔ اگر شیطان دکہلائی دیتا آدمی کا اختیار سلب ہوجاتا۔

(۴) اگر شیطان و فرشتگان توفیق دکہلا دیئے جاتے۔ دکہلانا موجب سلب اختیار بشر ہوجاتا۔ وہ وہی حالت ہوتی جیسے آدمی کی شیر کے سامنے ہوتی ہے۔ جب اوسکا سامنا ہوتا ہے آدمی مارے ڈر کے گردن بہی تو نہین ہلا سکتا۔ اگر اب بہی دو آدمی حکم دیکر ہر وقت انسان کے ساتہہ کردیے جائین آدمی قیدی ہوگا۔ پس اگر شیطان ظاہر ہوتا آدمی کے لئے قید کی حالت پیدا ہوتی۔ یہہ صریحًا خلاف اختیار ہے۔

وجہ پنجم۔ کہ اگر ظاہر ہوتا بیکار ہوتا

(۵) شیطان اگر دکھلائی دیتا خلق کرنا اوسکا بیفائدہ محض ہوتا اسلیئے کہ تو تہاے شہوانی کے ٹہرکانیوالے اب بہی ہزار ہاہین۔ دکھلائی دیتا تو اونہین مین سے ایک ہوتا۔ یا وہ ایک عورت ہوتا یا امرد۔ جب اوسے پہچان لیتے نکماتہا۔ کیونکہ اون دونون سے تو ایک خواہش پوری ہوتی ہے۔ اگر فرض کیجیئے کہ اوس سے بہی پوری ہوتی تو بیچارہ کا کیا حال ہوتا۔ یہہ ناممکن ہے۔ اگر نہوتی تو جاننے کے بعد کہ یہہ حضرت دیکہنے ہی کے ہین کوئی اونکی طرف رغبت نہ کرتا۔ انتباہ ملحوظ رہے کہ قابلیت رویت پیدا کرلینا ایک چیز ہے۔ ایسا ہونا کہ ہمیشہ دکھلائی دے اور قابلیت عدم رویت جاتی رہے دوسری چیز ہے۔ سوال مین جو اعتراض ہے وہ یہی ہے کہ شیطان ایسا کیون نہوا کہ برابر دکھلائی دیتا۔ چور جب چوری کرتا ہے اپنے آپ کو چہپاتا ہے۔ پس قابلیت سلب کردینا ضرور اوسکا بیکار کردینا تہا۔ جیسے چور کو لالٹین دینا۔ اب غور فرمایئے کہ یہ سوال کس قدر لغو ہے۔

جواب دفع دخل کہ یہہ نظام زیادہ بہتر ہے۔

باقی رہا دفع دخل مقدر۔ یہہ بہی غلطی ہے۔ اسلیئے کہ اگر انسان پاک زندگانی بسر کرتے ضرورت دنیا مین بہیجنے کی نہوتی۔ جسکی طرف میر صاحب نے اشارہ کیا ہے اور تفصیل ترقیات باب سوم مین بیان کیگئی ہے حقیقت مین معنی اس اعتراض کے یہہ ہین کہ خیر اس رتبہ کا نہوتا جس رتبہ کا اب ہے۔

ساتوان سوال۔

ساتوان سوال

شیطان کو قیامت تک مہلت

یہہ سب کچہہ مین نے تسلیم کیا کہ مجہے پیدا کیا اور تکلیف معرفت دی

کیون دی اگر ندی جاتی بقاء عالم خیر محض پر ہوتا۔

اپنی ذات کی اور سجدہ آدم کی۔ اور جب مین نے فرمانبرداری تی کی نکال دیا۔ اور پہر جب مین نے جنت مین جانا چاہا مجھے جانا ملا۔ اور پہر جب مین نے اپنا کام کر لیا پہر نکال دیا۔ پہر مجھے بنی آدم پر مسلط کر دیا لیکن جب مین نے مہلت مانگی تو مجھے مہلت کیون دی یعنی مینے عرض کیا کہ مجھے مہلت دے قیامت تک۔ تو ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے اسمین کیا حکمت ہے۔ اسلئے کہ اگر اوسیوقت تو مجھے ہلاک فرما دیتا تو نسبت حضرت آدم کے اور مخلوق کے کوئی شر عالم مین باقی نہ رہتا کیا عالم کا بقا نظام خیر پر بہ نسبت اسکے کہ خیر و شر یعنی نیکی اور بدی دونون ملی ہوی ہون بہتر نہین ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ بقاء شیطان تابع بقاء بشر ہے۔

میر سید علی صاحب - فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ شیطان پوچھتا ہے کہ مصلحت اور فائدہ قیامت تک مہلت دینے مین کیا ہے۔ اور جواب دیتے ہین کہ جواب اس سوال کا وہی ہے جو ہمنے اوپر بیان کیا یعنی بقاء شیطان تابع بقاے بشری کے ہے۔ جبتک آدمی پیدا ہوتے رہینگے یعنی قیامت تک۔ شیطان کا وسوسہ اور اوسکا فائدہ بہی باقی رکہنا ضرور ہوگا۔ یہہ جو شیطان نے اعتراض کیا ہے کہ عالم کا بقا نیکی پر بہ نسبت اسکے کہ نیکی بدی ملا کر ہو بہتر تہا۔ سو جواب اوسکا یہہ ہے کہ اوس حالت مین دنیا دنیا نہوتی۔ اگر کل دنیا نیکی اور محض نیکی بنائی جاتی تو اوسوقت بنائی جاتی کہ دنیا سے جاکر آخرت مین رہنا نہوتا۔ وہ عالم جسمین خیر و شر دونون ہین دوسرا ہے

(یعنی پہر دنیا مقام امتحان کیسی ہوتی -)

قاضی صاحب کا جواب کہ بقاء شیطان خود اوسکے اور انسان کے لئے اصلح تہا -

قاضی صاحب - فرماتے ہین کہ ابلیس کا اوسکے حال پر برقرار رکہنا ممکن ہے کہ اوسکے لئے اصلح ہو اوس سبب سے اوسکے عذاب مین تاخیر ہوتی تہی - یعنی جتنے دن بچا اوتنے ہی دن سہی - چنانچہ اسی لئے اوسنے خود اللہ سے مانگا کہ مجہے باقی رہنے دے - اور یہہ بہی ممکن ہے کہ باقی بندگان الٰہی کے لئے بہی اصلح ہو چنانچہ ہمنے پہلے بیان کیا ہے کہ بندے اوس سے مقابلہ کرکے بڑے بڑے رتبے پائین اونکی فضیلت فرشتون پر ظاہر ہو کیونکہ اونکا سیدہی راہ پکڑے رہنا اوس حالت مین کہ شیطان سا مزاحم اونکے ساتہہ ہو آسان کام نہین - سخت سے سخت دشوار ہے اور یہی وہ بات ہے جسکے سبب سے بڑی سے بڑی فضیلت حاصل ہوتی ہے - بخلاف ملائکہ کے کہ شیطان اونکا مزاحم نہین - اونکی جبلت یہہ ہے کہ سیدہی راہ پر قائم رہین - وہ جبلت اونسے اوسی طرح جدا نہین ہوتی جیسے چارپائے وحیت جدا نہین ہوتی بعض لوگون نے یہ جواب دیا ہے کہ حکمتین شیطان کے مہلت دینے مین دو ہین اول یہہ کہ شیطان پر ظاہر ہو کہ جو کچہہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جسنے اچہا کام کیا ہو اللہ تعالیٰ اوسکا اجر ضائع نہین فرماتا - سچا ارشاد ہے - اللہ کا دشمن ہونے کے بعد بہی اللہ اجر دیتا ہے - پس اوس حالت مین کہ دشمن نہوا جر کو کبہی ضائع نفرمائیگا دوسرے یہہ کہ گنہگار بہی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قبول دعا سے ناامید نہون جیسے کہ باوجود اس کفر و گناہ کے شیطان ناامید نہوا اور سوال پورا ہوا -

قاضی صاحب کا استدلال ایک حدیث سے جسمین ذکر کثرت مغفرت کا ہے۔

حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جب شیطان نے کہا کہ اے اللہ مین تیرے سب بندون کو بہکاؤنگا تو جواب ملا کہ ہم توبہ کا دروازہ کہول دینگے۔ ابلیس نے کہا کہ مین توبہ ہی نہ کرنے دونگا۔ جواب مین ارشاد ہوا کہ اگر تو آدمیون کو توبہ سے منع کرنے پر قدرت رکہہ سکیگا کچہہ مضائقہ نہین تجہکو یہ تو طاقت نہین ہوسکتی کہ ہمکو اونکے گناہ بخش دینے سے روک سکے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اے اللہ تعالی ہم سب گنہگارونکو بخشدے اور شیطان کو شرمندگی کی بہی سزا دے۔ آمین۔

راقم کا بیان نسبت شرح حدیث مذکور کے۔

راقم۔ جناب قاضی صاحب نے جو حدیث نقل فرمائی ہے اوسمین بلا توبہ بخشش کے یہہ معنی ہین کہ ہم ایسے ذرائع پیدا کرینگے جو بلا توبہ بخشش کا باعث ہون وہ قواعد بحث رحم و غفران مین مفصل بیان کئے گئے ہین جنمین سے ایک شفاعت دوسرے یہہ قاعدہ کہ نیکی کا بدلہ دس گنا اور بدی کا ایک گنا دیا جائیگا۔ تیسرے یہہ قاعدہ کہ اجتناب از کبائر کفارہ صغائر ہوگا۔ اگر تفصیل سے دیکہنا ہے تو بحث رحم و غفران مین دیکہیے۔ اور بہی ممکن ہے کہ قواعد ہون مگر اللہ بیقاعدہ کوئی کام نہین کرتا

راقم کا جواب کہ جب وجود شیطان مین حکمت ہے بقائے حکمت لازم ہے۔

راقم کا جواب۔ یہ سوال نتیجہ سوالات ماضیہ کا ہے اور اعادہ بیفائدہ۔ ویسے ہی اسکے اجزا تقریباً ہین جیسے سوال ششم کے ہین لہذا یہ سوال تو محض بیضرورت ہے۔ جواب اسکا اونکے جوابات سے ظاہر ہے۔ مصلحت جب وجود شیطان مین ہے بقائے مصلحت تا قیام قیامت یعنی تا وقت فنائے عالم ضرور ہے دونون کے بقا مین نسبت لازم و ملزوم کی ہے۔ اگر شیطان مارڈالا جاتا تو عجز الہی بہی تہا

اور مفقود کر دینا اون اسباب کا بھی تھا جو ذریعہ عالم کے امتحانگاہ ہونیکے تھے۔ دونون وجہ سے شیطان کو مہلت دی گئی۔ بقاے عالم خیر پر ہونا ضرور اچھا ہے مگر خیر ایک شے بالنسبت ہے۔ ایک خیر سے دوسری خیر بڑی ہے اور جب بڑی سے بڑی خیر کو چھوٹی سے چھوٹی خیر سے ملائیگا خیر معلوم نہین ہوگی۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ اعراف بہشتیون کو دوزخ معلوم ہوتا ہے دوزخیون کا وہ بہشت ہے۔ پس خیر جو اعلی درجہ کی خیر ہو اوسپر بقاء عالم بہتر ہے یا اوس چھوٹی خیر پر جسے لوگ حقارت کے سبب شر کہہ دیتے ہین وہ خیر جسے شیطان نے سمجھا ہے وہی خیر ہے جو حیوانون مین بوجہ بے اختیاری کے پائی جاتی ہے معنی اس اعتراض کے یہہ ہین کہ انسان انسان نہوتا گدہون کے مثال ایک جانور ہوتا۔ یہہ خیر ہی اللہ اوسکے ساتھہ نکرتا۔ یہہ سوال معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح نکلا ہے کہ دشمنی جو شیطان کو ہے اوسکی وجہ سے وہ جلا ہے کہ ایسی خیر کیون انسان کے ساتھہ اللہ نے کی۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ انتہاء۔ حق تعالی جلشانہ کی شان اس سے ارفع تھی کہ ایسے لغو سوالون کے جواب کی طرف توجہ فرمائے۔

خاتمہ

خاتمہ

حقیقت شیطان تاویلات اور دوسری ضروری چیزون کا بیان۔

اوس مین ذکر حقیقت شیطان کا اور اوسکے وجود کا ہے اور یہ بھی بیان ہے کہ شیطان کے وجود کے انکار کی اصلی وجہ کیا ہے۔ اور اُسکے وجود کے متعلق تاویل اور عموماً مذہب کی باتون مین تاویلات کرنے کی برائی کیا ہے اور بغیر تاویلون کی تاویلات کرنے کی بہ نسبت کام اچھا چل سکتا ہے۔

وجوہ بیان دلایل وجود شیطان

اب تک جو کچھ مینے بیان کیا وہ اس بناء پر تھا کہ شیطان کا وجود خارج مین ہے۔ اوسکے وجود کو تقریباً جملہ اہل مذاہب مانتے ہین۔ یعنی وہ لوگ جو مذہب کے اوپر اعتقاد رکھتے ہین۔ خواہ مسلمان ہون خواہ نصاریٰ ہون خواہ یہود ہون۔ مگر ان سب مین سے وہ لوگ نہین مانتے جو اپنے آپکو آزاد رائے کا سمجھتے ہین۔ اسلئے ضرور ہے کہ شیطان کے وجود اور ایسے اعتقاد کی نسبت کچھ ذکر کیا جائے۔

یہ حالت کچھہ آجکل پر موقوف نہین ایسے لوگ ہمیشہ ہوتے آئے ہین اور اختلاف شیطان کی ماہیت اور وجود کی نسبت نیا نہین ہے۔ جو وجود شیطان کو مانتے ہین اونمین بھی نسبت ماہیت کے اختلاف ہے۔ بعض تو کہتے ہین کہ وہ فرشتہ ہے بعض کہتے ہین کہ وہ جن ہے۔ بعض کہتے ہین کہ وہ ہمزاد ہے بعض کہتے ہین کہ آدمیون کی روحین ہین۔ آجکل اسکا زور ہے کہ شیطان کچھہ نہین صرف اپنی خواہشون اور نفس امارہ کا دوسرا نام شیطان ہے۔ انکار وجود شیطان سب سے بہتر ذریعہ اعتراضات سے تفصی اور چھٹکارہ کا سمجھا جاتا ہے اسلئے اوسکا بیان کرنا بھی ضرور ہے۔ کیونکہ اگر وجود شیطان کا بطور ایک وجود مستقل کے نہ مانا جاے تو ایمان پورا نہین ہوسکتا۔ اتنی بڑی مصلحت کی چیز سے غفلت ہوتی ہے۔ اوسی سے فرشتونکا انکار پیدا ہوتا ہے اور وحی ایک خیالی چیز ہوجاتی ہے حالانکہ اوسکا پہونچنا بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گویا کہ متفق علیہ اہل اسلام ہے۔

پہلے مین بیان کرونگا کہ اگلے لوگون نے اس باب مین کیا فرمایا ہے۔ پھر جو کچھہ مجھے کہنا ہے کہونگا۔

میر سید علی صاحب فرماتے ہین اور پہلے لفظ شیطان کی تحقیق کرتے ہین۔

لفظ شیطان کے معنی

تحقیق معنی لفظ شیطان | لفظ شیطان مین دو احتمال ہین اول یہ کہ نون اصلی ہے

ثانی یہ کہ نون زائد ہے۔

بتقدیر اول) یہ لفظ ہموزن **فیعال** شطن سے ماخوذ ہے جسکے لغوی معنی بعد اور دوری کے ہین۔ چونکہ یہ خبیث اللہ تعالی یا خیر سے خود دور ہے اور متقرب **الی اللہ** کو خدا سے دور کرنیکا قصد کرتا ہے کیونکہ اونکی بدولت خود دور کیا گیا اس لئے شیطان کہلایا۔

اور بتقدیر ثانی ہموزن **فعلان** شیط سے بنایا گیا ہے جسکے حقیقی معنی بطلان اور ہلاک اور احتراق کے ہین۔ چونکہ یہ مردود خود باطل ہے اور اپنے اور اون لوگون کے مصالح کو بھی باطل کرتا ہے جنکی وجہ سے انجام کار ملعون ہو کر ہلاک ہوا۔ اور جنکے سبب سے ملعون ہوا اونکے ہلاک کرنیکا قصد کرتا ہے اور جب اونکا تقریب خدا سے دیکھا ہے غضب اور غصہ سے جلگیا ہے اسلئے اوسکا نام شیطان ہوا۔

بعد اسکے فرماتے ہین کہ شیطان کے متعلق چند مسئلے ہین جنکا بیان کرنا مناسب ہے

پہلا مسئلہ شیطان موجود ہے یا نہین

دلائل منکرین وجود شیطان

شیاطین کا وجود مختلف فیہ ہے۔ ایک گروہ چند وجوہ سے منکر ہے اونکے دلائل یہ ہین۔

پہلے دلیل کہ اگر موجود ہوتے

پہلی دلیل اگر وہ موجود ہوتے تو دو حال سے خالی نہین

یا وہ کہلائی دیتے یا موجود نہ ہوتے۔

اجسام لطیفہ ہوتے۔ یا کثیفہ۔ یہ دونون (شقین) باطل ہین لہذا وجود اونکا باطل ہے۔ **شق اول** تو اسلئے کہ بتقدیر لطافت اجسام لازم آتا ہے کہ شیاطین اون اعمال شاقہ پر قادر نہون جنکو مثبتین وجود اونکی طرف منسوب کرتے ہین علاوہ برآن اس صورت مین ضرور ہوگا کہ اون کے اجسام ادنی سبب اور قوت سے جو خارج سے اونپر پہونچے (جیسے تند ہوا) پراگندہ و دریدہ ہوجائین حالانکہ یہ خلاف مثبتین ہے۔ **شق ثانی** اسلئے باطل ہے کہ کثافت جسمانی سے یہ لازم آتا ہے کہ سب لوگ جنکے حواس درست ہین اونکو دیکھین مگر ہم نہین دیکھتے اگر ہم مان لین کہ اجسام کثیفہ ایسے ہی ہوتے ہین مگر دکھلائی نہین دیتے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ہمارے سامنے پہاڑ اور ٹیلے ہون اور ہم اونکو نہ دیکھین بگل اور طبل بجین اور ہم نہ سنین یہ بالکل دہوکا ہے۔

جواب میر صاحب کا کہ موجود ہین مگر قابل دکھلائی دینے کے نہین ہین۔

جواب یہ ہے کہ شیاطین اجسام لطیفہ ہین مگر اون کی لطافت بمعنی شفافیت کے ہے یعنی بیرنگی کے۔ پس اس صورت مین نہ تو اعمال شاقہ سے اونکی عدم قدرت لازم آتی ہے نہ تھوڑے زور پہونچنے پر پراگندگی۔ کیونکہ جائز ہے کہ جسم بیرنگ اعمال شاقہ پر قادر ہو اور جلد متاثر نہو اور باوجود اسکے ہم اوسکو نہ دیکھین۔ کیا تم نہین دیکھتے کہ ہوا باوجود کمال لطافت کے بڑے بڑے پتھرون کو پہاڑون کی چوٹیون سے لڑھکا کر گرا دیتی ہے اور اونچے اونچے درختون کو توڑ ڈالتی اور اوکھاڑ ڈالتی

ہے - اور نیز رفیع الشان عمارتون کو ویران کرتی اور گرا دیتی ہے - خلاصہ یہ ہے
کہ اگر لطافت سے تمہاری مراد شفافیت ہے تو ہم بھی اونکی لطافت کے قایل
ہین مگر اسصورت مین قوت نہونا لازم نہین آتا - اور اگر لطافت سے اونکا جلد
متاثر ہونا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا اور رقت قوام مراد ہے تو ہم اونکی عدم لطافت کے
قایل ہین لیکن اس صورت مین اونکو دیکھنا لازم نہین آتا - جیسے افلاک کہ عنید
لطیف بمعنی مذکور ہین دکھلائی نہین دیتے - خداوند عالم نے باوجود لطافت اور
رقت افلاک کے اونکو بڑی قوت عنایت فرمائی ہے - اسلئے قوت قوام کو
رقت اور غلظت اور جثہ کے بڑے چھوٹے ہونیسے کچھہ تعلق نہین چنانچہ انسان کا
قوام لوہے اور پتھر کے قوام سے کمزور ہے مگر بعض آدمی ایسے ہین کہ لوہے
کو سوت اور رسّے کی طرح مروڑ اور پتھر کو توڑ سکتے ہین اور اونسے ایسے افعال صادر
ہوتے ہین جو غلیظ القوام سے نہین ہوتے - حیوانات کی قوت مین وہ اختلاف
ہے جو باعتبار اختلاف قوام اور جثہ کے نہین ہے جیسے شیر کی قوت گدھے
کے مقابلہ مین -

جواب راقم کا کہ یہ کلیہ غلط ہے کہ جو دکھلائے نہ دے موجود نہین -

راقم خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ شیطان اگر موجود ہے
اوسکے لئے جسم کا ہونا ضرور ہے - جب جسم ہوگا یا
لطیف ہوگا یا کثیف - کثیف اگر ہو ممکن نہین کہ دکھلائی
ندے - لطیف اگر ہو ممکن نہین کہ زندہ رہ سکے - اسلئے کہ جتنی چیزین لطیف

ہین وہ تہوڑے سے صدمے سے پہٹ جاتی ہین جسم جاندار کے لئے
پہٹ جانا موت اور انعدام ہے۔ اصلی غلطی اس اعتراض مین یہ ہے کہ اجسام
ارضی اور اجرام سماوی کو ایک دوسرے پر قیاس کیا ہے۔ اور مجرد وجود کا ابطال بذریعہ
ابطال نوعیت کے چاہا ہے۔ ہمارا دعوی یہ ہے کہ شیطان موجود ہے اور جسم لطیف
ہے مگر نوعیت جسم اوسکی ہماری فہم سے باہر ہے۔ اسلئے کہ ہم صحیح طور سے
ماہیت اون چیزون کی دریافت کر سکتے ہین جنپر اتنا دسترس ہو کہ ہم اونکا تجزیہ کر سکین
ایسا دسترس فلکیات پر نہین ہے جنمین سے ایک شیطان ہے۔ جب ہم
ماہیت دریافت نہین کر سکتے تو قیاس بہی نہین کر سکتے۔ کیونکہ قیاس اوسی وقت
کر سکتے ہین جب ماہیت معلوم ہو۔ ورنہ وہ قیاس مختلف ماہیتون کا قیاس ایک
دوسرے پر ہوکر غلط ہو جائیگا۔ پس اعتراض فلاسفہ کا ابطال مجرد وجود نہین ہے۔
اور جب تک وہ مجرد وجود کا ابطال نکرین محض وجود کا عدم امکان ثابت نہین ہوگا نہ
ایسی ناتمام دلیل سے جو قیاس مع الفارق پر مبنی ہے ہو سکتا ہے۔ چونکہ ہم وجود
شیطان کو بذریعہ ارشاد الہی کے مانتے ہین پس جب تک وجود ناممکن ثابت نکیا
جاے ضرورت تاویل کی کلام الہی مین نہوگی۔ اگر ہم بعد اسکے کہ معترض ابطال مجرد
وجود نہ کر سکے مجرد وجود کے دلایل عقلی بہی بیان کرین اور اون دلائل سے مجرد وجود
کو ثابت کر دین تو لازم ہوگا کہ ارشاد الہی کو صریح معنون مین لین۔ اور وجود
شیطان کا اقرار کرین۔

علاوہ بران اس دلیل مین زیادہ تر اعتراض بربنا رویت ہے جسکا آلہ چشم ہے
اور بمعنی اعتراض کے آخر کار یہ پیدا ہوتے ہین کہ جسے ہم دیکھہ نہین سکتے اوسکا
وجود نہین مانتے۔ یہ تو حد سے زیادہ غلط ہے۔ اسلئے کہ بہت سے اعراض ایسے
ہین کہ موجود ہین مگر دکھلائی نہین دیتے۔ جیسے کشش زمین کی۔ یا قوت مقناطیسی
یہ امر کہ اعراض کا وجود اسلئے مانا ہے کہ ہیولی کا وجود بذریعہ چشم سر کے دیکھا ہے۔
شیطان عرض نہین ہے اسلئے اوسپر قیاس نہین ہو سکتا۔ یہ بھی غلط ہے اسلئے کہ ہیولی بغیر اعراض
کے قابل رویت نہین ہو سکتا ہے ہیولی کو بذریعہ اعراض کے دیکھتے ہین۔ پس جیسے
اعراض کا وجود بذریعہ ہیولی کے مانا جاتا ہے ہیولی کا وجود بھی بذریعہ اعراض کے
مانا جاتا ہے۔ کسی مین عنصر منفرداً شرط رویت نہین ہے۔

اس اصول مین کہ جو چیز موجود ہے ضرور قابل رویت ہے فاحش غلطی یہ ہے کہ
بڑی شرط رویت کی یہ ہے کہ جسم مرئی (جو دیکھا جاوے) قابل رویت ہو۔ جب لطافت
حد درجہ کی ہوگی یہ شرط فوت ہو جائیگی۔ چنانچہ اسے اعتراض مین مان لیا ہے کہ اجسام
لطیف قابل رویت نہین جیسے ہوا۔ اب بھی ہوا کا تجزیہ کیا جاتا ہے مگر مجموعہ کی
رویت نہین ہوتی۔ پس ہم بھی کہتے ہین کہ شیطان باوجودیکہ عنصر سے مرکب ہے
قابل رویت نہین۔ اور چونکہ دست رس اوسپر نہین اسلئے ہم نہین بتلا سکتے کہ اُس
جسم مین یہ خاصیت کیونکر پیدا ہوئی ہے کہ شفاف بھی ہو اور تھوڑے صدمہ سے
دریدہ بھی نہوتا ہو یہ امر وہ عجز نہین ہے کہ ہماری بات ماننے کا مخل ہو۔ کیونکہ وجوہ

ماہیت ہم کسی ایک چیز کی بھی نہین بتلا سکتے۔ اگر دعوی کرین ہمسے زیادہ کوئی جاہل نہوگا۔

شبہ نہو کہ شیطان کی نسبت ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ آگ سے بنا ہے۔ یہ مستلزم رویت ہے اسلئے کہ ترکیب مانع رویت ہے۔ مثلاً آدمی مٹی سے بنا ہے مگر جب تک آدمی زندہ ہے اوسمین مٹی اسطرح دکھلائی نہین جا سکتی کہ یہ مٹی ہے دیکھکر پہچان لو اور مٹی آدمی مین چھپی ہے۔ اسی طرح شیطان آگ سے بنا ہے مگر ترکیب کے ذریعہ سے وہ آگ ایسی چھپ گئی ہے کہ ہم اوسے دکھلا نہین سکتے کہ یہ آگ ہے اوسے دیکھ لو۔ اور پوری مثال اوسکی عنصر ہوا ہے۔ کہ اوسمین آکسیجن ہے جب ہوا کا تجزیہ کرین وہ جدا ہو کر قابل رویت ہو جاتی ہے مگر بحالت مرکب نہین ہوتی۔ پس آگ سے بنا مستلزم رویت نہین ہے۔ علاوہ برآن مادہ شیطان کی نسبت ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ لُون کی گرمی سے بنا ہے۔ وہ بھی قابل رویت نہین ہے۔ اسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی۔

حق یہ ہے کہ جو لوگ فلسفی بنکر انکار وجود شیطان کرتے ہین خود اپنے اصول سے یا غفلت کرتے ہین یا ناواقف ہین۔ اور یہ بات کہ جو موجود ہے اگر دکھلائی نہین دیتا موجود نہین۔ ایک عام پسند غلط بات ہے اس سے دھوکا نکھانا چاہیئے۔

پھر سرسید علی صاحب فرماتے ہین

دوسری دلیل کہ اگر ہوتے تو کملائی دیتے۔

دوسری دلیل اگر عالم مین اونکا وجود ہوتا تو آدمیونسے ضرور ملتے جلتے اور اونسے دشمنی اور دوستی دیکھی جاتی حالانکہ ایسا نہین ہے۔ ندامت زدہ لوگ جب اپنے افعال سے تائب ہوتے ہین تو جن امور کا انتساب شیاطین کی طرف کر رہے تھے اونکی بابت خود اپنے نفوس کی تکذیب کرتی ہین یعنی مانتے ہین کہ وہ ہمارے افعال ہین

جواب سید صاحب کہ وکملائی دیتے ہین۔

جواب اسکا یہ ہے کہ بطلان اور کمزوری اس دلیل کی ظاہر ہے کیونکہ شیاطین اور جنات کا اختلاط اور اونکی عداوت اکثر اشخاص سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ الی آخر الآیۃ یعنی اے نبی یاد کرو جب ہمنے پھیر دئے تمہاری طرف تھوڑے سے جن قرآن کو سنتے ہوئے اور فرماتا ہے۔ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ یعنی جنون مین سے وہ تھے کہ جو حضرت سلیمان کے سامنے کام کرتے تھے حدیث مین آیا ہے کہ شیطان آدمی مین خون کی طرح جاری اور ساری ہے۔ الغرض پیغمبرونکے ایک بڑے گروہ کا شیطان کو دیکھنا اور اوسکی آواز کا سننا بتواتر اخبار و احادیث ثابت ہے علاوہ اسکے اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کی عادت یہ ہے کہ سب کام اسباب کے ذریعہ سے فرماتا ہے۔ اور جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اُسکا ایک خاص سبب ہوتا ہے۔ چنانچہ جب دیوارین گھر کی روشن اور چھت کالی ہو جاتا جائیگا کہ روشنی اور سیاہی کے اسباب

جدا جدا ہین - یہی حال دل کے روشن ہونے اور سیاہ ہونے کا ہے کہ کبھی وہ طلب بصیرت کرتا اور کبھی حیران رہتا ہے - پس روشن کرنے والا اللہ کا فرشتہ ہے آیندہ کے منافع کے لئے جو حق کو کھولدیتا ہے اور خلاف اوسکے شیطان ہے جو حیرت مین ڈالتا ہے -

تیسری دلیل کہ اون پر اعتماد کرنیسے معجزات پر وثوق نہ رہے گا -

تیسری دلیل یہ کہ وجود شیاطین کا بر تقدیر تسلیم معجزات پر وثوق کرنے مین خلل ڈالتا ہے اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ کہا جاے کہ جتنے معجزات انبیار سے ظاہر ہوئے تو وہ جنون کی مدد سے یا شیطانون کی مدد سے ظاہر ہوئے ہون کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حنین جذع یعنی تنہ درخت خرما کی آواز کرنے کا معجزہ جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے ہوا تھا اس سبب سے ہوا ہو کہ تنہ درخت خرما مین کوئی جن یا شیطان نفوذ کر گیا ہو اور وہ بولتا ہو - جو فرع کہ اصل کو باطل کرنے کی طرف لیجاے خود باطل ہے -

جواب میر صاحب کا کہ جب صحت معجزات ثابت ہو صاحب معجزہ کے ارشاد سے وجود شیطان ثابت ہوگا -

جواب اسکا یہ ہے کہ معجزہ اور غیر معجزہ کا فرق اس احتمال کی نفی کرتا ہے جیسا کہ اپنے محل مین ثابت کیا گیا ہے - سوائے اسکے جس دلیل سے انبیار کی نبوت ثابت ہے وہی دلیل اسبات کی ہے کہ جو چیزین انبیار نے بتلائی ہین سچی ہین اور منجملہ اون باتون کے جنکی انبیاے کرام نے خبر دی ہے وجود جن اور شیاطین کا ہے اسلئے اونکا وجود اور یہ خبر صحیح ہے -

جواب راقم کا کہ اطاعت ایسی مخلوق کی خود معجزہ ہے

راقم جنات کا تابعدار ہونا دو حال سے خالی نہین - یا

قبل نبوت ہوگا یا بعد نبوت کے۔ قبل نبوت اطاعت کیون ہو؟ اگر اطاعت ہوا غراض نفسانی کے لئے ہوگی نہ خداوند عالم اور ہدایت اور راستبازی کے لئے۔ اگر بعد نبوت کے ہو منکرین کی دلیل تمام نہین ہوتی۔ جو لوگ جانتے ہین وہ بخوبی جانتے ہین کہ جنات بذریعہ قرآن مجید کی آیات کے تابعدار ہوتے ہین۔ یہ اعتراض ناواقفیت سے پیدا ہوا اور محض خیالی ہے۔ ارواح خبیثہ جو ذریعہ سحر کا ہوتی ہین وہ اوسیوقت تابعدار ہوتی ہین جب آدمی نجس رہتا ہے اور جہان قرآن مجید ہوتا ہے وہان سے وہ ارواح بھاگا کرتی ہین حضرت سلیمان کی جو جنات اطاعت کرتے تھے ذریعہ اطاعت ظاہر ہے کہ کچھ اور تھا ورنہ اطاعت ابتداءً کہان سے آتی۔ پھر سید صاحب فرماتے ہین۔

دوسرا مسئلہ۔ شیاطین کی حقیقت مین

سید صاحب کا بیان حقیقت شیطان

مثبتین وجود جن و شیاطین اونکی حقیقت کی تحقیق مین مختلف ہین۔ متکلمین فرماتے ہین کہ وہ شفاف اجسام ہین جس شکل مین چاہین متشکل ہون (یعنی جیسا جسم چاہین اونمین پیدا ہو جائے) وہ بواطن حیوانات مین حلول کرنے پر قادر ہین اور تنگ منافذ مین ہوائی مستنشق (ناک سے ہوا کھینچنے والی) کی طرح گھس جاتے ہین۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ وہ خاکی نفوس ہین جو عناصر مین تدبیر اور تصرف کرتے رہتے ہین بعض نے کہا ہے کہ وہ نفوس ناطقہ ہین جو اپنے ابدان سے الگ ہو گئے ہین (یعنی مردونکی روحین) اونمین سے جو نیک ہین اونکو اچھے زندہ لوگون سے ایک خاص قسم کا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے

پھر خیر اور راستبازی پر اونکی اعانت اور امداد کرتے ہین اور وہی جن ہین اور اونمین سے جو بد ہین نفوس شریرہ سے جا ملتے ہین اور شر و فساد پر اونکی مدد کرتے ہین اور وہی شیاطین ہین۔ بعض کہتے ہین کہ وہ ہین تو نفوس مجردہ مگر اجسام سے متعلق ہو کر اپنے تصرفات جاری کرتے ہین اور کرۂ نار اونکا آلۂ ادراک ہے اونکی آگ سے مخلوق ہونیکے یہی معنی ہین۔ مگر جملہ فلاسفہ کہتے ہین کہ شیطان ایک خاص وہم ہے جو عقل کی مخالفت پر حکمرانی کرتا ہے۔ اوسکی فوج کفار اور فاسقین کی ساری وہ قوتین ہین جو اسکے ماتحت ہو کر متعلق احکام الہی عقل سے لڑا کرتی ہین۔ وہم قواے بدنیہ کا سردار ہوتا ہے۔ پھر سب قوتین عقل کے معارضے اور وہم کی تبعیت مین ابلیس کی فوج اور اسکی ہم جنس ہو جاتی ہین۔ بعض فلاسفہ کہتے ہین کہ شیطان اور اوسکے ہم جنس کے ناری الخلقت ہونیکے معنی یہ ہین کہ وہ ارواح جو ان قوتون کی حامل ہین ایسے اجسام لطیفہ ہین جو لطافت اخلاط سے پیدا ہوتے ہین۔ اور یہ اخلاط یقیناً گرم اور مائل بافرات حرارت و ناریت ہین اور ہوائیت کا اون پر بیشتر غلبہ ہے ایسے اجسام لطیفہ کی پیدایش ان اخلاط سے بہت آسان ہے۔ یہ اجسام بہ نسبت اور اجزاء بدنیہ کے زیادہ گرم ہین اسیطرح قلب جو منبع ارواح ہے بہت گرم ہے پس یہ ارواح ان قوتون کے لئے بمنزلۂ ابدان ہین اسی وجہ سے شیاطین آگ کی طرف منسوب ہوئے یعنی آتشی کہلائے ہین۔

راقم کا بیان نسبت حقیقت شیطان کے۔	راقم اس بحث کو کہ شیطان فرشتہ ہے یا جن۔ روح انسانی ہے یا ہزاد اس طرح قطع کر لینا چاہیے کہ وجود اوسکا ارشاد الٰہی سے

ثابت ہوا ہے اور ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ جن ہے۔ ضرورت زیادہ بحث کی نہین۔

بیان وجہ انکار وجود شیطان۔ نسبت دلائل انکار وجود شیطان کے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ضرورت انکار وجود شیطان یہ ہے کہ وجود اوسکا دلائل فلسفیانہ سے ثابت نہین ہوتا۔ عرصۂ دراز سے یہ کوشش جاری ہے کہ مسائل اسلام کو دلائل فلسفہ کے مطابق کردیا جاے اسلئے یا ایسے مسائل فلسفہ کا جو خلاف اسلام ہون غلط ہونا ثابت کیا جاتا ہے یا مسائل اسلام مین تاویل کیجاتی ہے تاکہ وہ مطابق دلائل فلسفہ کے ہوجائین مین آگے تفصیل کے ساتھ بیان کرونگا کہ یہ کوشش غلط ہے اس مسئلہ مین جو خاص غلطی ایسے ماولین کرتے ہین اول یہ ہے کہ کوئی چیز مطابق ارشاد الٰہی کے نہین مانتے اور بیشتر ایسے دلائل بیان کرتے ہین جنکے معنی یہ ہین کہ جو ہماری عقل مین نہ آئے غلط ہے۔ یہ اصول کہ جو ہماری سمجھ مین نہ آئے باطل ہے ایک حد تک صحیح ہے مگر عموماً صحیح نہین ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ تاویل نہین کرتے ایسے معنی کلام الٰہی کے کہتے ہین جو اوس کلام کے جسکے کہتے ہین کہ یہ معنی ہین نہین ہوسکتے۔ اسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی۔

شیطان کے وجود کی دلیل عقلی کی پہلی تقریر۔ اب ہم مجرد وجود شیطان کو بدلائل عقلی ثابت کرتے ہین اور بتلاتے ہین کہ جو سمجھ مین نہ آیا تا غلط نہ تھا۔

اول یاد کرنا چاہئے کہ کام شیطان کا کیا ہے۔ اور کس طرح معلوم ہوا۔ ظاہر ہے کہ وہ کام حسب ارشاد الٰہی خود شیطان نے بیان کئے ہین یعنی کہا ہے کہ جیسے تو نے میری راہ ماری مین بھی تیرے سیدھے راستہ پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی

دنیا کے ساز و سامان کو اونہین عمدہ کر دکھاؤن اور پیدا کر اونکے آگے سے آؤن اونکے پیچھے سے آؤن - اور اونکے داہنی طرف سے اور اونکے بائین طرف سے اور جس طرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون - اور اکثر بنی آدم کو تو اپنا شکر گذار نہین پاویگا - اسکی تفصیل نکات ششم دوہم مین خصوصًا اور جملہ نکات باب سوم مین عمومًا کی گئی ہے اوسکے ملاحظہ کے بعد کوئی منصف انکار نہین کر سکتا کہ وجود شیطان جداگانہ مستقل نہین ہے ورنہ فطرت (نیچر) مین انسان کے خدا سے پہر جانا اور بوجہ چیزون کو عمدہ جاننا ہرگز نہوتا - حضرت آدم کی فطرت مین نافرمانی اور نقض معاہدہ داخل ہوتا اور اطاعت اور عبودیت داخل فطرت نہوتے - اونکی اولاد باعتبار اثر ولادت ایسی ہی ہوتی جیسے والد ماجد تھے ظاہر ہے کہ تخم سے جو درخت پیدا ہوتے ہین وہ اثر زمین کے ساتھ مختلف ہوتے ہین مگر اصل فطرت کسی مین سے نہین جاتی - پس تمام اولاد حضرت آدم کی قابیل ہی ہوتی اور بعد اونکے دنیا بسبب نقصان فطرت کے ضایع ہو جاتی - یہ پسند اور انہماک نہوتے جو لوگ دہوکا کہاتے ہین وہ اس لئے کہاتے ہین کہ بنی بنای دنیا کو دیکھتے ہین ابتدا سے غفلت کرتے ہین - اسی بیان سے دلیل الزامی یہ پیدا ہوتی ہے کہ وجود شیطان خارج مین نہ ماننے سے تنزیہ ذات باری تعالی ناممکن ہو جائیگا کیونکہ یہ معنی ہونگے کہ خداوند عالم نے انسان کے نیچر و فطرت کو بدی پر مجبول پیدا کیا تہا مدعیان تحقیق زمانہ حال زور سے اسبات کے قائل ہین کہ اسلام مطابق فطرت کے ہے - اس طرح اسلام مطابق فطرت کے نہین رہتا - چنانچہ

علمار متقدمین کی یہ راے بہت صحیح ہے اور نہایت غور کے قابل ہے کہ اگر شیطان نہوتا یہ نظام عالم کا نہوتا - نہ اتنا شر زیادہ ہوتا اور چونکہ خیر و شر ایک دوسرے پر موقوف ہین نا خیر اس درجہ پر نہوتا - پس منکرین وجود شیطان عقلاً بھی غلطی کرتے ہین اور صریح خلاف نص بھی - نص قرآنی جس مین گنجایش تاویل کی نہین یہ ہے چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ہمنے شیطان کو کافرون پر چھوڑ رکھا ہے کہ اونکو بھڑکاتا ہے - اور فرماتا ہے کہ جب جزا اور سزا کا معاملہ ہوگا تو شیطان کہیگا کہ مین قصوروار نہین ہون - اس سے وجود شیطان کا علحدہ وجود انسانی سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ کہا جاے کہ شیطان کوئی چیز نہین انسانکی قوتین شیطان ہین تو وہی قوتین کیسے الگ ہوکر الزام دے سکتی ہین - وہی تو ملزم ہین - یہ آیات صریح ہین کہ شیطان صرف بھڑکاتا ہے جسکے سبب سے انسان ذمہ داری سے جدا نہین ہوتا -

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقلی دلیل وجود شیطان کی تفصیل کیجاے وہ اسبات کے متعلق ہے کہ امتیاز کیا جاے کہ نفس کا انبعاث کہان سے ختم ہوتا ہے اور دوسرے کا انبعاث کہان سے شروع ہوتا ہے -

ایک طرح بیان اوسکا یہ ہے کہ آپ اسکے قائل ہین کہ انسان جب پیدا ہوا امتزاج عناصر کی وجہ سے اوس مین ایک قوت پیدا ہوئی جسکا نام جان ہے اور وہ جسم کے ساتھ بڑھی ایک نے دوسرے کو نفع پہونچایا اور جسم کے ساتھ وہ فنا

ہوگئی۔ اسکے بعد ہر قوت کے فعل کو جدا جدا خیال فرمائیے جب جدا جدا ہون ایک
اونکا حاکم ہونا چاہیئے تاکہ وہ اس مجموعہ جسم انسانی کو باقی رکھے۔ مسلّم ہے کہ دماغی قوتین
حاکم ہین۔ ارادہ نہو تو کچھ نہو۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ جب عقل کا حکم ہوتا ہے اعضا کام کرتے
ہین خواہ وہ حکم بسبب زور کرنے خواہش دوسرے اعضا کے ہو یا اپنی قوت محض
کی وجہ سے۔ یعنی محض خیال سے۔ اب دیکھئے کہ انسان غلطیان کیون کرتا ہے
بیشتر وہ غلطیان اسلئے ہوتی ہین کہ قوتون مین اسقدر زور ہوتا ہے کہ عقل دب
جاتی ہے اور مطابق اون خواہشون کے باوجود جاننے اسبات کے کہ برلانا ان
خواہشون کا موجب ضرر ہے عقل اعضا و جوارح کو حکم دیتی ہے کہ خواہش کو پورا کرو
اس سے لازم آتا ہے کہ جب قوتونکا زور نہو عقل غلط حکم نہ دے۔ حالانکہ ہم دیکھتے
ہین اور صریح ہے کہ قوتونکا زور اور ایسا زور کہ عقل کو مغلوب کردے باقی نہین رہا مگر
عقل اوسی طرح حکم غلط باوجود علم کے دیئے جاتی ہے جبکہ وہ مجبور نہین ہوتی پس
یہ حالت ظاہر ہے کہ بغیر دوسری چیز کے نہین رہے جو عقل سے ہمیشہ غلطی کرایا کرتی
ہے۔ اگر ایسا نہوتا غلطی کرنا عقل کا کام نہوتا۔ اور عادت غلطی کی پیدا ہی نہوتی۔ رہی حال
ہوتا کہ جب ہاتھ تک جائے اوٹھ نہ سکے۔ صاف ظاہر ہے کہ جب قوت جو عقل
پر متقاضی تھی دوسرے اعضا مین سے جاتی رہی تو وہ عقل سے کہتے نہین کہ تو
غلط حکم دیدے۔ پھر عقل کیون غلط حکم دیتی ہے۔ ضرورت عقل کو باقی نہین کیونکہ
اکثر صورتون مین وہ اچھا برا جان چکی ہے رغبت بھلائی کی طرف خود انسان مین

پائی جاتی ہے اگر نہین پائی جاتی کیا ایسی صورتین نہین کہ اچھی تعلیم سے مشق
قوت صدور افعال حسنہ کی پیدا کی گئی ہے اور الف عادت یا conscienie
ایمان قوی کر دیا گیا ہے اگر اونمین بسبب ضرورت کے ایک دفعہ یہ کمزوری ہو کم سے
کم ایسے لوگون مین کبھی عقل غلط حکم جب ضرورت نہو ندگی حالانکہ دیتی ہے جو
اس سے انکار کرے منکر بدیہیات ہے۔

مثال اونکی حالت اون لوگون کی ہے جو جرائم پیشہ ہین۔ ٹھگون کیحالت کے
لئے امیر علی ٹھگ کا قصہ جو ٹیلر صاحب نے لکھا ہے دیکھئے وہ جھوٹا قصہ نہین
ہے۔ مینے کرنیل ہاروی صاحب جنرل سپرنٹنڈنٹ انسداد ٹھگی کا محکمہ دیکھا تھا
اوسمین کتابین ٹھگون کے جرایم کی جو خود اونہون نے تبلائے اور وہ ذریعہ اونکے
جرایم کھلنے کا ہوئے دیکھی تھین۔ سوانح عمری کے لقب سے وہ اوس دفتر
مین کہی جاتی تھین۔ وہ بھی ایسی ہی قصص تھے۔ الغرض ہر فرقہ جانتا ہے کہ ہمارے افعال جیسے ہین مگر اون افعال
سے بعد اسکے کہ عقل قوی ہو جاے ضرورت نہ ہے جدا نہین ہوتا یہان تک
کہ اولاد کو اپنے پیشہ کے لئے تیار کرتا ہے۔ جسطرح یہ فرقے بنے ہونگے
اونکی حالت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ بنانیوالا کسی فرقے کا احمق کبھی نہین
ہوتا۔ اوسنے کبھی برائی کو نہین چھوڑا اسزا اون پر یہ لوگ باز نہین آئے۔ یہ دوسرے
کا بھڑکانا ہے یا نہین۔ کیون رنڈیان بالعموم جب قوت یا سخت ضرورت اور بھڑک
نہین رہتی تائب نہین ہو جاتین۔ مجرم لوگون نے جب اقرار جرایم کئے ہین اونسے

معلوم ہوتا ہے کہ اونکے آپس مین ذراسی بات مین سیل شروع ہوجاتا ہے
مخلی بالطبع ہوکر جرائم کرتے ہین - اچھی بات کے لئے ایسا میل برسون نہین ہوتا
بچے جب جمع ہوتے ہین فوراً اونکو رغبت ہوتی ہے کہ شرارت کرین - چار چار سال کی
بچون کو مینے بری طرح کھیلتے ہوئے دیکھا ہے - یہ سوائے بدی پر انبعاث کرنیوالی
کے دوسرے سبب سے نہین ہوسکتا - اونمین قوت شہوانی اوسوقت کہان ہی
ٹھگون کی تھوڑی سی تفصیلی حالت لیجیے - ایک شخص ہمیشہ اونکے ساتھ شگون بتلانے
والا ہوتا ہے وہ ہر مسافر کی جیب کے روپیہ جان لیتا ہے کہ کتنے ہین - زنانون کی
حالت یہ ہے کہ جب قوت جاتی رہتی ہے تب بھی افعال بد سے توبہ نہین کرتے
وہ قوتین جو اصلی سبب اونکے افعال کا ہین جاتی رہین عقل پوری ہوگئی مگر افعال
کو نہین چھوڑا - شہدے جنکا معاملات مین سخت ایماندار ہونا معلوم ہے افعال بد کرتے
ہین آجکل اسکے متعلق یون سمجھا جاتا ہے کہ آدمی مین ایک مادہ الف عادت اور
کمزوری Conscience یعنی ایمان کا ہے وہی وجہ عدم ترک افعال قبیحہ
کی ہوتی ہے - یہ غور فرمائے کہ یہ دونون کیا چیز ہین - الف عادت یا کمزوری ایمان
کی اگر ایسی ہے جیسے رسی تو اوسمین بعد کمزوری کے پھر قوت کا آنا ناممکن ہوجانا
ضرور ہے اگر ایسی نہین ہے بلکہ عقل مین مادہ پھرنے کا طرف افعال حسنہ کے ہے
تو پھر وہ قوت کے انحطاط کے بعد کیون اپنا صحیح کام نہین شروع کرتی - سبب جب
باقی نہین مسبب کیسے باقی ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کمزوری کو

رسی کی مثال کی کمزوری سمجھتے ہین - بطلان دونون صور تونکا آدمی کی توبہ اور ترک افعال قبیحہ سے بخوبی ظاہر ہے اسلئے کہ اگر کمزوری اور الف عادت اس طرح کے ہوتی کہ وہی باعث اور علت عدم ترک کا ہوتی تو ترک کبھی نہین ہوتا - وہی حال ہوتا جیسے ہاتھہ کا بعد بیکار ہونے کے ہوتا ہے حالانکہ گناہگار توبہ کرتے ہین اور تائب پھر گناہگار ہوتے ہین - اسباب توبہ پر جب خیال کیا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسباب ایسے طور پر اثر نہین کرتے جیسے آگ مین ہمیشہ جلانے کا خاصہ ہے بلکہ اثر اوسکا کبھی ہوتا ہے کبھی نہین ہوتا پس اختلاف آثار صاف دلیل دوسری شے کے وجود کی ہے - اسباب سے ہمیشہ لوگ دہوکا کھاتے ہین اوس سے غفلت سم ہے -

الغرض الف عادت اور کمزوری ایمان کے سبب اصلی اور علت افعال قبیحہ کی ہرگز نہین ہے - اگر پھر کانے والا نہوتا لازمہ یہ تھا کہ برے افعال مین سے جب ضرورت نفسانی جاتی رہا کرتی ہمیشہ ترک ہو جایا کرتے - کوئی سبب اسباب مین سے یا کوئی الف عادت روک ترک کی نہوتے بلکہ الف عادت اور کمزوری ایمان Conscience کا وجود ہی نہوتا - آپکو الف عادت اور کمزوری ایمان کی جو اس وجود کے ماننے کی مانع ہے خدا کے لئے تھوڑی دیر کے واسطے اوسے دل مین سے نکال ڈالئے - اور حقیقت کو دیکھئے اوسوقت صاف معلوم ہوگا کہ الف عادت کیسی پیدا ہوئی کمزوری کہانسے آئی یہ دونام آپنے کس چیز کے رکھہ چھوڑے ہین

مین جب تفصیلی حالت پر فرق مذکورہ بالا کے غور کرتا ہون یہ بات پاتا ہون کہ ایمان کی کمزوری ہرگز دلیل صحیح نہین ہے اسلئے کہ جب ایمان کمزور ہو جائے ہر چیز مین کمزور ہونا چاہیے لیکن ان فرقون مین جو عہود اور مواثیق ہوتے ہین وہ اونپر بڑے زور سے عمل کرتے ہین اور اون پر پابند ہوتے ہین - پس ایمان بطور ایک شے کلی کے کمزور نہین ہوتا - رنڈیون کی حالت ظاہر ہے کہ باوجود بقاء قوت اونہون نے پوری توبہ بلا وجہ کی ہے یعنی اس طرح کہ پھر اُس قوت کو کبھی کام مین نہین لائین - کیا ایسی مثالون سے کوئی انکار کر سکتا ہے - ضرور نہین ہے کہ مین نام لیکر پردہ دری کرون - اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہہ کمزوری اور الف عادت ایک فرضی نام ہے جسکو اون لوگون نے اختراع کیا ہے جو حقیقت سے بے خبر ہین - ظاہر ہے کہ صدہا آدمی جو نہایت خراب ہون ایک بات مین درست ہو جاتے ہین وہی باتین ہزارون پر اثر نہین کرتین - بہت سے آدمی جو اچھے تھے بگڑ جاتے ہین اور بہت سے آدمیون پر وہی باتین کچھہ اثر نہین کرتین اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ الفاظ اور وہ غفلت اون اسباب یا قوتون سے نہ تھی دوسرے سبب سے تھی ورنہ ایک سا حال ہوتا ترک گناہ اور توبہ کی نسبت یہ خیال بعض وقت ہوتا ہے کہ وہ بذریعہ خاص اسباب کے واقع ہوتے ہین اسباب مذکور اور اونکا اثر طبایع کے تفاوت کے ساتھہ مختلف ہوتا ہے وہی الف عادت اور کمزوری ایمان کو دور کرتا ہے - اسباب کی تفصیل آگے بیان کیجاتی ہے طبایع کا اختلاف غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت ساتھہ

اعضا کے اور اونکے نفع کے لئے مخلوق ہوئی ہے یہ تفاوت طبیعت کا باوجود تفاوت کے اپنی خلقی غرض مین محدود ہونا چاہیے۔ اسباب کا اثر بعد خواہشون کے بڑہنے یا کمزور ہونے کے اوس رتبہ کا ہونا ہی نہین چاہیے۔

دلیل وجود شیطان کی دوسری تقریر | دوسری طرح بیان اوسکا یون ہوسکتا ہے کہ انسان مین ہر طرح کی قوتین ایام نمو مین بڑے زور کی ہوتی ہین اور بعد نمو کے اونمین سے زور جاتا رہتا ہے۔ پہلے اونمین بہڑکنے کی بڑی قابلیت ہوتی ہے بعد مین بہڑکنے کی قابلیت بالنسبت اسقدر کم ہوجاتی ہے کہ گویا نہین رہتی۔ انسان بعد تمیز آجانے کے جانا کرتا ہے کہ بعض اوقات خواہش ہاے نفسانی کا پورا کرنا خلاف عقل ہے مگر قوت خواہش کی اور اوسکا زور اور بہڑک عقل کو مغلوب کردیتی ہے لیکن جب قوت ہاے مذکورہ مین سے زور جاتا رہے لازم آتا ہے کہ عقل کے مطابق ہمیشہ آدمی کام کرے لیکن ہم صریحًا دیکھتے ہین کہ ایسا نہین ہوتا انسان بغیر بہڑک کے بہی افعال خلاف عقل کرتا ہے یہ بغیر دوسرے بہڑکانے والے کے نہین ہوسکتا وہی شیطان ہے الف عادت نہین ہے۔

عرب کی حالت جو جواب سوال اول مین بیان کی گئی ہے یہان بطور مثال خیال فرمائیے اوسمین تقریر بالا دوسری طرح بیان کیجاتی ہے۔ اگر محض قوتین انسان کی اور نفس کا ہمیشہ بلا بہڑکانے والے کے یہی کام ہوتا تو اصلاح عرب یا کسی اور ملک کی جب انتہائی مرتبہ کو پہونچ جائے خارج از امکان ہوجاتی۔ کیونکہ اس صورت مین

کہ وجود بہڑکانے والے کا نہ مانا جاے لازم آئیگا کہ نفوس کا یہ خاصہ لازمی ہو کہ ہمیشہ بدی کی طرف چلے جایا کرین اور وہ بدی پر مجبول پیدا ہوئے ہون حالانکہ ایسا نہین پایا جاتا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ انسان کی عقل وہ چیز ہے کہ نفس کو روک کر قوت کو اچھی جگہ کام مین لاتی ہے عرب کی نسبت کوئی نہین کہہ سکتا کہ اونمین صاحب عقل پیدا ہی نہ ہوئے تھے کیونکہ بعد کی حالت اسکے خلاف ہے۔ حالت عرب کے ساتھہ اور عام طور پر بھی اگر عقل اور نفس پر غور کیا جاے تو چار حالتین پیدا ہوتی ہین۔ (۱) عقل قوی نفس قوی (۲) عقل ضعیف نفس ضعیف (۳) عقل قوی نفس ضعیف (۴) عقل ضعیف نفس قوی۔ یہ قوتین یعنی دونون عقل و نفس کی جب کے ساتھہ پیدا ہوتی ہین۔ اگر یہ خلقی طور سے بدی اور نیکی کرتین تو ایام انحطاط مین ایک طرح سے گھٹا کرتین حالانکہ اب دیکھا جاتا ہے کہ ایام انحطاط مین قبل اوس حالت کے کہ بیہوشی ہو نفس گھٹ جاتا ہے عقل بڑھجاتی ہے۔ پس صورت اول و دوم مین جب عقل بڑھ جاے انسان کو کوئی فعل برا نہ کرنا چاہیے اسلئے کہ جب عقل ہی ہمیشہ قوت نفس کے مقابلہ کے لئے موجود ہو تو خاصہ الف عادت کا وجود نہوگا۔ صورت سوم مین جب انحطاط قواے نفس کا ہوگا تو ابتدا سے بدی انسان مین نہین ہوگی اور اوسوقت معصوم ہو جائیگا۔ صورت چہارم مین جب انحطاط ہو تو زمانہ نمو مین کمزور عقل ایسی کمزور ہوگی کہ کبھی نہ اوبھر سکے۔ الف عادت ایسی زنجیر سخت ہوگی کہ قید ہوا و ہوس سے نجات ناممکن ہو۔ ان سب کے ملانے سے لازم ہوگا کہ تغیر اور اصلاح ناممکن ہے۔ یہان اصلاح کی حالت بتلاتی ہے

کہ عدم امکان نہین تہا - ان چارون صورتون کے ساتہہ اگر اسباب کو لیجئے - صورت اول مین اسباب اگر قوی جمع ہون جو نفس قوی کو عقل قوی کے مقابلہ مین لاتے رہین تو بہی جب نفس کو ساتہہ قواے جسمانی کے انحطاط ہو تو عقل غالب آجائیگی - اور ساتہہ ہی چونکہ عقل قوی ہے ہمیشہ نفس اور عقل مین لڑائی رہے گی الف عادت کبہی نہوگا صورت دوم مین جب عقل اور نفس دونون کمزور ہون اسباب کا اثر ہی نہین ہوگا - صورت سوم مین اسباب کا اثر ابتدا سے ناممکن ہوگا صورت چہارم مین عقل ایسی مغلوب ہوگی کہ کبہی اوسمین قوت پیدا نہ ہوسکے گی - عرب کی نسبت اب اسبات پر غور فرمائیے کہ وہ ملک گرم ہے اوسمین جب قوائے نفس قوی پیدا ہون ساتہہ ہی عقلی قوت کا بہی قوی پیدا ہونا لازم آتا ہے اسلئے کہ عقل اور ذہن کی قوت حرارت ہے بڑے ذہین آدمی اکثر کم عمر ہوتے ہین یعنی جلدی مرجاتے ہین جب قوی عقل کے آدمی زیادہ پیدا ہون تو وہ قسم سوم مین داخل ہونے چاہئین نہ چہارم مین - پہر لازم آئیگا کہ عرب مین اتنی بدی نہو اگر مان لیا جائے کہ قسم چہارم کے زیادہ پیدا ہوئے تو بہی ناممکن ہونا چاہئے کہ اتنے بدنفوس سے پیدا ہوکر جو اسباب کثیر جمع کئے وہ ایک بشر سے نہ ٹوٹ سکین - ان امور پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نفوس بشری مین اصلی قوت جو عقل کے ساتہہ جمع ہے طبعاً و خلقتاً بدی پر مجبول نہین ہے اور خاصہ اوسکا بدی نہین ہے - بدی بہڑکانے والے کا فعل ہے - جب شیطان مغلوب کیا جائے اصلی نیکی بڑہ جاے اور جب اسباب ترقی کو قوت

دیجاے بہت بڑہ جاے چنانچہ یہان یعنی مثال عرب مین کتنی بڑہگئی۔

غور فرمایئے کہ اگر اسبات کو مان لیجیے کہ نفوس کا بہڑکانے والا اور بہڑک مین روک لگانے والا سواے قوت عقلی کے اور نہین ہے تو انسان کی وہی حالت ہوجانی لازم آئیگی جو حیوانون کی ہے ایسے زور کی تغیرات ناممکن ہونگی۔ کیونکہ وہ جبلت ہوگی اور جبلت سے عدول ناممکن ہے۔

یہان اسبات سے دہوکا نہ ہونا چاہیے کہ جو بیان اول رسالہ مین عقل کی خوبیون کا کیا گیا ہے یہ دلیل اوسکی نقیض ہے اسواسطے کہ یہان بیان نفوس کے بہڑکانے والے کا ہے اور روکنے والے کا۔ وہ ذکر عقلی قوتون کا ہے جو متعلق ایجادات اور صنایع کے ہین نیکی کے لیے سبب مدد مانی جاے اوس سے بہی تنقیض عقل کی لازم نہین آتی اسلیے کہ مدد اور روک اسطرح کی نہین ہے کہ عقل کی ماہیت موجودہ کو منقلب کردے۔

اس حالتِ عرب مین اگر خاص حالت جناب رسول خدا صلعم کو غور سے دیکہیے کہ اونمین دونون قوتین عقلی اور نفسانی قوی تہین اور وہ ہر طرح فردِ کامل تہے تو صاف معلوم ہوگا کہ ابتدا سے ایسی قوتون کو جو ہمیشہ عقل کو مغلوب کرتی رہے کوئی اور مدہبی شامل تہی۔ اوس سے اونکی عقل کی تنقیض نہین ہوگی۔ آنحضرت صلعم پر جو ایک قوت خاص کے متعلق اعتراض ہوتا ہے وہ ملاحظہ فرمایئے کہ کسقدر غلط ہے کیونکہ تمام عمر آنحضرت صلعم نے صرف ایک عورت کے ساتہہ بسر فرمائی۔ آخر مین تعدد ازواج اس

مصلحت سے تہا کہ بعض قبایل عرب کے سردار بغیر اسکے قابو مین نہ آسکتے تہے آپ ہندوستان مین اکبر بادشاہ کی حالت کو دیکہئے جب اوسنے راجگان ہند سے بیٹیان لین اوسکی سلطنت کسقدر مضبوط ہوگئی۔ اکبر عقلمند تہا اوسنے اس فعل کی پیروی کی۔ آپ خدشات پیدا نفرمائے۔ وہ اصل ضرورت کی وجہ سے غفلت کر جانے سے پیدا ہوتے ہین افسوس ہے کہ اکبر کا حال چونکہ معلوم ہے اوسکے فعل کی مدح ہوتی ہے۔ یہان باوجود علم غفلت ہے تاہم بعد رفع اعتراض قوت کے کمال کا وجود ظاہر ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وجود شیطان اور یہ کہ اوسکا کام کیا ہے ارشاد الہی سے معلوم ہوا ہے۔ تاویل بات بتانا ہے اوسکی ضرورت نہین۔ کیونکہ وجود شیطان خلاف عقل ہرگز نہین۔ بلکہ آثار اوسکے ہماری چہوٹی سی سمجہہ مین بہی آتے ہین۔ ہم بعض چیزون کے وجود کے قائل ہین اور صرف آثار سے قائل ہوئے ہین۔ اون چیزون کو علحدہ اور مجسم کرکے نہین دکہلا سکتے مثل کشش زمین کی۔ اور بہت سے خواص۔ اسی طرح شیطان کا وجود نتیجون سے سمجہہ مین آتا ہے فلسفی کو ہماری بات کا یقین کامل اوسوقت ہوتا جب سامنے دکہلایا جاتا کہ یہ شیطان سے ملاقات فرمائے اب تو ہٹ دہرمی ہو رہی ہے۔ ہان کوئی فلسفی اگر کہدے تو مانا جائے۔

آپ اس مقام پر پہونچ کر یہ خیال دلمین نہ لائے کہ جب مدد الہی ایک چیز ہو اور شیطان کا بہڑکانا دوسری چیز تو انسان ذمہ داری سے بچ گیا اسلئے کہ اوسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کنوئین مین گرنے کا قصد رکہتا ہے ایک بدآدمی نے آگے اوسکے راستہ نیچا کردیا

اور وہ اوسمین لڑھک کر جا پڑا۔ دوسرے نے گڑھے سے نکلنے کا ارادہ کیا ایک نیک شخص نے اوسکے لیئے تدبیر کردی مثلاً ڈھال کر دیا اور کنارے گڑھے کے نیچے کردیئے اور یا رسی ڈالدی۔ تو یہ دونون ذمہ داری سے پاک نہین ہوئے دوسرے کی مدد سے فعل کا فاعل ذمہ داری سے جدا نہین ہوتا۔

وجود شیطان کی دوسری دلیل

وجود شیطان کی ایک ظاہر دلیل یہ ہے کہ اگر مان لیجئے کہ انسان کی ولادت حضرت آدم کے اور حضرت نوح ع کے ذریعہ سے ہوئی تو اگر شیطان نہوتا آدمی کافر کبھی نہوتے۔

بیان اسبات کا کہ تاویلات نے آجکل کیون زیادہ رواج پایا ہے۔

اب مین بیان کرتا ہون کہ امور دین مین عموماً اور اونکے متعلق تاویلون نے جو اپنی راے کے موافق ہون آجکل کیون زیادہ رواج پایا ہے۔ اور اوسمین کیا غلطی ہے۔ ان تاویلات کو تاویلات نہین کہا جاتا تطبیقات نام رکھا گیا ہے۔

وجہ زیادتی رواج تطبیقات کی حقیقت مین خیر خواہی اسلام کی ہے۔ اور وہ اسطرح سمجھ مین آئیگی کہ علم کی دو بڑی شاخین قرار دیجئے ایک علوم دین دوسرے علوم دنیا دین کے علم کا موضوع یہ ہے کہ آدمی خدا کے صفات کو پہچانے تاکہ بندگی پوری ہو اور دنیا کو بطریق دین چلائے۔ علوم دنیا کا موضوع یہ ہے کہ جتنی چیزین ہمارے سامنے ہین اونکی حقیقت اور اوس حقیقت سے منافع کو جانکر اوسکو صحیح کام مین لائین جو شخص بقدر قوت بشری اشیاء کو جیسی کہ وہ ہین جانتا ہے اور مطابق علم کے عمل

کرتا ہے حکیم کہلاتا ہے اوسے فلسفی بہی کہتے ہین - یہ لفظ آجکل بعض اصطلاح مین اُن
لوگون کی نسبت استعمال ہونے لگا ہے کہ جو منکر وجود الہی ہونیکے سبب سے بُرے
سمجھے جاتے ہین - یہان لفظ فلسفی سے وہ غرض نہین ہے بلکہ فلسفی کو بمعنی حکیم
کے استعمال کیا جاتا ہے یعنی عالم علوم - ڈاکٹر - پس فلسفی جب علوم کو سیکہتا ہے
اوسوقت اوسکو یہ سکہلایا جاتا ہے کہ ماہیت اشیاء کی یہ ہے اور اونسے صحیح کام اسطرح
لیا جا سکتا ہے - اوسکے لئے مشاہدات کرائے جاتے ہین اور ہر چیز کے تجربے
اوسوقت یہ بات ذہن نشین ہوتی ہے کہ جو کچہہ سیکہا ہے صحیح ہے اسکے سوائے
کوئی چیز صحیح نہین ہو سکتی - اوسکے بعد جب حکیم اون اشیاء کے بیان کو دیکہتا ہے
جسمین سے بعض کو دین نے بطور ثبوت وجود اللہ تعالے کی ذات باکمال کے
بیان کیا ہے اور اون اصولون کو دیکہتا ہے جسپر دین نے دنیا کا چلانا بتلایا ہے
اونمین اپنی تحقیقاتون اور اپنے مقرر کئے ہوئے اصولون سے اختلاف پاتا ہے تو
حیران ہوتا ہے اور وہ غلط معلوم ہوتے ہین - اور یہ معلوم ہونا لازمی امر ہے - جب
جوش اسلام پیدا ہوتا ہے تب مسلمان حکیم یہ چاہتا ہے کہ جو ایسی غلطیان ہون اونکو رفع
کرکے بیانات مذکور کو اور اصول ہاے مذکورہ کو مطابق فلسفہ کی کر دینا چاہیے -

پہلی غلطی اصول تاویل و تطبیق فلسفہ و اسلام کی

اب دیکہنا چاہیے کہ اسمین کیا غلطی ہے میرے خیال مین
وہ دو طرح کی ہے - **اول** یہ ہے کہ فرق اسبات نہین کیا جاتا
تاکہ علوم حکمت دراصل کس چیز کے متعلق ہین اور علم دین دراصل کس چیز کے متعلق ہے

پس جاننا چاہیے کہ علم حکمت متعلق اون مصنوعات الہی کے اور اونسے کام لینے کے ہے جو بذریعہ محسوسات معلوم ہوتے ہین۔ علم دین اولاً متعلق صانع کے اور شناخت صفات صانع کے ہے جسکے صفات عین ذات ہین۔ ثانیاً متعلق چلانے دنیا کے ہے جسمین وہ اسباب داخل ہین جو اوس علم سے باہر ہین پس جو علم مصنوعات کے متعلق ہو صانع کے متعلق نہین ہو سکتا حکمت (یعنی حکمت طبیعی جو آجکل زیادہ تر محل بحث ہے) محسوسات مین محدود ہے اللہ تعالی محسوسات مین نہین ہے۔ اوسکے اسباب خاص کا دریافت کرنا اوس علم مین داخل نہین اسلئے فلسفہ ذریعہ شناخت اللہ تعالے کا نہین ہو سکتا۔ چنانچہ حال جناب رسول خدا کو دیکھیے۔ اونہون نے کوئی علم نہین پڑھا ممکن ہے کہ یہی وجہ اونکے نہ پڑھانے کی ہو۔ مگر یہ بات سب مانتے ہین کہ وہ بہت ہی بڑی مضبوط عقل کے آدمی تھے ایسے شخص نے کیا کیا! برسون حق تعالے کی مصنوعات کو سوچا اور دنیا سے علحدہ پہاڑ مین بیٹھ کر۔ تب ایسی عقل کے آدمی کو عقلاً بھی ثابت ہوا کہ خدائے واحد اس عالم کا خالق ہے اکثر حکمار کو جب مصنوعات کی خوبیون کی طرف توجہ ہوئی ہے وہ بھی وجود الہی کے قایل ہوئے ہین۔ الغرض اوسوقت جب اسقدر استعداد پیدا ہوئی تب افاضہ انوار الہی ہوا۔ اور حضرت جبرئیل اونپر نازل ہوئے اور شرح صدر کیا اور تمام علوم اوسکے ذریعہ سے ذات جناب رسول خدا مین در آئے۔ اوسوقت وہ نبی ہو گئے اور ہدایت کا کام اونکے سپرد ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی علوم اللہ تعالی کے صفات اور احکام جاننے کے لئے کافی ذریعہ نہ تھے۔ چنانچہ اوسکے آثار بذریعہ

معجزات سے آنحضرت صلعم نے بتلا کر ثابت کئے۔ اور جو طریقے حکمت اور خاصیت اشیاء کے تھے اونکو باطل کر کے دکھلایا۔ پس جو علم اسطرح حاصل ہوا ہو اور مافوق حکمت کے ہو حکمت اوسکا ذریعہ نہین ہو سکتی۔ ضرور اہل حکمت کو چونکہ اعتقاد اپنی معلومات کی صحت کا ہے وہ اونکو یقین نہین کرتے مگر غلطی اونکی اصول علم مذکور سے پائی جاتی ہے اور پوری ثابت ہے۔ نسبت معجزات کی دہوکا ہوتا ہے کہ معجزات اور بازی گری مین فرق نہین مگر غور کرنے سے بڑا فرق پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً بازی گر مردہ نہین جلا سکتا۔ اگر بازی گر مردہ جلا دے تو ہم اوسے بہی رسول کہنے کو تیار ہین بازی گرون کے تمام افعال اور جناب رسول مقبول کے تمام افعال پر غور فرمائے۔ سواے بازیگری کے بازیگرون کے افعال کیسے ہوتے ہین بیان کیسے تھے یعنی وہ نیکی سکھلاتے تھے اونہون نے عرب کو کہان سے کہان پہونچا دیا۔ ایسے شخص کے افعال کیا بازی گری تھے؟ ہرگز نہین۔ تہوڑے سے امتیاز کی ضرورت ہے انکار مردہ جلانے سے جو کیا جاتا ہے وہی اعتقاد ہے جو مینے بیان کیا کہ ہمارے اصول کے موافق جو چیز مجرب نہو اور ہمنے نہ دیکھی ہو صحیح نہین ہے حالانکہ تواتر ایک شے ہے جب تواتر سے بہت سی چیزین مانی جاتی ہین جسکی مثالین اوپر مذکور ہوئین اسکو بہی ماننا چاہیے۔ لیکن اس زور مین حکما تواتر سے انکار کرتے ہین جو صریح غلط ہے اور غلطی اصول حکما سے پائی جاتی ہے۔ آنحضرت نے بعد اس افاضہ کے بیان کیا کہ فرشتے ہین شیطان ہے خدا قادر مطلق ہے۔ اسباب اور بلا اسباب سب کچھہ کرنا قدرت الہی مین ہے وہ کیسے بذریعہ حکمت معلوم ہوتے۔

دوسری غلطی اصول تاویل و تطبیق کی

دوسری غلطی یہ ہے کہ اہل حکمت کو جو ہمیشہ اپنی تحقیقاتون اور نتیجون پر ایسا بھروسہ ہوتا ہے کہ خلاف اوسکے ہر چیز غلط معلوم ہوتی ہے یہ بھروسہ اور اعتماد اصول حکمت کی رُو سے بھی غلط ہے اسلئے کہ ہر حکیم مانتا ہے اور ہر اہل علم کو یقین ہے کہ علوم کی تکمیل ابتک نہین ہوئی اور اونمین جو نقصان ہے اوسکے پورا کرنے کی کوشش بڑے زور سے جاری ہے۔ باوجود اسکے ہر وقت یقین ہے کہ ہمنے جو اسوقت سمجھا ہے وہی صحیح ہے اور اوسکے سوا اور کچھہ صحیح نہین ہو سکتا غلط ہونا چاہیئے۔ چنانچہ جب بعد مین خود حکیم کو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی راے غلط تھی اور اونمین ذریعون سے جو تحقیقات ہوئی اونکی غلطی ثابت ہوتی ہے خود قائل ہوتا ہے۔ اگر غور فرماے تو اسکی ایسی مثال ہے جیسے سیڈیون پر چڑھنے والے کی ہو۔ انسان ایک سیڈھی پر چڑھے اور دیکھے اوسکو کچھہ نظر آئیگا اور وہ دیکھیگا کہ بعض چیزین ایسی ہین بعض ایسی ہین۔ جو چیزین اوسی وہان سے نہ دکھلائی دیتی ہون تو سمجھیگا کہ اوسیقدر موجود ہے جتنا دکھلائی دیا۔ اور ایسا ہی ہے جیسا دکھلائی دیا۔ اوسکے بعد دوسری سیڈھی پر چڑھیگا اور چیزین دکھلائی دین گی اور معلوم ہوگا کہ پہلے جو خیال تھا کہ اوسیقدر ہے غلط تھا اور ہر سیڈھی پر چڑھنے مین کچھہ ترقی ہوگی۔ اسوقت کی بجنسہ یہی حالت ہے کہ ہر سیڈھی کا آدمی یہ جانتا ہے کہ بس جو مجھے دکھلائی دیا اوسی قدر ہے اور ایسا ہی ہے جب اور ترقی ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا علم ناقص تھا۔ پس ہر زمانہ کے علم کے موافق تطبیقات غلطی فاحش ہوئین۔ ہم اوس شخص کے معتقد ہین جو ہمارے نزدیک سب سیڈھیون کو طے کرکے اعلیٰ سے اعلیٰ

مقام پر اور سب سے اونچے کوٹھے پر بیٹھا ہے اور وہان سے دیکھ کر سب کو بتلاتا ہے اگر کوئی کہے کہ یہ اعتقاد کہ وہ سب سے اونچی سیڑھی پر ہے غلط ہے اوسکا جواب یہان بیان کرنے کی ضرورت نہین اسلئے کہ ہمارا خطاب اون لوگون کیطرف ہے جو دین رسول خدا کو صحیح دین مانکر تاویلین کرتے ہین۔

تاہم اسقدر بیان کرنا کافی ہوسکتا ہے کہ جو شخص خبر دے کہ روم جو اب مفتوح ہوگیا ہے جسکی پھر فتح پانے کا کوئی ذریعہ اوسوقت نہ تھا (دیکھو تاریخ) وہ بالیقین بتلا دے کہ اب تھوڑے دن بعد پھر اوسکو فتح نصیب ہوگی اور مطابق بتلا دینے کے نصیب ہوجاے اوسکے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہوجاے۔ مردون کو زندہ کرے۔ فصاحت و بلاغت مین یقیناً کہدے کہ ایک چھوٹی سی عبارت کا بھی (آیۃ) جواب نہین ہوسکتا اور سب مان بھی لین کہ نہین ہوسکتا۔ وہ ایک سخت بیکسی کی حالت سے ساری دنیا کا فاتح ہوسکے بے تعلیم ظاہری کے ایسی شریعت قایم کرے کہ جو بالکل مطابق فطرت کے ہے اور نہایت صحیح ہے جسکی صحت تیرہ سو برس مین ابتک نہین ٹوٹ سکتی۔ اوسکے مخالف اوسکے معجزات کو لاچار ہوکر سحر کہین (معاذ اللہ)۔ کہ یہ امر شاید سب سے بہتر دلیل صدق معجزات کی ہے ایسے شخص مین ضرور وہ مادہ ہونا چاہیے جو فلسفی کے علوم سے باہر ہے۔ وہ ضرور سب سے اونچی سیڑھی پر بیٹھا ہوا ہونا چاہیے۔

اب مین دو ایک مثالین فلسفیون کے اغلاط کی جو ایسا اعتقاد کرنے سے ہوئی ہین بیان کرتا ہون۔

پہلی مثال غلطی دلائل فلسفہ کی نسبت نظریات کے

پہلی مثال دلائل فلسفہ ایسے ہین کہ اسباب کو دیکھہ کر نتیجہ نکالتے ہین جب تک کوئی سبب دریافت کرنے کا نہین ہوتا مگر نتیجہ معلوم ہوتا ہے اوسکو خلاف عقل جانتے ہین اور نہایت لغو سمجھتے ہین۔ اوسوقت جب تصویر عکسی کا طریقہ نہ نکلا تہا اگر کوئی شخص فلسفی سے کہتا کہ عکس کو روک سکتے ہین اور کاغذ مین اوسوقت رکہہ سکتے ہین کہ عکس و معکوس عنہ مقابل نہون تو وہ ہنستا اور بلا تامل کہدیتا کہ بکتے ہو۔ اسی طرح اگر اب کسی فلسفی سے جسکو طریقہ عکسی تصویر لینے اعضا اندرونی جسم کا معلوم نہو کہا جاے کہ شے کثیف کا حائل ہونا مانع انعکاس نہین ہے آدمی بعد حائل ہونے کسی چیز کے عکس لے سکتا ہے ایسا فلسفی سمجھیگا کہ قائل عقل سے خارج ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ جو نیا طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ صندوق کے اندر رکہے ہوئی چیز کا عکس اوسیطرح اوتر آتا ہے کہ ڈہکنا صندوق کا اور اوسکا مخفی ہونا مانع اخذ عکس نہین ہوتا اندرونی اعضا کے تصویر بعد حائل ہونے جلد کے اسی طرح لیلی جاتی ہے جیسے بلا حائل ہونے کے۔ باریک بین سی رگون کا خون چلتا ہوا دکہلائی دیجاتا ہے۔ اوسے فلسفی کو دکہلاے اور پہر فرماے کہ یہ ایک طریقہ سے انعکاس بلا ارتفاع حائل کثیف ہے یا نہین اوسوقت وہ فلسفی جو ایسے لوگون کو جو معجزات و کشف کے قائل ہین) خارج از عقل فرماتے تہے بتلایے کہ صحیح عقل سے وہ خارج ہین یا فلسفی کہ اپنے ناتمام علم پر بہروسہ کیے ہوئے اہل ایمان اور اللہ کی قدرتون اور صنعتون کو خلاف عقل سمجھتے تہے۔ فرق اسیقدر ہے کہ یہان بذریعہ ترکیب ثابت ہوا ہے وہان اوس ترکیب سے وجود اوسکا مانا جاتا تہا جو اوسوقت معلوم نہین تہی۔

دوسری مثال حرکت شمس کی

دوسری مثال نظام فلکی پہلے ایک حکیم کی راے کے مطابق
مانا جاتا تہا پہر دوسرے کی راے کی مطابق مانا جاتا رہا۔ اب اور حکمار کی راے کے مطابق
مانا جارہا ہے۔ اونکی راے بہی متغیر ہورہی ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تعالی نے
جو ارشاد فرمایا ہے کہ آفتاب مین گردش ہے والشمس تجری لمستقر لها یعنی سورج چلا جاتا
ہے اپنی مستقر کی طرف۔ مدت تک ہیت دانون کا یہ مذہب رہا کہ سورج مین گردش نہین
ہے اور مسلمان ہیت دان تاویل کرتے رہے کہ اللہ تعالی نے کلام مطابق فہم مخاطبین
کیا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ نہین شمس مین حرکت ہے اور معلوم ہوا کہ کلام الہی بیان حقیقت
تہا۔ اوسوقت فلسفی سے کوئی کہتا کہ حرکت شمس اسلئے مان لو کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے
وہ ہرگز نہ مانتا۔ اب جب فلسفی نے بتلا دیا بیچون وچرا مانتا ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے
کہ اب حکمار فرنگ نے ثابت کیا ہے کہ زمین مین تین حرکتین ہین ایک اپنے محور پر
دوسری آفتاب کے گرد جو ایک سال مین ختم ہوتی ہے تیسری کل نظام شمسی کی حرکت
طرف Constelation Hercules کی اور اوسمین بہی اب فرق ثابت ہوا ہے
اسپر بہی اب معلوم ہوا ہے کہ آفتاب کی بہی ایک نہین دو حرکتین ہین۔ ایک
اپنے محور پر دوسری جانب Constelation Hercules
کی۔ اس حرکت دوم مین نہ صرف کل نظام شمسی بلکہ جملہ نظامات متعلق نجوم شامل ہوتے
ہین چنانچہ دوربینون سے ثابت ہوا ہے کہ آفتاب کی سطح پر دہبے ہین اور وہ ہمیشہ
ایک ہی جگہ پر نہین رہتے بلکہ آفتاب کے سطح پر حرکت کرتے ہین۔ آجکل کے ہیئت

دانون کو وجہ اوسکی پورے طور سے دریافت نہین ہوئی - تاہم یہ راے قوی قرار پائی ہے کہ آفتاب کے سطح پر ہمیشہ بہت شدت کے طوفان رہتے ہین اسقدر شدت کے کہ اُسقدر اور ستارون مین نظام شمسی کے نہین پائے جاتے - بلکہ سکون ہوا کا زیادہ رہتا ہے یہانتک کہ اوس ستارہ مین جسکا نام مارس Mars ہے ہماری زمین کے مثل ہی پائے نہین جاتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آفتاب مین ایک سے زیادہ قسم کی حرکت موجود ہے اور اسقدر ہے اور اوسیقدر بڑے درجہ کی ہے جتنا آفتاب بڑا ہے یہان ملاحظہ فرمائیے کہ سیدھی کی مثال کسقدر چسپان ہے -

تیسری مثال پہاڑون کے وجود کی ہے - خداوند عالم فرماتا ہے - اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ترجمہ - کیا ہمنے زمین کو فرش (تمہارا) اور پہاڑون کو زمین کی میخین نہین بنایا - یہ بیان مخالف زمین کے کرہ ہونے کے ہے اور جب زمین کرہ ہو تو میخ کی ضرورت نہین ہے - اسباب مین فلسفی کو یہ غفلت ہوتی ہے کہ زمین باوجود کرہ ہونے کے اگر ہے ہمارا فرش ہے اور میخ کی اُسمین سخت ضرورت ہے کیونکہ میخ کا کام یہ ہے کہ وہ جس چیز کو جہان ہے برقرار رکھے - اس سے بقدر فرش میخ کی ضرورت رفع نہین ہوتی جیسے جہازونکو بوجھل کرتے ہین اسی طرح زمین بوجھل کی گئی ہے اور فائدہ اوسکا خصوصًا زلزلون کے وقت ظاہر ہوتا ہے اگر پہاڑ نہوتے زمین اسقدر زیادہ ہلتی کہ کوئی چیز اوپر کی برقرار نہ رہتی - سب ضایع ہوجاتین - اب چھوٹے زلزلے محسوس نہین ہوتے ہین - ایک یہ غفلت ہوتی ہے کہ زمین اندر سے نرم ہے اور نجارت

تیسری مثال پہاڑون کے وتد ہونے کی -

پیدا ہوتے ہین اوسمین بقدر ضرورت پہاڑ کہونٹون کی طرح گڑے ہوئے ہین تاکہ بخارات اور زمین اندرونی طور پر ایک جگہ رہین اگر ایسا نہوتا تاثیر ملکون کی بدل جاتی جیسا کہ کہنا ضروری تہا کیونکہ اندر زمین کے جزر و مد ہے۔ مہد کے دو معنی ہین گہوارہ اور فرش۔ لفظ جَعَلَ بمعنی خَلَقَ کے نہین ہے یعنی مرادف اوسکا اور معنی یہ ہین کہ فرش اور میخ کا کام لیا ہے یہ معنی تاویل نہین ہین لغوی اور حقیقی ہین ایک یہ غفلت ہے کہ بوجہ جب ایک جگہ مجتمع ہو جیسے پتہر مین اور جو متفرق اور پہیلا ہوا ہو جیسے روئی اور ہوا مین اوسکے اثر مین بڑا فرق ہوتا ہے چنانچہ اگر دو کہونٹون پر تختہ رکہا جاے تو ایک پتہر جس وزن کا کسی خاص مقام پر اوس تختہ کو توڑ دیگا روئی کا وزن دو چند اوسکو توڑیگا۔ ۶/۱ کی نسبت ہوتی ہے۔ لوہا پہاڑ دنسے جسقدر نکالا گیا ہے آپکو معلوم ہے ریلوے مین اوسکا صرف اور پلون مین اور ہر ضرورت زندگی مین ملاحظہ فرمائیے اوس نکالنے سے زمین پر جو بوجہ کا اثر پہاڑون کے ذریعہ سے تہا وہ کم ہو گیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ بوجہ کہین گیا نہین مگر اثر کم ہو گیا ہے۔ اس سے زمین میری راے مین اپنی جگہ پر باقی نہین رہی چنانچہ اب جو تین سو برس سے مختلف ملکون مین Observations معائنے ہو رہے ہین اونسے نسبت Variations اختلافات کے صاف پایا جاتا ہے کہ مقناطیسی سوئی ہمیشہ مغرب کی جانب چلی جاتی ہے اسکے علاوہ بہی مقناطیسی سوئی مین فرق ہوتا ہے گو بہت تہوڑا ایک درجہ کا یا اوس سے کم ہوتا ہے مگر ہوتا ہے چنانچہ ہر رصد مین جب حساب کیا جاتا ہے اس فرق کے لئے کچہہ عدد بڑہاے گہٹائے جاتے ہین

یہ سب امور دلیل اپنی جگہ پر زمین کے باقی رہنے کے ہین سوائے انکے اور کوئی امر معلوم نہین ہوتا۔ ورنہ سوئی ٹیک رہا کرتی۔ پس یہ فائدہ بوجھہ کا تہا اور وہ دندتے۔ لوہے کی تعداد بمقابلہ کل زمین کے ضرور کم ہے مگر اسقدر کم نہین ہے کہ اثر نہو۔ کیونکہ وہ بوجھہ ہے اسلئے امید ہے کہ تہوڑے دنون مین فلسفی قائل ہونگے کہ باوجود کرہ ہونے کے زمین ہمارا فرش ہے اور پہاڑ اوسکی میخین ہین۔ پہلے بالکل ہنستے تہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر یہی حالت رہی نظام شمسی اور عالم کا نظام اوس کے ذریعہ سے تباہ ہوجائیگا۔

چوتہی مثال فلسفیون کا خدا پرست ہوجانا۔

چوتہی مثال ہم دیکہتے ہین کہ اہل فلسفہ اپنی تدبیرون مین ایسے منہمک ہوتے ہین کہ وہ قدرت کو نہین مانتے لیکن بعض مین وہی اعتقاد وجود خالق عالم سے بالکل پہیر کر آدمی کو منکر مطلق بنا دیتا ہے بعض کو محض موحد اور ایسا کہ دنیا کو چہوڑ کر صرف اللہ کی پرستش کرکے فقیر ہوجاتا ہے یہ دونون امر ثبوت اسکا ہین کہ خود فلسفی اپنی غلطی کا قائل ہوتا ہے۔

پانچوین مثال۔ دور و تسلسل کی غلطی

پانچوین مثال یہ ہے کہ منطق مین یہ قرار پایا ہے کہ دور اور تسلسل باطل ہین لیکن فلسفی جب خدا سے انحراف کرتا ہے قاعدہ دور و تسلسل سے جو اسقدر مضبوط ہے خود انحراف کرتا ہے ورنہ منکر وجود الہی کبہی نہوتا۔

چہٹی مثال متعلق انکار بدیہیات کے

چہٹی مثال غلطی کی یہ ہے کہ بدیہیات سے انکار کرتا ہے مثلاً فلسفی سے اگر کوئی کہے کہ تاثیر روح و الفاظ موجود ہے اور وہ مثل اسکے تاثیر رکہتی ہے جیسے زنجیر اور قوت ظاہری تو گو کیسا ہی ثبوت اوسکا آنکہہ سے دکہلایا جاے منکر ہی رہتا ہے۔

حسن خان جنی کا قصہ مشہور ہے جب وہ ۱۸۶۵ء مین وارد دہلی ہوا اوسنے کوئی بات ایسی پیدا کی تھی کہ جس چیز کو وہ ہاتھ لگادے اوسکے پاس آجاے چنانچہ جب یہ خبر کرنیل ہملٹن صاحب بہادر کمشنر دہلی کو پہونچی تو اونہون نے اوسے بلایا۔ اور اپنی انگوٹھی اوسکے ہاتھ مین دیدی اور پھر لیکر ایک ڈبیہ مین بند کرلی۔ اور ڈبیہ کو اپنے ہاتھ مین جسکا ڈھکنا مضبوط بند تھا لیلیا اور اوسے زور سے دبائے رہے۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ انگوٹھی حسن خان کے پاس تھی۔ ڈبیہ خالی تھا اوسوقت کرنیل صاحب کو تعجب ہوا کہ بلا خرق والتیام و نظر آنے کے انگوٹھی کیسے حسن خان کے پاس پہونچی مگر اونہون نے کہا کہ وجہ نہین معلوم ہوئی اسلئے اسے ہم نہین مانتے۔ ایک مثال وہ ہے جو مینے صدہا مرتبہ دیکھا کہ ایک شخص سانپ پکڑتا تھا اور جب پکڑ کے لاتا تھا کچھ پڑھ کر اوسپر دم کردیتا تھا۔ یا کنکری پڑھی ہوئی مار دیتا تھا چنانچہ سانپ کے لئے ممکن نہوتا تھا کہ منہ کھولے جہان اوسنے دوسری کنکری پڑھی اور ڈالی سانپ منہ کھولتا تھا۔ اسوقت موضع چرتھاول ضلع مظفرنگر مین ایک شخص ہین کہ کچھ پڑھا اور دستک دی جسقدر سانپ آس پاس ہوتے ہین ایک دو نہین سو دو سو سب آئے اور پاس آبیٹھے۔ جب دوسرے دستک دی چلے گئے۔ یہ قوت مقناطیسی نہین ہے ورنہ سانپ پر محدود ہوتی اور کہتے ہی وہ چلے نجاتے۔ سواے سانپ کے اور اونکو اسباب مین کچھ نہین آتا۔ اور اسکی ہزارہا مثالین ہین۔

بیان ضررہاے تاویلات

اب مین بیان کرتا ہون کہ ضرران تاویلات و تطبیقات کا کیا ہے وہ بھی بہت طرح کا ہے بعض ضرر بیان کئے جاتے ہین۔

ضرر اول - دین اسلام اسلام نہین رہا -

پہلا ضرر یہ ہے کہ دین بدل گیا اسلام اسلام نہین رہا کیونکہ اوس اعتقاد سے جو آجکل ایسے حضرات اور اونکے مقلدین کا دیکھا جاتا ہے صریح مخالفت احکام الٰہی کی لازم آتی ہے اور وہ مخالفت انسان کو اصل دین پر باقی نہین رکھتی اسلئے کہ دین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے - عادل ہے - اوسنے نبی بھیجے - اون پر وحی بھیجی - اونکو خود حضوری مین بلایا - اوسنے اونکے جانشین بنائے اوسنے موت پیدا کی - اوسنے روح کو پیدا کیا جو باقی رہیگی - اوسنے قیامت کی خبر دی ہے اوسنے نماز واجب کی - اوسنے روزہ واجب کیا - زکوٰۃ واجب کی خمس واجب کیا حج واجب کیا - اہل فلسفہ اللہ تعالیٰ کو علت العلل مانتے ہین اور کہتے ہین کہ نتائج جو عالم مین پیدا ہوتے ہین محض اسباب سے پیدا ہوتے ہین - یہ انکا قدرت مطلق ہے - یعنی اسباب مانع نفاذ قدرت ہین - وہ فرشتون سے انکار کرتے ہین اسلئے وحی کوئی چیز نہین رہتی القا اور الہام ہو جاتی ہے - اور جب ایسا ہو کوئی شخص اعتماد نبوت پر نہین کر سکتا - کیونکہ القا اور الہام خیال ہے - اور خیالات اچھے برے اوس اعتقاد کے موافق ہر شخص مین پیدا ہوتے ہین وہ روح کا وجود نہین مانتے - اس سے قیامت کا انکار ہوتا ہے اور سزا و عدل باطل ہوتی ہین - وہ جنات کا انکار کرتے ہین اس سے لازم آتا ہے کہ کلام الٰہی مین کذب شامل ہے اور ان سب اعتقادات سے ساری عبادات نماز و روزہ خمس و زکوٰۃ حج سب کے سب باطل ہوتے ہین - مجھے جو کچھ اسبابت معلوم ہے وہ یہ ہے کہ ایسے لوگ جو اپنی تطبیقات کے ثبوت مین اقوال علما بیان کرتے ہین وجہ اسکی یہی ہے کہ ہمیشہ سے کوشش تطبیق

فلسفہ اور اسلام کی چلی آتی ہے اسلئے اپنے سے خیالات کے لوگون کے قول اونکو اپنی تائید مین ملجاتے ہین - حالانکہ اونمین اور انمین کوئی فرق بظاہر نہین ہے -

دوسرا ضرر - تاویلات سے کمزوری دین کی ظاہر ہوتی ہے

دوسرا ضرر یہ ہے کہ جو اون تاویلون کو دیکھے گا جانیگا کہ مذہب اسلام نہایت کمزور مذہب ہے اسلئے کہ تطبیق امکان سے باہر ہے مسلمان عجیب لوگ ہین کہ اونکے بڑے بڑے ایسی باتین بناتے ہین -

تیسرا ضرر - اسلام سے زور کا جاتا رہنا -

تیسرا ضرر یہ ہے کہ تاریخ اسلام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً اہل اسلام مین عموماً ایک زور تا جواب نہین ہے - وہ اسلئے گھٹ گیا کہ عرب مین جہانسے اسلام کی بنا ہے فلسفہ داخل ہوا جب لوگون نے فلسفہ پڑھا اور بیانات اسلام کو جو دلائل وجود جناب باری تعالی مین مذکور ہوئے تھے دیکھنا شروع کیا تو اونمین شکوک پڑنے لگے اور یہ کوشش ہونے لگی کہ شکوک رفع کئے جائین - ظاہر ہے کہ بحالت شک اون اصول کے مطابق عمل کرنے مین جنمین شک راہ پاجاے وہ زور نہین رہ سکتا جو اوسوقت ہوگا کہ اصول مذکور مین شک نہو - یہ حالت ابتدائی تھی - جسکا ضرر بھی ابتدائی ہونے کی وجہ سے چھوٹا تھا - چونکہ بیج ان شکوک کا دلون کی زمین مین پہونچ چکا تھا آخر کو وہ بڑے بڑے اشجار ہو کر ظاہر ہوا اور ضرر بھی اوسکے بہت ہی ترقی پا گئے - نتیجہ یہ ہوا کہ شکوک نے اسلام کو بدل دیا اور جتنی عام قابلیتین ترقی کی اسلام نے بخشی تھین سب کی سب جاتی رہین - یہانتک آخر کار نوبت پہونچی کہ امور دینی مین خصوصاً اور جملہ امور مین بھی عموماً عادت بزرگون کے استحقاق کی پیدا ہوئی اور اطاعت معدوم ہوگئی لنکا مین سب

باون سر کے ہو گئے۔ چونکہ منافع عامہ بغیر اطاعت کے حاصل نہین ہو سکتے ترقی کا مادہ ختم ہو کر تنزل کا مادہ پیدا ہو گیا جسکی آجکل بڑی واویلا ہے۔ افسوس ہے کہ اصل سبب سے یعنی عادت اطاعت پیدا کرنے مین کوشش نہین کیجاتی اون اسباب مین ترقی دیجاتی ہے جنہون نے اولاً مادہ ترقی کو روکا ثانیاً مادہ تنزل کو پیدا کیا۔

چوتھا ضرر۔ افعال تعبدی کا ترک ہو جانا۔

چوتھا ضرر یہ ہے کہ اون خرابیون کے بعد جو ضرر سوم مین بیان کی گئین لازم نتیجہ یہ ہوا کہ عبادت کی عادت جاتی رہی۔ بلکہ عادت ہو گئی کہ اعمال و افعال مطابق احکام شرعی کے صادر نہون۔ وجہ اسکی ظاہر ہے یعنی یہ کہ دلائل افعال تعبدی کے بیان نہین کئے گئے۔ اور دلائل سے نتیجہ صحیح نکالنا ہر شخص کا کام نہین۔ (دقت دلائل کی مین شرح کر چکا ہون۔) اب عادت یہ ہے کہ بغیر دلیل کوئی کام نہین کرتے۔ بغیر دلیل کسی کی بات نہین مانتے پس عبادت کہان رہ سکتی ہے۔ عبادت ایک بہت بڑی چیز ہے اسلئے کہ جو قوت ابتدا اہل اسلام مین تھی ذریعہ اوسکا کہ وجود باری تعالی کا اذعان تھا جنت و دوزخ اور عقبی کا اذعان تھا۔ عبادت کرانا ہر وقت اوس اذعان پر عمل کرانا اور اس ذریعہ سے اوسکا باقی رکھنا اور بڑھانا تھا۔ وہی ترقی اذعان ایک چیز تھی جسنے اذعان کے ساتھ جمع ہو کر اسباب ترقی پیدا کئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اوس عادت کا ترک ہونا بہت ہی برا ہے جو چیز غیر ضروری ہو اوسکی طرف اور اوسکے احکام کی طرف اور اون علوم کی طرف جو ذریعہ اونکے دریافت کا ہین لازماً بے توجہی ہو گی۔ اور لازم ہو گا کہ وہ علوم نہ پڑھے جائین۔ اونمین توغل نہو۔ اس عدم توغل نے اور اپنے بنائے ہوئے آسان

دلائل ناتمام پر عمل کرنے نے ایک نئی قسم کا ضرر پیدا کیا۔ وہ یہ ہے کہ اعتقاد ہو گیا کہ عبادت دراصل واجب نہین ہے۔ دلیل اسکی یہ قرار دی گئی کہ اللہ جبار رحیم ہے وہ عذاب نہین کرے گا پس کیون عبادت کرین۔ اس دلیل کو اس زمانہ کے لوگ عبادات مختلفہ مین بیان کرتے ہین یہان تک کہ ممتاز لوگ بھی ان شکوک مین پڑے ہوئے ہین۔ بلکہ بعض حضرات پر یقین کرکے اہل عمل پر استہزاء و تمسخر کرتے ہین۔

توضیح ۔ یاد رہے کہ جیسے اعتراضات شیطان کے حکمت نظام عالم پر بذریعہ اللہ تعالیٰ کے قادر و حکیم ماننے کے ہین یہ اعتراض احکام شریعت و اعمال تعبدی پر بذریعہ اللہ کے رحمن و رحیم ماننے کے ہے۔ اون اعتراضات کے جواب مین جیسے بسط بیان کی ضرورت تھی اسمین بھی ضرورت ہے۔ اوسی مین تاویل کی تعریف بھی بیان کیجائیگی کہ وہ مقام زیادہ مناسب تھا۔

ممکن ہے کہ یہ بیان جدا رسالہ بنالیا جاے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ وآلہ واصحابہ الی یوم الدین

ستائیس برس کے قریب زمانہ گذرا کہ ایک بزرگ نے مجھسے سوال کیا۔

سوال

سوال۔ اللہ اگر رحیم ہے اتنے بندون کو عذاب نہین کرسکتا۔

تم اللہ تعالی جلشانہٗ کو عم نوالہ کو رحیم جانتے ہو یا نہین۔ مینے جواب دیا کہ ضرور۔ بلکہ اوسے ارحم الراحمین جانتا ہون۔ تب اونہون نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا رحیمی ہے کہ معدود چند جنتی ہون اور سارا عالم آتش دوزخ مین جلنے کے لئے ہو۔ اگر سارا عالم دوزخ کے لئے ہو اللہ تعالی رحیم نہین ہے۔ اگر رحیم ہے تمام عالم دوزخ کے لئے نہین ہے۔

غرض اس سوال کی یہ تھی کہ اہل مذاہب صرف اپنے ہم مذہبون کو ناجی اور اس وجہ سے جنتی جانتے ہین۔ باقی جملہ اہل مذاہب کو ہالک اور اسوجہ سے دوزخی۔ تعداد کسی ایک مذہب کے معتقدین کی بمقابلہ تعداد جملہ مذاہب کے معتقدین کے بہت تھوڑی ہے گویا کچھ نہین لہذا معنی یہ ہوئے کہ بہت تھوڑے جنت کے لئے بنائے گئے اور بہت زیادہ دوزخ کے لئے۔ یہ خلاف رحم ہے۔

اس زمانہ مین ایک اور بزرگ کی کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا اوسمین یہ تقریر بہت دلچسپ عبارت مین لکھی تھی۔

عبارت یہ ہے

یہ وہ زمانہ تھا کہ مذہبی خود پسندی کے نشہ مین سرشار تھے۔ خدا کی تمام مخلوق مین صرف مسلمانون کو اور مسلمانون کے تہتر فرقون مین سے اہل سنّت کو اور اہل سنّت مین سے صرف حنفیہ کو اور اونمین سے بھی صرف اون لوگون کو جو صوم وصلوٰۃ اور دیگر احکام ظاہری کے نہایت تقید کے ساتھ پابند ہین نجات اور مغفرت کے لایق جانتے تھے۔ گویا دائرہ رحمت الٰہی کو کوئین وکٹوریہ کی وسعت سلطنت سے بھی جسمین ہر مذہب وملت کے آدمی بہ امن وامان زندگی بسر کرتے ہین زیادہ تنگ اور محدود خیال کرتے تھے جسقدر کسی کے ساتھ محبت یا لگاؤ زیادہ ہوتا تھا اوسیقدر اسبات کی تمنا ہوتی تھی کہ اوسکا خاتمہ ایسی حالت پر ہو جو ہمارے زعم مین نجات اور مغفرت کے لئے ناگزیر ہے۔

جواب

جواب

تقریر اعتراض کی غلطیان

مناسب ہے کہ پہلے اس تقریر کی غلطیان بیان کرون پھر یہ تفصیل کرون کہ یہ غلطیان کیونکر پیدا ہوئی ہین یعنی اسباب کیا ہین۔ پھر اون غلطیون کی غلطیان ہونے کے وجوہ بیان کرون۔ وہی جواب ہوگا۔

غلطیان اس تقریر مین یہ ہین۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ جب آدمی کوئی مذہب اختیار کرے اور اوسپر پختہ ہو اوسے خود پسندی قرار دیا ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ احکام شرعی کو احکام ظاہری اور قابل ترک قرار دیا ہے۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ معنی مغفرت کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے دائرہ کو غلط طور سے وسیع سمجھا ہے۔

چوتھی غلطی یہ ہے کہ معنی رحم کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے وسعت دائرہ کو بھی غلط سمجھا ہے۔

پانچوین غلطی یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے مواقع استعمال کے متعلق غلطی کی ہے۔

غلطیونکے اسباب

اسباب ان غلطیون کے یہ ہین

پہلی غلطی کے اسباب

پہلی غلطی یون پیدا ہوئی ہے۔

پہلا سبب تقلید سلطنت ہے۔

(۱) ہم لوگ ایسے بادشاہ کی رعیت ہین جسکی تدبیر سلطنت یہ ہے کہ کسی مذہب وملت سے سروکار نہو۔ آدمی بادشاہ اور اہل حکومت کے خیالات واطوار کو طبعاً پسند کرتا ہے اس پسند مین اس طرح غلطی ہو جاتی ہے کہ تدبیر سلطنت دنیا اور خدا پرستی مین جو فرق ہے وہ نظر سے نکل جاتا ہے۔

دوسرا سبب حفاظت ضرر ہے

ہم لوگ ایسے ملک مین آباد ہین جہان مختلف قوم ومذہب کے آدمی رہتے ہین اور اوس حالت مین کہ ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے مذہب کی رسوم بغیر کسی مداخلت کے ادا کر سکتا ہے۔ صرف یہ قید ہے کہ دوسرون کے رسوم مذہب مین ہرج نہو اور اونکو رنج نہ پہونچے۔ سخت پابندی رسوم مذہب کی ہرج

اور رنج کی طرف منجر ہوتی ہے اور ہرج ڈالنے والون اور رنج پہونچانے والونکو ضرر پہونچتا ہے لہذا وہ لوگ اچھے سمجھے جاتے ہین جو ہرج نہین ڈالتے اور رنج نہین پہونچاتے۔ ضرر سے بچنے کی خواہش مین یہ غلطی اسطرح ہوتی ہے کہ امتیاز نہین کیا جاتا کہ اصلی پابندی مذہب و بجاآوری صحیح رسوم مذہب کی کیا ہے اور اوسکو بطریق رنج دہی اور ہرج دوسرون کے بجالانا کیا ہے۔

تیسرا سبب خیالات آزادی ہے

(۳) آجکل زبان حکام سیکھنے کی سخت ضرورت ہے اوسکے ساتھ خیالات لبرٹی کے (آزادی) جو ایک مشہور اور نہایت پسندیدہ لفظ اوس زبان کا ہے دل مین جاگزین ہوتے ہین اور آزادی کے حصول کی اسقدر عظیم خواہش ہوتی ہے کہ صحیح آزادی اور غلط آزادی مین امتیاز باقی نہین رہتا۔

چوتھا سبب خواہش تاویل ہے

(۴) آجکل بعض حامیان دین کی یہ راے ہوئی ہے کہ اون اعتراضات کے جواب دینے کا جو عموماً اسلام پر کئے گئے یا وارد ہوتے ہین (یعنی حمایت حوزۂ اسلام کا) سب سے بہتر یہ طریقہ ہے کہ صرف قرآن مجید سے تمسک قرار دیا جاے اوسمین تاویل کرلیجائیگی اور احادیث نبوی سے یہ کہہ کر پیچھا چھوڑا لیا جاے کہ اوسمین اختلاف اسقدر ہے کہ صحیح سے سقیم کو پہچاننا ایسا دشوار ہوگیا ہے جسے ناممکن کہہ سکتے ہین۔ اونکی وجہ سے تاویل کی گنجایش نہین۔ پیچھا چھوڑ لینے سے جواب آسان بھی ہوجائیگا اور مضبوط بھی معلوم ہوگا۔ اس طریقہ کا یہ لازمہ ہے کہ مذہب مین پختگی نرہے۔ یہ غلطی اس سبب سے ہوئی ہے کہ (۱) یہ کام اون لوگون نے اختیار کیا تھا جنکو فن حدیث مین دخل ہی نہین تھا۔ (۲) اسکے

ساتھ ہی وہ طالب دنیا مین منہمک تھے۔

دوسری غلطی کے اسباب عدم فہم تصوف وغیرہ ہین۔

دوسری غلطی یون پیدا ہوئی ہے کہ ایسے لوگون نے نہ تصوف کو صحیح طور سے سمجھا تھا نہ مذہب کو متعلق بجا آوری احکام صوم وصلوٰۃ وغیرہ کے۔ اسکے ساتھ وہ اسباب شامل ہوگئے جو پہلی غلطی کے اسباب کے ضمن مین ابھی بیان کئے گئے۔

تیسری اور چوتھی غلطی کا سبب ناواقفیت اور حیرت ہے

تیسری اور چوتھی غلطی کے دو سبب ہین (۱) ناواقفیت کچھ تو ناواقفیت صحیح معنی سے ہے لیکن جسقدر واقفیت ہے اوسمین سے بھی نتیجہ غلط نکالا جاتا ہے (۲) حیرت کارخانہ الٰہی اسقدر عظیم الشان ہے کہ اکثر لوگون کو اوسپر غور کرنے سے ایسی حیرت پیدا ہوتی ہے کہ وہ حیرت عقل اور فہم صحیح کو اپنا عمل کرنے سے باز رکھتی ہے۔

پانچوین غلطی ان اسباب کا لازمہ ہے

پانچوین غلطی ان سب اغلاط کا لازمہ ہے تاہم غلطی اول کا دوسرا سبب اسکا خاص ذریعہ ہے۔

تفصیل اسکی کہ یہ غلطیان کیون غلطیان ہین۔

اب ان غلطیونکے غلطیان ہونے کی تفصیل بیان کیجاتی ہے۔

پہلی غلطی کی نسبت اول اسباب مین اغلاط کے شمول کی تفصیل کرنا ضرور ہے اسکے بعد حقیقت غلطی اول کی بیان کیجائیگی یعنی اوسکے غلطی ہونے کے وجوہ۔

سبب اول مین غلطیون کی تفصیل - اور بیان فرق تدبیر سلطنت و مذہب -

سبب اول تدبیر مملکت بادشاہت اور حکومت کی تدبیر ہے - مذہب عبودیت اور بندگی کی - حکومت مین غرض یہ ہوتی ہے کہ سلطنت مضبوط ہو - اور بندونمین جہانتک ایک کو دوسرے سے تعلق ہے امن باقی رہے - ہر واحد کی ذات بحیثیت ذات متعلق نہین ہوتی مذہب مین غرض یہ ہوتی ہے کہ بندہ اللہ تعالی کے پہچاننے کے ذریعہ سے اور اوسکے یاد کرنے کے ذریعہ سے اپنی ذات کی اصلاح کرے جسمین اصلاً مقصود اپنی ذات ہے تبعاً دوسرون کی - پس اصول مملکت مین جب اپنی ذات کی درستی اصلاً داخل نہین تو اصول مذہب مین اصول مملکت داخل کرنے کے یہ معنی ہونگے کہ ہمنے اپنی ذات کی درستی سے قطع نظر کرلی ہے - افسوس ہے کہ لوگ ہوس پسند افعال حکام وقت و تدابیر سلطنت مین ایسے منہمک ہوئے ہین کہ اپنی خبر یعنی ذات کی نہین لیتے - ہمارے حکام وقت وہ تدبیرین سلطنت کی کرتے ہین جو عمدہ ہین اور ہندوستان کے لئے خصوصاً مناسب ہین - مگر ہماری نظر مین اونمین سے بہت سے اپنی مذہبی درستی سے غافل ہین - گو اپنے نزدیک وہ اس سے بھی غافل ہون یا نہون - پس پسند و تقلید کرتے وقت یہ بھول جانا نہین چاہیے کہ ہم کس بات مین تقلید کرتے ہین - اگر اونکی تقلید ہر امر مین کرنا مقصود ہے تو اس بحث مین داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے کہ اللہ رحیم ہے اور دوزخ ہے یا نہین - جیسا اونکا خیال ہے اوسپر پورا عمل کرنا چاہیے کہ خدا صرف سبب اول ہے آیندہ دنیا سے بے دخل ہے - اونمین سے بہت سے ایسے بھی ہین کہ باوجود بڑے مدبران سلطنت ہونیکے

مذہب مین پختہ ہین چنانچہ جناب گلیڈاسٹون صاحب - کہ اونکی نسبت کوئی نہین کہہ سکتا کہ وہ مذہب نرکھتے تھے اور اوسپر پورا عمل نہ کرتے تھے -

سبب دوم کی غلطیون کی تفصیل اور اسلام مین رخنہ دہی کا منع ہونا

سبب دوم آجکل ضرور یہ ہو رہا ہے کہ جو لوگ بیجا آوری رسوم دیگر مذاہب مین ہرج ڈالتے اور رخنہ پہونچاتے ہین وہ مذہبی خیال کئیے جاتے ہین - مگر حقیقتہً دیکھنا چاہیئے کہ وہ لوگ نافہم متعصب ہین یا صحیح طور پر مذہب مین پختہ ہین - اور تعصب و پختگی مذہب حق مین فرق کرنا چاہیے - تعصب یاری کردن و پشتی کردن کو کہتے ہین جسکی غرض یہ ہے کہ بلا امتیاز صحیح و غلط اپنی بات کی پچ کرین - امر حق کی تائید خود اوسکی حقیت اور صحیح ہونے سے ہوتی ہے - پچ کرنے کی ضرورت نہین - یہ ضرورت صرف امر ناحق کے لئیے ہوتی ہے - چنانچہ ہمارے زمانہ مین بھی تعصب کا مفہوم کھینچنا اور تائید امر غلط کی کرنا ہے - امر صحیح کو صحیح ماننا اور اوسپر سختی سے عمل کرنا ہر صحیح ماننے والے کے لئیے لازم ہے - ورنہ جسقدر اوسمین سختی نہوگی اوسیقدر اوسکی صحت مین یقین کی کمی ہوگی - مثال دونون حالت کی یہ ہے کہ ہمنے اپنے گھوڑے کو مان لیا ہے کہ ہمارا گھوڑا اچھا ہے - لوگ کہتے ہین کہ وہ اچھا نہین اسلئیے کہ وہ کھڑا ہوکر اولٹ جاتا ہے - دو دم نہین - ہم نہین سنتے - جواب دیے چلے جاتے ہین کہ وہ اچھا ہے - اعتراضات غلط ہین - اولٹ جانے مین گھوڑے کا قصور نہین - جب تم لگام سخت کھینچوگے اولٹ جائیگا - دو دم نہونا عیب نہین - وہ گھوڑا امیرانہ ہے قاصد تو نہین ہے - ظاہر ہے

کہ جس گھوڑے مین یہ عیوب ہون وہ اچھا گھوڑا نہین - سواری مین خطرہ ہے اور وہ پوری سواری نہین - پس ایسی تائید تو تعصب ہے - لیکن اگر وہ گھوڑا حقیقت مین اچھا ہے تو اوسپر اعتراضات اگر ہون رنگ جواب دوسرا ہوگا - یعنی کہینگے کہ گھوڑا اولٹتا نہین - چڑھ دیکھیئے - دور دم ہے ساٹھ کوس لیجا کر دیکھیے - اسکے یہ معنی ہین کہ خوبی گھوڑے کی خود ظاہر ہوکر سچی بات کی تائید کریگی اور اوسکی نسبت جو جواب ہوگا اوسمین سختی اور زور موجود ہوگا اور وہ تعصب نہوگا - پس غلطی یہ ہے کہ جو لوگ نافہم متعصب ہین اونکے افعال ذریعہ اوس پختگی کے چھوڑنے کا گردانے جاتے ہین جو امر حق کے ساتھ لازم و ملزوم ہے کبھی جدا نہین ہوتی جدائی اوسیوقت ہوتی ہے جب امر حق کو صحیح جاننے مین شبہ ہو -

اب یہ بتلانا چاہیے کہ مذہب اسلام مین ایذا دہی و رنج دہی ممنوع ہے - جو ایسا کرے وہ مذہب پر عمل نہین کرتا - اللہ تعالی نے نسبت اہل کتاب کی ارشاد فرمایا ہے وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ترجمہ اور مسلمانون اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرو مگر ایسی طرح پر کہ وہ نہایت ہی عمدہ ہو - اور فرماتا ہے کہ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ترجمہ یعنی مت برا کہو اون لوگون کو کہ پکارتے ہین سوائے اللہ کے پس برا کہنے لگینگے اللہ کو تعدی سے بغیر علم کے - جناب رسول خدا صلعم نے جس طریقہ حیمانہ کا برتاؤ کیا قرآن اور تاریخ دونون اوسکے شاہد ہین - قرآن کی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

مِن جُولِكَ ترجمہ اور بیشک آپکا اخلاق بہت ہی بڑا ہے۔ اگر آپ سخت اور درشت قلب ہوتے تو لوگ آپکے پاس نہ پھٹکتے تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ اعجاز التنزیل مین متعلق فتح مکہ کے تاریخ کا یون خلاصہ کیا ہے۔ اب مکہ اور اہل مکہ سب آپکا مال تھے اور جو ظلم اونہون نے آنحضرت اور صحابہ پر کئے تھے وہ ہر کسیکو معلوم تھے پس آپ چاہتے تو سب کو لونڈی غلام بنا لیتے اور جسکو جو سزا چاہتے دیتے۔ مگر اللہ رے رحم و کرم۔ کہ آپ نے اون باتون کو بھلا دیا۔ اور اہل مکہ سے وہی برتاؤ کیا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیون سے کیا تھا اور اونکو مخاطب کرکے فرمایا۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ترجمہ یعنی آج مینے اپنے قصور تمکو معاف کئے خدا جو سب سے زیادہ رحم والا ہے وہ بھی معاف کرے۔ اور پھر فرمایا۔ اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ یعنی جاؤ مینے تم سب کو آزاد کیا دیگر معاملات مین آنحضرت صلعم کی یہ حالت تھی کہ مورخ عظیم الشان جناب گستاولی بان نے لکھا ہے کہ "حضرت نہایت نیکنام تھے اور آپکی نیکی اور آپکے اخلاص نے قریش مین آپکو امین کا خطاب دلوایا تھا"۔ اونکے مطیعون کی نسبت اسی عالم نے لکھا ہے۔ "وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب و رسوم و اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کیجائیگی"۔ پس جو لوگ صحیح طور سے پیرو دین محمدی کے ہین اونسے رنج دہی اور جھگڑے سے کیا تعلق ہے۔

مجھے وہ قصہ یاد ہے کہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے ایک نواسہ میری یاد کے زمانہ کے قریب دہلی مین رہتے تھے۔ ایک شخص نے جو چوک کے قریب جہان ہنود آباد ہین

رہتا تھا بعد اپنے ایک مکان چھوڑا اور اوسکی نسبت وصیت کی کہ اسکو کار خیر مین مولویصاحب موصوف صرف کرین۔ مسلمانون نے کہا کہ اس مکان کو منہدم کرا دیجیے تاکہ ہم لوگ یہان مسجد بنوا دین۔ اہل ہنود کو وہان مسجد بننے سے تکلیف تھی اور فساد کا اندیشہ۔ سب ہندو لوگ مولویصاحب کے پاس جمع ہو کر آئے اور درخواست کی کہ مکان کی بیع ہمارے ہاتھ کر دیجاے۔ مسجد نہ بنائی جاے۔ مولویصاحب اوس مکان پر تشریف لے گئے اور اوسے دیکھ کر مسلمانون سے فرمایا کہ بھائیو تم یہان مسجد نہین بناتے لڑائی کا گھر بناتے ہو۔ اور یہ فرما کر مکان کی بیع کا تکملہ ہندون کے نام کر دیا۔

جہاد کی بابت مجھے یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہین ہے اسلئے کہ جسقدر جہاد جناب رسول خدا صلعم نے فرمائے وہ ذریعہ بقاء اسلام کا بذریعہ بقاء اہل اسلام کے تھا۔ تاریخ وہی لوگ کا رہ ہدایت ہین ہاج ہوتا ہے۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام کی وہ حکایت مشہور ہے کہ آپنے جب ایک کافر کو زیر کیا اوسنے آپکے ساتھ گستاخی کی اور روے مبارک کی طرف لعاب دہن پھینکا۔ آپ فوراً جدا ہو گئے اور اسلئے وہ مسلمان ہو گیا۔ پس یہ جہاد ہے۔ اور یہ نفس کشی ہے۔ اور یہ ہدایت کی رسوم ہین۔ جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى یعنی ہر حال مین انصاف کرو کہ وہ پرہیزگاری سے بہت قریب ہے جو مسلمان ہے وہ اس حکم سے باہر اور جدا نہین ہو سکتا۔

سبب سوم کی غلطیون کی تفصیل

سبب سوم پہلے آزادی کے معنی کی تحقیق ضرور ہے حریت[1]۔ آزادی[2]۔ لبرٹی[3] liberty تین مختلف زبانون کے لفظ ہین۔

آزادی کے معنی لغت عرب سے۔ حرار کے معنی صراح مین آزاد شدنِ بندہ کے ہین۔ یعنی غلام کا آزاد ہونا حُرّیّۃ کے معنی آزادی اور آزاد مردی و اصلی شدن کے لکھے ہین۔ حر کے معنی آزاد و آزادہ کے ہین۔ وما ھذا بحرمنك کے معنی یہ ہین کہ کیا یہ تجھسے بہتر اور خوبصورت نہین ہے۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے خلاف العبد وخیار کل شی۔ رجل بین الحروریۃ یعنی حر ضد غلام کی ہے۔ اور ہر چیز مین سے جو بہتر ہو اوسے کہتے ہین۔ چنانچہ بولتے ہین رجل بین الحروریۃ یعنی فلان شخص سے حروریت ٹپکی پڑتی ہے۔

آزادی کے معنی لغت فارسی سے۔ آزاد کے معنی لغات فارسی مین یہ لکھے ہین (۱) وہ شخص جو جو مملوک نہو۔ (۲) راست یعنی سیدھا جیسے سرو۔ (۳) مجرد۔ (۴) بے عیب (۵) کامل۔ مصرع۔ سرو ہرگز چنین زفت آزاد۔ کے معنی مین اختلاف ہے کہ سرو بسبب سیدھا ہونے کے آزاد کہلاتا ہے یا اسلئے کہ اوسے آسیب خزان نہین پہونچتا۔ اسیطرح سوسن کو آزاد کہتے ہین۔ یا اسلئے کہ سفید ہے اور بار رنگ سے آزاد ہے یا اسلئے کہ پتے اوسکے سیدھے ہوتے ہین۔ آزاد اوسے کہتے ہین جو دوسرے کے قبضہ سے چھوٹ کر آزاد ہوا ہو۔ آزادہ اوسے کہتے ہین جو اس طرح آزاد نہوا ہو مگر خود مختار ہین اوس مین ہو۔

Freedom Liberty

آزادی کے معنی لغت انگریزی سے لغات انگریزی و اردو مین آزادی ترجمہ لبرٹی اور فریڈم کا ہے لغات انگریزی مین کافی ہوگا کہ ویبسٹر صاحب کے معنی نقل کئے جائین (۱) معنی عام اس لفظ کے یہ ہین کہ جسم اور طبیعت یا افعال ذہنی اون چیزون سے

پاک ہون جو اونکے افعال پر بطور مانع اثر کرتے ہون مثلاً جسم کی آزادی یہ ہے کہ اوسے آزار یا ضعف نہو۔ طبیعت یا قوت فکری کی نسبت آزادی کا اطلاق اوسوقت ہو گا جب اونپر کسی چیز کی روک نہو۔ یا اونپر کوئی حاوی نہو۔ چنانچہ نعمت آزادی حاصل ہونا اوسوقت کہین گے جب کوئی جسمانی قوت اون قوتون کے روکنے کا یا ذہن پر موثر ہونے کا عمل نہ کرتی ہو۔

(۲) نیچرل لبرٹی یعنی قدرتی آزادی اوس حالت کو شامل ہوتی ہے جسمین قوت اسبات کی حاصل ہو کہ جو فعل مناسب معلوم ہوا وسکو بغیر کسی روک کے یا دوسرون کی حکومت یا اقتدار کے عمل مین لاسکین۔ باستثنار قانون قدرت کی روک یا اقتدار کے۔ یہ آزادی اوس حالت کا نام ہوا جسمین کسی دوسری کا دباؤ نہو اور اصلی قوانین یا قواعد تمدن کا بھی نہو۔ اس قسم کی آزادی جب کوئی گورنمنٹ قایم ہوتی ہے محدود ہو جاتی ہے۔ قدرتی آزادی مین جب اس قسم کے قیود قایم کئے جائین جو عامہ خلایق کے لئے مصلحت نہون سختی یا ظلم ہونگے۔

(۳) سول لبرٹی وہ آزادی ہے جو نظر بحالت سوسائٹی یا نیچرل لبرٹی کے حاصل ہو اور وہین تک وہ آزادی محدود ہو جہان تک نظر بہ آسایش و اغراض سوسائٹی کے اور سلطنت یا قوم کے ضروری ہو۔ وہ روک جو قدرتی آزادی مین لگائی جاے جسکی ضرورت نہو یا مناسب نہو ظلم یا دبانا ہوگا پس معنی سول لبرٹی کے وہ حالت ہوئی کہ دوسرون کی اون خواہشون سے جو نامقید ہون انسان بچا ہوا ہو۔ یہ بچنا اور استثنار وہ ہے جو بذریعہ

قوانین کے محفوظ رکھا جاتا ہے اور جس ذریعہ سے کوئی شخص دوسرے شخص کو ضرر نہین پہونچا سکتا۔ اسلیئے قانون کی روک سول لبرٹی کے لیئے ضرور ہے۔

(۴) پولیٹیکل (Political) آزادی (یعنی ملک کا آزاد ہونا) کبھی مرادف سول لبرٹی کا ہوتا ہے لیکن زیادہ صحیح معنی اوسکے قوم کے آزاد ہونے کے ہین۔ اور وہ اوس حالت کو کہتے ہین کہ قوم دوسرے کی محکوم نہو اور ایسی حالت ہو کہ دوسری قوم کو اوسکے حقوق کے محدود کرنے کا اختیار نہو اسی معنی مین یورپ کے ملک اور اقوام یورپ کی آزادی کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۵) ریلیجس (Religious) آزادی یعنی مذہبی اوسے کہتے ہین کہ اعمال مذہبی کے کرنے کی بغیر کسی قید کے قدرت حاصل ہو۔ اور جس اہل مذہب کا جو طریقہ عبادت ہو وہ اوسکے مطابق اللہ تعالی کی عبادت کر سکے۔

(۶) لبرٹی آف میٹافزکس (Weta - Physics) یعنی علوم الہیات و قدرت کے متعلق آزادی جب ضد ضرورت کے معنی مین لیجاے اوس قوت کو کہتے ہین جو عامل مین اختیار عمل یا منع عمل کے لیئے مطابق اپنے ارادہ کے باعث ترجیح و اختیار افعال ہو۔ فریڈم آف ول (Freedom of Will) ترجمہ لبرٹی کا ہے (یعنی آزادی ارادہ کی) یعنی وہ حالت جو کسی روک یا مانع سے ارادہ یا قوت ارادی کے مقید نہو۔

(۷) لبرٹی (Liberty) اوس استحقاق عام کو کہتے ہین جو کسی مجمع کو کسی رسم یا کرے سے مستثنی ہونیکا ہے جیسے آزادی تجارتی شہرون کی۔

(۸) اجازت یا رخصت حاصلہ کو بھی آزادی کہتے ہین جیسے گواہ کو اجازت ہوگئی کہ

کچھری سے چلا جاے۔

(۹) ایک زمانہ جسمین کسیکو اجازت ہو کہ بغیر روک ٹوک کے گذر جاے جسکے علاوہ آمدورفت جواز نرکھتی ہو۔

(۱۰) ایسی آزادی عمل یا تقریر کی کہ تہذیب یا شائستگی کے باہر ہو۔ چنانچہ بولا جاتا ہے کہ عورتون کو نامناسب آزادی ترک کرنی چاہیے۔

Tolerkellerty

لوٹیرکل لبرٹی کے معنی ہین وہ بات کہنی یا وہ فعل کرنا جسکی اوسوقت اجازت نہ لی گئی ہو۔

Tosit at liberty

لوسٹ ایٹ لبرٹی کے معنی ہین قید سے رہائی۔

Tobeat liberty

لوبی ایٹ لبرٹی کے معنی ہین موانع سے آزاد ہونا۔

پریس کی آزادی یہ ہے کہ طبع کتب واخبارات مین اسبات کا اختیار حاصل ہو کہ جو چاہے چھاپے اور جو دلمین آئے لکھے۔ صرف یہ قید ہو کہ جو شخص اس آزادی کو بری طرح کام مین لائے وہ سزا پاے۔ مفسدانہ کتب یا مضامین نہ چھاپے جائین۔

عربی اور فارسی اور انگریزی کے معانی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وسعت معنی آزادی مین رفتہ رفتہ پیدا ہوئی ہے اور غلط ہو گئی ہے۔

ان سب تعریفات کو ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آزادی ایک خاص چیز تھی رفتہ رفتہ اوسکے معنی مین وسعت پیدا ہوئی ہے۔ عربی مین آزادی اور حریت ضد غلامی کی تھی اُسکے بعد معنی اوسکے خیاد کل شئی کے ہو گئے فارسی مین بھی یہی معنی تھے اوسکے بعد معنی اوسکے مجرد و بے عیب کے ہو گئے چنانچہ حاجی زین العابدین وریا

وآزادہ کا مفہوم ایک ہے تاہم یہ وسعت کمال اور خوبی کے قیود سے محدود رہی۔ اہل یورپ نے جو معنی بتلائے ہین بظاہر اونمین کوئی قید کمال و بے عیب ہونے کی نہین ہے کیونکہ خلاصہ اونکے معنی کا یہ ہے۔ وہ حالت جسمین قوت صدور افعال جسمانی و ذہنی کی باستثنار بعض قیود ناگزیر کے جملہ ایسے قیود سے پاک ہو جو قوت مذکور کی روک یا مانع ہون۔ قیود ناگزیر مین کمال و خوبی داخل نہین ہو سکتے اس وسعت پیدا ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ پچھلے زمانہ کے لوگ کسی نہ کسی مذہب کے پابند ہوتے تھے اسلئے قوت فکری مذہب سے باہر جانے کے متعلق مذہب سے مقید تھی۔ قوت جسمانی طرح طرح کی سختی حکومت اور اوسکی خرابیون سے ایسے قیود مین مبتلا رہتی تھی (مثلاً جب راستے لٹتے ہون ہوا کھانے کو جانا دشوار ہوگا صرف جانون کی پڑی ہوگی) کہ خیال آزادی آنا دشوار ہو کر رعایا کو مثل غلامون کے رہنا طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی۔ یہانتک اس حالت کا زور تھا کہ اکثر لوگون کی یہ رائے ہوئی کہ ہم جسقدر اختیار صدور افعال کا رکھتے ہین حقیقت مین وہ بھی حاصل نہین ہے۔ بلکہ ہماری ایسی حالت ہے جیسے کلون کی۔ اور وہ ایک مذہب ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ فرقہ جسے جبریہ کہتے ہین اسوقت بھی تعداد کثیر مین پایا جاتا ہے یہانتک یہ خیال بڑھا تھا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔ شعر

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ	باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

پس بیشتر اشخاص کے دلمین ایسی حالت کا وجود نہ تھا۔ بلکہ تصور بھی اس حالت کا نہ آسکتا تھا کہ کوئی فرد بشر ان مضمون مین آزاد ہو اگر آتا ہوگا اسطرح آتا ہوگا کہ جیسے ہم کبھی خواب دیکھین

کہ پرندون کی طرح اوڑ کر ایک مکان سے دوسرے مکان مین چلے جا رہے ہین اور جب آنکھہ کھلے اور دیکھین کہ پلنگ پر لیٹے ہین تو معلوم ہو کہ اضغاث احلام تھے۔ اگر کسیکے دل مین یہ خیال بیداری مین آتا ہوگا اور اونکو جو خود سر بادشاہ یا رئیس تھے۔ وہ ان خیالات کو ظاہر نکر سکتا ہوگا۔ اگر اونکو لکھتا ہوگا تو مطابع کے نہونے سے وہ ایسی شہرت نہ پا سکتے ہونگے کہ اوسکے خیالات عام ہون۔ جب سے قوانین اور قواعد کی پابندی شروع ہوئی اور وہ جابرانہ طریقہ جاتا رہا لوگون کے دلون مین یہ خیالات پیدا ہونے لگے کہ ایسی حالت کا بھی وجود ہے جسمین افعال ذہنی و جسمانی موانع و مزاحمات سے پاک ہوتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ جب سے انگریزی زبان مین علوم آئے اور فلسفیت پیدا ہوئی اوسنے قوت فکری کی نسبت قیود مذہب کو کم کر دیا۔ قوت ہاے جسمانی کی روک قانون کے ذریعہ سے کی گئی مگر جتنے افعال جسمانی آزاد قوت فکری کی تعمیل حکم مین خلاف قانون نہون وہ بغیر مزاحم کے خیال ہونے لگے۔

جو تعریف آزادی کی اہل یورپ نے کی ہے اوسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو طرح کی ہے ایک تعریف مطلق دوسری تعریف اقسام۔ اور دونون قیود سے خالی نہین ہین اور سب سے قید بے عیب ہونے کی نکلتی ہے گو قید کمال کی نہین نکل سکتی۔ تعریف مطلق جسمین نیچرل آزادی شامل ہے۔ قانون قدرت اور گورنمنٹ کے قیود سے محدود ہے

Liberty of Physics

اقسام یعنی سول لبرٹی۔ و پولٹیکل لبرٹی و ریلجس لبرٹی۔ و لبرٹی آف مٹافیزک و لبرٹی آف پریس و آزادی ارادہ کی و آزاد ہونا قید یا عدالت سے۔ یا بغیر اجازت کام کرنا جیسے مجامع

وغیرہ ہین - اونمین جو آزادی ہے وہ خود ایک خاص طرح کی آزادی ہے اور معنی اوسکے یہ ہین کہ وہ اوس حالت کا نام ہے جسمین کوئی خاص طرح کی قید یعنی موثر موجود نہو - تفصیل اسکی یہ ہے کہ سول لبرٹی کا بڑا جزو قانون اور رسوم قومی ہین جنکے ذریعہ سے وہ آزادی باقی رکھی جاتی ہے - قوانین و رسوم کے اعتبار سے کوئی آزادی باقی نہین رہتی بجز اوسقدر کے کہ خلاف قانون یا رسوم کام نہ کرین - یہ سخت قید ہے اور وہ خاص حالت کا نام ہوا - پولٹیکل لبرٹی ایک قومی حکومت کی حالت ہے جو دوسری قومون کے تحت اقتدار نہونے کو کہتے ہین اور وہ بھی ایک خاص حالت ہے - اور اسیطرح باقی آزادیون کی حالت ہے - مثلاً جیلخانہ سے چھوٹ کر پھر بھی قانون و رسوم کی قید مین رہنا - یا کسی وقت خاص مین عرض معروض کی آزادی لینا -

پس صاف معنی اس تعریف کے یہ ہین کہ قواے جسمانی و ذہنی امراض سے پاک ہون اور انسان کو ایسی قدرت و مکنت حاصل ہو کہ وہ ایسے کام جو نامناسب نہون جہانتک اوسکی قدرت مین ہے کر سکے - یہ قدرت اچھی سلطنت اور زمانہ امن مین حاصل ہوتی ہے اور اچھی چیز ہے - لیکن اس خیال کا اسقدر زور بڑھا ہے اور معنی مین اسقدر زیادہ وسعت پیدا ہوگئی ہے کہ زمانہ حال کی آزادی کی تعریف اور معنی یہ ہین کہ آزادی وہ حالت ہے جسمین انسان افعال ذہنی یا جسمانی کو مطابق اپنے مرضی کے صادر کرنے پر قادر ہو - خواہ وہ مناسب ہون یا نہون جسکا دوسرا مفہوم وہ ہے جسے نامقیدی کہتے ہین اور اوسکے مفہوم مین تمام قوانین قدرت و گورنمنٹ کی حدود و رسوم کے قیود کا توڑنا اور توڑ سکنا داخل ہے

یہ تعریف نہ انگریزی کی ہے نہ فارسی کی نہ عربی کی۔ آیندہ اسکا نام آزادی مصطلحہ ہوگا
یہ وسعت اسطرح پیدا ہوئی ہے کہ عاقلانہ حکومت نے جب امن قایم کیا اور اوس ذریعے سے
نمایان ترقیات ہوئین چونکہ اصلی روک دلونمین نہ تھی۔ یعنی خدا کا ڈر۔ تو ہر شخص چاہنے لگا کہ
جہان تک ہوسکے موانع اور مزاحمات کم کئے جائین جسقدر کم ہونگے ہم وہ کرسکینگے جسکے
کرنے کو ہمارا دل چاہے۔

ثبوت اسکا حالات زمانہ ہین۔ کیونکہ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ یہانتک نوبت پہونچی ہے کہ وہ
افعال جنکو قوانین و رسوم نے منع کیا تھا جب سزا کا ڈر نہو قابل عمل ہوگئے ہین۔ ظاہر ہے
کہ خواہش ہاے نفسانی بڑے زور کی ہوتی ہین۔ اور پابندی تکلیف دہ چیز ہے اگر غور
سے دیکھا جاے انسان مین اللہ تعالی نے اختیار صدور افعال کا دیا ہے اور آزاد نہین کیا
بھلائی کے لئے ثواب اور برائی کے لئے عذاب بنایا ہے اور کوئی حالت افعال جسمانی
کی آزاد نہین ہے۔ افعال ذہنی کی حالت البتہ آزاد ہے۔ جو ایجاد کرے جو بات عمدہ نکالے
نکال سکتا ہے مگر وہین تک جہانتک خوبی ہے۔ جو خیالات تضیع اوقات ہون وہ بھی اچھے
نہین ہین۔ پس ظاہر ہے کہ اس تعریف کے لئے جو کی گئی ہے صحیح لفظ اختیار ہے نہ
آزادی۔ کیونکہ جب اللہ تعالی کے ہم بندہ ہین آزاد نہین ہین۔ جب ہم ایک بادشاہ کی
رعایا ہین آزاد نہین ہین۔ صرف اختیار اس بات کا ہے کہ ہم افعال صادر کرسکتے ہین۔
اور وہ اختیار صرف اسی لئے ہے کہ ادنی حالت سے اعلی حالت پر ترقی کرین۔ اختیار
کو بری طرح کام مین لائینگے تو سزا ہوگی۔

جب صحیح یہ حالت ہو تو معلوم ہوگا کہ جسقدر طباعی اہل یورپ نے تعریف آزادی مطلق مین فرمائی ہے اوسقدر صحیح نہین ہے جیسی ہونی چاہیے کیونکہ پورا غور قیود و موانع اور مزاحمات پر نہین کیا ہے۔ وہ اسقدر زیادہ ہین کہ اونکو ملاکر دیکھنے سے کوئی حالت افعال ذہنی یا جسمانی کی یا آزاد حالت بالمعنی الاعم باقی نہین رہتی۔ یا ایسے قیود ہر وقت موجود ہوتے ہین جنپر عمل کئے بدون چارہ نہین۔ یا عمل کرنا مناسب ہوتا ہے۔

موانع و مزاحمات **قوت ہاے جسمانی** کے اتنے زیادہ ہین جنکا حصر مشکل ہے۔ بعض یہ ہین۔ **اول** یہ کہ قوتین انسان کی مختلف اور محدود ہین کسی مین ایک من بوجھ اوٹھانے کی طاقت ہے۔ کسی مین دو من کی۔ مگر کسی مین پچاس من بوجھ اوٹھانے کی طاقت نہین۔ پس وہ حد جو ہر وقت ہر قوت مین لگی ہوئی ہے ایک مزاحم موجود ہے کہ اوس سے زیادہ قوت کام نہین دیتی۔ اپنی حد مین آزاد ہونا کچھ نہین ہے۔ جیسے چینٹی۔ صریح ہے کہ ضعف قوت خلاف آزادی ہے۔ **دوسرا** مزاحم عادت اور مشق صرف قوت ہے مثلاً ایک بہرے کلکٹر کا سررشتہ دار تین چار گھنٹے اتنے زور سے مثل سنا سکتا ہے کہ دوسرے سررشتہ دار کو جسے عادت نہو ممکن نہو۔ مرثیہ خوان ۶ گھنٹہ زور سے مرثیہ پڑھتے ہین دوسرے نہین پڑھ سکتے پس یہ حد مزاحم ہے۔ **تیسرا** مزاحم تعلقات اور حالات ہین۔ مثلاً اسوقت دل سیر کرنے کو چاہتا ہے مگر سیر کیجئے تو شام کو بچون کے لئے کھانا لانے کو کھائین۔ اور اپنا پیٹ کس چیز سے بھرے۔ اس سیر سے اپنی اور بچون کی سیری

رک جائیگی اور وہی مزاحم ہے۔ مثلاً پیشاب کی ضرورت ہے مگر حیا مانع ہے کہ مجمع مین ستر نہ کھولا جاے۔ مثلاً جاڑہ مین باہر نکلنا یا گرمی مین باہر نکلنا۔ اوس سے فالج اوس سے لون لگنے کا ڈر مانع نکلنے کا ہوتا ہے چوتھا مزاحم قانون اور قواعد ہین۔ قوانین ایسی چھوٹی چھوٹی باتون کے لیے ہین کہ کوئی آزادی درحقیقت موجود نہین۔ قواعد سوسائٹی جسکی تفصیل ضروری آگے ہوگی۔ ایسے ایسے خفیف خفیف امور کے متعلق ہین کہ آدمی بستہ سمجھا جاتا ہے ان امور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حالت علی الاطلاق انسانمین ایسی نہین ہوتی جو موانع و مزاحمات سے خالی ہو۔

موانع اور مزاحمات قوت ہا۔ ے ذہنی کے بھی ایسے ہی کثرت سے ہین جیسے جسمانی کے اور وہ کثرت بھی قابل حصر نہین۔ بعض مزاحم یہ ہین۔ اول تفاوت مراتب اذہان۔ دوسرے اونکی غلطیان تیسرے وہ حالت جنمین آدمی ہے۔ چوتھے اوسکی معلومات پانچوین مرز بوم کا اثر۔ یہ سب بعض چھپے ہوئے بعض ظاہری ایسے مزاحمات ہین جو ہر وقت موجود ہین اور کوئی فرد بشر ان سے خالی نہین۔ اگر یون کہین شاید مناسب ہوگا کہ وہ آزادی جسے اب آزادی کہتے ہین دوسرا نام جنون کا ہے۔ جس حالت مین آزادی مطلق حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ مجنون اپنے آپ کو بحالت جنون مریض نہین جانتا اسلیے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ شعر

فارغ از رسم و رہ گبر و مسلمان کردی	اے جنون گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی

دست کی خرابیان

الغرض اس زیادتی وسعت نے طرح طرح کی خرابیان پیدا کی ہین جو بعض

بیان کیجاتی ہین۔

اول آزادی مذہب سے۔ اول سب سے پہلا کام آزادی کا خیالات مذہب سے آزاد کرنا ہے۔ کیونکہ جب قانون اور گورنمنٹ کی سزائین کافی روک برائیون کا نہین ہوتین تو جس چیز کی روک نہو وہ کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ علاوہ برآن مذہب پر چلنا آسان بہی نہین ہے۔ آزادی آسانی چاہتی ہے۔ یہ شر عظیم ہے اسلئے کہ مذہب دل مین ایک ڈر پیدا کرتا ہے جو انسان کا اصلی مزاحم صدور افعال قبیحہ کا ہوتا ہے۔ خوبی اس ڈر مین یہ ہوتی ہے کہ معاملات انسانی درست ہوجاتے ہین۔ اور آدمی اس ڈر کے ذریعہ سے تمام مخوفات سے بیخوف ہوجاتا ہے یہانتک کہ جان دینے کی قابلیت آجاتی ہے۔ اس ڈر کی اتنی بڑی عظمت معلوم ہوتی ہے کہ جناب باری تعالی نے اسکی قرآن مجید مین تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ یہانتک تاکید ہے کہ جہان یہ ارشاد فرمایا ہے کہ معاملات لکھے جایا کرین وہان یہ بہی ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرو یعنی باوجود سب احتیاطون کے اللہ سے ڈرنا مقدم تر ہے وجہ اسکی ظاہر ہے کہ قبالجات لکھنا بہی بے ایمانون کو کافی نہین۔ رجسٹری کا محکمہ ہوگیا وہ بہی کافی نہین۔ ظاہری ایماندار تک یہ چاہا کرتے ہین کہ قبالون اور وثیقون کی ایسی عبارت ہو کہ ایک کا ناواجب ضرر دوسرے کا ناجائز نفع ہو۔ پس وہ خیالات جو اس ڈر کے مخالف ہون ضرور نہایت مستحسن ہونگے آزادی کے ساتھ پہلا خیال یہی ہوتا ہے۔

جن لوگون نے اس ڈر پر نظر تعمق کو کام فرمایا ہے وہ اسکی عظمت کے قائل ہوئے ہین

چنانچہ فیلسوف عظیم الشان گستاولی بان نے لکھا ہے "یہ خلاقین ترقیات خیالی بلاشک بعض اوقات توہمات وتخیلات کے پابند ہوجاتے ہین لیکن اگر اونکے توہمات اور تخیلات نہوتے تو ہم ہرگز اتنی ترقی موجودہ کے درجے پر نہ پہونچتے" جو لوگ کہتے ہین کہ پابندی قوانین سوسائٹی سے کام چل جاتا ہے اوسکی بابت اسمقام پر اسیقدر لکھنا کافی ہے کہ سزا روک ہے اور جزا ترغیب ہے۔ پس اچھے کام کرانے کی تدبیر کے یہ دو جزو ہین جب ایک کو ترک کیا جائیگا تدبیر کا نصف جزو متروک ہوجائیگا سوسائٹی سے اخراج برائے نام سزا ہے اور اون لوگون مین محدود ہے جو قابل سوسائٹی کے ہون۔

علاوہ برآن وجود خداوند عالم اسقدر ظاہر ہے کہ اب بہت سی مخلوق بظاہر موحد ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو ایک جاننے کی مدعی ہے کسقدر بے خوفی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کو دنیا سے بے تعلق جان لے۔ سوچنا چاہیے کہ اگر تعلق نکلا تو ایسے خیال والون کا کیا حال ہوگا۔

اسی ڈر نہونے سے اور اسی کمزوری کے دور ہوجانے سے افعال قبیحہ کی تعداد بہت بڑھگئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جسقدر قوم مین عقل بڑھتی ہے تدبیرین اپنی خواہشون کے برلانے کی اور قوانین کی سزاؤن سے بچنے کی بھی بڑھ جاتی ہین۔ قوانین نازک کئے جاتے ہین مگر کافی نہونا اونکے روز روز تبدیلی سے ظاہر ہے۔ گو روز ضرورتین بھی بدلین۔ اگر ڈر بھی عقل کے ساتھ ہوتا یہ حالت نہوتی اور اوسوقت عقل ڈر کو معدوم نہ کرتی۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے جو مالدیب جزیرہ کا حال لکھا ہے بیان کرتا ہے کہ نسبت قلت جرایم کے کوئی ملک اسوقت

اوس کا مقابلہ نہین کرسکتا - اور وجہ اوسکی پابندی مذہب کی لکھی ہے - یعنی خدا کا ڈر -

علاوہ برآن مذہب کو کسی قوم کے قوم بنانے مین دخل عظیم ہے - کیونکہ قوم کی تقسیم مین آثار مرزبوم اور روحانیات کو سب سے زیادہ دخل ہے - مذہب کے ذریعہ سے روحانیات مین وہ وحدت پیدا ہوتی ہے جو بذریعہ تناسل بھی نہین ہوتی -

دوسرے اصول حسن و قبح کا بدل جانا -

دوسری آزادی کے لئے اور اوسکے ذریعہ سے ہم اصول حسن و قبح کو بدل رہے ہین یعنی جن چیزونکو ہم پہلے اچھا جانتے تھے وہ بری جانی جاتی ہین - یہ ایک شر عظیم ہے - اصول مذکور عقلاً قابل تبدیلی نہین ہین - دلیل یہ ہے کہ افعال اختیاری مین حسن و قبح کے ذریعہ سے ایک قید لگائی جاتی ہے پس اوسمین آزادی کو داخل کرنا جو ضد قید کی ہے اجتماع نقیضین ہوا - اور وہ محال ہے کیونکہ ایک ہی چیز بستہ اور کشادہ نہین ہوسکتی حقیقت مین آزادی کے لئے قیود کو کم کرنے کے زیادہ تر معنی یہ ہین کہ ہم اختیار کو جو بھلائی اور برائی سے محدود ہے صرف برا بناتے ہین اختیار کو وسعت نہین دیتے - اور افعال مین سے قید حسن کو جدا کرتے ہین -

شبہ نہو کہ حالات مین تغیر ہونا حکم حسن و قبح کا بدل جانا ہے اور وہی تغیر اصول حسن و قبح کا ہے اسلئے کہ حالات کے ذریعہ سے وہی فعل حسن اور وہی فعل قبیح ہوجاتا ہے اصول نہین بدلتا - مثلاً لحاف کی ضرورت کی تبدیلی گرمی و سردی کے لحاظ

سے یا ہوائے سرد کی ضرورت کی تبدیلی فالج دلون کے لحاظ سے۔ قتل کے حسن و قبح کی تبدیلی حکم کے لحاظ سے۔ ان صورتون مین اصول نہین بدلا یعنی نفع و ضرر۔ تاہم بعض ایسی مثالین بھی ہین جنمین حالات کے تغیر سے حکم حسن و قبح متغیر نہین ہوتا۔ جیسے ظلم کبھی اچھا نہین ہوتا۔ انصاف کبھی برا نہین ہوتا ہے۔

تیسرے مذہب اخذ ما صفی و دع ما کدر کا پیدا کا پیدا ہونا۔

تیسری آزادی نے ایک مذہب خذ ما صفی و دع ما کدر کا پیدا کیا ہے یعنی جو اچھا ہو کرین۔ جو برا ہو نہ کرین۔ اصولاً اچھا ہے مگر عملاً نہایت غلط اور فرضی چیز ہے۔ اسلئے کہ عقول مین تفاوت ہے۔ دلایل مین دقت ہے۔ سخت احمق آپ نے دیکھے ہونگے مصرع کار بوزینہ نیست بخاری۔ سنا ہوگا متوسط عقل کے لوگ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصول اچھائی اور برائی کے قایم کرنے کے لایق ہین۔ بڑی عقل کے لوگ جملہ اصول پر نظر بہ ضعف بشری حاوی نہین ہو سکتے۔ اور وہ معدود چند ہوتے ہین۔ شرکت آزادی مین عام ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ ہر جاہل اور احمق اصول بنانے والا ہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا مین اصول ایک دوسرے کا متحد نہین اور کوئی اصول نہین۔ جو اصول اگلے لوگون نے مقرر کئے تھے وہ کبھی برے نہین ہو سکتے اور یہ مان لینا کہ ابتداے عالم سے تھوڑے پہلے زمانہ تک سب کے سب احمق تھے۔

ایک ایسا امر مان لینا ہے جو کسی طرح ماننے کے قابل نہین اسلئے کہ جو نصایح اون لوگون نے کئے ہین وہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اچھے نہین ہین۔ اگر اون نصایح پر عمل کیجئے تنزل ہو ہی نہین سکتا۔ ترقی ہی ہوگی۔ دین نے جس تقلید کو منع کیا ہے وہ جاہلون کی تقلید ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ اپنے آبا و اجداد کی تقلید کرنا اگرچہ وہ کچھ نجانتے ہون بُرا ہے۔ ورنہ ہر جگہ انبیا اور حکما سے استدلال وجود مذہب حق پر ہوا ہے۔

چوتھی۔ ضرر رسان آسان پسندی پیدا ہونا۔

چوتھی یہ ہے کہ خواہش آزادی کی جس آسان پسندی کو پیدا ہوتی ہے اوس سے بیشتر ضرر ہوتے ہین۔ عقول کا تفاوت مدنظر ہے۔ مثلاً عادت زنا مورث امراض ہے۔ جس سے آخر کو انسان صحت جسمانی کھو کر بیکار ہو جاتا ہے اور ایسی صورت مین خواہش پرستی جسے Sensuality کہتے ہین زیادہ بڑھ جاتی ہے اوسکی مضرت محتاج تفصیل نہین۔ جس مین سے ایک شراب خواری ہے۔ ہمارے ملک مین ایسی مثالین موجود ہین کہ اوس سے جو ضرر پہونچے قابل علاج نہ تھے۔

پانچوین بیحیائی اور عدم اطاعت پیدا ہونا۔

پانچوین برائی یہ ہے کہ اس خیال سے ایک عادت بیحیائی اور عام عدم اطاعت کی پیدا ہوئی ہے۔ اوسنے اس ملک مین ضرر پیدا کئے ہین۔ مثلاً جب پہلے خیال آزادی کا آتا ہے اولاد والدین کی اطاعت ترک کرتی ہے۔ یہ امر کہ والدین کا اونسے اطاعت چاہنا غلطی ہے سب حالتون مین غلطی نہین ہو سکتی اسلئے کہ تجربہ بغیر طول عمر کے نہین ہو سکتا۔ اکثر حالتون مین باپ زیادہ تجربہ کار ہوتے ہین اور وہ چاہا کرتے ہین کہ اولاد غلطی نکرے۔ اولاد نہین سُنتی غلطیان کرتی ہے بعض کو اوسوقت ہوش آتا ہے جب زمانہ سزا دیتا ہے۔ بعض کو اوسوقت بھی نہین آتا۔

چھٹی۔ قطع رحم پیدا ہونا۔

چھٹی یہ ہے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ مجھے آزادی حاصل ہو اور

ایسا خواہشمند موانع اور مزاحمات کو کم کرتا ہے۔ اس ذریعہ سے وہ صلہ رحم سے علحدگی کے بعد ماں باپ سے دست کش ہوتا ہے۔ چاہتا ہے کہ دنیا بھر سے بے تعلق ہو کسی کی مدد نہ کرے۔

سالتوین۔ قدرت حصول فوائد عامہ کا کم ہو جانا۔

ساتوین آزادی مصطلحہ اوسوقت پوری ہو سکتی ہے جب اطاعت نہو یہ اُسوقت ہو سکتا ہے جب انسانون مین ایک کو دوسرے سے تعلق نہو۔ یہ حالت اسلئے بُری ہے کہ حصول قواعد عامہ کے مانع ہے۔ اس عدم تعلق سے لازم لائیگا کہ بادشاہ نہون نہ قوتین دبائی جائین۔ اوسحالتمین قوانین کوئی چیز باقی نرہین گے اوسوقت انسان کو ایک دوسرے سے لڑنا چاہیے اور تمام ہو جانا۔ اسلئے کہ کوئی مانع نہوگا کہ اعلیٰ درجہ کی آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ خواہش نہو کہ ہم ہی ہم باقی رہین۔ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اوسوقت آزادی پوری ہوگی اور اوسوقت اوسکا کمال سمجھا جائیگا جب نوع انسانی کی ترقی وہان تک پہونچے کہ ضرورت سلطنت و گورنمنٹ کی باقی نرہے۔ کیونکہ آزادی سے ہر شخص کو کمال عقل حاصل ہوتا ہے لہذا وہی کمال عقل روک فساد کی ہوگی یہ خیال محض خیال اور غلط ہے۔ اسلئے کہ آزادی مصطلحہ باعث کمال عقل نہین صرف مورث فسادات ہے۔ علاوہ بران عقل انسانی کا کمال ہر شخص کو ہونا ممکن نہین کیونکہ قدرت نے انسان کو ایسا پیدا نہین کیا کہ ہر متنفس عاقل کہا جائے۔ پس آزادی کی خیال مین کمال عقل کلہ شمول ایک فرضی شے ہے۔ کمال ہمیشہ بالنسبت ہوتا ہے۔ جب آزادی کی حالت سوچی جائے اسبات سے غفلت نہین ہونی چاہیے

کہ آزادی موجودہ نوع بشر کے متعلق ہم سوچ رہے ہین اور یہ حالت کہ ہر متنفس افلاطون روزگار ہو کر خم مین بیٹھہ کر غائب ہو جائے فرض محض ہے۔ مگر جو خرابی انتہائے آزادی کی اس دلیل مین بیان کیجاتی ہے وہ فرضی نہین ہے اور اوسکی خواہش اپنا عمل کر رہی ہے۔

آٹھوین۔ عورتون مین منفر آزادی پیدا ہونا۔

آٹھوین یہ ہے کہ آزادی نے اسقدر زور کیا ہے کہ عورتین بھی آزادی پسند ہین۔ اب عورت سے اوسوقت تک نکاح نہین ہو سکتا جب تک مرد اپنی آزادی کھو کر عورت کی غلامی اختیار نہ کرے۔ اس خواہش آزادی نے مردون مین ایک نوع کی غلامی پیدا کی ہے۔ جو بہت سے وجوہ سے عقلاً بھی بری ہے اور بخیال آزادی مصطلحہ تو اجتماع نقیضین ہے۔

نوین۔ مقدمہ فنا عالم ہونا۔

نوین یہ ہے کہ آزادی مصطلحہ ایسی بری چیز ہے کہ اوس سے فنا عالم ہونا چاہیے اور نوع انسانی کا عدم ہو جانا لازم آتا ہے۔ تفصیل اوسکی یہ ہے کہ جب مرد بھی آزادی پسند ہون اور عورتین بھی۔ آزادی کے لئے قوانین قدرت کے توڑنے کی بھی کوشش ہوگی اور قوانین گورنمنٹ کی بھی چنانچہ ہو رہی ہے مثال قانون قدرت کے توڑنے کی رضاعت ہے۔ بچہ کے لئے مان کا دودھ پینا فطرت ہے اور مان کے لئے دودھ پلانا فطرت ہے مگر رضاعت مان کے لئے باعث ضعف ہے مسلم ہے کہ ضعف آزادی جسمانی کے خلاف ہے۔ اسلئے کوشش کیجاتی ہے کہ مان دودھ نہ پلائے دوسرون سے پلوائے یہ بہت زیادہ خلاف قانون قدرت یعنی فطرت کے نہ تھا۔ مگر

اب دودھ مین چونہ کا پانی ملا کر آلہ کے ذریعہ سے بچہ کو سیراب کرکے پرورش کیجاتی ہے اور یہ بالکل خلاف قانون قدرت ہے۔ قوانین گورنمنٹ کے توڑنے کی مثال ہر ملک کے امرار کی حالت ہے جسکے لئے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہین" آخر کار لازم آتا ہے کہ صحیح عمل کرنے والے آزادی مصطلحہ کے ازدواج سے پرہیز کرین۔ اور جیسے دودھ آلون کے ذریعہ سے پلا کر بچون کی پرورش کر لیتے ہین اوسی طرح قدرت کی اور ضرورتون کو رفع کرلین چنانچہ جو آزاد طبیعت ہین نکاح کو پسند نہین کرتے۔ یہ حالت مہذب ملکون کی مسلم ہے کہ صدہا مرد عورت بغیر نکاح کے مرجاتے ہین۔ اس صورت مین تناسل بند ہو جانا چاہیے اور جب آیندہ ولادت بند ہو جاے وہی فناے عالم ہوا۔ اگر یہہ صورت نہو اور مان لیا جاے کہ بعض کو بعض سے حالت عشق پیدا ہو اور تناسل بند نہو تو ظاہر ہے کہ جب آزادی حد کو پہونچے جیسے قوانین قدرت توڑے جاتے ہین قانون عشق بہی توڑا جایگا کیونکہ عشق سے زیادہ غلام بنانے والی کوئی دوسری چیز نہین ہے۔ اور ایسی صورتین جنمین مرد عورت یکجا ہون اتنی کم ہو جائیگی جنکو قابل شمار و حساب نہ سمجھین وہ بہی فنا کا سبب ہوگا۔ اگر یہ صورتین نہون اور مان لیا جاے کہ بلا عقد نکاح مرد عورت ملینگے۔ عنفوان شباب مین جب جوانی دیوانی ہوتی ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مسبب بلا سبب کے باقی نہین رہتا۔ خواہش جب پوری ہو جاے یا سیری حاصل ہو یہ تعلق دوامی نہوگا تو ایسی حالت ہوگی کہ مرد عورت ضرورت کے لئے مل لئے۔ اوسوقت غور کرنا چاہیے کہ اولاد کہان جائیگی۔ مرد کیون پرورش کریگا اور

عورت کیون پرورش کریگی - اب بہی اولاد زنا کی پرورش جسطرح ہوتی ہے ظاہر ہے - اور اسلئے اکثر اولاد ضایع ہوگی - اور آخر کو مردم شماری گہٹتے گہٹتے فنا عالم ہوگا - یہ امر کہ فنا عالم برا نہین ہم کب کہتے ہین کہ بعد نیکی محض کے فنا برا نہین - مگر یہ آزادی مصطلحہ جسطرح فنا کر سکتی ہے وہ برا ہے اور ہم حماقت کی وجہ سے فنا ہونے کے ذریعے اس آزادی کی بدولت پیدا کرتے ہین -

دسوین - تکلیف سے آزاد ہونیکی خواہش کا پیدا ہونا -

دسوین خواہش آزادی کا انجام یہ ہے کہ تمام تکالیف سے آزادی حاصل ہو بظاہر یہ آزادی صرف بعد موت حاصل ہوگی چنانچہ لوگ اسکے حصول کے لیے خودکشی کر گذرتے ہین ممالک یورپ مین جسقدر خودکشی ہوتی ہے اور کہین نہین ہوتی - پس غور کیجئے کہ آزادی مصطلحہ کتنی بری چیز ہے جو ذریعہ امراض کا - جان جانیکا - امن و آسایش کے جانے کا ہے مذہب کی بموجب موت تکالیف کا انجام نہین ہے - شعر

قبر مین ہوگا حساب زندگی	بعد مرنیکے بہی جہگڑا رہگیا

گیارہوین - سامان جیلخانہ جانیکا پیدا ہونا -

گیارہوین ہندوستانیونکو چونکہ پولٹیکل آزادی حاصل نہین ہے اگر خیالات آزادی کو ترقی ہوگی پولٹیکل آزادی کے لئے بہی ہوگی - وہ کوشش شروع کی اور جیلخانہ مین پہونچ گئے -

آزادی کی خوبیون کی شرح -

اب مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ آزادی مصطلحہ کی اون خوبیون کا جو آزاد دلونمین ہے ذکر کیا جاے - سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اہل

کہنا مانتے ہین کہ ہم آپ نہین مانتے۔

حاکم کو ایسا مانتے ہین کہ ہم نہین مانتے۔

عدالت کا اگرچہ ہندوستانی حاکم ہو ایسا ادب کرتے ہین کہ ہم نہین کرتے۔ قانون کی اتنی پابندی کرتے ہین جتنی ہم نہین کرتے۔

مان باپ کا وہ اتنا ادب کرتے ہین کہ ہم نہین کرتے۔ پس یہ پابندی اونکی ترقی کا سبب ہے آزادی ترقی کا سبب نہین ہے۔ تاہم جہانتک نامقیدی ہے وہ مضرتین پیدا کر رہی ہے اصل امر یہ ہے کہ ہر حالتمین غلطیان کرنا انسان کا کام ہے۔ اوس حالت اطاعت مین جب خیال آزادی نہ تہا غلطیان ایک طرح کی بری طرف لے گئین۔ اب خیال آزادی کی غلطیان بہی دوسری طرح کی بری طرف لیجا رہی ہین۔ حقیقت مین آزادی یا قوت صدور افعال اور اوسکا مزاحمات و موانع سے پاک ہونا ایک امر بزرگ ہے جہانتک وہ خلو عن المضرات ہے۔ آزادی مصطلحہ کا پہلے تو وجود ہی نہ تہا۔ اور اب بہی جو وسعت نامناسب ہے قابل ترک ہے۔ اس بیان مین ذکر اسبات کا آیا ہے کہ غفلت مذہب کو ترقی دینا مین بڑا دخل ہے لیکن مذہب اسلام ایسا مذہب ہے کہ وہ مانع ترقی کا نہین۔ اوسکے فرایض پورے کرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہتا ہے کہ آدمی ترقی کر سکتا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ کرتا بہی ہے یا نہین اوسکے وجوہ اور ہین۔

ایک یہ ہے کہ ضرور جب انسان خدا پرست ہوتا ہے اوسے کسی چیز مین سوا خدا پرستی کے مزا نہین آتا۔

دوسرے یہہ کہ تاریخ اسلام پڑھیئے اور دیکھیئے کہ مسلمانون نے وہ کون بات تھی جسمین ترقی نہ کی تھی جب مسلمانون نے اپنی بدنصیبی سے پابندی قواعد کی اور محنت چھوڑدی تنزل ہوگیا۔

اسبات سے سخت تعجب ہوتا ہے کہ لوگون کے دلونمین ایک طرف خیالات آزادی سمائے ہوئے ہین۔ ایک طرف خیالات نوکری۔ دونون مین کس قدر نقیض ہے۔ نوکری دوسری غلامی ہے۔ باوجود اسکے یہ خیال ہے کہ ہندوستانی ہون یا انگریز۔ نوکری کو بڑا عزیز جانتے ہین۔ چنانچہ جب Exchange compensatian یعنی معاوضہ ارسال زر تجویز ہوا اور بحث ہوی بڑی دلیل اس معاوضہ کے استحقاق کی یہ بھی بیان کیگئی تھی کہ Bestchildren of the soll بسٹ جلدرین اوف دی سائل (یعنی جو وقت موجودہ مین سب سے بہتر اولاد پیدا ہوتی ہے۔) جب ایسا نقصان ہوگا ہندمین آنا قبول نکریگی اور جو نظم کی عمدگی ہے باقی نرہیگی۔ معنی یہ ہوے کہ جو بہتر بچے ہوتے ہین وہ ہندوستان مین نوکر ہوکر آتے ہین۔ اسیطرح جو ہندوستان کے بہتر بچے پیدا ہوتے ہین وہی تعلیم مین مدارج بی اے اور ایم اے کے حاصل کرتے ہین۔ پس بہترین مخلوق اس زمانہ کی آزادی پسند ہوکر طالب غلامی ہوتی ہے صاف معنی اسکے یہ ہین کہ لوگ خواہشہاے نفسانی کے برلانے کے ذرایع کی تلاش مین ہین اور کچھہ نہین۔ کیسی آزادی۔ کہان کی آزادی۔

سبب چہارم یعنی تاویل مین غلطیون کی تفصیل

سبب چہارم پہلے (۱) معنی تاویل (۲) حد وسعت دائرہ

تاویل (۳) ضرورتِ تاویل (۴) قابلیت تاویل کی شرح کیجاتی ہے اوسکے بعد مقصود بیان کیا جائیگا۔

تعریف تاویل

۱۔ **تاویل** بیان کردن "آنچہ سخن بوے باز گردد" کو کہتے ہین۔ یعنی بیان کرنا اوس چیز کا جس سے سخن اوس طرف پہر جائے جو اب بیان کیا ہے۔ غرض یہ ہوئی کہ سخن کے وہ معنی ہو جائین جو اسوقت بیان کئے ہین وہ نہین جو ظاہر ہونے کی وجہ سے پہلے سمجھہ مین آئے تھے۔ اسکے دوسرے الفاظ۔ صرف عن الظاہر ہین۔ مگر اسمین اغلاق کی تفصیل یا ذو معنی الفاظ مین سے کسی ایک معنی کا تعیین جب تعیین صرف عن الظاہر ہو یا اجمال کی شرح ہو داخل نہین البتہ اونمین تاویل کا موقع زیادہ ہوتا ہے۔

وسعت دائرۂ تاویل۔

۲۔ **وسعت دائرۂ تاویل** کی حد یہ ہے کہ سخن وہان تک پہیرا جاے جہانتک (۱) باعتبار خود معنی سخن کے (۲) بپابندی اصول مسلمہ فن کے (۳) باعتبار مواقع اظہار مقصود کے پہر سکتا ہو۔ اگر وسعت تاویل کی کوئی حد نہو یا حد تاویل حصول مقصود ہو یعنی وہانتک سخن پہر سکتا ہو جہانتک اپنا مقصود حاصل ہو جائے کوئی کلام صریح مفید مقصود باقی نرہیگا یعنی مطلب ایک دوسرے کا سمجھہ مین آنا بند ہو جائیگا نطق جو ذریعہ اظہار مافی الضمیر کا ہے باطل ہو جائیگا۔ ہم کہینگے کہ نیچے بیٹھو آپ اوپر بیٹھینگے اور کہین گے کہ مین یہی سمجھا تھا۔ ہم کہین گے کہ کرو آپ نکرینگے اور کہین گے کہ مین یہی سمجھا تھا۔

ضرورت تاویل

(۳) **ضرورت تاویل** - ایک یہ ہے کہ (قطع نظر اون کلامون کے جو ناقابلیت قائل کی وجہ سے بطریق ایصال الی المقصود ادا نہوئے ہون جس ادا کو انگریزی مین Exactness کہتے ہین) تاویل کرنے والا پہلے سے جانتا ہو کہ مقصود اصلی یعنی امر حق یہ ہے - صرف مواقع استعمال کے ضرورت کی وجہ سے اوا رمافی الضمیر کا وہ طریقہ قائل نے اختیار کیا ہو جسمین سخن ادا کیا - مگر اور لوگ ان دونون امور کا علم نہونے کے سبب سے مافی الضمیر کے سمجھنے مین غلطی کرتے ہون اوسوقت اظہار معنی صحیح کا لازم یا مستحسن ہو -

دوسرے یہ ہے کہ ایسے چند کلام ہین سے جنمین ضرورت تاویل کی پہلی وجہ سے واقع ہوئی - یعنی ضرورت اختیار طرز ادا صحیح معنی نکالنے کا قصد اسلئے کیا جائے کہ امر حق معلوم ہو جائے -

تیسرے - یہ ہے کہ اعلام یا استعلام امر حق کی ضرورت نہو صرف اوسوقت کا اعتراض اوٹھانا مقصود ہو جیسے الزام یا سزاے دروغ گوئی سے بچنے یا بچانے مین ہوتا ہے -

قابلیت تاویل

(۴) **قابلیت تاویل** کی نسبت بیان بالا سے ظاہر ہے کہ صحیح قابلیت صحیح تاویل کرنے کی اوس شخص مین ہوگی جسے صحیح معنی اور مواقع استعمال سخن قابل تاویل کے معلوم ہون - جسکو یہ دونون معلوم ہون اور چاہیے کہ مجرد کلام سے صحیح معنی اور امر حق نکالے اوسکے لئے بہت سی دقتین پیش آئین گی اور وہ دقتین

بالغ صحیح معنی تک پہونچنے کی ہونگی۔ بعض دقتین یہ ہین۔ (۱) وہ سب جو وسعت دائرہ تاویل وضرورت تاویل مین بیان کی گئین۔ (۲) ہر زبان کے الفاظ مین بیشتر الفاظ کے اندر معانی کا تعدد۔ (۳) ضرورت تاویل کا بدل جانا جو اکثر اوقات مین پیش آئیگا۔ کیونکہ بیشتر تاویل کے ذریعہ سے اپنا جانا ہوا مقصود ثابت کیا جاتا ہے۔ اور وہ بیشتر اوس حالت مین ہوتا ہے جب اسباب خارجی موجودہ وقت ذہن کو گھیرے ہوئے ہوتے ہین۔ (۴) اکثر اوقات مین فہم معنی صحیح کی عدم قدرت شرح اس بیان کی یہ ہے کہ اوسوقت صرف الفاظ باقی رہ جائینگے جو ذریعہ صحیح معنی تک پہونچنے کا ہون۔ اول تو ایک بڑا ذریعہ جاتا رہیگا یعنی موقع استعمال الفاظ تاویل طلب کا علم۔ دوسرے ہر زبان کے الفاظ مین متعدد معنی کے الفاظ شامل ہوتے ہین صرف سیاق وسباق کے ذریعہ سے ایک معنی متعین ہوا کرتے ہین جسکو سب معنی معلوم ہون یا اوسوقت ذہن مین ہون وہ کیسے صحیح معنی متعین کریگا۔ اگر معلوم ہون مگر سیاق وسباق معلوم نہو وہ کیسے ایک معنی متعین کریگا۔ اوسمین گرنا قابلیت یعنی ناواقفیت زبان کے شامل ہوجائے تو وہ کیا ظلم کریگا۔ اسپر بھی اطمینان کیسے ہوگا کہ صحیح معنی ہی ہین کیونکہ خود ماول کے علم مین جب زیادتی ہوگی اوسے اپنے معنی بدلنے پڑینگے اسپر بھی دوسرون کو اطمینان کیون ہوگا۔ ان سب صورتون مین ایسے دلائل سقیم موجود ہونگے جو بیشتر غلط معنی کی طرف لیجائین۔ پس صاف ظاہر ہے کہ قابلیت تاویل کی اونہین لوگون مین ہوسکتی ہے جنکو صحیح معنی پہلے سے معلوم ہون یا وہ خود وہی ہون جنہون نے سخن کو ادا کیا۔ یا وہ ہون جنکو ادا کرنے والے نے بتلایا۔

اب بہی جو لوگ تاویل کا قصد کرتے ہین ہمیشہ سخن کو اپنے مسلمہ معنی مین پیرا کرتے ہین اور ہر صورت مین پہلے سے تسلیم معنی کی موجود ہوتی ہے خواہ وہ اس سبب سے ہو کہ بعض کلام کو صریح مان کر متعین کر لیا ہے۔ خواہ وہ اس سبب سے ہو کہ اپنے مسلمہ مقصود کو دوسرے ذریعہ سے تسلیم کیا ہے۔ جو لوگ محض رفع الزام کے لئے تاویل کرتے ہین اوسی صورت مین بچ سکتے ہین کہ ایسی تاویل کر دین جو صورت ہاے بالا مین داخل ہو۔ یعنی اپنے یا دوسرے کے سخن کو مطابق مسلمات مخاطب کے کر دین۔ یا تسلیم اوسکی بدل دین۔

ضرورت تاویل کا کلام مجید مین بسبب سقم کلام کے ہونا۔

اب مقصود شروع کیا جاتا ہے۔ نسبت کلام مجید اول یہ تصفیہ کرنا چاہیے کہ اوسمین ضرورت تاویل کی اسوجہ سے ہے کہ قائل جلشانہ مین قابلیت اداے مقصود کی صحت کے ساتھ نہ تہی جسکے سبب سے صراحت کرنیکا سلیقہ نہ تہا۔ اور سچائی نہ تہی جسکے سبب سے کلام متناقض ہوتا تہا یا کسی اور وجہ سے یہ ضرورت ہے۔ عدم قابلیت کی نسبت زیادہ بسط کی ضرورت نہین ہے اسلئے کہ دو حال سے خالی نہین یا وہ کلام جناب رسول خدا مانا جاے یا کلام جناب ایزدی۔ اگر کلام جناب رسول مقبول مانا جاے تو اونکی قابلیت ایسی تہی کہ دوست ہو یا دشمن دونون کو قابلیت کا اعتراف ہے اگر کلام جناب ایزد متعال مانا جاے تو صرف یہی مان لینا قائل کی اوس قابلیت کا مان لینا ہے کہ مافوق اوسکے کوئی قابلیت نہین ہو سکتی باقی رہی سچائی۔ دونون صورتون مین کہ کلام مجید کلام خدا ہو یا کلام رسول خدا یہی مان لینا اسبات کا مان لینا ہے کہ اوسمین دروغ شامل نہ تہا۔ اسلئے کہ جناب رسول خدا کا صادق القول ہونا

ایسا امر ہے کہ موالف و مخالف اوسکا انکار نہین کر سکتے کیونکہ جن لوگون مین جناب رسولخدا تھے وہ بھی باوجود مخالفت اونکو امین کہتے تھے۔ بعد کے لوگ اگر اونپر اس قسم کا کوئی الزام لگائین خود سمجھ لینا چاہیے کہ ایسا غلط ہے جسکے لئے احتیاج دلیل نہین۔ جناب رسولخدا اون لوگون مین برسون رہے تھے یعنی مدۃ العمر۔ یہ نہین تھا کہ ایک بازیگر آیا اور تماشہ دکھلاکر حیران کرکے چلا گیا۔ اون لوگون نے جناب رسول کو ساری عمر دیکھا ان لوگون نے ایک دن ہی نہین۔ علاوہ برآن آنحضرت پر ایسا الزام لگانا بالکل خلاف عقل ہے۔ جو شخص خدا پرستی سکھلاتا ہو۔ تمام اخلاقی برائیون سے منع کرتا ہو اعلی درجہ کا Reformer ریفارمر ہو۔ خود کیسے جھوٹا ہو سکتا ہے۔ اور یہ سب فریب کے لئے کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا اس خیال کا بعد جملہ حالات پر غور کرنے کے امکان ہے۔ اگر ہے ہر ریفارمر کی نسبت ہے

کلام مجید کا وحی ہونا

واضح ہو کہ دونون شقون کی نظر سے ابطال عدم قابلیت مینے اسلئے اختیار کیا ہے کہ آجکل کی آسانی پسند طبیعتین نزول قرآن مجید کو الہام کہتی ہین اسکے قایل نہین ہین کہ خداوند عالم نے بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام الفاظ قرآن مجید کو وقتاً فوقتاً بھیجا تھا۔ اور یہ کہنا اسلئے ہے کہ جب وہ وجود شیطان کے قائل نہین فرشتون کے وجود کے بھی قائل نہین۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ قرآن مجید و فرقان حمید الہام نہین وحی منزل من اللہ ہے۔ یعنی اوسکے الفاظ کلام الہی ہین کلام جناب رسولخدا نہین ہین اور قرآن مجید ایسا کلام ہے کہ بحیثیت الفاظ بھی معجزہ ہے اور بحیثیت معانی بھی۔ اس ایمان کی ایسی حالت نہین ہے کہ ہمارا یقین ہے بلکہ ہمنے جن وجوہ پر یہ اذعان

والیقان حاصل کیا ہے ہم اونکو بتلاتے ہین - اور دعوی کرتے ہین کہ جو انصاف کریگا ممکن نہین کہ دل اوسکا مان نجائے کہ یہ کلام کسی بشر کا کلام نہین گو وہ بشر ذات اقدس جناب رسول مقبول ہی کیون نہو -

دلائل کا حصر کرنا بندہ کی طاقت سے باہر ہے اسلئے کہ جملہ افعال الٰہی ایسے صفات سے متصف ہین کہ اون صفات کو وہ درجہ بلندی کا حاصل ہے کہ بسبب کثرت اور بیمثل ہونے کے حیرانی ہوتی ہے اور عقل انتہا تک پہونچنے سے درماندہ ہوجاتی ہے - اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معترضین کے اعتراضات بر سبیل اجمال بیان کئے جائین اور اون اعتراضونکی حالت دکھلائی جاے - اوسکے ذیل مین یہ سب باتین ثابت ہوجائینگی کہ (۱) کلام مجید کلام الٰہی ہے کلام جناب رسول لخدا نہین (۲) بحیثیت کلام باعتبار فصاحت بھی معجزہ ہے (۳) بحیثیت معانی اور بلاغت بھی معجزہ ہے (۴) بحیثیت اثر بھی معجزہ ہے (۵) اوسکی کسی خوبی پر اعتراض نہین ہوسکتا اور اون سب وجوہ سے اوسکے الفاظ سواے حق تعالیٰ کے اور کسی کے الفاظ نہین ہوسکتے اور معانی و مضمون بھی -

اجمال کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تفصیلی اعتراضات اور جوابات جداگانہ کتابون مین مندرج ہین - جسکو تفصیل سے اس بحث کا طے کرنا مقصود ہو اوسے اون سب کتابون کا ملاحظہ کرنا چاہیئے - خصوصاً کتاب تنزیہ الفرقان اور اعجاز التنزیل کو کہ یہ دونون کتابین آجکل کی ضرورت کی نظر سے بے مثل و بے نظیر - حق تعالیٰ اونکے مصنفون کو اجر جزیل عنایت فرمائے - حقیقت مین اونکی سعی مشکور ہے اور کمال اونکا غیر مسطور -

انکار فصاحت کی وجہ اور اوسکی تردید

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ انکار اعجاز کلام مجید بر بنا ر فصاحت آجکل خاص اسلئے اختیار کیا گیا ہے کہ مخالفین اسلام نے اس خاص امر مین بڑی کوشش کی ہے اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ فصاحت نہین ہے۔ زمانہ حال کی حامیانِ اسلام نے اسکو آسان سمجھا ہے کہ باعتبار فصاحت انکار اعجاز کلام مجید کر دین۔ اور کافی سمجھا ہے کہ دوسری خوبیون کی نظر سے دعوای اعجاز کرین۔ اتنا انکار بھی غلط ہے۔ اسلئے کہ جب ہم ثابت کرینگے کہ اوس نظر سے بھی اعجاز ثابت ہے تو واضح ہوگا کہ بناء انکار عدم قابلیت تھی۔ ورنہ وہ انکار پر قادر نہوتے چنانچہ عرب قادر نہوئے یہی نہین ہے کہ قادر نہوئے اقرار کرتے تھے کہ یہ کلام بشر نہین۔ یہی نہین ہے کہ اقرار زبانی کرتے تھے۔ جو اثر ہوتا تھا وہ خود ظاہر کرتا تھا کہ حقیقت مین وہ اثر پیدا ہوا جسنے تبلا دیا کہ اقرار زبانی نہین ہے جنانی ہے چنانچہ ثابت ہے کہ جب وہ سادے الفاظ کی آیت نازل ہوئی یَا اَرْضُ ابْلَعِی مَاءَکِ وَیَا سَمَاءُ اَقْلِعِی الخ تو بعض اوسکو پڑھتے پڑھتے بسبب کمال ذوق کے مر گئے۔ جو لوگ عربی پڑھتے ہین گو کمال حاصل کرین اونمین سے کسی کی ایسی حالت نہین ہوتی یا کچھ بھی نہین ہوتی۔ غرض یہ ہے کہ اہل زبان اپنی زبان سے وہ لطف اوٹھاتے ہین جو غیر اوٹھا نہین سکتے زبان غیر مین وہ کمال جو اہل زبان کو ہوتا ہے غیر کے لئے شاذ ہے۔ اور جب ہو اوسکا بھی وہی حال ہوگا جو اہل زبان کا ہوتا ہے۔ سو عربی کا یہ کمال عجم مین کسی معترض کو نہین۔ اور یہ انکار سخت ناقابلیت کی دلیل ہے۔ واضح رہے کہ بعض علمار متقدمین نے انکار اعجاز فصاحت کیا تھا۔ مگر وہ انکار فصاحت نہ تھا۔ انکار اعجاز فصاحت تھا۔ یہ اونکی سمجھ تھی۔

لیکن وہ علما بھی ایسے تھے کہ جنہوں نے عراق و حجاز مین پرورش نہ پائی تھی - اپنی فصاحت کی نسبت اونکو خیال ہوگیا ہوگا کہ ہم بھی اعلی درجے کے فصیح ہین اسلئے فصاحت اعجاز نہین ہوسکتی - اگر وہ اس حالت پر نظر کرتے کہ وہ فصیحان عرب جنکی فصاحت یقیناً اونسے اعلی درجہ کی تھی فصاحت کلام مجید سے کس حالت مین ہوگئے تھے یہ انکار نہ کرتے - پس یہ ایک دھوکا ہے جو اونکو ہوا جمہور کے مقابلہ مین ایک آدمی کا قول قابل استدلال نہین ہوسکتا اسلئے کہ شاذ ہے - تاہم اعتراضات وجود مطلق فصاحت کے مقابلہ مین گرنے کے یہ معنی ہین کہ مطلق فصاحت کے وجود سے ہم انکار کرتے ہین اور یہ ایسا امر ہے کہ کسی مسلمان عالم یا جاہل نے نہین کیا حقیقت مین وہ محض عجز اور غلط ہے -

تفصیل ضروری اعتراضات کی - معترضین کے بعض اعتراضات کا خلاصہ یہ بیان ہوسکتا ہے کہ اولاً فصاحت درکنار کلام الہی مین اغلاط موجود ہین - ثانیاً آدمیون کے کلام بھی ایسے ہین کہ باعتبار فصاحت لاجواب ہین - پس اعلی درجہ کی فصاحت فی نفسہ دلیل اعجاز نہین - تیسرے علمار نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ انسان ایک حالت پر نہین رہ سکتا - کبھی وہ مبتلاء آلام ہوتا ہے - کبھی خوش - کیسی ہی طبیعت قوی ہو اس اثر سے پاک نہین ہوسکتی - کلام الہی مین یہ خوبی ہے کہ اثر طبیعت بشری سے پاک ہے اسلئے کلام بشر نہین - اوسکا یہ جواب دیا ہے کہ کلام مجید کو باعتبار نزول جمع کیا ہے اور اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ اول زمانہ نبوت مین جو آیات نازل ہوئی ہین وہ اور طرح کی ہین - اونمین زور زیادہ ہے

جو زمانہ مابعد مین نازل ہوئی ہین وہ اور طرح کی ہین اُنمین زور کم ہے۔ یہ وہی تغیر ہے جو بشر کے لئے لازم ہے۔ چنانچہ پہلے زمانہ کی آیات مقفیٰ اور مسجع ہین بعد کی ایسی نہین ہین۔ اسلئے کلام مجید کلام بشر ہے۔ کلام الٰہی اور معجزہ نہین۔

جواب اجمالی اعتراض اول کا۔ بذریعہ اثبات عدم قابلیت معترضین کے

امر اول حد درجہ مین غلط ہے اسلئے کہ حضرات معترضین کی قابلیت معلوم ہے کوئی معترض ایسا نہین ہے کہ ایک جملہ عربی کا صحیح لکھہ سکے۔ اور کوی معترض وہ مذاق عربیات کا جسکا بیان ابھی کیا گیا۔ (یعنی اہل زبان کا) نہین رکھتا۔ ہر ایک کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے ایک بوڑھیا نے باز پر اعتراض کیا تھا کہ اسکی چونچ اور ناخن ٹیڑھے ہین دانہ کیسے اوٹھا سکیگا۔ اسلئے چونچ اور ناخن کاٹ کے باز کو مار ڈالا تھا — وہ لوگ جنکے سامنے کلام مجید نازل ہوتا تھا ظاہر ہے کہ اس فن مین کامل تھے اونسے بار بار کہا جاتا تھا کہ ایک آیہ کی مثل بنا لاؤ۔ اور قادر نہوتے تھے کہ ایک آیہ کی مثل بنا لائین یہان تک مبالغہ سے کہا جاتا تھا کہ ایک دوسری کی مدد کرو اور جواب دو۔ تب بھی نہ لیسکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب تک ذرا سی بھی ہٹ دھرمی کرنے کی گنجایش ہوا کرتی ہے مخالف اوسے اختیار کر لیتا ہے مگر کسی نے اسباب مین ہٹ دھرمی اختیار نہ کی۔ یہ دلیل روشن اسبات کی ہے کہ یہ دعوی اسقدر مضبوط اور صحیح تھا کہ کسی ہٹ دھرمی کی مجال اور گنجایش نہ تھی۔ اگر احتمال ضعیف بھی ہوتا کہ ایک جملہ بھی مثل ایک آیہ کے بنا لاسکین گے خود جناب رسول مقبول کہ ضرور اعقل الناس تھے ایسا دعوی نکرتے۔ بلکہ ایسے عاقل آدمی کا ایسا دعوی کرنا خود دلیل اسبات

کی ہے کہ اونکو بالیقین معلوم تھا کہ کسی حالت مین جواب ایک آیہ کا بھی نہین ہوسکتا۔ یہ یقین اوسیوقت ہوسکتا ہے جب معلوم ہو کہ یہ کلام بشر نہین۔ ورنہ بشر کے کلام کا ضرور امکان ہے کہ جواب ہوجاے۔ یہ امر یاد رہے کہ جو زور فصاحت کا اور مشق سخن اوسوقت تھی پھر عرب مین بھی نہین ہوئی اور اسلئے کسی بعد کے زمانہ سے بھی استدلال نہین ہوسکتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ قصد جواب اوسوقت بھی اون لوگون نے کیا تھا جو خود فصیح نہ تھے۔ فصحا نے نہین کیا۔

اور اس لئے اوس زمانہ مین اتفاق ہوگیا کہ مثل کلام مجید ایک آیہ کا لکھنا بھی ممکن نہین۔ یہ بھی یاد رہے کہ کسی مضمون کی قید نہین لگائی جاتی تھی جسپر یہ امر صادق آئے کہ ایک ہی مضمون کی نسبت جواب کلام بشر ہی دشوار ہوتا ہے۔ یہ ثبوت اسکا ہے کہ کلام مجید کلام بشر نہین۔ اور یہی ثبوت اسکا ہے کہ معجزہ ہے۔

جواب تفصیلی اعتراض اول کا بذریعہ فرق کلام کملاء۔

ایک دلیل - وحدانی اعجاز کی یہ ہے کہ بعض لوگ ایسا شعر کہتے ہین (جو کلام کی مشکل قسم ہے) کہ اوسکا جواب نہین ہوتا یعنی ویسا شعر اوسی معنی مین یا قریب معنی مین کہ وہی لطف دے دوسرونسے نہین بن پڑتا۔ مثال اوسکی یہ ہے۔

غالب

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین	خاک مین کیا صورتین ہونگی جو پنہان ہوگئین

معنی اس شعر کے یہ ہین کہ تعریف حسن کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مٹی مین ملکر صورت

بگڑ جاتی ہے اور حسن جاتا رہتا ہے۔ اب غور کرنا چاہیے کہ وہ کیسی حسین صورتین ہونگی جو مٹی مین ملکر خراب ہونے کے بعد سب ظاہر نہو سکین کچھ بصورت لالہ و گل ظاہر ہوتین یہ کس بلا کی تعریفِ حسن ہے۔ ایسی تعریف کسی دوسرے کلام غالب مین نہین ہے نہ دوسرے شاعرون مین۔

آتش

نہ پوچھ حال مرا چوب خشک صحرا ہون	لگا کے آگ مجھے کاروان روانہ ہوا

برادر مرحوم سید احمد حسن فرقانی

ارا عنون سے مجھکو شرعِ شباب مین	جل جل کے جو بچا سر شب وہ جوان ہون

عزیزی سید محمد مرتضیٰ بیان سلمہٗ

لب نہ گویا ہوئے جراحت کے	کچھ مرے پوچھتے شہادت کے

ناسخ

بیعت خدا سے ہے مجھے بواسطہ نصیب	دستِ خدا ہے نام میرے دستگیر کا

دبیر

زیرِ خنجر بھی نہ تڑپا پسرِ شیرِ خدا	یہ تکلف تو فقط فاطمہ کے شیر مین ہے

انیس

بلوی یہ نہ دیکھا یہ صف آرائی نہ دیکھی	افسوس کہ تمنے میری تنہائی نہ دیکھی

یہ شعر اوس مقام کا ہے جہان شاعر بیان کرتا ہے کہ جناب سید الشہدا جب تنہا مصروف جنگ ہوئے اور شہداء کی نعشون سے گذرے تو اونکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ان اشعار مین جو فصاحت و بلاغت ہے وہ دوسرے اشعار ہم معنی مین نظر سے نہین گذری۔ دجین کفار نے قصد کیا مارنا تک نہ پہونچے۔ مثال کوشش ناکامیاب کی یہ ہے۔

انیس

عصر کے وقت کے مشتاق تو ایسے بشیر	صبح سے تھی یہ دعا دن کہین ڈھلجائے ابھی

یہ جواب میان دلگیر کے شعر کا ہے جسمین میر انیس صاحب سا شخص کامیاب نہین ہوا دلگیر شوق شہادت کو یون بیان فرماتے ہین۔

شعر

سلامی کہتے تھے عابد جو وقت عصر نکل جاتا	تو دم بابا کا خود ذوق شہادت مین نکلجاتا

پس اللہ تعالی کے سارے کلام ایسے ہین کہ جنکا جواب نہ سکا ہو سکتا ہے نہ کسی کی کا لہذا (۱) ہر کلام کا ایسا ہونا جو فرق کلام بشر و کلام الٰہی کا ہے معجزہ ہے (۲) دوسرا معجزہ یہ ہے کہ شعر مین یہ خوبی وقت کی وجہ سے یعنی شعر کہنا آسان نہین۔ پیدا ہوتی ہے نثر کمتر ایسی ہوتی ہے کہ اوسکا جواب نہ ہو سکے۔ کلام مجید نثر ہے اور غالب ہے۔

جواب اجمالی مقابلہ کلام فصحاء انگریزی کا۔

دوسرے امر کے متعلق انگریزی دان شیکسپیر صاحب کی تصانیف پر استدلال کرتے ہین طریق استدلال یہ ہے۔ کہ کلام شیکسپیر مجموعًا ایسا ہے کہ کوئی اوسکا مثل نہین لیکن اوسکو اسلئے کلام الٰہی نہین کہہ سکتے اس طریق استدلال مین انواع اور اقسام کی غلطیان ہین۔

اول یہ ہے کہ مجموع کلام لاجواب مانا جاتا ہے منفردًا لاجواب نہین مانا جاتا۔ نسبت کلام مجید کے یہ دعوی ہے کہ منفردًا و مجموعًا لاجواب ہے۔

دوسرے۔ آجتک شیکسپیر کے کلام کی نسبت یہ دعوی نہین کیا گیا کہ اوسکے کسی فقرہ کا بھی جواب نہین ہوسکتا۔ نہ کبھی اسبات کی کوشش کیگئی کہ جواب دینے کے لئے تمام فصحاء وقت جمع ہون اور ایک فقرہ کا جواب دین۔ مجموعًا لاجواب ماننے کے صاف معنی یہ ہین کہ فقرونکا جواب ہوسکتا ہے۔

تیسرے فصاحت کا مفہوم مشہور یہ ہے کہ معنی ایسے الفاظ مین ادا کئے جائین کہ اوس سے بہتر کوئی لفظ اون معانی کے لئے نہو۔ یہ صفت کلام شیکسپیر پر موقوف نہین ہے بلکہ بہت سے مصنف ایسے ہین جنکے الفاظ نہین بدلے جاسکتے۔ (جیسے گولڈ اسمتھ وغیرہ) اور یہ امر مسلم ہے۔ کلام مجید مین باعتبار فصاحت یہی خوبی نہین ہے بلکہ اور بھی خوبیان ہین جنکا بیان یہ ہے کہ مسلمانون نے علم معانی و بیان کی بڑی کوشش سے اور بہت بسط کے ساتھ تدوین کی ہے اور وہ قواعد صرف کلام مجید ہی سے نہین نکالے کیونکہ مثالونمین آیات ہی پیش نہین کی گئین۔ اون قواعد

کے مطابق شمار کرکے بتلایا جاتا ہے کہ آیات کلام مجید مین صدہا خوبیان باعتبار صنایع معانی وبیان کی موجود ہین - یعنی کلام الہی مین صرف یہی خوبی نہین ہے کہ اون معانی کے لئے اوس سے بہتر الفاظ استعمال نہین ہوسکتے تھے - بلکہ یہ خوبی بھی ہے کہ باعتبار اون قواعد کے بلحاظ معانی وہ الفاظ استعمال کئے گئے ہین کہ اونمین اوس سے زیادہ صنایع وبدایع علم معانی وبیان کے سمانے کی گنجایش نہین - چنانچہ آخر آیہ کرسی مین ایک سو بیس نکات ہونا اسکے مثال ہے - شیکسپیر کے کلام کے ساتھ استدلال اوسوقت صحیح ہوتا جب پہلے ایسے قواعد زبان انگریزی مین جمع کرلئے ہوتے اور اونکو شمار کرکے بتلایا ہوتا کہ اتنی خوبیان دوسرے کلام انگریزی مین نہین ہین - بغیر اسکے کسی دوسرے اہل زبان کو میسر نہین ہوسکتا کہ اپنے زبان کے کلام کو عربی کے کلام کے مقابلہ مین پیش کرے -

چوتھے اعجاز کا دعویٰ دونون فصاحت وبلاغت کی نظر سے ہے - شیکسپیر قصہ گو ہے قصہ گوئی مین زیادہ تر بلاغت کو دخل نہین - اوسکے کلام کو جو زیادہ پسند کیا جاتا ہے اوسمین بڑا دخل اسبات کو ہے کہ وہ پلاٹ Plot (لڑ ہانچہ) ایسا بناتا ہے اور اوسکے ساتھ ایسے الفاظ شیرین استعمال کرتا ہے کہ دونون چیزین ملکر لاجواب معلوم ہوتی ہین - شاعری اور قصہ گوئی مین آزادی ہوتی ہے کہ جیسا بہتر سے بہتر مضمون خیالی خواہ خوش کن ہو خواہ دلشکن پیدا کرنا ممکن ہے پیدا کرلیا جاے - یہان آزادی نہین ہے - اور مضمون ایسا خشک ہے کہ جسکے اندر وہ صفتین نہین ہین - پس کلام شیکسپیر پر

پر بمقابلہ کلام مجید کے استدلال کرنا جان انصاف پر ستم کرنا ہے۔

پانچوین کلام مجید کی یہ خوبی مسلم ہے (اور یہ تسلیم اونہین لوگون کی نہین ہے جو عرب ہین یا دوسرے ملکون کے مسلمان ہین اور عربی مین بسبب ضرورت دینی کے کچھہ مہارت یا مذاق رکھتے ہین بلکہ اون انگریزون مین جنہین صرف ترجمہ کرنیکی قابلیت ہے یہی تسلیم ہوگیا ہے) کہ کلام الٰہی مین یہ خاصہ ہے کہ پڑھتے پڑھتے اوس سے ایسی دلچسپی ہوتی ہے کہ آدمی اوسکے پڑھنے کو ترک نہین کرتا۔ چنانچہ میسل صاحب نے اسکا اعتراف کیا ہے۔ شیکسپیر کے کلام یا کسی اور کلام پر فریفتگی نہین ہوتی۔

چھٹے یہ خوبی ہے کہ کلام مجید مین جب تلاش کیجیے اوس سے سب اعتراضات کا جواب ملجائیگا خواہ وہ کسی وقت پیدا ہوئے ہون۔ یہ خوبی (ہم دعوی کرتے ہین) کسی اور کلام مین نہین ہے جسکی مثال یہ ساری کتاب ہے۔ ایک حکایت لطیف زبان زد ہے کہ ایک معترض نے کسی مسلمان سے سوال کیا کہ تم مدعی ہو کہ ہر چیز کلام مجید مین ہے بتلاؤ کہ ریل کا ذکر کہان ہے۔ یہ ایسا مشکل سوال تھا کہ دفعتاً جواب دینا اسکا محال معلوم ہوتا ہے۔ مگر اوسیوقت معجزہ ہوا اور مخاطب کے ذہن مین گذرا کہ وہ یہ آیت ہے کہ بعد ذکر خلق سواریون کے فرمایا ہے۔ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ یعنی اور بہت سواریان پیدا کرینگے جنکو تم نہین جانتے۔ معترض کو حیرت ہوگئی۔ یہ خوبی کسی اور کلام مین آپ بتلا سکتے ہین؟ ہرگز نہین۔ اول نظر مین کلام مجید مین کوئی ربط معلوم نہین ہوتا مگر جب غور فرمائیے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت معلومات کا ایک دریائے عمیق

ہے جسکی کوئی کسقدر نہین پاسکتا۔ اور ایسی خوبیان ظاہر ہوتی ہین کہ آدمی خواہ مخواہ اقرار اعجاز کرتا ہے۔ صرف وہ لوگ جو محض اعتراض کے لئے کلام الٰہی کو دیکھتے ہین اس حکم سے مستثنیٰ ہین۔ اور اوسکو بھی خداوند عالم نے بتلایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ یعنی اول شرط یہ ہے کہ ایمان بالغیب لائے۔ تب قرآن ہدایت کریگا پس جن لوگون مین وہ نہین ہے کلام مجید اونکا ہادی بھی نہین ہے۔ جسکی مثال یہ ہے کہ پہلے زمین درست کرلینی چاہیے تب تخم ریزی —

ساتوین یہ خوبی ہے کہ قاعدہ زبر و بینات کے مطابق ہر آیت سے کلام مجید کی دوسرے معانی حاصل ہوتے ہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ مین اوس قاعدہ کی بھی رعایت ملحوظ تھی۔ یہین تک ختم نہین ہوا جن لوگون نے خدمت کلام الٰہی کی ہے اونہون نے مختلف علوم مثل جفر وغیرہ کے کلام مجید سے نکالے ہین جنکی واقفیت حیرت انگیز ہوتی ہے۔ اور مجھے اسبات کا یقین ہے کہ جسقدر غور کیے جائے مختلف علوم پیدا ہونگے۔ یہ خوبی کسی اور کلام مین کہان ہے۔

آٹھوین الفاظ فصیح مین ایک تاثیر مسلم ہے۔ چنانچہ اب بھی انگلستان مین فصیح اسپیچون سے وہ کام نکلتا ہے جو تلوارون سے نہین نکل سکتا۔ عربی رجز جو لڑائیون مین کام دیتے تھے سب کو معلوم ہین۔ کلام مجید مین یہ تاثیر اوس مرتبہ کو ہے کہ مستوغل کو فریفتہ کرلے کہین بڑھی ہوئی ہے۔ مثلاً ہر آیت مین ایک خاص تاثیر ہے کہ امراض کو صحت دیدیتی ہے۔ مین آپکو مثال بتلاتا ہون آنکھ پر روز دم کیا کیجیو وَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ

آشوب نہوگا اور بصارت نہ جائیگی مین جب ۱۸۹۵ء مین مظفر نگر تہا یہ تاثیر اس آیت کی معلوم ہوئی تہی - اور اس طرح معلوم ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی آنکہہ ایک ڈاکٹر کو دکہلائی اوسنے دیکہکر کہا کہ تمہاری آنکہہ مین جملہ امراض جنسے بصارت زائل ہوجانی چاہیے موجود ہین تعجب ہے کہ آنکہہ کام دیتی ہے تب اونہون نے یہ وجہہ بیان کی راقم کی حالت یہ تہی کہ ہر آٹہہ نو مہینہ مین آنکہہ آشوب کرلی تہی - اور مین اوسمین ایک مہینہ سے زیادہ تک مبتلا رہا کرتا تہا - اسوقت کہ دو سال گذرے ہین آشوب نہین ہوا - اور یہ برکت صرف اس آیہ کی ہے - یہ خوبی شیکسپیر کے کلام مین بتلائیے کہ کہان ہے ؟ الغرض خوبیان کلام الہی کی حصر و شمار سے افزون ہین - اور جو لوگ مذاق رکہتے ہین جانتے ہین کہ خاندان نبوت کی زبان مین اور خاندانون کی زبان سے ایک زیادہ نرمی اور لطافت ہے اور وہ وحدت کلام جناب رسالتمآب و کلام خاندان مین ہے - مگر ویسی مشابہت کلام مجید سے نہین ہے - اسلئے وہ کلام جو اللہ تعالی کا ہے آنحضرت کا نہین ہے -

آخر مین یہ بات کہنے کے قابل ہے کہ راقم کی حالت انگریزی زبان کی نسبت وہی ہے جو مستر حنین فصاحت قرآن کی عربی کی نسبت ہے اسلئے مجہے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوسطرح کے اعتراضات شیکسپیر پر کرکے اوسکے کلام کو خلاف جمہور غیر فصیح یا غلط نکہون -

جواب تفصیلی اعتراض بعض کلام کے مقفی ہونے اور نہونے کا

تیسرے امر کی نسبت جاننا چاہیئے (۱) کلام مجید کو بہ ترتیب نزول کسی مسلمان نے جمع کرنیکا قصد نہین کیا (خلافا للشیعہ)

اسلئے کہ یہ مسئلہ ایسا مہتم بالشان ہے کہ ذراسی غلطی مین بڑے بڑے فتور پڑ سکتے ہین اور یہ امر جب قرن اول کو نصیب نہین ہوا تو اب جو ہمارے نصاریٰ بہائی اس کام کے کرنیکی ہمت باندہتے ہین اسی سبب سے باندہ سکتے ہین کہ اونکو درد دین سے نہ ضرورتون سے واقفیت ہے۔ بلکہ اعتراض مقصود ہے۔ پس ایسے کام کو اعتراض مین پیش کرنیکے یہ معنی ہین کہ اسلام پر اعتراض اپنے اعمال سے کیا جاتا ہے۔

(۲) اعتراض یون پیدا کیا گیا ہے کہ جو آیات مکہ مین نازل ہوئین اور زمانہ ابتداء نبوت مین اونمین بیان کا زور زیادہ ہے۔ فقرات مقفیٰ اور مسجع ہین۔ جون جون زمانہ ابتداء نبوت کو عرصہ گذرتا گیا وہ زور گھٹتا گیا ہے۔ اور یہ دلیل اسکی ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی نہین ہے یہ اعتراض اصولاً غلط ہے۔ اسلئے کہ غالباً اس بات سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ جن کلامونکو سہل ممتنع کہتے ہین وہ مسجع اور مقفیٰ نہین ہوتے اور بظاہر اونمین کوئی زور معلوم نہین ہوتا حقیقت مین بڑا زور ہوتا ہے۔ چنانچہ جو لوگ لطف زبان سے واقف ہین جانتے ہین کہ گلزار نسیم میر حسن کی مثنوی سے بہتر نہین ہے۔ اور جب علی بیگ سرور کی فسانہ عجائب دلی کے بیان امن کی چہار درویش سے بہتر نہین ہے چنانچہ ایک شعر نقل کرتا ہون

لب نازک اوپر وہ مہنال دہر	میر حسن	نکالے تھی پردہ سے دود جگر	
سنبل میرا تار زیانہ لانا	گلزار نسیم	شمشاد انہین سولی پہ چڑھانا	

دونون مین کیفیت رنج کا بیان ہے۔ جو لوگ جانتے ہین اس بات کو جانتے ہین کہ میر حسن کا شعر ہزارون درجہ گلزار نسیم کے شعر سے بہتر ہے۔ چنانچہ اس مصرعہ مین۔

(لبِ نازک اوپر وہ منہال دہر) الفاظ (اوپر وہ منہال دہر) بظاہر نہایت معمولی الفاظ معلوم ہوتے ہین لیکن اونمین خوبی یہ ہے کہ (۱) انسان حالت رنج مین بے خود سا ہوتا ہی کھانے پینے تک کی خبر نہین رہتی۔ یہان شاعر کو اوس تکلیف کا بیان کرنا بھی منظور ہے جو اس چھپانے مین اختیار کیگئی تھی۔ یعنی ہونٹ کے اوپر منہال دہر نا بھی ایک تکلیف تھی اوسی بیان کر دیا ہے۔

(۲) منہال مُنہہ سے لگانا نہین کہا اوپر دہر لینا کہا ہے تاکہ خوب ظاہر ہو کہ ہونٹ پر منہال رکھی ہوئی تھی اندر نہ تھی۔ اس حالت سے ظاہر ہے کہ معیار حسن کلام تکلف نہین ہے۔ نفس کلام کی خوبی اور پختگی معیار و محک ہے۔ یہ پختگی اور خوبیان اول سے آخر تک تمام کلام مجید مین یکسان ہین۔ صرف یہ قید ہے کہ کیا بیان کرنا ہے یعنی باعتبار معانی بلند وہ الفاظ نفیس و مناسب اختیار کئے گئے ہین جو پختگی معانی کے ساتھ دوش بدوش جاتے ہین۔ اور حسن معانی کو دوبالا کر دیتے ہین۔ باقی رہا یہ امر کہ اول زمانہ کے کلام مین رعایت سجعہ اور قافیہ کی بہ نسبت کلام مابعد کے زیادہ ہے اوسکی وجہ خاص ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابتدار نبوت مین مقام جناب رسول مقبول صلعم کا مکہ تھا جہان ہر سال شعرا عرب آتے تھے اور مقابلہ کے لئے اپنے اچھے کلام کعبہ مین لٹکاتے تھے۔ وہ کلام اکثر اشعار ہوتے تھے کلام الٰہی شعر نہین ہے مگر اوسوقت ضرورت مقابلہ کی اشعار سے تھی پس لازم تھا کہ اوسمین رعایت قافیہ کی ہو اسواسطے کہ جہان کلام الٰہی اور وجوہ سے معجزہ ہے یہ امر بھی ضرور ہے کہ بطور اعجاز مفید مقام ہو۔ اگر ایسا نہوتا یہ خوبی کہ نثر نظم پر غالب آجائے اور یہ غلبہ ظاہر ہو جائے

نہوتی - نہ بطور اعجاز مفید مقام ہوتا - جب یہ ضرورت جاتی رہی کلام مین سے اوس رنگ
کے پیدا کرنیکی ضرورت بہی جاتی رہی - پس یہ فرق ایک ضرورت خاص سے ہے -
یہ نہین ہے کہ کلام الٰہی مین وہ فرق ہے جو باعتبار طبیعت بشری کلام بشر مین ہوتا ہے
بلکہ کلام مسجع و مقفیٰ ہین بہی وہی خوبی فصاحت کی ہے جو غیر مسجع و مقفیٰ مین ہے
خواہ وہ کلام ابتدای زمانہ کا ہو یا مابعد کا - قطع نظر اسکے متعلق طبیعت بشری کے یہ امر خاص
قابل توجہ ہے کہ ہنگام نزول وحی آنحضرت صلعم پر ایک حالت طاری ہوتی تہی وہ ایسی تہی
کہ معترضین اسلام اوسے جنون (معاذ اللہ) کہتے تہے - پس یہ عجیب بات ہے کہ بشر کے
کلام مین باعتبار راحت و رنج فرق ہو اور جناب رسولخدا صلعم سے ہمیشہ حالت جنون مین
ایک کلام فصیح صادر ہو - جب وہ کلام ہمیشہ حالت جنون کے ہون کم سے کم لازم آئیگا
کہ ایک طرح کے ہون - یاد رہے کہ زمانہ نبوی صلعم کے لوگ حضرت کو شاعر مجنون کہتے
تہے اور ساحر اسطرح اپنے نزدیک معجزہ کو سحر کہکر اور نثر کو شعر کہکر اپنا پیچھا چھوڑاتے تہے
اسکا ذکر خود کلام مجید مین ہے - اور یہ دلیل روشن دونون عجز و کذب کی ہے -
واضح رہے کہ شاعر ہونا خلاف شان جناب رسولخدا تہا - چنانچہ اب بہی حکیم کے لئے
شاعری مناسب حال نہین ہوتی اسلئے کہ دونون کے مقصود مین بون بعید ہے حکیم
کا مقصود اور مدنظر ماہیت اشیا ہے - شاعر کا مقصود اور مدنظر ماہیت سے قطع نظر کرکے
بات کو اسطرح کہنا ہے کہ اپنے ماہیت سے زیادہ خوش کن یا رنج دہ ہوجاے - چنانچہ
خود جناب باری تعالیٰ نے اس بات کو فرمادیا ہے یعنی مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

ترجمہ - اور ہمنے ان پیغمبر کو شاعری نہین سکھلائی - اور شاعری انکی شان کے لایق بھی نہین - اگر آنحضرت شاعر ہوتے ممکن تھا کہ جو طبیعتین شعر پسند نہین ہین وہ کلام مجید سے قطع نظر کرین -

علاوہ بران یہ بھی ظاہر ہے - (اور جو لوگ جانتے ہین جانتے ہین) کہ بشر کا مسجع اور مقفی کلام بیشتر بہت زیادہ اچھا کلام نہین ہوتا بلکہ اوسمین بیشتر عیوب ہوتے ہین جو قافیہ کے پردہ مین چھپائے جاتے ہین - کلام مجید مین ملاحظہ فرمائیے کہ ایسی قافیہ بندی کہین نہین - اگر تمام کلام مسجع ہوتا تو اوسمین یہ سقم پیدا ہو جاتا کہ شاعرون کا جواب ہے اور مثال اوسکی مقامات حریری کی سی ہو جاتی - اور یہ خوبی نہ رہتی کہ خداوند عالم مین بغیر تسجیع و قافیہ کے ایسے کلام فصیح کہنے کی قدرت ہے جسکا کوئی مثل نہو - پس کلام مجید جو مقفی ہے وہ بھی سہل ممتنع ہے اور جو نہین ہے وہ بھی سہل ممتنع ہے -

۴ - اس اعتراض پر کہ ابتدا زمانہ نبوت کا کلام بہ نسبت مابعد کے بہتر ہے غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ معترضین مذاق سخن سے جہان ناواقف ہین انسان کے نیچرسے بھی ناواقف ہین - اسلئے کہ تمام دنیا مین یہ مسئلہ مسلم ہے کہ مشق سخن مدت کے ساتھ بڑھجاتی ہے - چنانچہ بیشتر شاعرون نے اس کا فخر کیا ہے - اوستاد ذوق فرماتے ہین ع

ہمنے سر سٹھ برس اس فن مین ہین پاپر بیلیے

(میر انیس فرماتے ہین)

نکلے قلم سے ضعف مین کیا کیا بلند بند

پھر فرماتے ہین۔

گھٹا زور مشق سخن بڑھ گئی	ضیفی نے مجھکو جوان کر دیا

پس یہ کہنا کہ بے مشقی کے زمانہ کا کلام تو بڑھا ہوا تھا اور بعد مشق گھٹ گیا کسقدر اصولاً غلط ہے۔ بلکہ اگر یہ دلیل معترضین کی مان لیجاوے تو اونکے اصول پر کلام مجید کا کلام الٰہی ہونا ایک طرح سے ثابت ہوگا۔ یعنی طبیعت بشری یہ ہے کہ کلام بعد مشق کے اعلیٰ درجہ کا ہو یہان کلام بے مشق کے اعلیٰ درجہ کا ہے۔

۴۔ فرق کلام بشر مین یہ ہوتا ہے کہ جب فارغ البال ہو کلام زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جناب رسولخدا صلعم مکہ مین فارغ البال نہ تھے بلکہ سخت مصائب کا سامنا رہتا تھا ہر وقت جان کا خطرہ اور اوسپر طعنے سننے کی روحی تکلیف کا سامنا۔ اُسوقت مذاق معترض کے مطابق زیادہ زوردار کلام صادر ہوتے تھے۔ جب مدینہ مین فارغ البالی حاصل ہوئی زور گھٹ گیا۔ یہ اولٹی بات ہے۔ پس حقیقت حال یہ ہے کہ وہ آیات جو مکہ معظمہ مین نازل ہوئین اور وہ آیات جو مدینہ طیبہ مین نازل ہوئین ہر جگہ کی آیات کے چھوٹے چھوٹے جملون مین صدہا نکات معانی و بیان اور صنائع و بدائع نکلتے ہین جنمین سے بعض کی تفصیل کتب محولہ بالا مین ہے۔

اگر مقصود یہ ہے کہ شوخی اول زمانہ مین زیادہ ہوتی ہے اور پختگی آخر زمانہ مین تو یہی غلط ہے اسلئے کہ شوخی نام عدم پختگی کا ہے اور شوخی سے کلام مجید بالکل مبرا ہے حقیقت مین شوخی کلام کی خلاف حکمت ہے۔ اور خوبی نہین ہے جسکے لئے دلیل کی احتیاج نہین

خلاصہ یہ ہے کہ کلام مسجع اور غیر مسجع دونون مین یہ خوبی ہے کہ مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے کہ الفاظ ایسے ہین جو بدلے نہین جا سکتے۔ اونمین اتنی خوبیان فصاحت و بلاغت کی ہین کہ اون معانی کے لیے جو الفاظ مقرر ہین اونمین اونسے زیادہ جمع نہین ہو سکتین۔ اونمین وہ علوم مخفی موجود ہین جو کسی دوسرے کلام مین نہین ہے۔ یقیناً یہ تینون چیزین فوق کلام بشر اور معجزہ فصاحت ہین۔ اور ایسے خیالات کہ کلام مسجع قرآن کا غیر مسجع سے بہتر ہے محض دہوکا اور غلط ہے۔

بیان وجہ ضرورت تاویل کلام مجید مین۔ جب یہ امر طے کر لیا گیا کہ کلام مجید کلام الٰہی ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ کلام موصوف مین ضرورت تاویل کیون ہے وہ اسبات سے ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی یہ حالت مسلم ہے کہ وہ ایک دفعہ نازل نہین ہوا ہر آیت ضرورت کے موافق وقتاً فوقتاً نازل ہوئی ہے۔ اس ضرورت کے ساتھ یہ امر لازم ہو جاتا ہے کہ کلام ایسا ہو کہ سب سے زیادہ مناسب مقام ہو۔ یہ وجہ بھی ہے کہ ہدایت مین جلدی ہو۔ اور جب کلام ہر طرح عمدہ ہوگا بطریق اعجاز مفید رفع ضرورت ہوگا پس جب ضرورتین بدل جائینگی کلام موثر کے الفاظ ضرور بدل لینگے۔

مثال ذیل سے وجہ اختلاف شان نزول کی بصراحت سمجھ مین آسکتی ہے۔ فرض کیجیے کہ ایک حالت یہ تھی کہ ایک مجمع آیا اوسنے بحث کی کہ دنیا مین جو کچھ ہوتا ہے بذریعہ اسباب کے ہوتا ہے اوسوقت ضرورت اسبات کی ہے کہ کمال قدرت کا بیان کیا جاے۔ قدرت لاانتہا ہے اور جب بیان بھی اوسکا زور سے کیا جائے تاکہ اوسوقت تام نفع دے

اور ایسا بیان کرنا آتا ہو تو بیان خود بخود ایک قسم کا ہو جائیگا۔

دوسری حالت یہ ہے کہ دوسرا مجمع آیا۔ اوسنے بحث کی کہ ہم قدرت الہی کیوجہ سے مجبور ہین اوسوقت ضرورت اسبات کی ہے کہ انسان کا اختیار بیان کیا جائے اور ایسا بیان کیا جائے کہ اختیار کو نہایت زور سے بیان کیا جائے تاکہ اوسوقت نفع تام دے اور ایسا بیان کرنا آتا ہو تو بیان خود بخود دوسری قسم کا ہو جائے گا۔

تیسری حالت یہ ہے کہ دونون صورتین موجود نہ تہین اوسوقت مقصود ایسے الفاظ مین بیان ہوگا جنمین اون حالتون کا زور نہو اور وہ طرز ادا صرف بیان مراد کا ایسا بیان واضح ہوگا جسمین گنجایش دوسرے معنی کی نہو اور وہ تیسری قسم کا بیان ہوگا پہلے دو قسم کے آیات متشابہات ہونگے اور تیسری قسم کے محکمات۔ جب دونون قسم قلت قابلیت وعدم صدق کے نہون متعین ہو جاتا ہے کہ کلام مجید مین ضرورت تاویل کی صرف اختلاف شان نزول کی وجہ سے ہے اور آیات متشابہات مین محدود ہے۔ محکمات مین ضرورت نہین ہے۔ ورنہ کوئی ذریعہ ہدایت کا کلام موصوف مین باقی نرہے گا۔

اصول تاویل کے کلام مجید سے متعلق کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قابلیت راسخون فی العلم مین ہے

ان سب کے بعد اون اصول کو نسبت تاویلات قرآن مجید کے متعلق کرنا چاہیے جو تاویل کے ہین۔ اور اوس ذریعہ سے حالت تاویلات کی اور اون تاویلات کے

ذریعہ سے حالت ناولین کی دیکھنی چاہیے۔ آیات محکمات ذریعہ شناخت مراد قائل جلشانہ کے ہین۔ چونکہ محکمات اور متشابہات کی پہچان مین بہی عدم وقوف شان نزول سے غلطی ہوتی ہے اسلیئے پہلے وقت کلام مجید کی تاویل مین بغیر علم حدیث کے یہ ہے کہ جو سب سے پہلا اور مقدم ذریعہ تاویل کا ہے وہ عام طور پر تاویل کرنے والے کے پاس نہین ہوتا یعنی کلام کو اوسطرف پہیرنا جو مراد قائل کی تہی۔ اسی لیئے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تاویل قرآن مجید کی اللہ اور رَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ جانتے ہین۔ اللہ تو خود قائل ہے جلشانہ اوسے اپنی قدرت و مراد کلام معلوم ہے۔ راسخون فی العلم کو قدرت و مراد کلام کا وہ علم حاصل ہے جو اللہ تعالی جلشانہ نے عنایت فرمایا ہے اور اسلیئے اونکو یقیناً محکمات کا پہچاننا حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ جسکو خدا نے اس کام کے لیئے بہیجا۔ (یعنی کار ہدایت) اور اوسکی ضرورتون کے رفع کرنے کے لیئے مختلف آیات نازل کین وہ اون ضرورتون سے زیادہ واقف ہو سکتا ہے۔ کوئی دوسرا اسقدر واقف نہین ہو سکتا گو اوس مجمع مین شریک ہو۔ نہ یہ کہ وہ واقف ہو جو مجمع مین شریک نہ تہا اور مجمع والونکی صرف مختلف رایون سے واقف ہے۔ نہ یہ کہ اونسے بہی واقف نہین اور بلا اس ذریعہ کے تاویل کرے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ سب سے مقدم راسخ فی العلم (یعنی علم القرآن جسمین سب علوم داخل ہین) ذات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی ہے۔ اوسکے بعد اونکی جنکو جناب ممدوح نے تعلیم علم قرآن دی ہو۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حدیث سے

قطع نظر کرنا کس درجہ کا غلط ہے۔ جو لوگ چاہتے ہین کہ صرف قرآن کو مستمسک قرار دین حدیث نبوی صلعم سے قطع نظر کرکے صحیح تاویل کرسکین صرف اسیوجہ سے کہ قرآن مجید کو مستمسک قرار دیتے ہین حدیث سے قطع نظر کرتے ہین قابلیت تاویل صحیح سے نکل جاتے ہین۔

بعض تاویلات وتصریحات راسخون فی العلم کی حالت کا بیان۔

اب مین بیان کرتا ہون کہ حالت اون تاویلات کی جو راسخون فی العلم یعنی جناب رسولخدا صلعم نے فرمائی ہے کیا ہے۔ بیشتر وہ تصریحات ہین جیسے نماز روزہ کے متعلق احکام اللہ تعالی نے عدد رکعات وکیفیت وذکر وقیام وقعود وصحت شرائط صلوٰۃ نہین بیان فرمائے ہین۔ ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا اور فرمایا ہے وَالصَّلٰوۃُ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ انکی شرح آنحضرت نے فرمائی اور اسقدر اسکو مطابق مراد الہی کے کردیا کہ ٹھیک وہ مرضی الہی کے (یعنی ہدایت اور اچھا بنانا) مطابق ہوگئی۔ اب جو نماز بتلائی ہے اوسکو دیکھئے کہ ایسی ہے یا نہین۔ مین اولاً بعض امور کو جنسے نماز بنتی ہے بیان کرتا ہون۔ بعد مین بعض شرائط بیان کرونگا۔ شروع نماز نیت وحضور قلب ہے۔ جب نماز کے لئے کھڑا ہوا آدمی کو سب خیالات سے جدا ہوکر پہلے یہ خیال کرنا چاہیے کہ مین اللہ کے سامنے کھڑا ہون اور بندگی شروع کرتا ہون۔ اللہ کے سامنے جب آدمی کھڑا ہو اور کون آدمی ہو گنہگار ہے۔ کون آدمی جو اوسکے احکام کی نزاکت اور اوسکے عذاب کو جانتا ہے۔ کون آدمی جو اپنے بے حقیقتی اور اوسکی عظمت کو جانتا ہے۔ جسقدر اوسکے

علم مین پختگی ہے اوسیقدر اوسکی اسحالتمین زیادتی ہوگی کہ بدن موم ہوجاے اوسمین رعشہ پیدا ہو آنکھونسے آنسو جاری ہون کم سے کم وہ حالت ہو جو ایک رعیت کی بڑے بادشاہ کے سامنے ہوتی ہے۔ اوسکے بعد ذکر ہے سب سے پہلا ذکر اللہ اکبر کہنا ہے اوسکے بعد سورہ فاتحہ پڑھنا۔ یہ سورہ جہان فاتحہ کتاب الہی ہے ساری قدرت کا خلاصہ بیان یہی ہے۔ چنانچہ اپنے رحم کو اول بیان فرماکر ذکر قیامت فرمایا ہے اوسکے بعد اپنی بندگی کا حکم دیا ہے پھر اپنی ذات اقدس سے استعانت کا اور گمراہی سے بچنے کا حکم دیکر بتلایا ہے کہ غضب الہی مین ابتلا رہتا ہے۔ اس حالت مین جب یہ ذکر کیا جاے خیال کرنا چاہیے کہ آدمی پر کیا حالت طاری ہوسکتی ہے لازماً وہ پہلے جھکیگا اور جب حالتمین ترقی ہوگی گر پڑیگا۔ اسلئے رکوع وسجود ہے۔ اور سب مین وقفہ ہے کہ حالت طاریہ حد مدہوشی کو نہ پہونچا دے۔ جب بار بار ایسا کریگا اور رات دن مین پانچ مرتبہ۔ تو یہ حالت مرتکز ہوجائیگی اوسوقت آدمی گناہ کر ہی نہ سکیگا۔

شرائط نماز بھی ایسی ہی مقرر کی ہین۔ یعنی شرط اول طہارت جسم ہے اور طہارت مین دونون چیزونسے پاک کرنا مقصود ہے۔ نجاست سے بھی اور غصب سے بھی۔ ان دونون کی پانچ وقت ضرورت اسبات کی طرف خواہ مخواہ کھینچیگی کہ ہر وقت طاہر رہنے کی عادت ہو۔ اور غصب کیا ہوا پانی تک بیکار ہوجاے۔ دوسری شرط طہارت لباس مصلی۔

تیسری شرط طہارت مکان مصلی ہے اومین بھی دونون طرح کی طہارت مراد ہے۔ یعنی لازم کیا ہے کہ ظرف اور مظروف سب کے سب پاک ہون پس فرمائے کہ اوس نماز کا جو

فحشاء و منکر سے باز رکھے کوئی اور ذریعہ اس سے بہتر ہو سکتا ہے اور بعد خیال اس بات
کہ آدمی دنیا مین ہے اور بعد خیال اسبات کہ آدمی عبادت کے لیے پیدا ہوا ہے اس سے بہتر اوقات و عدد رکعات
و طریقہ صلوۃ کوئی دوسرا مقرر کر سکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ یہان یہ خیال آتا ہے کہ کیا جرأت ہے
کہ ایسے احکام کو احکام ظاہری اور قابل ترک قرار دیا ہے۔

اسی طرح آیۂ تطہیر مین اہل کسا کا داخل کرنا۔ اور احکام وضو مین جو نسبت پاؤن دھونے
کے شبہ ہوتا ہے اوسکا صاف کرنا۔ تاہم جہان وہ تصریح حد تاویل کو پہونچی ہے
اوسکا بھی ایسا حال ہے کہ اوس کمال ادب کو مرعی رکھکر جو ایک خاص فرمانبردار آدمی
کا طریق عمل ہو سکتا ہے اور وہ ہمیشہ حکم کو صریح معنی مین لیتا ہے۔ کچھ ایسا ارشاد کر دیا ہے
جو اوسوقت کی ضرورت کو رفع کر دے۔ جسکی مثال وہ حدیث ہے جو آگے بیان
تاثیر دعا مین نقل کیجائیگی۔ خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ جب جناب رسولخدا صلعم سے حضرت
سراقہ نے سوال کیا کہ اگر خداوند عالم نے ہر چیز کو مقدر کر دیا ہے تو ہم عمل کیون کرین
جواب مین ارشاد ہوا کہ عمل ضرور ہے کیونکہ ہر شخص کے لئے وہ چیز جسکے لئے
وہ خلق ہوا ہے آسان کر دی گئی ہے اور جو عامل ہوگا وہ مطابق علم الٰہی کے عمل کریگا
میرے نزدیک اگر تمام علما جمع ہون اور آیات تقدیر و حکم عمل کی تطبیق اسطرح کہ سب آیات
ظاہری معنی وین اس سے بہتر اور آسان تر نہین کر سکتے۔ آیات تقدیر کے نقل کی ضرورت
نہین آیات عمل بعض یہ ہین لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى

تاویلات نبوی مین ایک خاص نکتہ ہے کہ وہ نا کیجئے تاویلین ہین۔

تاویلات نبوی صلعم کے متعلق ایک نکتہ خاص قابل

لحاظ وخیال سے وہ یہ ہے کہ ذات جناب ایزدی بادشاہ حقیقی دونون جہان کی ہے اور ذات جناب نبوی خلیفہ اور نائب اوس بادشاہ حقیقی کی ہے اور بلا تشبیہ بادشاہ اور وزرا دنیا کا سا حال ہے کہ امور سلطنت سے وزیر آگاہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن وہ رموز دوسرونکو نہین بتلاتا۔ البتہ جو کام اون رموز کے متعلق لینا ہوتا ہے جس سے لیتا ہے اوسکو اوسیقدر بتلا دیتا ہے جتنا اوس کام کے لینے کے لئے ضروری ہے۔ بالکل یہی حالت اوس دربار عظیم الشان مالک حقیقی کی معلوم ہوتی ہے کہ تاویل آیات رموز ہین اُن رموز کو اوس ذات پاک کا وزیر جانتا ہے مگر بادشاہ کی رعایا رکو اوسقدر بتلا دیتا ہے جو غرض کے پورا کرنے کے لئے لابد وضروری ہے۔ وہ تاویلین یعنی باتین بنانا جو دبے ہوئے آدمیون کا یا حاجتمندون کا شیوہ ہے نہین کرتا۔ اوسکی شان اس سے کہین بلند ہے کہ ایسا کرے۔ چنانچہ مینے کافی کلینی مین ایک حدیث دیکھی ہے جسکا منشا یہ ہے کہ انبیا و آئمہ علیہم السلام محکوم نہین کہ مطابق اپنی معلومات کے بات کرین یہ حکم ہے کہ مطابق عقول مخاطبین کے بات کرین۔

ان تصریحات کے مقابلہ مین ہمارے زمانہ اور ویسے ہی پہلے زمانہ کے اوّلین کی تاویلین دیکھنی چاہین۔ تصریحات کا کیا ذکر ہے۔

حالت تاویل ماولین کی نسبت وجود سموات کے

پہلی مثال تاویل کی انکار وجود سماوات سے ہے اللہ تعالی فرماتا ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا جسنے تہہ بر تہہ سات آسمان بنا دئے اور فرماتا ہے۔ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ پس گھبرا جائینگے وہ جو

آسمانون مین ہین اور جو زمین مین ہین۔ پھر فرماتا ہے ثُمَّ اسْتَوٰى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَى فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ترجمہ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ کہر تھا اوسکو اور زمین کو حکم دیا کہ تم دونون آؤ خوشی سے یا جبر سے دونون نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہین یعنی تعمیل حکم کے لئے۔ اوسکے بعد دو دن مین اوسکے سات آسمان بنائے اور ہر ایک آسمان مین انتظام بتا دیا۔ پس حضرات اولین سماء کے معنی صرف بلندی کے فرماتے ہین اور وجود سماوات سے اسلئے انکار کرتے ہین کہ اونکے بذریعہ دلائل حکماء ثابت ہو چکا ہے کہ آسمان کا اوس معنی مین جسے ہم سمجھتے ہین وجود نہین۔ اگر سماء بمعنی آسمان کے لیا جائے تو کذب کلام الٰہی مین لازم آئیگا یعنی تاویل کی یہ ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ معنی خود آیات مذکورہ سے نہین نکل سکتے اسلئے کہ پھر طباق کے کیا معنی ہونگے۔ اور بلندی کے سات طبق قرار دینے کا کیا ذریعہ ہوگا۔ ہر ایک مین انتظام کے کیا معنی ہونگے۔ ان آیات سے ظاہر ہے سماء قسیم ارض ہے محض بلندی مراد نہین ہے کیونکہ محض بلندی مین کوئی نہین رہ سکتا۔ پس اس تاویل مین اصول تاویل سے یہ غفلت ہے کہ سیاق و سباق سے قطع نظر کی ہے۔ اگر سیاق و سباق ملحوظ نہون بیشتر کلام مفید معنی نہ رہینگے۔ اسلئے کہ وہی ذریعہ تعین معنی واحد کا اوس صورت مین ہوا کرتا ہے جب کسی لفظ کے چند معنی ہون۔ اور چونکہ سیاق و سباق وہ معنی دیتا ہے کہ سماء بمعنی آسمان کے ہے وہی مراد الٰہی ہو سکتی

ہے۔ اور یہ تاویل خلاف مراد الٰہی و مطابق مراد فلاسفہ ہے۔

یہ امر کہ سمار کا وجود نہین ہے اسلئے غلط ہے کہ ہم ارشاد الٰہی کے بموجب اوسے مانتے ہین کہ موجود ہے خواہ وہی ہو یا اس سے بلند جو ہمکو نظر نہ آتا ہو۔ اگر اندھا کہے کہ مجھے دکھلائی نہین دیتا اسلئے موجود نہین تو یقیناً غلط ہوگا۔

حالتِ تاویل ماولین کی نسبت انکار جنات کے

دوسری مثال اونکی تاویل کے انکار جنات ہے وہ بھی اسی لئے ہے کہ فلاسفہ اونکے وجود کے قائل نہین ہین۔ اسلئے جہان قرآن مجید مین صاف ذکر جنات کا ہے اوسکو قسم انسان کہتے ہین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی ہمنے جن وانس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ (یعنی نافرمانی کے لئے نہین) اور پھر فرماتا ہے کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ ترجمہ اوسی نے انسان کو پیپڑی کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا۔ اور جنون کو آتش بلا دخان سے۔

عالیجناب مولوی نذیر احمد صاحب نے مَارِجٍ مِنْ نَارٍ کا ترجمہ آگ کی لو کیا ہے۔ یہ غلطی ہے۔

صاحب قاموس نے لکھا ہے من مارج من نار اے نار بلا دخان چراغ کی لو اور بہت سی لوؤن مین دہوان ہوتا ہے۔ پتھر سے جو آگ نکلتی ہے اوسے لو نہین بولتے۔ بجلی سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ بھی لو نہین کہلاتا اگر یہ ترجمہ لو کا صحیح ہو خلاف

آیہ وخلقنا الجان من قبل من نار السموم کے ہوگا نار سموم کا ترجمہ لون کی گرمی ہے - وہ لو نہین ہے بلکہ وہ ایک حرارت ہے جو سخت لون چلنے مین مثل نار مضطرب کے دکھلائی دیتی ہے اور بغیر دھوین کے ہوتی ہے - ممکن ہے کہ نار سموم یا مارج من النار ترجمہ کسیجن کا ہوگا جسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی - اور یہ بھی قصہ حضرت سلیمان مین فرماتا ہے - قال عفریت من الجن انا آتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک اس تاویل مین لغت کی ناواقفیت موجود ہے - جنون وجن بالفتح پوشیدن کو کہتے ہین - وجن علیہ اللیل اسی سے ہے جن بالکسر اسم ہے اور پری کو کہتے ہین اور لغت مین صاف مستعین کیا گیا ہے کہ وھو خلاف الانس یعنی جو انسان نہو - جن سپر کو کہتے ہین جنت بہشت اور بستان کو کہتے ہین - عفریت دیو سفید کو کہتے ہین پس جن حضرات نے یہ تاویل کی ہے اونکو لغت عرب مین امتیاز نہ تھا اور یہ خبر نہ تھی کہ عرب لفظ جن سے پری کے معنی کے سوا اور کچھ نہین سمجھتے - اسمین اس سے بھی غفلت ہے کہ جب اللہ تعالی مادۂ خلق کو بتلائے اور فرمائے کہ آدمی مین مٹی ہوتی ہے جن مین آگ اور یہ فرق مابہ الامتیاز ہے - تو معنی یہ ہین کہ جن مین مٹی نہین ہوتی اور یہ قسم انسان نہوا قسیم انسان ہوا - ایسے ماولین کو قسم وقسیم کا امتیاز نہین - یہ تاویل بھی ویسی ہی ہے جیسی پہلی مثال مین بیان کیا گیا کہ آیت سے وجود جن صریحًا ثابت ہے - انکار یہ تبعیت فلاسفہ ہے اور ضد معنی قائل کی ہے - جنات کے وجود مین ہزارون نفر کی شہادت موجود ہے تبعیت فلاسفہ مین سب کو ایسے

ماولین جھوٹا بھی مانتے ہین۔ یہ عجیب بات ہے کہ چار یا زیادہ عنصر سے جو چیز بنے اوسیکو اسلئے کہ ہمنے چار یا زیادہ عنصر کی مخلوقات دیکھی ہے مخلوق جانین اور جب خود بنانے والا کہے کہ ایک دو عناصر سے بھی ہمنے مخلوق پیدا کی ہے تو اوسے صحیح نہ مانین۔ کیونکہ جو عناصر کو پیدا فرماے اور اونمین امتزاج پیدا فرماے اوسکے لئے ایسی کوئی شرط لگانا سواے فضولی کے اور کچھ نہین ہوسکتا۔

حالت تاویل ماولین کی نسبت انکار معجزہ غرق فرعون کے۔

تیسری مثال معجزات کے انکار مین معجزہ غرق فرعون کا انکار اور اوسکی تاویل ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ○ ترجمہ پھر ہمنے موسی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر دے مارو۔ چنانچہ دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا گویا ایک بڑا پہاڑ تھا۔ اور اوسی موقع کے قریب ہم دوسرے لوگون کو لوا لائے۔ اور ہمنے موسی اور جو لوگ اوسکے ساتھ تھے سبکو بچا لیا اس ضرورت سے کہ پانی کا اس طرح پھٹنا کہ دو ٹکڑے ہو کر جدا کھڑا رہے اور اتنی دیر تک کھڑا ہوا معلوم ہوتا رہے کہ ایک گروہ اس سڑک سے جو دریا پھٹ کر بنی ہو خشکی مین اوتر جاے اور دوسرا وہان پہونچے محال عادی ہے رائے ماولین کی یہ ہوئی ہے کہ وہ جزر و مد تھا۔ خرق عادت کے وجود کی مثالین مین نے بیان کی ہین۔ پس یہ ضرورت کوئی ضرورت نہین۔ صرف تبعیت فلاسفہ کی ہے جنکی غلطی ثابت ہو چکی ہے۔ علاوہ بران یہ تاویل ہنسنے کے قابل ہے اسلئے کہ قطع نظر خلاف

جملہ حالات ہونیکے اور سیاق وسباق کے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماول نے کبھی
جزر و مد سمندر کا نہین دیکھا کیونکہ جب مد ہوتا ہے پانی بڑھتا چلا جاتا ہے اور جب جزر ہوتا ہے
پانی گھٹتا چلا جاتا ہے اوسمین کبھی صورت پہاڑ کی پیدا نہین ہوتی - دو ٹکڑے ہوکر کھڑا نہین
ہوتا - لکڑی سے پھٹکر کبھی پھٹنے کی حالتین باقی نہین رہتا - میرے نزدیک اگر معجزہ
ہوا اطمینان ثبوت نبوت نہین ہوسکتا - بہتر ہوتا کہ جو لوگ قرآن شریف مین اپنی عقل کے
خلاف باتین پاتے ہین اور اونکی عقل متفاوت یا نامکمل یا نامستحکم اوسکو نہین مان سکتی
قرآن مجید کے تمسک سے دست بردار ہون - جیسا کہ بیان ہوا معجزات کا انکار ایسی بڑی چیز
ہے کہ وہ انکار وجود خداوند عالم بذریعہ انکار قدرت الہی کے ہے - اور انکار اون ذریعون
کا جو کمال اذعان حقیت نبوت جناب رسالت مآب صلعم کا دلاتے ہین - ضرور اونکی امتیاز
مین وہی وقت ہے جو سچے موتی اور جھوٹے موتی اور اصلی ہیرے اور بنائے ہوئے
ہیرون مین ہوتی ہے لیکن اوسکے سبب سے اصلی شے کا بطلان لازم نہین آتا -
ان دونون حالتون کے ملانے سے ظاہر ہے کہ دین اسلام کا کام صرف تمسک
قرآن مجید سے نہین چل سکتا - اور بڑی غلطی ہے جو لوگ احادیث نبوی صلعم سے قطع
کرتے ہین - اونکی مثال یہ ہے کہ کتاب سے طبیب بنا چاہتے ہین - اونکی برائی یہ
ہے کہ وہ اللہ تعالی کی مراد نہین بتلاتے اپنی مراد کو اللہ تعالی کی مراد بناتے ہین جو
بنتی نہین اور دین اسلام اسلام نہین رہتا دوسرا دین ہوجاتا ہے - اونکی برائی یہ ہے
کہ وہ اعتراض کو اوٹھاتے نہین تسلیم کرتے نہین - وہ حمایت حوزۂ اسلام کی نہین کرتے

اوسکی مخالفت کرتے ہین - وہ بیدہڑک ہین اونہون نے صریح حکم الٰہی کی مخالفت پر کمر باندہ لی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ترجمہ اور جو شخص اللہ اور اوسکے
رسول کا حکم مانے اور اللہ سے ڈرے اور نافرمانی سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ مراد کو
پہونچینگے - ظاہر ہے کہ ایسے اقوال سخت بے خوفی پر مبنی ہین -

بیان اعتراض کہ علماء اسلام کی تاویلون مین اور باطنیون کی تاویلون مین فرق نہین ہے -

ممکن ہے کہ جناب باطنین ارشاد فرمائین کہ ضرورت تاویل اور
رنگ تاویل ہمارا اور علماء اسلام کا یکسان ہے - یعنی بحکم ضرورت
عقل تاویل کرنا اور سخن کو مطابق عقل کر دینا - چنانچہ علماء اسلام
اون آیات مین تاویل کرتے ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ مجسم ہے جیسے يَدُ اللّٰهِ
فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ وَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اونکی بھی ضرورت تاویل یہی ہے
کہ بحکم عقل ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجسم نہین ہے اون آیات کو تاویل کے ذریعہ سے عقل
کے مطابق کر دیتے ہین - اسیطرح ہماری ضرورت تاویل کی بھی یہی ہے کہ بحکم عقل ثابت
ہے کہ محال کا وجود مین آنا ممکن نہین - معجزات کا اعتقاد امکان محال کا اعتقاد اور خلاف
عقل ہے - یا آگ سے جو جوہر یا عنصر نہین محض عرض ہے - خلق ہونیکا اعتقاد
امکان محال کا اعتقاد اور خلاف عقل ہے - اسی لئے ہم معجزات اور ایسی آیات مین تاویل
کر کے اونکو مطابق عقل کے کر دیتے ہین - پس کوئی فرق ہماری اور اونکی تاویلون مین
نہین - یہ بالکل غلط ہے اور انواع و اقسام کی غلطیان اسمین موجود ہین بعض بیان
کیجاتی ہین -

جواب اول کہ . . . . . محال عادی و عقلی مین امتیاز نہین کیا جاتا۔

(۱) محال عادی اور محال عقلی مین فرق نہین کیا جاتا۔ محال عادی باعتبار اون قواعد کے محال ہے جو اللہ تعالی نے ہمارے لئے خلق فرمائے ہین۔ محال عقلی ایسی چیز ہے جسکو قدرت سے تعلق نہین۔ چنانچہ بیان اوسکا ہوچکا ہے۔ محال عادی جب متعلق ذات جناب ایزدی کے ہو محال نہین ہے۔ اسلئے کہ بحکم عقل ثابت ہے کہ جو اس عالم کے کارخانۂ عظیم الشان کو بنا سکتا ہے۔ اوسمین ایسی بڑی قدرت ہے جسکی انتہا نہین اور انتہاے قدرت کا علم ہماری قدرت سے باہر ہے۔ پس وہ اون قواعد کا جو ہمارے لئے بسبب محدود ہونے قوت کے ہین پابند نہین۔ اسلام نے یہ بتلایا ہے کہ حق تعالی جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ اوسیوقت ہوجاتی ہے۔ پس پانی کا دو ٹکڑے ہوکر کھڑا ہوجانا یا چاند کا شق ہوجانا یا ایک بکری کے کسی عضو کے گوشت سے ایک بڑی جماعت کا سیر ہوجانا جب اللہ تعالی قصد کرے ناممکن نہین۔ ضرور جب ہم قصد کرین ناممکن ہے۔ اور یہ محال عقلی نہین ہے پس غلطی یہ ہے کہ ہم جب عقل کی حکومت قایم کرتے ہین عقلاً غلطی کرتے ہین کہ اپنے لئے محال اور خدا کے لئے محال مین امتیاز نہین کرتے اور غلط عقل کے مطابق تاویل کرتے ہین۔

دوسرا جواب کہ علمار کی تاویلون اور حال کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ وہ بہ نظر آیات ہین یہ بنظر فلسفہ۔

(۲) علمار اسلام کی تاویلون مین اور آجکل کے ماولین کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ اونکی تاویلین بعض آیات کی نسبت نظر بہ بعض دیگر آیات کے ہوتی ہین یعنی متشابہات

مین تاویل نظر بہ احکام محکمات کے کرتے ہین - ماولین کی تاویلین متشابہات اور محکمات دونون کی یکسان ہین اور اسلئے غلط ہین - مثلاً علمار اسلام آیات تجسیم مین تاویلین اسلئے کرتے ہین کہ بہت سی آیات سے خداوند عالم کا مجسم ہونا ثابت ہے - چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مین تمسے رگ گردن سے زیادہ قریب ہون - جو جسم ہمارا سا ہو وہ اس طرح قریب اور ہر شخص کے قریب نہین ہو سکتا - سوای اسکے جو جسم ہو وہ محتاج مکان اور ظرف کا ہوگا - اللہ تعالی کا محتاج ہونا تمام کلام مجید سے ظاہر ہے خلاف اسکے جنات کا آگ سے نہ پیدا ہونا کسی آیت سے نہین نکلتا -

تیسرا جواب کہ یہ تاویلین تحریف دین ہین -

(۳) علمائے فلسفہ کی تاویلون مین وسعت غلط ہے اس غلط وسعت تاویل سے اسلام اسلام باقی نہین رہتا جسکا بیان ہو چکا ہے - دوسری تقریر مین پھر بیان کیا جاتا ہے کہ اگر ہمارے ناممکن خدا کے لئے ناممکن مانے جائین تو لازم آئیگا کہ حضرت عیسی علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہون - حضرت عیسی علیہ السلام مردہ کو زندہ نکرتے ہون - جب کوئی شخص بعد موت کے زندہ نہین ہو سکتا تو قیامت غلط ہو - جزا اور سزاے آخرت مہمل ہو - وعید سب باطل ہون - اصول دین مین توحید اور نبوت اور قیامت داخل ہین جو انکار توحید جسمین قدرت مطلق داخل ہے - انکار نبوت جسمین حضرت عیسی کا بغیر باپ کے پیدا ہونا شامل ہے - اور انکار قیامت جسمین مردہ کا زندہ ہونا مسلم ہے - لفظاً یا معنیً کرے مسلمان نہین ہے - علاوہ اسکے جب وسعت دائرۂ تاویل سخن کی مطابق مقصود کے

کرلینا قرار پائے تو کوئی وجہ نہین کہ مشرکین مسلمان نہ مانے جائین۔ نصاریٰ خدا کو ایک جانتے ہین اور کہتے ہین کہ تین خدا اسطرح ایک ہے کہ جیسے کسی مثلث کے تین ضلعے یا زاویے۔ مشرکین کہتے ہین کہ ہم بُت مین ہوکر اللہ کی جسے پرستش یا دوسرے اسم سے مسمیٰ کرتے ہین پرستش کرتے ہین۔ پس ایسی تاویلون کے یہ معنی ہین کہ اسلام کوئی چیز نہین ہے۔ ہر مذہب اسلام ہے جس مین مشرکین داخل ہین۔

چوتھا جواب کہ حال کی تاویلین مخالف لغت ہین۔

(۴) علمار کی تاویلون مین اور ماولین کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ ماولین کی تاویلین ایسی ہوتی ہین کہ مخالف لغت اور سیاق و سباق کے ہوتی ہین۔ علمار کی تاویلین ایسی نہین ہوتین۔ مثال اوسکی وہ تاویلین بھی ہین جو مذکور ہوئین چنانچہ جن کی تاویل اور آیات تجسیم کی تاویل مین یہ فرق ہے کہ لفظ جن سے عرب سوائے پری کے دوسرے معنی نہین سمجھتے۔ آیات تجسیم مین جیسے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ یا اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ مین عرب لفظ یدی اور وجہ سے دونون معنی ہاتھ اور قوت اور منہ حقیقی اور مجازی (وجاہت) کے سمجھتے ہین۔ علاوہ برآن انکار تجسیم سے ہماری مراد یہ ہے کہ خداوند عالم ایسا جسم نہین رکھتا جیسے ہمارا اور مخلوق ارض کا ہے ہم یہ کہتے ہین کہ کُنہ ذات الٰہی معلوم نہین۔ مگر وجود اوسکا ماننا ہمارا ایمان ہے۔ پس ہم نہین جانتے کہ وہ کیسا جسم ہے اور عرش پر مستوی ہونا اوسکا کس طرح کا ہے۔ غور فرمائے کہ تاویلات علمار اور تاویلات ماولین مین کتنا فرق ہوا۔

پانچوان جواب کہ تبعیت فلاسفہ بمقابلہ دین عموماً غلط ہے اور آگ کا عنصر نہ ماننا خصوصاً چنانچہ

(۵) اعتقاد فلاسفہ کے مطابق ہر وقت مان لینا کہ ماہیت اشیاء وہی ہے جو فلاسفہ وقت بیان فرما رہے ہین عموماً غلط ہے چنانچہ بیان وجوہ ہو چکا ہے آگ کا جوہر اور قایم بالذات ہونا مذہب فلاسفہ وقت کا ہے مگر فلاسفہ سابق کا مذہب یہی تہا کہ آگ جوہر اور عنصر ہے۔ وہ بہی دلائل بیان کرتے تہے یہ بہی دلائل بیان کرتے ہین۔ سب سے بڑی دلیل فلاسفہ وقت کی یہ ہو سکتی ہے کہ عناصر ۶ ہین جو بعد تجزیہ اشیاء مختلفہ کے ثابت ہوئے ہین۔ اونمین آگ کوئی چیز نہین ہے۔ بلکہ وہ ایک خاصہ اور عرض ہے جو تصادم سے پیدا ہوتا ہے اور بشکل نور دکہلائی دیتا ہے۔ وہ ہمیشہ قایم بالغیر ہے۔ وہ غیر جب فنا ہو جاتا ہے وہ نور بہی فنا ہو جاتا ہے۔ یہ خیال محض خیال ہے (۱) اسلئے کہ اگر ایسا ہو دو حال سے خالی نہین ہو سکتا۔ یا اعراض بطور خاصہ لازمی عناصر پر طاری ہونگے۔ یا اتفاقی۔ اتفاقی ہونا صریحاً غلط ہے۔ اگر ایسا ہو عالم مین نظام باقی نرہے سردی کی جگہ گرمی پیدا ہو جائے تری کی جگہ خشکی۔ جو کہانا پکائین کبہی وہ امرت ہو جاے کبہی زہر۔ کپڑا رنگین کبہی وہ زرد ہو جاے کبہی سرخ۔ الغرض بنائین کچہہ بنے کچہہ اور۔ جب خاصہ لازمی ہونا صحیح ہے لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس مادہ کا یہ خاصہ لازمی ہو کہ تصادم سے مشتعل ہو جائے وہی مادہ نار قایم بالذات ہے اور تصادم ذریعہ عرض نور ہے اوس مادہ کو نار کہنا چاہیے نہ اوس چیز کو جو تصادم سے پیدا ہو کر حالت اشتعال مین آجاتی ہے (۲) تہوڑی دیر کے لئے اگر اعتقاد فلاسفہ حال سے

جدا ہو جاے اور اسبات پر غور فرمایئے کہ وہ نار جو حالت اشتعال مین ہوتی ہے
اور آپ اوسے نار کہتے ہین ایک اکّال حالت ہے کہ جسمین وہ ظاہر ہوتی ہے
اوسے نظر سے غائب کر دیتی ہے اور مرکب موجود کو جسکے اندر وہ لگی ہوتی ہے
فنا کر دیتی ہے۔ اگر آفتاب مین بھی جسکا نور آتش و حرارت کو ایسا پیدا کرتا ہے کہ جب آتشی شیشہ سے شعاعین
اُسکی مجتمع کر کے کسی چیز پر ڈالیجاتی ہین اور وہ چیز حالت اشتعال مین آجاتی ہے یا جنگلون مین زیادتی حرارت
شمس کے اوقات مین خود بخود آگ لگ اوٹھتی ہے مادۂ نار ایسا ہی ہو تو لازم آئیگا
کہ آفتاب بھی اسی طرح کے فنا ہو جانے والی چیز ہو جیسے کوئلہ مین آگ لگ کر اوسے
خاکستر کر کے حالت نور کو زائل کر دیتی ہے۔ آفتاب کی نسبت یہ حالت بداہتہً قابل
تسلیم نہین ہے۔ اور لازم آتا ہے کہ آفتاب مین نار بحالت اشتعال قایم الذات ہے
ممکن ہے کہ کرۂ ارض کی نار اوسکا اثر اور عرض محض ہو۔ پس ان دونون صورتون
مین یعنی نار اوس مادہ کو کہین جو قابل اشتعال ہے (بالقوہ) یا اوس مادہ کو کہین
جو حالتِ اشتعال مین ہے (بالفعل) لازم آئیگا کہ فلاسفہ حال نے یا دھوکا کھایا
ہے یا تحقیقات ناتمام ہے۔ دھوکا اسلئے کہ حالت مشتعلہ بالفعل کو نار سمجھا ہے۔
تحقیقات اسلئے ناتمام ہے کہ یا اب تک وہ خاص چیز جو مادۂ نار محض ہو اوسکو تجزیہ
کر کے ایک عنصر قایم نہین کر سکے۔ وہ اسقدر نازک ہونا چاہیئے کہ جدا نہو سکتا ہو۔
یا محض تجزیہ اجزاء موجودہ کرۂ ارض مین نار کا مادہ نہ پا کر یا جدا کرنے کی قابلیت نہ رکھکر
مطلقاً انکار اوسکے عنصر ہونے کا کر دیا ہے۔ مخلوق الٰہی کرۂ ارض ہی نہین ہے

آفتاب اور لاکھون کرہ ہین جب اونکا تجزیہ نہین ہوا تو مطلق انکار بھی صحیح نہین ہوا
اللہ تعالی نے یہ نہین فرمایا کہ اوس نار سے جو ایک عنصر کرۂ ارض مین سے جنات
پیدا کئے ہین۔ (۳) یہ دیکھنا چاہئے کہ خداوند عالم نے جنات کا پیدا ہونا کس چیز سے
فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا ہے کہ نار سے پیدا فرمایا ہے۔ مگر سورۂ حجر مین صاف بتلا دیا ہے
کہ کس نار سے پیدا فرمایا ہے وہ نار سموم ہے چنانچہ وہ آیت یہ ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝
ترجمہ اور ہم نے ہی کالے اور سڑے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر
کھن کھن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور ہم جنات کو آدم سے پہلے لُون کی گرمی سے
پیدا کر چکے تھے۔ میرا خیال یہ ہے اور اگر تفسیر بالرائے کر دینا جائز ہوتا مین بالاذعان
کہدیتا کہ نار سموم ترجمہ آکسیجن کا ہے۔ چونکہ یہ لفظ اوسوقت جب کلام مجید نازل ہوا
بنا نہ تھا اور عرب مین نہ تھا پس اس سے بہتر کوئی لفظ آکسیجن کے مقابل نہین ہو سکتا
تھا جس سے عنصر جنات کے خلق کا تعبیر کیا جاتا۔ پس اگر یہ معنی مان لئے جائین
کوئی نزاع باقی نہین رہتی اور سارے وجوہ انکار وجود جنات کے باطل ہو جاتے
ہین۔ اگر یہ معنی نہ مانے جائین تو یہ کہنا بداہت ہوگا کہ جنات کے خلق کا عنصر نار سموم
ہے۔ نہ نار مشتعلہ۔ اور یہ معنی ہونگے کہ وہ چیز جسے مٹی کہتے ہین (اس سے قطع
نظر کر لیجئے کہ اوسکے اجزا کا تجزیہ کرنے کے بعد اوسکے عنصر کتنے ہین۔) عنصر خلق
آدم کا ہے۔ اور وہ جنات کا عنصر خلق نہین ہے۔ اور یہ معنی ہونگے کہ نار سموم مین

جو نار ہے یعنی وہ جو حالت اشتعال مین نہین اور وہ ایک مادہ ہے جو اشتعال پاجاتا ہے خواہ اوسے اشتعال کی ضرورت ہو یا نہو عنصر خلق جنات کا ہے۔ علاوہ اسکے ہمارا اعتقاد فلاسفہ کے بتلانے سے نہین ہے کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے۔ جناب باری تعالیٰ جلشانہٗ کے ارشاد سے ہے۔ عنصر ہونے اور نہ ہونے کی جسمین بحث نہین ہے نہ اسکی خداوند عالم نے بحث فرمائی ہے کہ نار عنصر اور جوہر ہے یا عرض۔ نہ یہ فرمایا ہے کہ وہ اراضیات کا عنصر ہے۔ اگر یہ مان لیا جاتا کہ اللہ تعالےٰ جلشانہ نے بھی فرمایا ہے کہ عناصر سے مخلوق پیدا ہوئی ہے تب یہ کہنا کہ نار عنصر نہین ہے (نہ کرۂ ارض مین نہ کرۂ آفتاب مین) اور اس سے مخلوق پیدا نہین ہوتی جائز ہوتا۔ اب ہرگز جائز نہین ہے۔ اس سے بھی قطع نظر نسبت روح کے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وہ حکم ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی نسبت ارادہ کرتا ہے کہ ہو جائے پس حکم دیتا ہے کہ ہو جاے۔ اور وہ ہو جاتی ہے پس صاف معنی یہ ہین کہ جس چیز کو حکم قیام ہو خواہ قایم بالذات ہو یا قایم بالغیر وہی قایم اور باقی رہیگا اور وہی خلق ہے چنانچہ خود مادہ بھی حکم ہے اور اعراض بھی حکم ہین ورنہ مادہ کا قدیم ہونا لازم آئیگا۔ پس حقیقت مین جوہر اور اعراض کی بحث کو اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کی قدرت خلق سے کچھہ لگاؤ اور تعلق نہین نہ معجزات سے اور اسی لئے ضرورت تاویل معجزات اور جنات کی عموماً غلط محض ہے۔ جب مین اس بات پر غور کرتا ہون کہ انکار قایم بالذات ہونے نار کا حقیقت مین انکار نار ہے تو یہ آیت یاد آتی ہے۔ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ

بِهَا تُكَذِّبُونَ - یہی وہ نار (دوزخ) ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ترک تسنک احادیث کا یہ ضرر کہ چھوٹی تدبیرین اس سے فوت ہوتی ہین۔

اب مین ترک تسنک احادیث کی ایک اور برائی بیان کرتا ہون کہ احادیث نبوی مین ہر چیز کی تعلیم موجود ہے چھوٹی سے چھوٹی بات اور بڑی سے بڑی بات کی۔ چھوٹی تدبیرون سے بڑی تدبیرین پیدا ہو جاتی ہین۔ چنانچہ اسکا بیان اس کتاب مین تفصیل سے ہو چکا ہے مناسب ہے کہ یہان ایک نئی مثال بیان کیجائے جو ممکن ہے کہ فرضی نہو حقیقی ہو۔ اور وہ یہ ہے۔ جب بچے چوری سیکھتے ہین پہلے اپنے مان باپ کی چیز چوراتے ہین جسمین استفادہ کا اونکو ایک حق ہوتا ہے پھر دوسرونکی بہت ہی چھوٹی چیز۔ اور ابتدائی درگذر کے سبب سے آخر کو بعض نامی چور ہو کر تمام عمر جیلخانہ مین رہتے ہین چنانچہ وہ قصہ اسکی مثال ہے جو ایک انگریزی کتاب مین دیکھا تھا۔

حکایت پہلے زمانہ مین سزا چوری کی قتل تھی۔ ایک شخص چوری کا ملزم ثابت ہوا اور اوسکی نسبت حکم قصاص دیا گیا۔ پھانسی سے پہلے اوس سے پوچھا گیا کہ اوسکے دلمین کیا آرزو ہے اوسنے جواب دیا کہ اپنی مان سے ملاقات کرنا چاہتا ہون۔ چنانچہ اوس سے ملاقات کرائی گئی۔ جب مان بیٹون کا سامنا ہوا تو بیٹے نے مان سے خواہش کی کہ مجھے اپنی زبان کا بوسہ دیدیجئے۔ مان کچھ نہ سمجھی اور اپنی زبان نکالدی۔ صاحبزادہ نے مان کی زبان منہ مین لیکر اس زور سے

کاٹی کہ کتر گئی۔ مان چلانے لگی غل ہوگیا۔ لوگ دوڑے اور جب دیکھا کہ عورت کے منہ سے خون جاری ہے زبان کٹ گئی ہے قیدی کو ملامت کی۔ تب اوسنے جواب دیا کہ میری یہ نوبت ان والدہ ماجدہ کی بدولت پہونچی ہے۔ جب مین بچہ سا تھا پہلی دفعہ مینے ایک انڈا چورایا اور امان جان کو لاکر دیا اونہون نے اوسے اوبالا آدہا خود کھایا نصف باقی مجھے دیا مینے اپنا حصہ کھا لیا۔ اوسی دن سے مجھے چوری سے رغبت شروع ہوئی اور آخرکار عادت ہوگئی اگر یہ مان مجھے روک دیتی اور سزا دیدیتی مین اس حال کو نہ پہونچتا انصاف یہی تھا کہ حصہ سزا سے بھی وہ محروم نہ رہے۔

پس جو آدمی کو اعلیٰ درجہ کا بنانا ہے لازم ہے کہ ہر چھوٹی اور بڑی بات کی شرح کرے اور ہر چھوٹی اور بڑی بات کے لئے احکام نافذ کرے اور چھوٹی برائیون سے اوسی طرح منع کرے جیسے بڑی برائیون سے۔ کیونکہ صغائر کبائر کی طرف منجر ہوتے ہین۔ ایک دفعہ آنکھ اوٹھا کر دیکھ لینا بہت ہی چھوٹی چیز ہے مگر نتائج بزرگ اوسکے محتاج بیان نہین ہین۔ اس اصول کے مطابق غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ احادیث کو ترک کرتے ہین وہ چھوٹی تدبیرین جنکے بغیر بڑی تدبیر پوری نہین ہوتین چھوڑتے ہین۔ اور حقیقت مین اون عمدہ مدارج پر پہونچنے سے باز رہتے ہین جہان پہونچانا مقصود الٰہی تھا۔

شک احادیث پر استہزا کا بیان — تاہم یہی نہین ہے کہ احادیث سے قطع نظر

کیجاتی ہے دیکھا ہے کہ اونکی نسبت اعتراض واستہزا رہوتا ہے کہ انمین چھوٹی چھوٹی باتین ہین اور وہ بے حقیقت ہونے کی وجہ سے قابل پابندی نہین - مجھکو تعصب ہوتا ہے کہ ایٹیکٹ Etiquette کی کتابون مین یہانتک بیان کیا گیا ہے کہ جب مسواک باہر کی طرف دانتون مین کیجاے اندر کیطرف بھی کرنی چاہیے اس پر بے حقیقت ہونیکا کوئی الزام نہین لگاتا اور قابل ترک نہین سمجھتا - احادیث کے جزئیات کو چھوٹی باتین کہہ کر باعث ترک جانتے ہین - مسواک کا طریقہ بتلانا آخر کار دانتون کے لئے نفع عظیم کا ذریعہ ہوتا ہے ایسے ہی احادیث مین جزئیات کی تعلیم باعث نفع عظیم ہے -

مناسب ہے کہ چھوٹی باتون مین سے مثالاً ایک بات بیان کیجاے - جناب رسولخدا صلعم نے حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم مین ہر تشبہ کی ممانعت فرمائی ہے - اسپر بہت بحث کیجاتی ہے - اور لباس کی تقلید کی وجہ سے یہ حدیث یا غلط یا قابل تاویل یا ناقابل عمل سمجھی جاتی ہے اسکے مقابلہ مین ایٹیکٹ Etiquette کے بعض مقررات قابل توجہ ہین - جو شخص اپنے آپکو سوسائٹی مین داخل ہونیکے لایق بنانا چاہے اوسپر لازم ہے کہ کالر اوسکا ایک خاص طرح کی حالت مین ہو - بٹن خاص طرح کے ہون - رومال خاص طرح کا ہو خاص طرح سے رکھا ہوا ہو - خاص طرح کے بال ہون - موچھین خاص قسم کی ہون - ڈاڑھی خاص طور کی ہو یا اوسیدن کی منڈی ہوئی ہو - عمدہ دوکان کے سلے ہوئے کپڑے ہون -

ان قیود کی نہایت خوشی سے پابندی کیجاتی ہے مگر آنجناب صلعم نے جو تشبہ کی ممانعت فرمائی ہے اوسے غلط جانتے ہین حالانکہ نفع کا وجود اوسمین ظاہر ہے۔ جہانتک مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ جسقدر حکام وقت ہین بیشتر ہندوستانیون کو جو انگریزی لباس پہنتے ہین بہروپیہ سمجھتے ہین۔ بعض ایسی مثالین مینے دیکھی ہین کہ انگریزی کا ایک لفظ نہین جانتے مگر کوٹ پتلون سے ایسے درست ہین معلوم ہوتا ہے کہ ابھی لنڈن سے چلے آتے ہین۔ اگر اہل ہند وضع مین تغیر نہ پیدا کرتے تیسرا خیال یہ ہے کہ اُس حالت کی بہ نسبت وہ جلدی میل جول پیدا ہونے کا ذریعہ ہوتا۔ یا بے وقعتی نہوتی۔ بہرحال اس حدیث کا غلط جاننا نہایت ہی غلط اسلئے ہے کہ زمانہ جناب نبوی زمانہ لڑائیونکا اور ابتدا اسلام کا تھا۔ ایسے زمانہ مین لباس کی علیحدگی اور وضع اسلام کا جدا کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ اب بھی وردیون کی تاکید ہے۔ اور وضع ادعائی اختیار کرنا جرم ہے۔

تمسکین احادیث کے اوہام مین مبتلا ہونے کا بیان۔

یہی نہین ہے کہ پابندی احادیث سے اعراض کیا جاتا ہے یہانتک نوبت پہونچی ہے۔ بعض حضرات متبعین سنت کا یہانتک استخفاف کرتے ہین کہ جو لوگ پابند احادیث ہین اونکو بلا اوہام مین مبتلا اور نکمے جانتے ہین۔ چنانچہ بعض چیزونکا نام مذہبی اوہام رکھا گیا ہے۔ جو لوگ ایسا ارشاد فرماتے ہین غالباً اونکی غرض تاریخون مین سعد و نحس کے اعتقاد۔ تعویذون کے اعتقاد۔ دعا کے اعتقاد اور اسیطرح کے اور اعتقادات سے ہے۔ غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ

امور نتیجہ ایک خاص امر کا ہین یعنی اللہ سے ڈرنے کا۔ یہ خیال کہ اللہ تعالیٰ موجود اور حاضر و ناظر ہے اسکا سبب ہوتا ہے کہ آدمی جیسا اوسوقت کہ گواہ موجود ہون ارتکاب معاصی سے باز رہے اوسوقت بھی باز رہے جب گواہ موجود نہون۔ یہ ایک بڑی خوبی ہے لیکن انسان جب خائف ہوتا ہے اور خوف بڑھجاتا ہے لازماً اوسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ ہر چیز مین احتیاط کرتا ہے جیسے ہم لوگ نوکری کی حالت مین کرتے ہین۔ بعضونکی وہ حالت ہوتی ہے جو انسان کی ڈوبنے مین۔ ڈوبنے والے بچنے کی کوشش مین تنکے پکڑنے لگتے ہین۔ یہ زیادتی ہے۔ تاہم اس امر عظیم الشان یعنی خوف الٰہی کے بعد جب غلطیان ہون وہ قابل برا کہنے کی نہین ہین۔ نہ اس سبب سے مذہب قابل استعفار ہے۔ انسانون کو بتلانا چاہیے کہ بعض چیزین جو حالت خوف مین اوسطرف لیجاتی ہین جنکو تشبث غریق بکل حشیش کہتے ہین توہمات محض اور غلطی مین داخل ہین۔ بعض ایسے نہین ہین چنانچہ جو توہمات مذکور ہوئے اونمین بھی بعض ایسے ہین کہ قابل اعتراض نہین جنمین سے ایک یعنی تاریخ ہاے سعد و نحس کے اعتقاد کی حالت بیان کیجاتی ہے۔

تاریخون کے سعادت و نحوست کا اعتقاد بے اصل نہین ہے۔ ہر ملت اور قوم مین اسکا وجود پایا جاتا ہے کیونکہ جب کسی دن کوئی واقعہ عظیم پیش آتا ہے لوگون کو وہ دن یاد رہتا ہے۔ مثلاً جب کوئی بادشاہ تخت پر بیٹھے اوسکا زور تخت نشینی روز جشن ہوجاتا ہے۔ جب پیدا ہو وہ دن روز تعطیل ہوجاتا ہے۔ جب کوئی بڑا آدمی مرجاتا ہے

تو وہ دن ہمیشہ یاد رہا کرتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ کا روز غیبت۔ اور ۲۵ دسمبر کا یاد رہنا۔ یا جناب سید الشہدا کا روز شہادت اور ۱۰ محرم کا یاد رہنا۔ یا ہفتہ مین ایک دن کا خالی رہنا اس بنا پر کہ اللہ تعالےٰ نے چھہ دن مین زمین و آسمان بنائے اور ساتوان دن خالی تہا۔ جیسے کوئی اتوار کوئی ہفتہ کوئی جمعہ مانتا ہے۔ پس ہفتہ یا مہینے یا سال مین جب وہ دن یا تاریخ آئے یاد رکہنے والے اوسکو خواہ مخواہ اور دنون سے خود بخود ممیز جانتے ہین۔ بعض اس سے بڑہجاتے اور اوسمین سعادت یا نحوست خیال کرتے ہین۔ پس اگر مسلمان بہی بعض ایام و تواریخ کو ممتاز جانین کیا برائی ہے۔ اگر کچہہ بڑہکر اونکو نامبارک خیال کرین کوئی بڑا الزام اونپر نہین۔ اگر زیادہ تفتیش کیجائیگی اور وجوہ بہی موجود ملینگے جو الزام سے پاک کردین۔ علاوہ برآن یہ امر خاص طور سے غور کے قابل ہے کہ ایسے واقعات کو نہ ماننا اون واقعات کا استخفاف اور توہین ہوسکتا ہے۔ اور وہ استخفاف و توہین بدترین اشیا مین سے ہے۔ وہ حضرات جو ایسی چیزون کو اوہام مطلق کہکر استخفاف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمارے نزدیک جو ایسا اعتقاد رکہے گو کسی مذہب کا ہو برابر ہے اونکو چاہیے کہ وہ صاف کہین کہ ہم خدا کو نہین مانتے۔ عیسائی۔ ہندو۔ مسلمان بنکر ایسا کہنا روا نہین ہوسکتا۔

احادیث مین تنقید کی وقت وجہ ترک نہین ہوسکتی۔

اب باقی رہا یہ امر کہ احادیث مین تنقید کی وقت ہے۔ ضرور وقت موجود ہے مگر آدمی جسقدر مشکل کام کرتا ہے اوسیقدر اوسکا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے لڑائیون مین۔ پس مین پوچہتا ہون کہ آپ تہوڑی دیر

کے لئے انصاف کو کام فرما کر بتلائے کہ آپ نے اتنی محنت احادیث کی تنقید مین اوٹھائی ہے جسقدر طالب دنیا مین۔ جتنی محنت اون علوم کے پڑھنے مین جنسے آدمی بی۔ اے ہوتا ہے۔ اوٹھائی جاتی ہے (یہانتک کہ بعض صحت سے دست بردار ہوگئے ہین) اتنی تنقید حدیث مین اوٹھائی۔ اگر اوٹھاتے غالبًا ایسا نفرماتے۔

غلطی اول کا اثبات بذریعہ اسکے کہ مذہب حق ایک ہی ہوسکتا ہے

اسباب کی غلطیان بیان کردینے کے بعد اب حقیقت **غلطی اول** کی یعنی اوسکے وجوہ بیان کئے جاتے ہین۔ اس ارشاد کی کہ مذہبی خودپسندی کے نشہ مین سرشار تھے اور تمام کلام پر نظر کرنے سے یہ معنی ظاہر ہین کہ خودپسندی مذہب کی بُری چیز ہے اسلئے کہ مذہب ضرور نہین ہے کہ ایک ہی حق ہو۔ یہ صریحًا غلط ہے۔ اسلئے کہ اگر مذہب خداپرستی کا مذہب ہے وہ دو نہین ہوسکتے ایک ہی ہوسکتا ہے۔ ایک کے سوا جسقدر ہونگے وہ سب غلط ہونگے۔ اور پسند امر حق کے حق جاننے کے لئے لازم ہوگی۔ جتنا اس پسند کے نشہ مین سرشاری کی کمی ہوگی وہ پسند امر حق کی نہوگی۔ تکبر اور خودپسندی منع ہے امر حق کا حق جاننا واجب ہے اوسی کا صلابت فی الدین نام ہے۔ جب مذہبی خودپسندی نہوگی آدمی اوسپر قایم نہوگا۔ اور وہ حالت ہوگی جسکو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ترجمہ کفر اور ایمان کے بیچ مین پڑے جھول رہے ہین نہ ان کی طرف اور نہ اون کی طرف۔ (نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے۔

اس کتاب کا موضوع کسی خاص مذہب کا بتلانا نہین ہے البتہ عام مذہب اسلام کی تائید مقصود ہے۔ اسلئے جہانتک اس مقصود کو تعلق ہے مذہب کا ایک ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اول جناب باری تعالیٰ کی نسبت یہ متعین کرنا چاہیے کہ ہے یا نہین۔ اگر ہے ایک ہے یا ایک سے زیادہ۔ وجود خداوند عالم اوسکی مصنوعات سے اور اوسکی کمال حکمت سے ظاہر ہے۔ ان صنعتونمین اصولاً ایک وحدت موجود ہے یعنی سب ایک طرح سے پیدا ہوئی ہین ایک سا نظام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا یعنی اور تم اللہ کے دستور مین کبھی تبدیلی نہ پاؤگے۔ یہ وحدت اور صنعت زور سے بتلا رہی ہین کہ خالق ہے۔ اور خالق ایک ہے خدا کا دو ہونا محتاج دلیل ہے جتنے دلائل خدا کے دو ہونے کے ہین وہ خدا کے وجود کے دلائل نہین ہین۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ ان سب باتونکو بہت ہی تھوڑے لفظون مین بطریق اعجاز بیان فرماتا ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ترجمہ اگر زمین و آسمان مین خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو برباد ہو گئے ہوتے یعنی اگر دو اللہ ہوتے تو معاملہ بگڑ جاتا۔ مختصر بیان اوسکا یہ ہے کہ دو برابر کی چیزونمین اطاعت نہین ہوتی۔ نہ دو برابر کے بادشاہ یا افسرون مین۔ اب جو پارلیمنٹ سے کام چل رہا ہے وہ دھوکا دیتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ کاسٹنگ ووٹ یعنی رائے مختم ایک شخص کے ہاتھ مین ہوتی ہے جسکی سب اطاعت کرتے ہین۔ خواہ وہ بادشاہ ہو یا پریسیڈنٹ۔ دو بادشاہ یا دو پریسیڈنٹ کہین نہین ہین۔ شوریٰ آدمی کی رائے کا مصحح ہے۔ خدا کو ضرورت شوریٰ کی نہین۔ اسلئے کہ انسان ضعیف

پیدا ہوا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا یامین لوٹار۔ Mantoerr

جب متعین ہوگیا کہ خدا ایک ہے تو اوسکے بعد متعین کرنا چاہیے کہ طریقۂ خداشناسی اور طریقۂ بندگی یا مذہب ایک ہوسکتا ہے یا دو۔ ظاہر ہے کہ احکام بندگی ایک ہی ہوسکتے ہین جیسے ایک سلطنت کا ایک قانون۔ دو نہین ہوسکتے۔ (ملکون کے اعتبار سے جو قوانین مقامی بنائے جاتے ہین۔ وہ فرق کلیات وجزئیات کا ہے اس بیان کے مخالف نہین) ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنے کے دو ذریعہ کبھی نہین ہوتے چنانچہ نوعیت وکیفیت خاص کا جو کہانا پکائے یا دوا بنائے جیسا وہ ہے اوسی ایک تدبیر سے۔ غلط ہو یا صحیح۔ بن سکتا تھا جس سے بنایا تیار ہوا۔ جب تدبیر مین فرق ہوگا کیفیت اور نوعیت بدل جائیگی اور اوسیقدر جسقدر ترکیب مین فرق ہوا۔ جتنی آنچ جتنے اجزا جتنا مصالحہ دینے سے ایک کہانا یا دوا تیار ہوئی بالکل ویسی ہی اوسیقدر مصالحہ اور اوسی طریقہ کی آنچ سے خواہ غلط ہو خواہ صحیح حاصل ہوسکتی تھی۔ ایک نتیجہ کی صحت کے دو دلائل ہونا جیسے اقلیدس کے شکلون کے دو ثبوت اس دعوی کے مخالف نہین ہے اسلئے کہ نتیجہ جو نکلا ہے وہ ان دلیلون سے نہین بنا تھا۔ اوسکے اور ذریعے تھے مثلاً تساوی حقیقی دو چیزونمین مساوی بنانے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ ثبوت کے طریقے متعدد ہین لیکن وہ ثبوت ایک چیز کا ہے جب کسی چیز کے بنے کے دو ذریعے نہین ہوتے تو خدا پرستی کے بھی دو ذریعہ اور ملک کے دو قانون نہین ہوسکتے۔ اسیطرح اگر ہم ایک نقطہ ہین اور معرفت الٰہی ایک نقطہ

ہے اور دونون کا ملانے والا خط مذہب ہے تو صحیح خط ایک ہی خط ہوگا دو نہین
ہو سکتے۔ صحت و راستی خط مین اوسیوقت متروک ہوگی جب نظر اوس نقطہ سے جسطرف
خط کھینچنا مقصود ہے علحدہ ہو جائے۔ جب ایکدفعہ نظر چوکی پھر کون اوسے سیدھا
کر سکتا ہے۔ نقطہ جب پھر نظر آئیگا اوسیوقت سے راستی اور سیدھا پن شروع ہوگا۔ جو
لوگ سمجھتے ہین کہ منحنی ہو کر بھی اگر خط نقطۂ مقصود تک پہونچ جاے۔ جیسے کسی شہر کے
دو راستے۔ اور آدمی دونون راستون سے شہر مین پہونچ جاے۔ برا نہین ہے حقیقت
مین غلط ہے۔ اسلئے کہ اس استحسان مین اسبات سے غفلت کی گئی ہے کہ
نقطۂ مفروضہ یعنی خدا ہر مذہب کا جدا ہے۔ علاوہ اسکے جو شخص چند مذاہب مین سے
تحقیق مذہب حق کرے اوسے نقطہ صحیح معلوم نہین نہ اس شہر کا پتہ۔ دو راستون سے
ایک شہر مین پہونچنا اسلئے ممکن ہوتا ہے کہ شہر معلوم ہوتا ہے یہان جب خدا دکھائی
نہین دیتا ذریعہ پہونچنے کا یہ مثال نہین ہوئی۔ یعنی شہر دیکھا نہین تھا پتہ پر جا رہے ہین
جب ایک دفعہ پتہ گم ہوا اگلے پتے جو شہر مین پہونچاتے نہین مل سکتے۔ یہ امر کہ ہر مذہب
کا خدا واحد نہین ہے یعنی نقطۂ مفروضہ متحد نہین۔ اسبات سے ظاہر ہے کہ بعض لوگ
تین خدا کو ایک جانتے ہین۔ بعض لوگ اوتارونکو بھی خدا جانتے ہین۔ اور خدا کو وہی
خدا جانتے ہین جو بتون مین سے ہو کر دکھلائی دے۔ بعض اللہ کے قدیم ہونے
کے ساتھ مادہ کو بھی قدیم جانتے ہین۔ بعض آگ کو خدا جانتے ہین۔ یہانتک کہ
بعضے پانچ پیر کو خدا جانتے ہین جنکو یہ بھی معلوم نہین کہ وہ کون ہین۔ بڑا فرق یہ ہے

کہ ذات باریتعالی کی شناخت ناممکن ہے یعنی کہنہ ذات ۔ صفات سے جناب ایزدی کی شناخت ہوسکتی ہے جو داخل ذات ہین ۔ صفات ثبوتیہ وسلبیہ دونون قسم کی ہین پس شناخت صفات ہوسکتی ہے ۔ جب صفات مین اختلاف ہو ذات مین اختلاف لازم ہوگا اور جب صفت بدل جائیگی نقطہ مفروضہ بدل جائیگا ۔ حقیقت مین یہ کہنا کہ ہر مذہب کا خدا ایک ہے نہایت لغو ہے اور وہی شخص یہ بات کہہ سکتا ہے جسنے کبھی غور نہ کیا ہو کہ ہمارا اللہ کیسا ہے ۔

جب معین ہوگیا کہ احکام بندگی ایک ہوسکتے ہین تب یہ امر غور کرنا چاہیے کہ سب سے چھوٹا راستہ اور احکام بندگی کے کون تبلا سکتا ہے ظاہر ہے کہ وہی تبلا سکتا ہے جسکو اللہ تعالی کی شناخت کامل ہوچکی ہو ۔ وہ کون ہوسکتا ہے ؟ جواب اسکا اسکے سوا اور کچھہ نہین ہے کہ وہ نبی ہوسکتا ہے ۔ جناب محمد مصطفے صلعم کی نبوت اس طرح صاف ظاہر ہے کہ قرآن اونہون نے ایسا معجزہ مستمرہ چھوڑا ہے کہ وہ کامل ثبوت اونکی حقیت کا ہے اور ساتھہ ہی وہ اسبات کا بھی ثبوت ہے کہ وہی نبی آخر الزمان تھے ورنہ معجزہ مستمرہ کسی اور کو نہین ملا ۔ یہ وہی نبی تھے جنکی خبر نبی نے دی ہے اور یہ بھی ثبوت قطعی حضرت کی حقیت کا ہے ۔ پس اسکے علاوہ جو اور راہ پیدا کرتے ہین وہ اس ارشاد کے اندر داخل ہین ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ

عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ
اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

ترجمہ - جو لوگ اللہ اور اوسکے رسولون سے برگشتہ ہین - اور اللہ اور اوسکے رسولون مین جدائی ڈالنی چاہتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم بعض (پیغمبرون) کو مانتے ہین اور بعض (پیغمبرون) کو نہین مانتے اور چاہتے ہین (کہ پیغمبرون مین مغائرت قرار دیکر) کفر اور ایمان کے بیچ بیچ مین (کوئی دوسرا) رستہ اختیار کرین تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہین - اور کافرون کے لئے ہمنے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے - اور جو لوگ اللہ اور اوسکے رسولون پر ایمان لائے اور اور اونمین سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجھا تو ایسے ہی لوگ ہین جنکو اللہ آخرت مین اونکے اجر عطا فرمائیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس بیان کے بعد یہ بتلانا باقی نہین رہا کہ آجکل بیشتر اہل مذاہب مدعی ہین کہ ہم خدائے واحد کی پرستش کرتے ہین حقیقت مین وہ خدائے واحد کی پرستش نہین کرتے دوسرونکی پرستش کرنے ایک خیال باندھتے ہین - چنانچہ جو جواب اللہ تعالی نے سوالات شیطان کا دیا ہے اوسمین شیطان کو باوجود عبادت فرمایا ہے کہ وہ تصدیق الوہیت مین صادق نہ تھا پس اورونکا کیا ٹھکانا ہے - نہ اوتار و انبیا مین فرق بتلانے کی ضرورت ہے کیونکہ انبیا رصاف لفظونمین اقرار عبودیت کرتے ہین اوتار اسکے خلاف ہین -

دوسری غلطی کا اثبات بذریعہ بیان نوعیت تصوف و شریعت

دوسری غلطی - یعنی احکام شرعی کو قابل ترک جاننا اور اسبات کا دخل اوسمین فقط بیان وجوہ کافی ہوگا یہ غلطی

اسقدر ظاہر ہے کہ بسط کی ضرورت نہین - صرف یہ کہنا کافی ہے کہ جن اہل تصوف نے طریقۂ طریقت اور طریقۂ شریعت کو جدا کیا ہے اونہون نے یہ غلطی کی ہے کہ لازم سے ملزوم کو جدا کیا ہے کیونکہ خدا کا پہچاننا مستلزم اوسکے احکام پر عمل کرنے کا ہے - یہ تاویل کہ احکام شریعت احکام ظاہری و قابل ترک ہین اوسی قسم کی ہے کہ ہم کہین کہ کرو آپ نہ کرین اور کہین کہ مین یہی سمجھا تھا - سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپنے طریقۂ طریقت کو قابل عمل اور طریقۂ شریعت کو قابل ترک کس آیت سے سمجھا تھا - اسکا جواب کچھہ نہین - اور کسی آیت و حدیث سے نہین ملتا - بُرائی اس اعتقاد کی اسبات پر غور کرنیسے صاف ظاہر ہے کہ طریقۂ طریقت اور طریقۂ شریعت مین اگر فرق ہو تو لازم آئیگا کہ طریقۂ طریقت محض خداشناسی ہو - اور طریقۂ شریعت محض عمل - محض ایمان بلا عمل جب ترک عمل گناہ نہ جانا جاے باعثِ نجات نہین - اسی طرح محض عمل جب عمل بغیر خداشناسی کے ہو باعث نجات نہین - نجات مین خداشناسی اور عمل دونون مشروط ہین (ترک عمل بطور گناہ دوسری چیز ہے جسے یہان داخل فہم مرام نکرنا چاہیے -) طریقۂ طریقت اوسیوقت باعث نجات ہوسکتا ہے جب اللہ تعالی کو بعد خلق عالم اوس سے غرض نرہے اور یہ خیال دوسری صورت اوس خیال کی ہے کہ اللہ نے دنیا کو بنایا اور اوس سے بے تعلق ہوگیا اب جو کچھہ ہو رہا ہے بذریعہ اسباب ہو رہا ہے جب صحیح یہ بات ہو کہ خداشناسی مین عمل ساتھہ ہے اور عمل مین خداشناسی ساتھہ ہے وہی تصوف صحیح ہے اور وہی شریعت صحیح ہے

اور دونون ایک چیز ہین - غلط متصوفین نے آیام طلبی کے ذریعہ سے اس خیال کو پیدا کرکے جدائی ڈہونڈی ہے اور حقیقت مین اپنے اولیاء اللہ کے طریقہ پر چلنے سے جنکو وہ اس طریقہ کا موجد مانتے ہین روگردانی کی ہے یعنی جناب امیر علیہ السلام - کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جناب امیر علیہ طریقہ شریعت پر نہ چلتے تھے - یہانتک کہ شاہ عبدالقادر صاحب جیلانی - اور سید معین الدین صاحب چشتی اگلون مین اور مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی اس زمانہ مین تارک صوم و صلوٰۃ نہ تھے اور سید المتصوفین تھے - پس وہ لوگ متصوف نہین ہین جو ایسا غلط خیال کرتے ہین -

تیسری اور چوتھی غلطی کا اثبات و تحقیق معنی رحم -

تیسری اور چوتھی غلطی - معنی رحم و مغفرت اور دونون کے دائرہ کی وسعت بیان کرکے بیان حیرت کرنا مناسب ہوگا اسلئے اول معنی رحم کے بیان کئے جاتے ہین اوسکے ضمن مین معنی مغفرت کے بیان ہوجائینگے -

معنی رحم صاحب صراح کے

صاحب صراح نے معنی رحم کے بخشودن لکھے ہین اور مہربانی کرنے کے -

معنی رحم صاحب قاموس کے

صاحب قاموس نے معنی رحم کے رقت و مغفرۃ و مہربانی کے لکھے ہین -

معنی رحم صاحب مجمع البحرین کی

مجمع البحرین مین لکھا ہے کہ وھی فی بنی آدم عند العرب رقۃ القلب ثم عطف - وفی اللہ عطفہ و برہ ورزقہ واحسانہ والرحمن ھو

ذو الرحمۃ ولا یوصف بغیر اللہ بخلاف الرحیم الذی ھو عظیم الرحمۃ یعنی رحم جب باعتبار بنی آدم کے لیا جاے تو معنی اوسکے دل کی نرمی اور اوس نرمی کے مطابق مہربانی کرنے کے ہین۔ اور جب اللہ تعالی کے متعلق ہو معنی اوسکے مہربانی اور نیکی اور احسان کرنے اور روزی دینے کے ہین۔ (یعنی یہ فرق ہے کہ آدمی مہربانی نرمی قلب کی وجہ سے کرتا ہے اور اللہ تعالی اس ذریعہ سے نہین کرتا۔) رحمٰن کے معنی صاحب رحمۃ کے ہین مگر وہ صرف اللہ تعالی کی صفت ہے دوسرے کی نہین۔ مگر رحیم صاحب رحمۃ عظیم کو کہتے ہین۔

معنی رحم صاحب بحار کے | کتاب بحار الانوار مین جہان شرح اسمار حسنی کی لکھی ہی اوسمین اسمار الٰہی رحمٰن و رحیم کے یہ معنی لکھے ہین والرحمن والرحیم اسمان مشتقان من الرحمۃ علے وزن ندمان ونذیم ومعنی الرحمۃ النعمۃ والراحم المنعم کما قال عزوجل لرسولہ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین یعنی نعمۃ علیہم ویقال للقرآن ھدی ورحمۃ وللغیث رحمۃ یعنی نعمۃ ولیس معنی الرحمۃ الرقۃ لان الرقۃ عن اللہ عزوجل منفیۃ وانما سمی رقیق القلب من الناس رحیما لکثرۃ ما یوجد الرحمۃ منہ ویقال ما اقرب رحم فلان اذا کان ذا مرحمۃ وبر والمرحمۃ الرحمۃ ویقال رحمۃ مرحمۃ ورحمۃ

یعنی رحمٰن و رحیم دو صیغہ اسم کے ہین وزن ندمان و ندیم پر اور معنی رحمۃ کے نعمۃ ہین راحم یعنی نعمت دینے والا چنانچہ اللہ تعالی اپنے رسول صلعم کی نسبت فرماتا ہے کہ ہمنے تمکو صرف بنظر رحمت تمام عالم کی طرف بھیجا ہے جسکی غرض یہ ہے کہ اہل عالم کو نعمت

دی ہے۔ اور کلام مجید کے رسلئے کہا جاتا ہے کہ ہدایت و رحمت ہے اور مینہ کو رحمت کہتے ہین یعنی نعمت۔ معنی رحم کے رقت کے نہین ہین اسواسطے کہ رقت ایسی صفت ہے جو اللہ تعالی کی طرف منسوب نہین ہوسکتی یعنی نرمی۔ یا تنگی۔ اور جو آدمی رقیق القلب ہوتے ہین وہ اسلئے رحیم کہے جاتے ہین کہ اونسے فعل رحمت بیشتر صادر ہوتا ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ کہتے ہین کہ ما اقرب رحم فلان (کیا جلدی فلان شخص کو رحم آتا ہے) جبکہ کوئی شخص صاحب مرحمت ہو اور نیکی کرنے والا۔ مرحمۃ بمعنی رحمت کے ہے چنانچہ کہتے ہین۔ رحمۃ مرحمۃ و رحمۃ یعنی مین نے رحم کیا بطور مرحمت و رحم کے۔

معنی رحم صاحب تفسیر جلالین کے۔ صاحب تفسیر جلالین نے تعریف رحم کی یہ کی ہے وَهِيَ ارادة الخير لاهله یعنی نیکی کرنا اوس شخص کے ساتھ جو مستحق نیکی کا ہو۔

معنی رحم صاحب تفسیر کبیر کے امام فخر الدین رازی نے معنی اوسکے یہ لکھے ہین فاعلم ان الرحمۃ عبارۃ عن التخلیص من الآفات وعن ایصال الخیرات الی اصحاب الحاجات یعنی رحم آفات سے بچانے اور خیر اور بہتری پہونچانے کو اصحاب حاجات کے کہتے ہین۔

معنی رحم صاحب تفسیر مجمع البیان کے تفسیر مجمع البیان مین لفظ الرحمن الرحیم کی نسبت لکھا ہے۔ اسمان وضعا للمبالغۃ واشتقا من الرحمۃ وھی النعمۃ الا ان فعلان اشد مبالغۃ من فعیل یعنی رحمن و رحیم دو نام ہین جو

رحمت سے نکلے ہین اور رحمت بمعنی نعمت کے ہے لیکن وزن فعلان مین جو کیفیت مبالغہ کی ہے وہ اوس مبالغہ سے بہت بڑی ہوئی ہے جو وزن فعیل مین ہے۔ تھوڑے فاصلہ سے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کی صفت رقت سے نہین ہوسکتی۔

معنی رحم صاحب تفسیر تبصیر الرحمن کے۔ مہائمی نے تفسیر تبصیر الرحمن مین لکھا ہے

والرحمۃ رقۃ القلب وعطفہ۔ ویراد فی حق اللہ تعالی غایتہ من ایصال الخیر ودفع الشر وتنقسم الی ذاتیۃ۔ عامۃ۔ افاضۃ الوجود۔ وخاصۃ۔ تخصیص بعض العبیۃ للتقریب الیہ۔ وھما المرتبان علی اسم اللہ ووصفیۃ۔ عامۃ۔ افاضۃ ما یلیق من اعراض وخاصۃ ما یتفضل بہ البعض علی البعض وھما المرتبان علی اسم الرب۔

یعنی رحمت رقت قلب کو کہتے ہین اور اوسکے مطابق مہربانی کرنے کو۔ اور اللہ تعالی کے متعلق معنی اوسکے انتہا مرتبہ کی خیر پہونچانے اور شر دور کرنے کے ہین اور اوسکی دو قسمین ہین۔ ایک ذاتی اور اوسکی بھی دو قسمین ہین۔

اول عام افاضۂ وجود یعنی وجود مین لانے کی نیکی سب کے ساتھ۔

دوسری خاص یعنی بعض بندونکو اپنے تقرب دینا اور یہ دونون اوس اسم کے متعلق ہین جو اللہ ہے۔

دوسری قسم وصفی ہے وہ بھی دو قسم پر منقسم ہے ایک عام یعنی جو اغراض مناسب ہون اونکو بہم پہونچا دینا اور ایک خاص یعنی بعض کو بعض پر فضیلت دینا اور یہ متعلق

اسم رب کے ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر غرائب الفرقان کے۔

علامہ نیشاپوری نے غرائب الفرقان مین لکھا ہے۔ الثالث عشر فیما یتعلق بالرحمٰن الرحیم۔ الرحمٰن فعلان من رحم والرحیم فعیل منہ واشتقاقہ من الرحمۃ وھی ترک عقوبۃ من یستحقھا او ارادۃ الخیر لاھلہ واصلہ الرقۃ والتعطف ومنہ الرحم لرقتھا والعطاف فھما علی ما فیھا یعنی تیرہوین۔ بیان متعلقات رحمٰن ورحیم کا رحمٰن وزن فعلان پر ہے اور رحم سے مشتق ہے اور معنی رحمت کے یہ ہین۔ مستحق سزا کو سزا نہ دینا اور جس نیکی کے لایق ہو اوسکو وہ نیکی کرنا اور اصل اسکی رقت یعنی نرمی ہے اور نرمی کی مطابق وہ کام کرنا جسکی ضرورت ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر عزیزی کے

مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ حقیقت رحمت کی حق باری تعالیٰ مین ایصال خیر و دفع شر ہے اور رحمت اللہ تعالیٰ کی دو قسم پر ہے۔ ذاتی و صفاتی۔ اور ذاتی بھی دو قسم کی ہے عام اور خاص رحمتِ عام افاضۂ وجود ہے کہ جو کچھ دنیا مین ہے ہر ایک کو اوسکا حصہ پہونچا ہوا ہے۔ اور خاص استعداد تقرب الی اللہ ہے کہ اپنے بعضے بندونکو اوسکے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ اور صفاتی بھی دو قسم کی ہے۔ عام۔ اور خاص۔ عام کے معنی دینا اوس چیز کا جو ہر موجود کے لئے لایق اور سزاوار ہو متعلق صفات و اغراض کے اور خاص کے معنی ہر موجود کو وہ چیز دینا کہ اوسکے ذریعہ سے مزیت

وفضیلت دوسرون پر حاصل کر سکے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ دوبارہ رحمٰن ورحیم کو جو اس سورہ مین ارشاد فرمایا ہے باوجودیکہ بسم اللہ مین بہی ان دونون اسم کا ذکر کر لیا تہا تکرار نہین ہے اسلئے کہ وہ رحمت جو بسم اللہ مین مذکور ہے ذاتی ہے۔ وہ رحمت جو سورہ مین ہے صفاتی ہے اور چونکہ ذاتی کی دو قسمین ہین یعنی عام اور خاص۔ دونو نام رحمٰن ورحیم بسم اللہ مین اسلئے ذکر کئے ہین کہ ان دونون قسم پر دلالت کرے۔ اور چونکہ صفاتی کی بہی دو قسمین ہین یعنی عام وخاص دونو نام رحمٰن ورحیم کے بیان بہی لائے ہین تاکہ ان دونون قسم پر دلالت کرے۔

بعد اسکے تہوڑے فاصلہ سے فرمایا ہے کہ ابن مبارک نے کہا ہے کہ رحمٰن وہ ہے کہ جب اوس سے سوال کرین دے۔ اور رحیم وہ ہے کہ اگر اوس سے کچہہ نہ مانگین خفا ہو۔ اور بعضون نے کہا ہے کہ نعمتہاے گوناگون دنیا اور آخرت کے آثار رحمت رحمانی کے ہین ودفع بلیات وآفات دنیا وآخرت کی بمقتضاے رحمت رحیمی کے ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر خلاصۃ المنہج — صاحب تفسیر خلاصۃ المنہج نے لکہا ہے کہ رحمٰن یعنی بہت دینے والا مخلوق کو دنیا مین بذریعہ دینے وجود اور زندگی کے اور رزق کے اور نعمت کے تاکہ اوس وسیلہ سے اوسکی شناخت حاصل کرین اور اوسکی عبادت مین مشغول ہون رحیم یعنی اچہا دینے والا بندون کو آخرت مین بذریعہ عرفان کے اور اونکو باغ جنت مین پہونچانے کے۔

معنی رحم صاحب تفسیر مظہر العجائب کے

تفسیر اردو مظہر العجائب مین لکھا ہے اور لغت مین رحمت کہتے ہین رقت قلب کو جو تفضل اور احسان کا مقتضی ہو۔ اکبر مین ہے کہ نص قرآن مین یہ رحمت بیس معنون مین مستعمل آیا یعنی قرآن[1] - وسید الرسل[2] وتوفیق طاعات[3] - ونبوت[4] انبیا علیہم السلام واسلام[5] - ونور عرفان[6] - وعصمت[7] - و افاضہ مطہر[8] - ونجات[9] - ونصرت[10] - والفت[11] - وتوریت[12] - وملج ابراہیم[13] - واجابت دعوات زکریا[14] - وافتتاح ابواب روح وریحان[15] - وجنت[16] - وبمعنی صفت ذات الٰہیہ[17] ومغفرت[18] - وعافیت[19] - ورزق[20] قال اللہ تعالیٰ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ - وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ - فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ - اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ - وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ - وَاٰتٰنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ - اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبِّيْ - يَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ - فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ - اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً - اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً - مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً - رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ - ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا - مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ - اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ - كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ - لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ - هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ - قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ -

Com fassion nore

معنی رحمت لغت انگریزی سے

انگریزی مین مرادف اسکا مرسی اور کمیشن Mercy & Com-passion

ہو سکتے ہین معنی مرسی کا خلاصہ جو ویبسٹر صاحب نے لکھا ہے یہ ہے کہ وہ ہمدردی اور نرمی (جسے ملائمت دل کی کہتے ہین۔) جو کسی شخص کو مجرمون سے درگذر کرنے یا کسی مجرم کے ساتھ استحقاق سے بہتر عمل کرنے یعنی درگذر کرنے کا میلان پیدا کرے اور وہ خیال جو انصاف کی طرف راجع ہو کر میلان اسبات کا پیدا کرے کہ ضرر رسیدہ جرایم مداخلت بیجا یا ضرر کا معاف کرا ے۔ یا سزا کم دلانا چاہے یا مطلق نہ دلانا چاہیے اسکا استعمال مجرمون کی نسبت ہوتا ہے۔ اور خداوند عالم کی صفت خاص ہے جس سے اوسکی ذات مخلوق سے ممتاز ہوتی ہے۔ اور نیز معنی اوسکے کرم[1] و بخشش[2] و خیرات[3] و عنایت[4] و حیات[5] و دوامی دینے و عفو[6] کے ہین۔ کمپشن کے معنی موثر ہونا دوسرون کی تکلیف سے ہے اور اوس جوش کو کہتے ہین جو دوسرون کی تکلیف اور آفات مین پڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی جوش شفقت و عنایت کا۔

معنی رحمت بموجب اقوال بالا کے تین ہین۔

جو معنی لفظ رحمت کے علمائے اسلام نے لکھے ہین پایا جاتا ہے کہ وہ تین معنی ہین۔

اول نعمت دینا جسمین بر۔ عطف۔ رزق۔ احسان یعنی خلاف سور داخل ہین۔ خواہ وہ دینا مانگنے پر ہو یا اپنی طرف سے بطور مہربانی کے۔

دوم۔ تخلیص آفات کرنا یعنی آفتون سے چھوڑانا اسی طرح۔

سوم۔ ترک عقوبت کرنا۔ جو ذریعہ نجات ہے اسی طرح۔

جن لوگون نے تعداد معنی مستعملہ قرآن مجید کی ۲۰ لکھے ہین خوب صحیح نہین ہے اسلئے

کہ افراد کو معنی قرار دیا ہے۔ حالانکہ افراد یعنی نعمت حد حصر سے خارج ہین چنانچہ
قرآن[1] ۔ سید الرسل[2] ۔ توفیق طاعات[3] ۔ نبوت[4] انبیا علیہم السلام ۔ اسلام[5] ۔ نور عرفان
عصمت[6] ۔ افاضہ مطر یعنی مینہ برسانا[7] ۔ توریت[8] ۔ اجابت[9] دعوت[10] ذکریا ۔ افتتاح[11] ابواب
روح و ریحان[12] ۔ جنت[13] ۔ عافیت[14] ۔ رزق[15] ۔ افراد نعمت ہین ۔ یعنی بر و عطف و احسان
و رزق کے ۔ مثلاً آیہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
مین اگر لفظ رحمت سے قرآن کے معنی لئے جائین تو آیہ کے یہ معنی ہونگے
کہ قرآن شفا اور قرآن ہے ۔ اور آیہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ مین اگر لفظ
رحمت کے معنی سید الرسل کے ہون تو یہ معنی ہونگے کہ ہمنے تمکو نہین بھیجا مگر سردار بھیجے
ہوؤنگا ۔ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا صاف ظاہر ہے کہ قرآن اور ذات جناب رسول مقبول صلعم
اور توفیق طاعت یا اسلام اعلیٰ درجہ کی نعمات الٰہی ہین ۔ جنسے لا تعد و لا تحصٰے
برکتین ہمپر نازل ہوئی ہین ۔ نصرت و الفت ۔ تخلیص آفات ہین ۔ نصرت کی نسبت
شرح کی ضرورت نہین ۔ الفت اسلئے کہ اختلاف آفت ہے الفت اختلاف کے
دور کرنے کا ذریعہ ہے ۔ جو اختلاف آرا تحقیق حق کے لئے ہو وہ اس سے
مستثنیٰ ہے کیونکہ غرض اوس اختلاف کی یہ ہوتی ہے کہ آخر کو اتفاق ایک
راے پر ہو جائے ۔
نجات[16] ۔ مغفرت[17] ۔ ترک عقوبت ہین ۔ مدح ابراہیم[18] ۔ صفت ذات الٰہیہ جو آیات
رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَكَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

سے جدا کرکے لکھا ہے ہین غلطی ہے - ان دونون آیتون مین رحمت کے صاف طور سے انہین تین معانی مین سے ایک معنی متعین ہین - یعنی نعمۃ - چنانچہ آیۃ رَحْمَةُ اللّٰهِ مین ضرورت تصریح کی نہین - آیۃ كَتَبَ رَبُّكُمْ مین اگر معنی رحمت کے صرف صفت ذات الٰہی کی ہون تو یہ معنی ہونگے کہ اوس صفت کے معنی ہمکو معلوم نہین - سخت تعجب ہے کہ اس کمال استقرار کی باوجود نعمت کو معنی رحمت نہین قرار دیا حالانکہ آیہ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ مین یہ معنی متعین ہین - کیونکہ اور معنی خوب نہین بنتے - صاحب تفسیر جلالین نے جو معنی لکھے ہین وہ ایک ہین یعنی نیکی کرنا اوسکے ساتھ جو سزاوار نیکی کا ہو - بظاہر یہ معنی آیہ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً سے اخذ کئے ہین - حالانکہ ہر سوء انعام نعمت ہے

اونمین رقت شامل نہین ہے

ان معانی مین ایک امتیاز علماء نے بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ وجہ نعمت دینے و تخلیص آفات و ترک عقوبت کرنے کی اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کے لئے رقت قلب نہین ہوتی - صرف نعمت خود بخود یا بعد سوال کے نعمت دینے کے لئے دیتا ہے - آدمی رقت قلب کے سبب سے نعمت دیتا یا آفت سے چھوڑاتا یا گناہ معاف کرتا ہے - چنانچہ اون لوگون مین سے جنکے اقوال نقل کئے گئے صرف صاحب غرائب الفرقان ایسے ہین جنہون نے یہ تصریح نہین کی - اور سب نے بالاتفاق تصریح کی ہے کہ رقت قلب اللہ تعالیٰ مین نہین ہوتی - اہل یورپ اس غلطی مین اونکے شریک ہین اور یہ تعجب کی بات نہین اسلئے کہ علوم الٰہیات

کی طرف اونکو توجہ نہین ورنہ وہ وجود ابتدائی اور حیات ابدی کو صفت خاص ذات الہی کی اقرار دیتے نہ رقت قلب اور عفو کو۔ مگر خرابی یہ ہے کہ آجکل ہمیشہ رحم مین رقت قلب کا خیال شامل ہوتا ہے جو معنی لغوی تھے اور جسکا استعمال انگریزی دانون مین غالباً اسی وجہ سے بڑھگیا ہے چنانچہ وہی رقت قلب زیادہ رقیق القلب لوگون مین اس رائے کی طرف لیجانے کا باعث اور سبب ہے کہ اللہ رحیم ہے اس لئے بہت سے لوگون کو عذاب نہین کرسکتا۔

پس اولاً ضرور ہے کہ اسبات کا بیان کیا جاے کہ اللہ تعالی مین رقت قلب نہین ہے پھر یہ بیان کیا جاے کہ رحمان و رحیم مین کونسے معنی رحمت کے مراد ہین۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ مغفرت کیا چیز ہے اور رحم کیا چیز ہے۔ اور اللہ تعالی جلشانہ کا قاعدہ کیا ہے۔

شرح رقت قلب کی۔ **رقت قلب**۔ اول بیان کیا جاتا ہے کہ۔ وہ کیا چیز ہے اور اوسمین کیا برائی ہے۔ دوم یہ کہ رقت اللہ تعالی مین نہین ہے۔ سوم یہ کہ اس معنی کے ملانے سے صفت رحم مین کیا سقم پیدا ہوتا ہے۔

(۱) رقت بمعنی تنگی اور پتلا اور باریک کے ہے قلب کی رقت اوسکی نرمی ہوئی رقیق چیز جلد متاثر ہوتی ہے۔ جن آدمیونکا دل کمزور ہے وہ ہر چیز سے جلد تر متاثر ہوتے ہین۔ جو قلب ایسا ہو ظاہر ہے کہ وہ کسی کام کا نہین ہوسکتا۔ وہ انصاف نہین کرسکتا۔ وہ کوئی قاعدہ مقرر نہین کرسکتا۔ وہ حکومت نہین کرسکتا۔ وہ دہوکہ نہین

آتا ہے وہ ضایع ہوتا ہے۔

انصاف نہ کرسکنے کی مثال یہ ہے کہ نرم حکام کی دنیا مین یہ حالت ہوتی ہے کہ اونکے زمانہ مین چورون اور بدمعاشون کو زور ہوجاتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے حکام کا یہ حال دیکھا گیا ہے کہ حکم دیا۔ چھہ مہینے قید۔ اول تو وہ بجاے پانچ برس کے چھہ ماہ تھے۔ پھر جو رو بچے آئے اور روئے پیٹے کہ ہم مرجائینگے۔ اوسمین ایک دفعہ کمی ہوئی۔ تین مہینے رہے۔ پھر واویلا ہوئی اور بار بار کمی ہونے لگی یہانتک کہ ایک مہینے کی قید رہگئی۔ یا محض جرمانہ جو خود حاکم نے دیدیا۔ اون وقتون مین بدمعاش لوگ طریقہ اختیار کرلیتے ہین کہ ایسی صورتین پیدا کرین اور اوسپر بھروسہ کرکے ارتکاب جرایم کرنے لگین اس سے نہ انصاف ہوا نہ انتظام۔

قاعدہ مقرر نہ کرسکنے کی حالت ظاہر ہے کہ جب ذراسی بات مین آدمی پھسلجاے تو اوسکے لئے کوئی قاعدہ قاعدہ نہین۔ ایک مثال کمزوری کی پابندی اوقات کے متعلق ہے کہ ایسے آدمی اس قاعدہ پر بھی عمل نہین کرسکتے مفت اوقات عزیز جو روپیہ سے بھی زیادہ قیمتی ہے ضایع کرتے ہین مثلاً جو اونسے ملنے آتا ہے اوس سے نہین کہہ سکتے کہ میرا حرج ہے۔ یا دروازہ بند کرلین۔ جب یہ نہو تو اور بڑے قاعدون کا کیا ذکر ہے۔

حکومت کی قابلیت کی نسبت بھی ظاہر ہے کہ ریاست بغیر سیاست کے نہین ہوسکتی اور جب رقت قلب ہو سیاست کہانسے آئیگی۔ اور یہ ظاہر ہے ضرورت تصریح کی

نہین - مینے ایسے آدمی دیکھے ہین کہ مجرم کو ادہر پہانسی ہوئی اودہر وہ بہی چکر کھاکر گر پڑے -

دہوکو غین آنے کی حالت بہی ایسی ہی ہے - چنانچہ ایک طریقہ چوری کا بڑے سیلو غین یہ ہے کہ جب لوگ تیرتہہ والے متبرک دریاؤ غین نہانے جاتے ہین کپڑے اوتارتے ہین مگر عورتین زیور نہین اوتارا کرتین - ایک دفعہ لوگون نے یہ مشہور کردیا کہ کہ ایک تیرتہہ مین چور ایسے زبردست ہین کہ اندر ہی اندر پانی کے زیور والی عورت کی ٹانگ پکڑکر کہینچ لیجاتے ہین - اوسوقت عورتین زیور بہی اوتارنے لگین - اور بڑی حفاظت اوسکی یہ کی گئی کہ ایک موڑہے کے تلے زیور کو رکہکر اوسپر آدمی بٹہلادیا اور بڑی تقید کے ساتہہ کہہ دیا کہ ہرگز اوٹہنا نہین ورنہ زیور جاتا رہیگا - اوٹہائی گیرے نے دیکہا کہ زیور رکہا ہے اور آدمی بیٹہا ہے اوسنے یا تو یہ کیا کہ ایک لڑکے کو لایا اور اوسے سختی سے مارنا شروع کیا یہانتک کہ جو صاحب موڑہے پر تہے رقت قلب کے سبب سے اوٹہے اور بیچ بچاؤ کرنے پر آمادہ ہوئے - دوسرا ساتہی موڑہے کے تلے سے سارا زیور لیکر چلتا ہوا - اگر اسپر بہی موڑہے پر بیٹہا ہوا آدمی نہ اوٹہا تو وہ لوگ چہری سے لڑنے لگے - اور بچا بچا کر ایک کو دوسرا ہر یون سے مارنے لگا تب تو وہ ضرور ہی اوٹہے - بس ادہر اوٹہے اودہر زیور غائب ہوگیا - جن لوگون نے ٹہگون کے قصے پڑہے ہین اونمین اکثر مثالین ایسی ہین کہ لوگ اسی رقت قلب کی بدولت مارے گئے ہین - چنانچہ راستو پر جو ٹہگ بیٹہتے تہے وہ آدمی کو پہچان کر کہ اس قابلیت

کا ہے کہتے تھے کہ بیمار مرتا ہے ذرا دیکھہ لیجئے - اس بہانے سے اندر لے گئے اور کام تمام کر دیا - پس رقتِ قلب سے زیادہ کوئی بری چیز نہین - اور معنی یہ ہوتے ہین کہ رقیق القلب خود اپنے بس مین نہین ہوتا - چنانچہ عورتون مین یہ صفت مردون سے زیادہ پائی جاتی ہے - ذرا سی بات مین گھبرا جانا اور رونا اونکا پہلا کام ہے - ہمیشہ اپنی ناپارسائی مین اونکو اپنی کمزوری کا عذر ہوتا ہے یہانتک کہ انگریزی مین اونکا نام ویک سکس ہے - Weakse *

رقت قلب کا اللہ مین نہین ہے

(۲) **رقت قلب کا اللہ تعالی مین نہونا** - جناب باریتعالی مین نرمی قلب نہونیکی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے - جب موت آتی ہے بچے یتیم ہوتے ہین - نیک بی بی یا بچون کی ماں کس درد سے رویا کرتی ہے - باپ ماں کی کیا حالت ہوتی ہے - دوست احباب - اگر بادشاہ ہے اوسکے ہواہ خواہ کس حالت مین ہوتے ہین لیکن وقتِ موت نہین ٹلتا - ایک منٹ کا بھی تو فرق نہین ہوتا اگر رقت قلب ہوتی ضرور ٹلجاتا -

مرض موت کی بیشتر تکالیف ایسی ہوتی ہین کہ لوگ دیکھہ نہین سکتے - اللہ تعالے جلشانہٗ وہ ہے جسنے یہ تکالیف بنائی ہین - اوسپر وباء کیحالتین تو عجب پریشانی ہوتی ہے - اور سارے اون لوگون کی جہان وبار ہو حالت سخت مصیبت کی حالت ہوتی ہے مگر ذرا رعایت نہین ہوتی اور مصیبتون کی یہ حالت ہے کہ بعض لوگون پر مصیبت جب پڑتی ہے - پڑتی چلی جاتی ہے - یکے بعد دیگرے - اور ذرا اللہ تعالی کی

طرف سے نرمی نہین ہوتی۔

مثلاً بعض شہر غارت ہو گئے۔ مثلاً قحط ہوا۔ اللہ اکبر کیا بڑی حالت ہوتی ہے آدمیونکا کسقدر دل کڑہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا نہین کڑہتا۔ الغرض یہ حالت ایسی پُر ظاہر ہے کہ اسیقدر بیان اوسکا کافی ہوگا کیونکہ امراض و موت سے کوئی بھی تو خالی نہین۔ اور ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی اپنی تکالیف یاد کرے۔ اور جان لے کہ اللہ تعالےٰ کے یہان نرمی نہین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قاعدے ہین جنکی پابندی گو وہ کیسے ہی نرم ہون بڑی سختی سے کیجاتی ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ رقت صفت قلب کی ہے اللہ تعالیٰ کے صفات متعلق جوارح کے نہین ہین۔

شرح اوس سقم کی جو رقت کے معنی رحم مین شمول سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲) رقت قلب کے ملانے سے معنی کا سقم

(۱) رقت قلب اگر اوس ذات پاک جلشانہٗ مین ہو۔ اور جب صفت رحمت مین اعلےٰ سے اعلیٰ درجہ کے مبالغہ کے صیغے استعمال ہوئے ہین لہذا رحمت اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ہو تو رقت قلب بھی اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ اون دونون صورتون مین لازم آئیگا کہ ذات جناب باریتعالیٰ اون افعال پر قادر نہو جو بذریعہ ضرر کے نفع پہونچانے سے حاصل ہوتے ہین۔ اور یہ غلط ہے۔

ایک مثال اونکی طب سے ہے جسمین کڑوی دوا پلاکر بخار دور کیا جاتا ہے یا ہاتھ کاٹ کر جان بچائی جاتی ہے۔ جو لوگ اعلیٰ درجہ کے رقیق القلب ہوتے ہین وہ خون نکلتا

ہوا دیکھہ کر غش کر جاتے ہین - بچونکو دوا نہین پلا سکتے - ہیضہ مین کسیکو مبتلا دیکھہ کر ایسا صدمہ ہوتا ہے کہ خود مبتلای ہیضہ ہوتے ہین - شاک یعنی صدمہ قلبی سے اکثر مرجاتے ہین - اور

دوسری مثال اسکی فضلت دنیا ہے ایک کو دوسرے پر جس سے بہت سے فضیلت سے محروم رہتے ہین - اوسپر یہ اعتراض بھی کہ اللہ رحیم ہے اسلئے بہت تھوڑے کیون اچھے بنائے - لازم آئیگا -

(۲) استحسان افعال مین نیت پر موقوف ہوتا ہے بیشتر اوسی سے عمل کے اندر کمال پیدا ہوتا ہے مثلاً جو شخص علم پڑھے اسلئے کہ عالم ہونے کی خوبی حاصل کرے وہ ذریعہ علم مین حصول کمال کا ہوگا - اور علم علم کے لئے حاصل کرنا ہوگا اور استحسان اوسکا اعلی درجہ کا ہو جائیگا - جو اسلئے پڑھے کہ پڑھ کر دنیا طلبی کرے وہ نہ علم مین کامل ہوگا نہ نیت اوسکی اسقدر اچھی ہوگی اسی لئے نہ اسقدر استحسان ہوگا - پس ہر نیکی کا اسلئے کرنا کہ وہ نیکی ہے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ نیکی اس وجہ کے سوار کسی اور وجہ سے کیجاے - مثلاً اسلئے کہ مین نیک مشہور ہون یا اوسوقت کی ضرورت رفع ہو یعنی دل کڑھنا بند ہو جاے - پس نیک مشہور ہونا ممکن ہے کہ اصلی نیک ہونا نہو - رفع ضرورت وقت یعنی رقت قلب کے سبب سے نیکی باعتبار رقت کے مختلف ہوگی - اور یہ دونون قسمین ناقص نیکی کی ہین - کیونکہ ممکن ہے کہ طالب رحم کا اوس سے کام نہ چلے یا بے وجہ نفع عظیم ہو - جب نیکی نیکی کے لئے ہو وہ اعلی

اعلیٰ درجہ کی نیکی ہوگی اور پوری ہوگی جس سے صحیح کام چلے۔ پس جب ہم رقت قلب کو داخل تعریف رحم کرتے ہین جو نیکی ہے اس دخول سے اوسے ادنیٰ قسم کی نیکی بناتے ہین اور اپنے مقصود کے خلاف کام کرتے ہین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ یعنی اللہ تعالیٰ اسلئے رحم کرتا ہے کہ اوسنے رحمت کو اختیار کر لیا ہے یعنی اپنے اوپر لازم۔ یہ ارشاد صاف بتلانا اسبات کا ہے کہ ہم رحم کے لئے رحم کرتے ہین اور کسی غرض سے نہین کرتے اور معنی یہ ہین کہ اگر ہم رحم نہ کرتے آدمی کو اختیار دیکر اوسکے ساتھ سختی سے معاملہ کرتے تو بھی ہمارے لئے برائی نہ تھی۔

یہ ارشاد صفات کی عین ذات ہونے کے خلاف نہین ہے اسلئے کہ (۱) اس آیۃ مین یہ ارشاد نہین ہے۔ کہ جب سے تم پیدا ہوئے ہو تب سے ہمنے رحمت کو اختیار کر لیا ہے۔ یہ اختیار بھی قدیمًا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی صفات و انسان کی صفات مین ایک فرق بیّن ہے اور وہ یہ ہے کہ صفات انسانی جو عین ذات ہین اونمین انسان مجبور ہے۔ اللہ تعالیٰ باوجود صفات کے عین ذات ہونے کے اون پر مجبور نہین ہوتا۔ اور یہ خاصہ اوسکی ذات مین ہونا تمام آثار سے ظاہر ہے۔ چنانچہ خلق کا کام ہر چیز کے بروقت نہین ہوتا۔ جسکا بیان ہو چکا ہے۔ پس یہ اختیار کر لینا اس معنی مین ہے کہ صفت تو قدیم ہے مگر ظہور اوسکا اور برتاؤ اوسکا اسلئے زیادہ ہے کہ اس زیادتی کو برتاؤ اور ظہور کے اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے اختیار کر لیا ہے۔

(۳) سیاق و سباق اسی ارشاد کا دوسری آیۃ مین خود دلیل اسکی ہے کہ یہی معنی ہین۔

چنانچہ وہ ساری آیت یہ ہے۔ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰہِ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَہُمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ ترجمہ اے پیغمبر پوچھو کہ جو کچھ آسمان و زمین مین ہے کسکا ہے۔ اور کہو کہ اللہ تعالیٰ کا ہے جسنے مہربانی کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور وہ قیامت کے دن جسکے آنے مین کچھ بھی شبہ نہین تم لوگون کو ضرور جمع کرکے رہیگا۔ جو لوگ اپنا نقصان کرتے ہین وہ ایمان نہ لائینگے۔ یعنی سب خلق کو اسلئے خلق کیا ہے کہ اپنے نفس پر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔ ایسی حالت نہین ہے جیسی خاصہ طبیعت بشری سے جو خاصہ مجبوری پیدا کرتا ہے رحمت کی ہو۔ چنانچہ قیامت کو جزا اور سزا ملیگی۔

بیان معنی رافت یہان بیان کرنا معنی رافت کا بھی مناسب ہے جو قریب رحمت بمعنی رقت کے سمجھا جاتا ہے۔ رؤف اسماے الٰہی مین سے ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ صاحب قاموس نے لغت رؤف مین لکھا ہے الرأف السکون ولیس من الرافۃ والرؤفۃ والرحمۃ یعنی سکون کو رافت کہتے ہین اور یہ رحمت نہین ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ رافت اوس حالت کو کہتے ہین جو جوشش کے خلاف ہو جب رحمت نعمت دینے کو کہتے ہون اور رافت رحمت نہو رقت ہرگز رحمت نہین ہوسکتی۔

اس طرح صفتِ یا غضب یا حب یا رضا کا حال ہے چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم علی الاطلاق

ہے اور مجرد عقل - اسلئے یہ سب حالتین نتیجہ علم افعال کا ہوتی ہین ایسی حالت
نہین ہوتی جیسے انسان بسبب جوش خون یا خواہش کے غضب یا رضا یا عشق
مین مبتلا ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ ایزدی تاثر سے پاک ہے دنیا مین بھی بعض
اعلیٰ درجے کے آدمی ایسے موجود ہین اور تھے جو افعال کی جزا و سزا دیتے تھے اون معاملات
مین اتنے متاثر نہین ہوتے کہ بظاہر تاثر معلوم ہو - بعض علمار نے بیان کیا ہے
کہ ان صفات مین دو چیزین ہوتی ہین ایک مبدار ایک منتہی - مبدار تاثر ہے منتہی
تاثر کے سبب سے وہ فعل - اللہ تعالیٰ کے صفات متعلق منتہی کے ہین - کیونکہ
تاثر نہین ہے -

تنقیح معنی صحیح رحم کے - اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ تینون معنی مین کونسے معنی
رحمت کے صحیح ہین -

شرط اول - اسکے لئے امر اول یہ ہے کہ جب صفات انسانی اور صفات
الٰہی مین ایک فرق عظیم ہو یعنی صفاتِ الٰہی عین ذات ہون - اور صفاتِ انسانی
عین ذات نہون ہم صحیح تصور صفات الٰہی کا نہین کر سکتے اسلئے کہ ہمارے ادراک
کا ذریعہ حواس ہین - ذات خداوند عالم اور جب اوسکے صفات داخل ذات ہون ہمارے
ذریعہ ادراک سے مافوق ہونگے - پس ذریعہ تصور یہی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کو
اوسکی مخلوق اور حکمت خلق مخلوق سے پہچانتے ہین اوسکی صفات کو اونہین صفات
کے ذریعے سے پہچانین مگر جو فرق انسان اور اللہ تعالیٰ مین ہے وہ ہر مقام پر

ملحوظ رکھکر معنی صفات الٰہی کا تصفیہ کرین۔

شرط دوم | دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اسمار حسنےٰ بہت سے ہین جنکی تعداد اور حصر دشوار ہے۔ افراط اون مین اوسی وقت ہوسکتی ہے کہ وہ جدا جدا ہون۔ ورنہ شئے واحد کے لئے چند الفاظ کا وجود زیادہ مفید نہین ہے ان دونون اصول کو تنقیح معنی رحم مین کسی وقت فروگذاشت نکرنا چاہیئے۔ اور اسی کو ذریعہ صحیح معنی نکالنے کا گردانا چاہیے۔ اصول مذکورہ کے بموجب اول یہ امر دیکھنا چاہیئے کہ بعض صفات کو اللہ تعالیٰ نے سب سے مقدم بیان کیا ہے اور یہ ایک تخصیص ہے اور اوسمین خود مبالغہ کے صیغے استعمال فرمائے ہین۔ بعض کو اسطرح مخصوص نہین فرمایا بعض مین انتہا درجہ کا مبالغہ وکثرت شامل ہے۔ بعض مین عام طور کی کثرت اور مبالغہ۔ پس ذریعہ صحیح امتیاز کا یہ ہے کہ ہم اون چیزونسے جو ہو رہی ہے نتیجہ نکالین کہ کونسے معنونمین اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق سب سے زیادہ مبالغہ والے اسمار کا ہوتا ہے اور کونسے معنی مین صرف اوسی پر اطلاق اوس صفت کا ہوسکتا ہے۔ اور کونسے معنونمین معمولی مبالغہ کا جسمین اُسکی ذات اور دوسرے شریک ہین۔ لفظ رحمت سے رحمٰن ورحیم نکلے ہین۔ لفظ رحمٰن مین انتہا کا مبالغہ ہے اور رحیم مین اوس سے کم پس اس لحاظ سے معنی رحمٰن ورحیم کے وہ صحیح معنی ہونگے جنمین رحمت عملاً سب سے کثرت کے ساتھ اور نہایت مبالغہ کے ساتھ پائی جائے اور اوسمین خصوصیت ہو۔

معنی نعمت صحیح معنی ہین

معنی اول ہین یعنی نعمت - یہ بات یاد رہے کہ نعمت
مین رزق و بر و عطف و احسان ہی داخل نہین ہین ہر وہ چیز جسپر اطلاق نعمت کا
ہو سکے داخل رحمت ہے - چنانچہ ارادہ خیر سزاوار خیر کے لئے نعمت ہے - لیکن
سو کبھی مہربانی جسکو لوگ تپاک کہتے ہین محض تپاک نعمت نہین ہے - گو بعض صورتین
ایسی نکلین کہ وہ بہی نعمت سمجھا جاے -

مبالغہ کے لفظ کی بابت یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ مبالغہ انسانون مین اوسوقت بہی
بولا جاتا ہے جب کسیکی صفت کو بڑہا کر اس طرح بیان کرین جو زیادتی یعنی غلطی سے
خالی نہو یہان مبالغہ بیان حقیقت ہے -

تفاصیل بعض نعمات

رحم الہی اس معنی مین اسقدر بڑا رحم ہے کہ ہماری سمجھ سے
باہر ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہماری نعمتون کا اگر شمار کرو حصر نہین کر سکتے - یہ ارشاد
نہایت صحیح ہے - جزئیات تو گنے ہی نہین جا سکتے - کلیات بہی حصر و شمار
سے باہر ہین بعض یہ ہین -

نعمت اول وجود

(۱) **اول** وجود کو لیجیے - جو جڑ اور ابتدا و بنا ہر چیز کی ہے -
وجود مین لانا بڑی نعمت ہے - کیونکہ ہمکو ہمارا وجود اسقدر پیارا ہے کہ سب کام وجود کی
بقا کے لئے کرتے ہین - اللہ تعالی کا فائدہ ظاہر ہے کہ ہمارے وجود سے کچھ
نہین - پس بڑی رحمت یہ ہے کہ نعمتِ وجود عطا کی - یہ نعمت اوسکے ساتھ مخصوص
ہے کوئی دوسرا اوسے نہین دیسکتا -

نعمت دوم بقا روجود (۲) پھر ہمارے زندہ رکھنے کے لئے جو تدبیرین ہوسکتی تھین
اوسمین سے کوئی فروگذاشت نہین کی۔

ہوا چلائی اوسکو عام کیا جو کسی کے روکنے سے نہین رکتی۔ ہوا اگر ایک منٹ
کے لئے نہو وہی موت ہے اسلئے جو بڑا ذریعہ حیات ہے کسی کے بس کا نہین

زمین کو بنایا جس کے بدون وجود مین رہنا ممکن نہ تھا اور اوسکو مثل ہوا کے عام کیا

پانی بنایا اوسکو عام کیا مگر جسقدر ہوا کے اوپر مدار زندگی ہے پانی پر نہین اسلئے اوس
سے انتظام شروع کیا چند مہینونمین وہ برستا ہے۔ ہر وقت پانی برسے تو
تری باعث ہلاکت ہو۔

آگ کو بنایا جسکے بدون کام نہین چلتا۔ مگر اوس کو زیادہ تر محدود کیا کہ ضرر
اوسکا بڑا تھا۔

چاند اور سورج بنائے جس سے دنمین روشنی رہے۔ غلہ پکے۔ اور آدمی کام بغیر
روک ٹوک کے کرین۔ رات مین آرام کرین اور وہ حاجتین جنمین پوشیدگی مناسب
ہے برلائین۔ چاند دانہ کو پکائے اور راحت ضروری دے۔ چونکہ کام پر مدار زندگی
کا ہے اسلئے سورج روز نکلتا ہے۔ اور چاند مناسب اوقات مین۔ یہ نعمت بھی
مخصوص ہے مگر بعد انتظام بعض صورتین ایسی پیدا ہوتی ہین جن مین آدمی
شریک ہوتا۔

نعمت سوم تحقیق ذاتیات۔ (۳) بعد اسکے ایسا قاعدہ مقرر کیا کہ اسباب زندگی کو ہم

اسطرح کام مین لائین کہ خود ہمکو اونمین راحت ہو۔ اور اوسکے ذریعہ سے سب کام کرین۔ مثلاً کہانا کہاتے ہین بہوک مین کہانا کسقدر مزہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اولاد پیدا کرتے ہین اوسکا ذریعہ کیا ہے۔ اولاد کی پرورش کرتے ہین اور اوسمین کسقدر راحت ہوتی ہے۔ یہ نعمت بہی مخصوص ہے۔

نعمت چہارم فضیلت روح

(۴) پہر یہ نعمت دی ہے کہ ہمکو وہ روح دی ہے جو اپنی طرف منسوب کی ہے اور اس سبب سے ہمکو حاکم بنایا ہے۔ یہ بہی مخصوص ہی

نعمت پنجم اختیار

(۵) بعد اسکے یہ نعمت دی ہے۔ کہ ہمکو اختیار دیا ہے کہ اس ذریعہ سے صدور افعال کرسکین لکڑی کی مثال سے اس اختیار کا نعمت ہونا سمجہہ مین آتا ہے۔ یہ بہی مخصوص ہے۔

نعمت ششم اختلاف مراتب

(۶) یہ نعمت دی ہے کہ ہم مین اختلاف مراتب پیدا کیا ہے کہ ہم عمدہ تدابیر جو سوچین اونکو عملی طور پر ظاہر کرسکین۔ باوجود اس کے قناعت بہی دی ہے اور اُمنگ ترقی مدارج کی بہی۔ یہ نعمت بہی مخصوص ہے۔

نعمت ہفتم تمتع متعلق دیگر مخلوق۔

(۷) ہمکو یہ نعمت دی ہے کہ ہمکو اسطرح کا پیدا کیا کہ ہم تمام اوسکی مخلوق سے متمتع ہوسکتے ہین اور ہمکو اونسے تمتع دیا ہے۔ آنکہہ سے دیکہہ سکتے ہین۔ اگر روشنی بنتی اور آنکہہ نہوتی تو ہمارے لئے سب کچہہ نکما ہوتا۔ قوت تمتع نہوتی سب ہمارے لئے کچہہ نہ تہا چنانچہ لوہا

پتھر جواہرات سب یکسان اور نکمے ہوتے۔

جانوروں کو ہمارا تابع کیا گوشت کھاتے ہین چمڑے کو کام مین لاتے ہین۔ نباتات سے ہمکو دوائین دین۔ یہ بھی مخصوص ہے۔

نعمت ہشتم ہدایت (۸) اختیار دیکر ہمکو ہدایت کی اور اچھا راستہ چلنے کا حکم دیا اور ہدایت کے ذریعے پیدا کیے جنکا سب سے بڑا ذریعہ رحمۃ للعالمین ہمارے جناب رسولخدا محمد مصطفےٰ صلعم ہین۔ اوسکے بعد زمانہ ہادیون سے خالی نہین رکھا۔ یہ نعمت اولاً مخصوص ہے اسمین بعد کو ہادی شریک ہوجاتے ہین۔

نعمت نہم شر کا خیر مین مبدل ہونا (۹) یہ اصول قایم کیا کہ ہر ضرر اور برائی نیکی اور بھلائی مین بدل جاے۔ یہ بھی اولاً مخصوص ثانیاً عام ہے۔

نعمت دہم افزایش جزا خیر (۱۰) نیکی کے لئے افزایش جزا مقرر کی بدی کے لئے نہین کی مثلاً ایک نیکی کرو وہ گونہ ثواب ملے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا بدی کا ایک ہی بدلا ملیگا۔ یہ بھی مخصوص ہے۔

نعمت یازدہم جنت (۱۱) ایک طرف آسان قاعدون کے ساتھ جنت کی وہ نعمتین ہمارے لئے بنائین جو ہمارے افعال سے گو کیسی ہی اعلیٰ درجہ کے ہون کچھ مناسب نہین رکھتین یعنی بہت بڑا عوض ہے۔

نعمت دوازدہم حفظ دخول نار (۱۲) دوسری طرف دوزخ مین ڈالنے کو اس طرح روکا کہ جسکی کوئی حد نہین۔ یہانتک کہ یہ ارشاد فرمایا کہ جب تک حجت تمام نہو عذاب نہو گا

یہ بھی مخصوص ہین -

نعمت کے قاعدہ کا عموم

العرض نعمت الٰہی کی ایسی حالت ہے کہ جسقدر سوچی جاے کلیات نعمت اسقدر نکلینگے کہ حصر نہین ہوسکتا اور میری چھوٹی سی عقل جس عجیب وغریب نعمت کے سبب سے حیرت مین رہتی ہے وہ یہ ہے کہ نعمتون کے دینے مین قاعدہ اطاعت کو ملحوظ نہین رکھا - اب خیال فرمائیے کہ نعمت وجود - نعمتِ آسایش - نعمتِ حکومت - نعمتِ ہدایت - نعمتِ کشایش رزق و ثروت سے کوئی مستثنیٰ نہین - کوئی اونسے محروم نہین - جتنی نعمتین ہین سب بحیثیت مخلوق ملتی ہین اور دینے کو پیش کیجاتی ہین جس اعتبار سے اوسکے یہان سب برابر ہین - آپ نوکری مین غفلت کیجیے جرمانہ ہوتا ہے زیادہ قصور کیجیے موقوف ہوجائیگا اللہ تعالیٰ جلشانہٗ باوجودیکہ اوس سے ہزارون پہرے ہوئے ہین لاکھون منحرف ہین سب کو بحیثیت مخلوق روزی دیتا ہے یہانتک کہ جن لوگون نے خدائی کا دعویٰ کیا (یعنی ایک تو خدا کو نہ مانا پھر خود خدا بنے) اللہ تعالیٰ اپنی نعمتون سے اونکو بھی محروم نہین کرتا - اور کسیکو موقوف نہین کرتا کچھ پروا نہین خدا بھی بنتے ہو بنے جاؤ - نعمت جسکا قاعدہ جدا ہے مطابق قاعدہ کے ملی جائیگی یہانتک کہ جو ایسے وجود ہین جنکی بُرائی کرنا معلوم ہے اونکو بھی ملیگی اور مہلت بھی تاکہ امکان راہِ راست پر آنے کا باقی رہے - یہانتک اس قاعدہ مین عموم ہے کہ یہی نہین ہے کہ قاعدہ روزی و وجود مین اطاعت کو دخل نہین - بلکہ اونکو میانہ زیادہ

ملتا ہے جو اس سے منحرف ہین اور سخت پابندی قاعدہ رحم کی کیجاتی ہے۔
اس سے بھی زیادہ بزرگ ایک نکتہ بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ صفت رحمت
اللہ تعالی جلشانہ کی اسقدر غالب ہے کہ ہر صفت مین جو اسمار حسنی مین مذکور ہین یہ صفت
پائی جاتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ صفت رحمت بطور علت اون صفات کی ہے
تعریف اونکی نہین ہے یعنی جو کلیات بیان کے گئے اونکی اور دوسری نعمتون پر
غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ صفت رحم خداوند عالم کی ذات کے ساتھ ایسی مخصوص
ہے جسے حقیقت کہنا چاہیئے دوسرون کی نسبت جو اطلاق اس صفت کا ہوتا ہے
وہ مجاز ہے۔ اسلئے کہ انسان جو نعمتین دیتا ہے وہ اللہ تعالی کے دینے کے بعد
دیتا ہے۔ پس آدمیون کے ذریعہ سے نعمت دلانا مختلف ذریعون سے نعمت
دینا ہوا۔ لیکن بعض ایسی نعمتین ہین جنمین انسان بطور مجاز بھی شریک نہین ہے جیسے
نعمت وجود دنیا۔ رزق کا پیدا کرنا آخرت مین حیات ابدی بقول ویبسٹر صاحب کے
دنیا۔ پس وہ صفتین صفت رحمن مین مراد ہین جسکے ساتھ آدمیونکو موصوف نہین کرتے
وہ صفات جنمین انسان مجازاً شریک ہے وہ صفتین صفت رحیم سے مراد ہین۔ اور
چونکہ حقیقت مین رحیم بھی صرف اللہ تعالی ہے اسلئے یہ صفت بھی ساتھ رحمن کے
استعمال کی گئی ہے۔ پس جسقدر معنی رحمت کے نعمت کے صحیح ہوتے ہین ایسی
دوسرے معنی صحیح نہین ہوتے۔

معنی رحمۃ مین تخصیص پیدا کرنا غلطی ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے جو مثل صاحب تفسیر مہائمی

کے دو قسمین رحم کی فرمائی ہین یعنی ذاتی اور صفاتی ۔ اور ذاتی کی دو قسمین کی ہین یعنی عام و خاص اور صفاتی کی بھی دو قسمین کی ہین یعنی عام و خاص ۔ بہت خوب ہے لیکن میری نظر مین اللہ تعالیٰ نے جو سورۂ فاتحہ کی بسم اللہ مین رحمٰن و رحیم کی صفت کو شامل فرمایا ہے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات اللہ ہے اور صفت مقدم عین ذات رحمٰن و رحیم ہین لیکن ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ صرف اسبات کی تعلیم ہے کہ اسم ذات معہ صفات مخصوصہ اس طرح پر ہر چیز کی ابتدا مین لیا کرو ۔ کیونکہ یہ تینون ملکر ایک اسم ہو گئے ہین ۔ چنانچہ روایات صحیحہ سے پایا جاتا ہے کہ سارا جملہ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اسم اعظم ہے ۔ بعد اسکے سورہ فاتحہ مین جو اس اسم کا تکرار بعد رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے فرمایا ہے اوسکے معنی یہ ہین کہ یہان اسم مراد نہین ہے اوس کے معنی مراد ہین ۔ کہ اونپر غور کرنے کے بعد بھی یہ یاد رکھو کہ وہ روز جزا کا مالک ہے اور رحمٰن و رحیم ہونا خلاف سزا نہین ۔ اسکے صاف معنی یہ ہین کہ گناہ بندگان مین اون قواعد پر عمل کرنا جو نعمت دینے کے لئے بنائے ہین (خلاف رحمۃ نہین ۔ جن حضرات نے فضل و تخصیص کو رحمۃ کے اقسام قرار دیا ہے وہ اقسام افراد نعمت ہین معنی کے اندر تخصیص نہین ہے نہ وہ اقسام ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ وَيَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ پس اگر خود رحمت کے معنی مین تخصیص موجود ہو تو تخصیص مکرر مین زیادہ فائدہ نہوگا ۔ اور معنی بعض کو رحمت کے لئے مخصوص کرنے کے یہ ہونگے کہ بعض نعمت ۔ کو بعض کے ساتھ مخصوص کیا آخر کو وہ خاص

بھی نعمت دینا ہوا جو ایک فرد نعمت کی ہے۔ علاوہ برآن رحمت کے معنی مین تخصیص پیدا کرنا خلاف مبالغہ ہے۔ جب افراد عام ہونگے بعض افراد کی تخصیص خلاف مبالغہ نہوگی۔

یہ تدقیق جن حضرات نے فرمائی ہے اوسکی ضرورت یہ ہے کہ وہ آیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو صرف جزو سورہ فاتحہ کا جانتے ہین۔ مجھے اس سے اتفاق نہین ہے۔ کیونکہ کلام مجید مین ہر سورہ کی پہلے بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔ اگر جزو ہر سورہ کا نہ مانی جاے یہ تکرار بلا وجہ ہوگا۔ چنانچہ جس سورہ کا جزو نہین ہے اوسمین نہین لکھی۔ وہ سورہ برات ہے۔ الغرض یہ آیتہ ایک خاص آیتہ ہے جو ہمیشہ شروع مین ذکر کرنی چاہئے اسلئے جب تکرار اوسکے الفاظ مین پایا جاے ضرورت معتد بہ معنی پیدا کرنی کی نہین ہے۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ جب رحمت بمعنی نعمت ہو تو جسقدر نعمت زیادہ ہوگی اوسکی ناشکری کی پاداش اوسی قدر عظیم ہوجائیگی اور یہ خیال کسقدر غلط ہوگا کہ اللہ تعالی چونکہ منعم ہے دوزخمین نہ ڈالیگا کیونکہ صاف بتلادیا ہے کہ باوجود رحمٰن و رحیم ہونے کے مالک روز انصاف بھی ہے۔ آپ اسپر نہ بھولے رہیگا کہ وہ رحمٰن و رحیم ہی ہے۔

دوسرے معنی تخلیص آفات کی شرح

اب دوسرے معنی تخلیص آفات جسکے دوسرے الفاظ وضع شرہین اصول مذکور کے ساتھہ دیکھنے چاہین۔ اللہ تعالی نے حضرت آدم کی طینۃ کو چالیس دن تخمیر فرمایا۔ اور حضرت آدم کو دنیا مین بھیجکر ہماری دنیا پیدا

کی اور یہ بھیجنا جیسا مذکور ہوا اسلئے تھا کہ بلائے امتحان مین ڈالکر معلوم کیا جاے کہ کون اچھا نکلتا ہے تاکہ اوسکو نعمات عجیبہ عطا ہوسکین۔ جسکی مثال وہ حالت ہے جو جوہری کی ہیرے کی نسبت ہے۔ یا عطار کی عطریات کی نسبت ہے۔ یا باورچی کی کھانون کی نسبت ہے۔ یا سونار کی سونے کی نسبت ہے۔ ہیرا جب تک تراشا نہین جاتا چمک نہین پیدا ہوتی۔ پھول جب تک جوش نہین دیئے جاتے گلاب نہین نکلتا۔ آٹا جب تک خمیر نہین ہوتا شیرمال نہین پکتا۔ سونا جب تک کسا نہین جاتا کھوٹا کھرا نہین پہچانا جاتا نہ اوسکا زیور بنتا ہے۔ پس آفت مین ڈالنا بھی اصول رحمت ہے باقی رہا آفت آنے نہ دینا اور آفت سے نجات دینا اونمین سے وہ آفات جو لازمی نتیجہ افعال کا ہون یا اسباب تغیر عالم ہون روکے نہین جاتے۔ ان دونون خصوصیت یعنی نتیجہ لازمی افعال و اسباب تغیر کے ساتھ جن آفتون سے نجات دیجاتی ہے وہ بعض اتفاقی آفتین ہوتی ہین یا وہ بعض جو نتیجہ لازمی افعال کا نہون۔ پس اگر رحم کے یہ معنی لئے جائین تو اوسمین ایسی کثرت جس سے کوئی فرد خالی نہو ہرگز نہوگی اور اسلئے وہ معنی داخل رحمن و رحیم نہونگے۔ تخلیص آفت کے لئے اور اسمار الٰہی ہین جسمین سے بعض مین مبالغہ بھی موجود ہے جیسے یَا مُخَلِّصُ۔ یَا نَاصِرُ یَا حَافِظُ۔ یَا حَفِیْظُ

غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ لوگون کو فہم معنی آفت مین غلطی ہوتی ہے۔ آفات مین تین چیزین داخل ہین (۱) جان کا لینا (۲) نعمات کا لینا (۳) قدرت تمتع کا لینا۔

جب جان لینے سے تخلیص ہوتی ہے وہ بقار نعمت تمتع وجود جسمانی ہے۔ اور اوسپر معنی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔

جب نعمت جاتی رہنے کے بعد تخلیص ہوتی ہے تو وہ نعمت کا عود ہوتا ہے اور اوسپر بھی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔ جب قدرت تمتع لیلی جاتی ہے جیسے بیماریون و عدم نصرت مین تو اوسکے دور ہونے سے قدرت تمتع کا عود ہوتا ہے اور اوسپر بھی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔ اسلئے حقیقت مین تخلیص آفت ایک خاص طرح کی نعمت کا دینا خاص صورتون مین ہے۔ الگ کوئی چیز نہین ہے اور افراد نعمت مین سے ایک فرد ہے۔

پس معنی تخلیص آفت کا علیحدہ کرکے داخل رحم کرنا قلت تدبر ہے بے شک تخلیص آفت جہانتک ہے اس معنی نعمتہ مین رحم ہے نہ جدا معنی مین۔

اب دیکھنا چاہیے کہ تخلیصِ آفت کو اس بحث سے کیا تعلق رہا کہ اللہ رحیم ہے بہت سے بندونکو عذاب نفرمائیگا۔ کیونکہ آفتِ عذاب نتیجہ لازمی نافرمانی کا ہے۔ اوس سے تخلیص نہین ہوسکتی۔ جیسے آدمی زہر کھاکر مرجاتا ہے بچتا نہین اسی طرح گناہ سے بھی دوزخ کی سزا پاتا ہے بچتا نہین۔ دوا سے جیسے زہر اوترتا ہے استغفار سے گناہ دور ہوتے ہین۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض متعارف کلام نقل کئے جائین جنمین شبہ ہوتا ہے کہ رحمتہ بمعنی تخلیصِ آفت کے ہے اور شرح کیجاے کہ ان سب مین بھی رحمتہ

بمعنی نعمت ہے چنانچہ ایک شعر یہ ہے ؎

لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَنْتَ مَوْلَاہُ	فَارْحَمْ عَبِیْدًا لَیْکَ مَلْجَاہُ

یعنی مین اپنے مالک کے حضور مین حاضر ہون۔ ایسے حقیر بندہ پر جسکا تو ملجا ہے رحم کر۔ یعنی نعمت ہر طرح کی عطا فرما۔ ایک جملہ یہ ہے یا راحم العبرات معنی اسکی یہ ہین کہ اوسوقت جب تغیر نعمت کی وجہ سے آنسو نکل آئین وہ چیز عطا فرما جو اوس تغیر کو دور کرے۔ ایک ارشاد ہے۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا اے اللہ میرے مان باپ پر تو اسطرح رحم کر جس طرح اونہون نے مجھپر اوسوقت کیا جب مجھے پالا تھا۔ یہ ہمہ نعمت ہے۔ اُردو مین جو رحم اشعار مین بندھا ہے یا بولا جاتا ہے جیسے۔ ع

رحم کر رحم ترے بندہ پہ غم ہے یارب

اوسکے بھی وہی معنی ہین۔ یعنی حالت ترک بعض افراد نعمت کو جس سے غم پیدا ہوا دور کردے کیونکہ غم کا مٹ جانا ذریعہ حصول تمتع کے بحال خود پھیر دینے کا ہے۔ اسی طرح جہان لفظ رحمۃ مقابل غضب کے واقع ہوا ہے۔ وہان بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ غضب الٰہی ہے۔ اور معنی یہ ہین کہ نعمۃ سزا سے بہت زیادہ ہے کیونکہ جب یہ صفات متعلق جوارح کے نہون اسکے سوا دوسرے معنی نہونگے۔

تیسرے معنی ترک عقوبت مستحق کی شرح یعنی مغفرت — اب تیسرے معنی ترک عقوبت مستحق کو جو مغفرت ہے اصول ہاے مذکورہ سے دیکھنا چاہیئے۔

یہ معنی ہرگز داخل رحم نہین ہین گو وجود رحمت بمعنی نعمت صفت غفران مین بہی ہو۔
اولاً اسلئے کہ محققین علمار کی رائے ہے کہ معنی رحم کے نعمت ہین۔
ثانیاً اسلئے کہ ترک عقوبت مستحق اللہ تعالیٰ کبہی نہین فرماتا۔ توبہ واستغفار وعفو۔ ذریعہ زوال استحقاق کا بعد قبول ہین۔ اور معنی یہ ہین کہ ترک عقوبت کبہی نہین ہوتا۔ توبہ واستغفار وعفو کی یہ حالت ہے کہ دنیا مین ان تینون ذریعہ سے زوال استحقاق سزا نہین ہوتا عقبیٰ مین زوال استحقاق صورتہاے معینہ مین بعد اوس نرم سزا کے ہوتا ہے جو معافی مانگنے مین ذلت کی ہوتی ہے۔ چنانچہ دنیا مین اکثر آدمیون نے معافی نہین مانگی سزا قبول کی ہے اس سے معافی مصطلحہ مین بہی وجود ایک گونہ سزا کا ہے۔ پس جب کمابیش سزا ہر قصور کی ہوتی ہے وہ کیسے داخل رحم ہوگا۔ اگر ترک عقوبت مستحق بذریعہ رحم کے ہو یا وہ خود رحم ہو تو غرض اللہ تعالیٰ کی کہ کمال مہربانی سے نعمت وجود عطا کی ہے اور کمال مہربانی سے اوسے بہتر سے بہتر بنانا چاہا ہے فوت ہوجائیگی۔ جو کوئی اس معنی کو داخل رحم قرار دیتا ہے رقتِ قلب کو کہ جو انسانون مین ہے صفت ذات ایزدی بہی سمجہتا ہے اور بڑی غلطی کرتا ہے۔ جو سبب باطل ہے مسبب بہی باطل ہے۔ حقیقت مین اون علمار نے جو اسبات کے قائل ہین کہ ترک عقوبت مستحق داخل رحم ہے غایت قلت تدبر سے تناقص اختیار کیا ہے اسلئے کہ وہ حدود شرعیہ کے قائل ہین کہ کبہی ساقط نہین ہوتین اگر رحم ترک عقوبت ہو لازم ہوگا کہ حدود شرعیہ قابل سقوط ہون یا خداوند عالم دنیا مین رحیم نہو۔

اگر بطریق تنزل مان لیا جاے کہ اللہ تعالیٰ ترک عقوبت مستحق بطور قلت سزا فرماتا ہے تو بھی وہ مغفرت ہوگی رحم نہوگا اسلئے کہ صفت رحمٰن مین رحم کا وجود اسقدر مبالغہ کے ساتھہ ہے کہ جب ذرا بھی قلت آجائیگی مبالغہ جاتا رہیگا اور اوسپر اطلاق رحمٰن ہونے کا دشوار ہوگا۔ یہی جواب سوال ہے کہ رحیم ہونا خلاف دوزخ مین جلانے کے نہین ہے۔

اب جو مینے بیان کیا اوسکی سند قرآن مجید سے لیجیے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ علاوہ برآن قرآن مجید مین بیشتر ان دونون صفتون کو ساتھہ ذکر فرمایا ہے۔ انصاف فرماے کہ معنی اونکے یہ اچھے ہین کہ اللہ تعالیٰ اتنی ہی مہربانی نہین کرتا کہ گناہ کو بخشدیتا ہے بلکہ اسپر یہ اور مہربانی کرتا ہے کہ نعمت بھی دیتا ہے (کوئی دوسرا ایسا ہے کہ سزا بھی ندے اور اُسپر نعمت بھی دے) یا یہ اچھے ہین کہ اللہ تعالےٰ بخشدیتا ہے اور بخشدیتا ہے۔ شعر

اے خدا قربان احسانت شوم	این چہ احسانست قربانت شوم

اگر تواب وغفور ورحیم کے ایک معنی ہون جو اس تعریف کے اوس مین داخل کرنے سے پیدا ہوتے ہین تو کلام الٰہی مین حشو کا وجود لازم آئیگا۔ وہ حکیم ہے اور اوسکا کلام جو محض حکمت ہے اس سقم سے یقیناً پاک ہے۔ پھر ارشاد فرماتا ہے وَيَغْفِرُ دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ یعنی اسکے سوا جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہی بخشدیتا ہی

مطلب یہ ہوا کہ جسے نہین چاہتا نہین بخشتا پس رحمٰن و رحیم مین وہ صفت جو کہین پائی جاے کہین نہ پائی جائے کیونکر داخل ہوسکتی ہے اور فرماتا ہے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ○

ترجمہ اور اوسکے لوگون کے پیچھے برزخ ہے اوس دن تک کہ اوٹھا کر کھڑے کیے جاینگے۔ پھر جب صور پھونکا جائیگا اوسدن نہ تو لوگون مین رشتہ داریان رہینگی۔ اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھینگے۔ پھر جنکا پلہ بھاری نکلیگا تو یہی لوگ بامراد ہونگے اور جنکا پلہ ہلکا ٹھہرے گا تو یہی لوگ ہین جنہون نے خود اپنے آپ کو برباد کرلیا کہ ہمیشہ دوزخ مین رہین گے۔ آتش اونکے منہ کو جھلستی ہوگی اور وہ وہان برا منہ بنائے ہونگے۔ اسکے یہ معنی ہین کہ وہ عادل ہے ترک عقوبت مستحق نہین کرتا اور پھر فرماتا ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ عورت و مرد زنا کرین تو اون دونون مین سے ہر ایک کو سو درے مارو اور اگر تم اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل مین تمکو اونپر ترس

دامنگیر ہو۔ اور اونکے سزا دیتے وقت مسلمانون کی ایک جماعت موجود رہے۔ یہ ارشاد اسبات کا ہے کہ سزا مین نرمی بھی نہ کرو۔ اور اسطرح سزا دو کہ اورون کو عبرت کا باعث ہو۔ اب دیکھئے کہ مہربانی رحم نہین ہے۔ یعنی جب رحم صفت الٰہی ہو یہ سب ارشاد اسبات کا ہے اول لازم ہے کہ انسان گناہ کو گناہ جانے یہ نہایت غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غفور یا رحیم جانکر گناہ سے اجتناب نکرے اور مہمل طور پر معاف کرنے والا جانکر چپ ہو رہے کہ دوزخ کے لئے بہت سے پیدا نہین ہوئے۔ اسلئے کہ رحمۃ اور چیز ہے غفاری دوسری چیز ہے۔ جناب عالی اگر تھوڑے ہی دوزخ کے لئے پیدا ہوئے ہین تو آپ کو کیونکر یقین ہوا کہ اون تھوڑون مین آپکی ذات بابرکات بھی داخل ہے اور کیونکہ خداوند عالم کو آپ نے مجبور سمجھ لیا کہ وہ ضرور آپکو بخشدیگا اور آپکی بخشش خواہ مخواہ چاہے گا۔ دوسرے یہ لازم ہے کہ اعمال خیر اور نیک کرے اور اللہ سے ڈرتا اور استغفار کرتا رہے ان باتون کا اجر باعث غفران ہوگا۔ الغرض یاد رکھنا چاہئے کہ ترک عقوبت بغیر زوال استحقاق کے نہین ہو سکتا۔

بیان وسعت دائرۂ رحمت و مغفرت

جب معنی رحم اور مغفرت کے معلوم ہو گئے اب دائرۂ رحمتہ الٰہی کو غلط سمجھنا اور دائرۂ مغفرت کو غلط وسعت دینے کا بیان کیا جاتا ہے۔ اعجاز کلام الٰہی یہ ہے کہ جس اعتراض کا جواب ڈھونڈھے ملجاتا ہے گو وہ بعد کا ہو۔ اسیطرح رحمتہ و مغفرۃ کو بھی اللہ تعالیٰ نے دو جملون

جملون مین ملاکر بیان فرمادیا ہے اور یہ اعتراض جسکی بحث ہے اوٹھا دیا ہے اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی جان لو کہ اللہ تعالی سخت عذاب کرنے والا ہے اور اللہ بخشنے والا اور نعمت دینے والا ہے اور اس سے صحیح معلوم ہوتا ہے کہ دائرۂ رحمت کہانتک وسیع ہے اور دائرۂ مغفرت کہانتک وسیع ہے۔

وسعتِ رحمت

بیان وسعت دائرۂ رحمت الٰہی کا یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی نعمت اپنی تمام مخلوق کو دیتا ہے جسکے وہ سزاوار ہین اور حد اوسکی یہ ہے کہ جہانتک ذرایع دینے نعمت کے باعتبار مادہ ہین اونکو پیدا کرتا اور وسیع کرتا ہے اور جہانتک موانع عطاے نعمت کے ہین اونکو دور کرکے سزاوار نعمت بناتا ہے۔ جسقدر صفاتِ الٰہی اسمار حسنےٰ مین متعلق مخلوق کے ہین اون سب مین صفت رحمۃ کی موجود ہے اور بطور علتِ غائی کے ہے۔ علیحدگی صرف یہ ہے کہ رحمٰن و رحیم بیان عام ایثار نعمت کا ہے اور باقی اسمار حسنیٰ مین یا ذرایع عطاے نعمت کے پیدا کرنے کا بیان ہے یا ذرایع دفع موانع رحمت کا۔ غلطی اوسمین یہ ہوتی ہے کہ جو ذرایع دفع موانع نعمت کے ہین وہ ذرایع دفع موانع کے نہین سمجھے جاتے مثال اول کی یہ ہے کہ اللہ تعالی محنت مین ڈالکر جو آفت سمجھی جاتی ہے انسان کو وہ نعمتین بعد پیدا کرنے قابلیت کے دیتا ہے جو اوسی صورت مین مل سکتی ہین ورنہ وہ نعمت نہین۔ جیسے بادشاہ ہونا کسی ناقابل کا۔

مثال ثانی کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بُرے افعال کی سزا دیتا ہے اسلئے کہ وہ ذریعہ دفع موانع ایتار نعمت کا ہے۔ پس یہ دونون ذرایع نزول رحمت وعطاے نعمت کے ہین۔ یہ سمجھنا کہ دائرۂ رحمت بسبب فضل یا عذاب کے تنگ ہو گیا غلطی ہے۔ اور یہی اس خیال کا سبب ہے کہ اللہ رحیم ہے عذاب نکرے گا اور بہت سے آدمیونکو دوزخ کے لئے نہین بنایا۔ نعمت لاانتہا ہے اور ذرایع لاانتہا۔ اسلئے حیرت مانع ہوتی ہے کہ عقل صحیح کام کرے۔

وسعتِ مغفرت

بیان وسعت دائرۂ مغفرت مین۔ بسط کی ضرورت ہے اسلئے اوسکے بیان مین زیادہ تفصیل کیجاتی ہے کیونکہ اسی نے بہت دھوکا دے رکھا ہے۔ اور اوس سے جب یہ بات ظاہر ہوگی کہ دفع موانع نزول رحمت مین کسقدر رحم کو کام فرمایا ہے تو ظاہر ہوگا کہ اسپر بھی اگر بہت سے دوزخ مین جائین تو نہ اللہ تعالیٰ کے رحم کے خلاف ہے نہ حقیقت مین بُرا ہے ایسون کو ضرور دوزخ مین جانا چاہیئے گو کتنے ہی ہون۔ پہلے اون طریقونکو بیان کیا جاتا ہے جو توبہ کے قبول اور بخشش وعفو کے ارشاد ہوئے ہین پھر گناہون کی کثرت بیان کیجاتی ہے۔ پھر حسنات کی قلت بیان کیجاتی ہے۔ پھر گناہون مین سختی ہونے کی وجہ ظاہر کرکے نرمی قواعد کی وجہ بیان کیجاتی ہے۔ اوسکے بعد عدل کو بیان کیا جاتا ہے۔ تب سمجھ مین خود بخود آجائیگا کہ گناہ کثرت سے ہین حسنات سے نہین۔ گناہ سخت ہین جو عفو ہوتے ہین اور بعد عفو نعمت ملتی ہے۔ پس دائرۂ

رحم وعفو کتنا وسیع ہے۔ اور اوس سے زیادہ وسعت دینا کسقدر بڑا ظلم ہے۔
اللہ تعالی نے جنتون کو بخشدینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ بھی اگر غفاری نہوتی ہرگز
قابل بخشش نہ تھے۔

طرق مغفرت **طریقے عفو و قبول توبہ و مغفرت کے۔** ان طریقون
کے سوچنے سے مجھے نواب انشاء اللہ خان کا شعر یاد آکر وجد ہوتا ہے۔
وہ یہ ہے۔ ؎

تصدق اپنے خدا کی انشا کہ پیار آتا ہے میرے جی کو	ادھر ہوا تنے گناہ پیہم ادھر سے یہ بے نوازش

سچ یہ ہے کہ اوسکی مہربانی پر فدا ہو جانا چاہیے اور ایسے خدا کے حکم کی تو ایک بھی
نافرمانی نہ کرنی چاہیے۔ ہر وقت تلاش کرنا چاہیے کہ حکم کیا ہے اور کوشش
کرنی چاہیے کہ ہم وہی کرین جو اوسنے کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔ اے
خدا۔ ہم بندہ ہین ضعیف ہین۔ اگر بھولے چوکے سے کوئی گناہ ہوا ہے یا سرکشی
اور سخت باجی پن سے تو اوسے معاف فرما۔

اللہ تعالی مجبور نہین ہے لیکن اوسنے جو طریقے اپنے اوپر ارشاد سے لازم فرمائے
ہین وہ بظاہر سات ہین۔ (۱) اسلام (۲) توبہ (۳) استغفار (۴) شفاعت۔
(۵) حسنات مین یہ قاعدہ کہ حسنات مضاعف یا مضاعف سے زیادہ ہو جاسکین
سیئات مضاعف نہونگے (۶) کبائر سے اجتناب کفارہ گناہان صغائر ہونا۔
(۷) دوسرون کی دعا یا دوسرے کے اعمال سے نفع پہونچنا۔

اسلام (۱) اسلام اسکی وجہ سے گناہان سابق معاف ہوجاتے ہین اسکے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہین مسلمہ اہل اسلام ہے - یاد رہے کہ طریق ذیل کا فائدہ بعد اسلام ہے -

توبہ (۲) توبہ بمعنی اوسکے بازگشتن ہین - یعنی گناہ سے پھرنا - مقصود یہ ہے کہ ایسا قصد کرنا کہ اب مین گناہ نکرونگا - صحیح توبہ مطابق اوس مقصد کے عمل کرنا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے - یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ یعنی مسلمانو - اللہ کی جناب مین خالص توبہ کرو - عجب نہین کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ تمسے دور کردے - اور تمکو بہشت مین لیجا کر داخل کرے جسکے تلے نہرین بہ رہی ہین اور پھر فرماتا ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اھْتَدٰی یعنی ہم بخشدینگے اوسکو جسنے توبہ کی ایمان لایا - نیک عمل کئے اور اوسپر قایم رہا - یہ تمام شرایط ملحوظ رہین - کسقدر غلطی ہے کہ یون سمجھا جاے اللہ تعالی رحیم یا غفور ہے اور اوسنے دوزخ کے لئے نہین بنایا اور عذاب نکریگا -

استغفار (۳) استغفار - غفر کے معنی پوشیدن و آمرزیدن ہین یعنی چھپانا اور ڈھک دینا - جیسے مرے آدمی کو مغفور کہتے ہین کہ وہ چھپ گیا اور بخشا گیا - یہان عموماً معنی اوسکے آمرزیدن کے ہین اسلئے استغفار کے معنی کئے ہوئے گناہ سے معافی مانگنے کے ہین - اللہ تعالی فرماتا ہے وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ

اللہ سے طلب مغفرت کرو۔ اور فرماتا ہے۔ وَاِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ
ضرور وہی بخشنے والا اور نعمتہ دینے والا ہے یہان بھی یاد رہے کہ گناہ سے معافی
مانگنا اسکے بعد ہے کہ گناہ کو گناہ جانے۔ ورنہ معافی مانگنا واقع نہین ہوسکتا۔
اور ضرور وہ ذریعہ ترک گناہ کا ہوگا یہ نہین ہے کہ اللہ تعالی نے ہمکو دوزخ
کے لئے پیدا نہین کیا اور وہ رحیم یا غفور ہے ضرورت استغفار کی نہین ہے۔

شفاعت (۴) **شفاعت** یعنی سفارش سے گناہ کا معاف کرنا اور سزا سے
بچا دینا اللہ تعالی فرماتا ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وہ کون
ہے جو اوسکے پاس سفارش بغیر اوسکے حکم کے کرسکے۔ معنی یہ ہوئے کہ اجازت
سفارش کی جب ملے سفارش سے گناہ معاف ہونگے۔

اول دیکھنا چاہیئے کہ یہ حکم کیون ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول
اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔ اس ذریعہ سے رسول اور اولوالامر کو حاکم بنایا ہے پس
اگرچہ رسول اور اولوالامر کی اطاعت محض اطاعت اللہ کی ہے تاہم جب اونکو حاکم
بنایا یہ بھی اختیار دیا کہ وہ اس اطاعت کا اجر خود بھی دیسکین ورنہ وہ ایسے بے رعب
ہونگے جیسے وہ حاکم جسنے آقا خوش نہو اور اونکا کہنا نہ مانتا ہو۔ حاکم کے لئے رعب
لابد ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ شفاعت اونکی کس حالتین ہوگی۔ ضرور ہے کہ وہ
صرف بحالت اطاعت ہو وہ اطاعت کیا ہے اچھے کام کرنا۔ جب اطاعت
نہو سفارش ہو ہی نہین سکتی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً

حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا

ترجمہ جو شخص اچھی سفارش کرے اوسکے اجر مین سے اوسکو بھی حصہ ملے گا۔ اور جو بُری سفارش کرے اوس مین وہ بھی شریک ہوگا۔

پس شفاعت کب ہوسکتی ہے۔ اوسیوقت جبکہ بہت سے اُمور مین اطاعت ہو بعض مین کمزوری کے مادہ کی وجہ سے نہو۔ اور یہ بھی جزارا طاعت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا اور جسکا پلہ اعمال نیک کا بھاری ہو وہ نجات پائیگا۔ جیسا مذکور ہوا۔ پس اوسوقت جبکہ تھوڑی سی کسر رہ جاوے سفارش سے بخشش کراکے زوال استحقاق عقوبت کراکے پلہ کو سفارش بھاری کرادیگی۔ یہ نہوگا کہ پلہ اعمال مین صفر ہو اور محض سفارش سے کام چل جاے۔ مثال اسکی دُنیا مین بھی موجود ہے وہ طالبعلم جنہون نے امتحان مین بیشتر سوالات کے جوابات عمدہ دئے ہین بعض مین قلت وقت یا گھبراہٹ یا ناضمی سے قلیل غلطی کی ہے جو اونکو باعث ناکامی کا ہوسکتی تھی وہ گریس مارکس Graee marns دیکر پاس کردئے جاتے ہین۔ یہی حالت شفاعت کی ہوگی یہ بھی کسقدر بڑی مہربانی ہے کیونکہ بعد محنت کے طالبعلم اس لایق ہوسکتا ہے کہ پاس ہو۔ اس مہربانی نکرنے سے اوسکی قابلیت اور محنت دونون کا نامناسب خون ہوتا تھا اسی طرح سفارش بڑی مہربانی ہے۔

پس ظاہر ہے کہ یہ خیال کرنا کہ سفارش کے بھروسہ پر اعمال نیک کے پلہ مین زمین وآسمان کا اونچ نیچ ہو تو بھی سفارش سے وزن پورا ہوگا غلطی ہے۔ وہان سفارش بھی نہوگی۔

ازدیاد اجر حسنات (۵) حسنات مین یہ قاعدہ کہ حسنات مضاعف ہوجائینگے سیئات مضاعف نہونگے۔ اوسکی بابت اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ ۚ وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا ○

ترجمہ۔ اللہ ذرہ بھر بھی ظلم نہین کرتا بلکہ کوئی نیکی ہو تو اوسکو دوچند کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب عطا فرمادیتا ہے۔ یہان بھی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حسنات ہونے چاہیئین۔ یہ نہین ہے کہ محض رحیم یا غفور ہونا اللہ تعالی کا بغیر حسنات کے کام آسکتا ہے۔ اللہ اکبر۔ کسقدر شان توابی وغفاری عظیم ہے کیا کیا طریقے عفو کے مقرر کئے ہین۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے لفظ اجر ارشاد فرمایا ہے اجر بڑھانا اور چھوٹے سے کام کی بڑی مزدوری دینا اور بات ہے اور معافی گناہ بغیر وجہ اور بات ہے۔

کفارہ صغائر (۶) کبائر سے اجتناب کفارہ گناہان صغائر ہونا۔ اوسکی بابت اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ ○ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ۭ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ○ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْہِ نَارًا ۭ وَکَانَ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○

ترجمہ مسلمانون ناحق ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کیا کرو ہان آپس کی رضامندی سے خرید فروخت ہو تو وہ ناروا نہین - اور اپنے ہاتھون اپنے پاؤن پر کلہاڑی نہ مارو اللہ تمہارے حال پر رحیم ہے اور جو زور و ظلم سے ایسا کریگا تو ہم اوسکو قیامت کے دن آگ مین جھونک دینگے اور یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے جن کامون سے تمکو منع کیا جاتا ہے اگر تم اونمین سے بڑے بڑے گناہون سے بچتے رہوگے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے قصور محو کردین گے اور تمکو مقام عزت مین جگہ دینگے -

تنبیہ - یہان یاد رہے کہ معنی رحم کے جب نعمت ہون کسقدر چسپان ہین یعنی اللہ تعالی تو تمکو نعمت دیتا ہے پھر تم پرایا مال ظلم سے کیون کھاؤ - یہ صورت عفو کی نسبت گناہان صغیرہ کے ہے - یہ یاد رکھنا چاہیئے یہ نہین کہ کچھ ہی کیون نکرین دوزخ کے لئے بہت سے نہین ہین -

کثرت ذنوب کا بیان - اب گناہونکی کثرت بیان کیجاتی ہے - شمار اونکا مثل رحمت ہماری قدرت سے باہر ہے جسطرح صرف گناہان متعلق عباد کے لئے سلطنت نے تقریرات سند تصنیف کی ہے اور وہ بطور کلیات کے ہے شریعت نے بھی اسی طرح کلیات بیان کئے ہین - گناہان متعلق ذات

جناب ایزدی اونکے علاوہ ہین جسکا مختصر بیان کثرت یہ ہے کہ آنکھہ آدمی کی گنہگار ہے۔ کان آدمی کے گنہگار ہین۔ دل آدمی کا گنہگار ہے جو تمام اعضا سے کام لیتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ عَنْهُ مَسْئُولًا اسلئے یہ حالت ہوتی ہے کہ آنکھہ سے نظر بد کی اور گنہگار ہوا۔ کان کو برائی کے لئے جیسے غیبت کہولا اور گنہگار ہوا۔ دلمین نیت پیدا ہوئی اور راستے سے پہرے اور گنہگار ہوئے۔ اوس نیت کے مطابق کام کیا اور گناہونکا ٹھکانا نہ رہا۔ ہاتھہ ہلایا گنہگار۔ پانوں ہلایا گنہگار۔ چھولیا گنہگار۔ چکھہ لیا گنہگار۔ سونگھہ لیا گنہگار۔ الٰہی توبہ۔ یہین تک ختم نہین ہوا۔ اسوقت کچھہ بھی نہین کیا گنہگار ہوتا چلا جاتا ہے۔ کتاب ضلال کی تصنیف کی تھی۔ شراب خانہ بنایا تھا وقس علی ہذا حقوق چھین لئے تھے حقوق ادا نکئے تھے وقس علی ہذا الغرض کہانتک شمار کیا جاے اتنے زیادہ ہین کہ اللہ تعالی نے اونکے لکھنے کے لئے دو فرشتے کاندھے پر بٹھلا دئے ہین۔

قلت حسنات کا بیان

اب حسنات کی قلت بیان کیجاتی ہے۔ آجکل اونکی اسقدر قلت ہے کہ بیان بھی طوالت سے نہین ہوسکتا کیونکہ اطاعت احکام الٰہی کی جو حالت ہے محتاج بیان نہین۔ پس معدوم شے کے لئے یہ کہدینا کافی ہے کہ نہین ہے۔ اب تک اونکا ظاہری ہونا اور قابل ترک معرض بحث مین ہے۔ تاہم جو لوگ پابندی کرنا چاہتے ہین وہ بیشتر شرائط پوری نہین کرتے مثلاً شرائط طہارت یا غصب سے اجتناب۔ اور جو اسکو بھی کرتے ہین وہ

تعمیل احکام اچھی طرح نہین کرتے۔ پس حسنات وہی رہ جاتے ہین کہ ہاتھہ پانون کے زور سے کسی بندہ کے ساتھہ بھلائی کرو۔ یا وہ احکام بجالاؤ جنمین بسبب اسلام کے ثواب حاصل ہوتا ہے۔

گناہونکی سختی کا بیان

اب بیان کیا جاتا ہے کہ گناہونمین سختی کیون ہے

اول گناہ اللہ تعالی کی نافرمانی کا وہ اسلئے سخت تر ہے (۱) کہ سخت قسم کی برائی ہے کہ جسنے پیدا کیا (کوئی نوکر بھی نافرمانی کو نہین رکھتا اللہ تعالی کیسے نافرمانی کے لئے پیدا کرسکتا ہے) اتنی نعمتین دین اور دیتا ہے اوسکو ہم نہ جانین اور اوسی سے پھرے رہین۔ (۲) اسلئے بہت ہی برا ہے کہ احکام عبادت بندون کی بہتری کے لئے ہین بلکہ جملہ احکام۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ ایسے احکام کا نہ ماننا سخت تر نہین اسکے بعد گناہان نسبت عباد کے باقی رہے اونمین سختی اسلئے ہے کہ گناہ عباد مین دو چیزین شامل ہوتی ہین۔ ایک گناہِ عبد۔ ایک گناہِ الٰہی۔ گناہِ عبد مین پھر دو چیزین شامل ہوتی ہین۔ ایک ضرر نفس متضرر کا۔ دوسرے ضرر عامہ خلائق کا جیسے جرائم سخت سے بدامنی کا پیدا ہونا۔ ہر گناہ بعد اسکے دو قسم پر منقسم ہوتا ہے اول وہ جنکو بقا رہے۔ دوم وہ جنکو بقا نہین۔ بعد ارتکاب ختم ہوجاتے ہین۔ گناہ الٰہی کی بابتہ وجوہ سختی کے بیان کئے گئے وہ سختی بیان اور زیادہ بڑھگئی۔

(۱) اسلئے کہ اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا کمال مہربانی سے نعمت وجود عنایت کی اور تمام کام اوسکی تکمیل کے لئے اختیار فرمائے تو بندون کو ضرر پہونچانا اللہ تعالی

کی نافرمانی اور مخالفت عظیم ہوئی اور یہ بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت بے ادبی و گستاخی کو نسبت مرتکب کے استحقاق خلود نار پیدا کرنا لازم ہے۔

(۲) اسلئے کہ سب احکام بندون کی بہتری کے لئے ہین ایسے احکام کا نہ ماننا اور بہی سخت ہے۔

(۳) یہ گناہ بغیر معاف کر دینے متضرر کے معاف نہین ہوتی علی الخصوص وہ گناہ جو بسبب ضرر عامہ خلائق کے عام ہو جاتے ہین اونمین معافی قریب ناممکن کے ہو سکتی ہے کیونکہ معافی جن جن سے طلب کیجائیگی وہ معلوم نہین۔

(۴) جو گناہ بوجہ اضلال کے گمراہ نے کئے ہین سب مضل کے ذمہ آجاتے ہین

بیان یاد کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ یعنی جو ذرہ برابر اچہا کام کریگا اوسکا بدلہ پائیگا اور جو ذرہ برابر برا کام کریگا اوسکا بدلا پاویگا۔

وجہ آسانی قواعد معافی

اب بیان کیا جاتا ہے کہ معافی مین آسانی کیون ہے

۔ اول گناہ الٰہی۔ چونکہ وہ نافرمانی ذات عبد کی اچہا بنانے کی تہی جب آدمی بعد اسلام توبہ و استغفار کر کے ایک حالت کا بن جاے جس سے زیادہ اچہا نہ بن سکتا ہو۔ تو پہر اوسکو اتنی ضرورت سزا کی باقی نہین رہی۔ دوسرے گناہان متعلقہ عباد بندون کے لئے بہی معافی اسی لئے اچھی چیز ہے کہ وہ ایک بندہ کو سزا نہ دلواتا ہے جب کہ ضرورت انسداد کی باقی نہین رہی۔ دنیا مین جو معافی نہین

ہوتی اسی لئے ہے کہ ضرورت انسداد کی باقی ہے۔ جب یہ ضرورت باقی نہین
بندون کو بقدر ضرر نعمت دیکر معاف کر دینے کی طرف رغبت دلانا اللہ تعالیٰ کا احسان
ہوتا ہے اور بندون کے لئے تعمیل حکم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (یعنی اللہ تعالیٰ
کے سے اخلاق اپنے بناؤ) اور احسان کی بھلائی محتاج بیان نہین۔ استحسان اس
آسانی کا اس مثال سے بخوبی سمجھ مین آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ قاعدہ نہ بناتا تو
ایسی حالت ہوتی کہ کپڑا میلا یا نجس ہوگیا تو اوسکا ضایع کرنا چاہیئے۔ یہہ بہتر نہین۔
دہو کر پھر درست کرنا مناسب ہے۔ فرق یہ ہے کہ جو کپڑا زیادہ میلا ہو جاتا ہے وہ
ایسا نہین دہلتا جیسا کم میلا صاف ہو جاتا ہے۔ کفر کی وہ حالت ہے جیسے کھانا
سڑ جاتا ہے اور اچھے مکان مین اوسے نہین لیجا سکتے۔ یا ایک رنگ چڑھ جاتا ہے
جو دہل نہین سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے باوجود اسکے کہ
گناہون مین طرح طرح کی سختی ہے قواعد عفو ایسے نرم بنائے ہین کہ بہت سے
گنہگار دوزخ سے نجات پاوینگے۔ یہ نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ باوجود رحیم ہونیکے
بہت سے آدمیونکو دوزخ مین ڈالتا ہے۔ حقیقت مین اللہ تعالیٰ ایمان کے
بعد بہانہ ڈہونڈہتا ہے کہ کسی طرح سے نعمت پہونچادون اسپر بھی اگر ہم کفر و کفران
نعمت کرین اور سمجھین کہ دوزخ مین نجاوینگے۔ تو صرف یہی خیال باعث خلود نار ہونا چاہیئے
یہ وہی خیال ہے جسکی بحث سے اور اس سے بچنا ضرور ہے۔

بیان عدل **اب عدل کا بیان کیا جاتا ہے۔** بیان وسعت دائرہ رحمت

مین بیان ہوچکا ہے کہ تمام صفات الٰہی جو اسمار حسنے مین شامل ہین خاص خاص صفات ہین۔ مگر بنا را ور علت ہر ایک کی رحم ہے اور مختلف تدابیر رحم کے شمول سے جو اونمین خصوصیت پیدا ہوئی ہے وہ وجہ خاص نامون یعنی جدا نامون کے ہوجانے کی ہے۔ یہی حالت صفت غفران وعفو وقبول توبہ کی ہے۔ اونکی نسبت نرم قاعدے تجویز کرنا بسبب رحم کے تہا۔ اگر قواعد مذکور سخت ہوتے تو موانع عطائے نعمت کے ہوجاتے۔ یہی حالت اصل سزا کی ہے جو ذریعہ اچہا بنانے کا ہے اور وہ بہی بسبب رحم کے ہے۔ اگر قاعدہ نہوتا یہ مطلب فوت ہوتا۔ یہی حالت صفت عدل کی ہے۔ کیونکہ ظلم مین وہ نعمت چہین لیجاتی ہے یا اوسمین خلل اندازی کیجاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے دی تہی اوسکا واپس دلانا یا خلل دور کرنا یا بدلا دینا عدل ہے اور وہ نسبت متضرر کے ایتار نعمت ہے۔ نسبت ظالم کے موانع ایتار نعمت کا دور کرنا ہے۔ اور حقیقت مین دونون کے لئے عدل باعث رحم ہوتا ہے یعنی دینا نعمت کا۔ چونکہ عدل مین دو پلہ کا برابر کرنا داخل ہے اور یہ ایک تدبیر خاص ہے اور رحم مین شامل ہوگئی ہے۔ اسلئے وہ خاص صفت اور اوس صفت کا جدا نام ہوگیا ہے یعنی عدل۔ اس سے ظاہر ہے کہ مخالفت عدل و رحم مین معنی رحم و عدل کے نہ سمجہنے سے پیدا ہوتے تہے۔ صحیح معنی کا دوسرا بیان یہ ہے کہ رحمت نعمت دینا ہے۔ اور عدل بسبب رحمت کے دو پلون کا برابر کردینا ہے جسمین ایک طرف متضرر ہوتا ہے اور دوسری طرف ضرر پہونچانیوالا۔

اور دونون کا فعل تو لکر مظلوم کو ظالم سے بدلا دلایا جاتا ہے پس مظلوم کے لئے وہ خود نعمت ہے یا ایصال راحت بعوض نعمت باندازہ فقدان نعمت۔ ظالم کے لئے رفع موانع ایتاے نعمت تاکہ بعد سزا وہ قابل ایتار نعمت دوسرے حسنات کی وجہ سے ہوسکی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رحم کی قسم عدل سے قسیم نہین ہے۔ عدل اور انصاف واسطے اہل اسلام وایمان کے ہے کفار کے لئے صرف کفر خلود نار کا باعث ہے اوسکے لئے کسی تدبیر ایتار نعمت کی ضرورت نہین نہ اوسکو عدل سے تعلق ہے اسلئے کہ وہ تدبیر مابین دو شخصون کے ہے یہان سواے جناب باری تعالی وکافر کے تیسرا نہین ہے۔ آیہ مذکورہ بالا۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ○

ترجمہ۔ پھر جنکا پلہ بھاری نکلے گا تو یہی لوگ بامراد ہین اور جنکا پلہ ہلکا نکلے گا تو یہی لوگ ہین جنہون نے خود اپنے آپ کو برباد کر لیا کہ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور آگ اونکے منہ جھلستی ہوگی اور وہ وہان برا منہ بنائے پڑے ہونگے آیۃ کو پڑھ لیجئے اور اوسکے عدل سے جو رحیم کا عدل ہے ہمیشہ ڈرتے رہے۔

نتیجہ بیان بالا کا | جب دونون دائرہ رحمت ومغفرت کی وسعت معلوم ہوگئی تو اب بطور تنبیہ علی البدیہیات یہ بیان کرنا باقی ہے کہ عمل نیک کے لئے دنیا بنائی گئی اور مقصود اختیار دیکر مراتب اعلی پر پہونچانا ہے اس مقصود کو فوت نہونے دینا چاہئے

دنیا مین جب آدمی ایک قسم کے درجہ کا ہو جاے تو وہ اوسی درجہ کا رہ سکتا ہے اور اختلاف مدارج بعد شمول غفران و رحم کے ہے۔ یعنی اللہ تعالی نے کوئی ذریعہ درجہ اعلی پر پہونچانے کا اوٹھا نہین رکھا۔ اسپر ہی جو جہانتک پہونچے وہین تک رہیگا۔

	در حسن صفت کوش کہ در روز جزا	حشر تو بصورت صفت خواہد بود	

اگر آجکل کے قانونی حضرات کے مذاق کے موافق گفتگو کیجاے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ خداوند عالم نے Adjectvie Law یعنی ضابطہ یا قانون اضافی نہایت نرم بنایا ہے۔ مگر قانون اصلی Substantive سخت ہے اور دونون کی پابندی سختی سے کیجاتی ہے جو عین عدل ہے اور سب بوجہ رحم کے ہے۔

ذکر حیرت و جواب اصلی سوال کا

اب حیرت کی شرح کیجاتی ہے اور رفع حیرت کی کوشش کیجاتی ہے۔ اور وہی جواب سوال ہے۔

ضرور کارخانہ الٰہی اسقدر عظیم الشان ہے کہ جیسے ہم ہر کارخانہ عظیم الشان کو دیکھکر ہک دہک رہجاتے ہین سب سے زیادہ کارخانہ عالم کو دیکھنے سے متحیر ہونا چاہیے۔ لیکن جو لوگ صرف متحیر ہین سواے حیرت کے اور فائدہ نہین اوٹھاتے۔ جو لوگ حیرت کے بعد غور کرتے ہین فائدہ اوٹھاتے ہین۔ پس ہمکو یہان بھی حتی الامکان ایسا ہی کرنا چاہیے۔ پس جاننا چاہیے کہ جن لوگون نے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ تعالی رحیم ہے وہ بہت سی مخلوق کو کیسے دوزخ مین جلائیگا۔ اور حیران ہو کر دائرہ رحمۃ

الٰہی کو جناب ملکہ معظمہ کی سلطنت سے بہی چہوٹا ہو جانا خیال فرمایا ہے - اونہون
نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو صرف زمین کے کرہ مین اور زمین کے کرہ مین سے
صرف زمین کے سطح مین - اور اوسمین سے بہی صرف آبادیون مین محدود کرلیا ہے
اور یہ خیال نہین کیا کہ مخلوق الٰہی - ہوا - پانی اور آگ مین بھی ہے اور سطح زمین وزیر
زمین وجنگل بہی اوسکی مخلوق سے خالی نہین - بہرے پڑے ہین - اور انسانون
کی تعداد اونکے مقابلہ مین ایسی ہے جیسے کرور مین صفر - اور بالکل ایسی سمجہہ والون
کی حالت کی مثال صحیح وہ ہے جو ایک گولر کے بہنگے کی ہے - ہر بہنگا جیسے
گولر کے ساتہہ آدمی کہا جاے یہ خیال کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر رحیم ہوتا ہمارے
کرہ یعنی گولر کو اور ایک گولر کے سارے بہنگون کو آدمی کے مُنہ کی چکی مین نہ پیستا
اور پیٹ کے دوزخ مین نہ جلاتا - اگر وہ جلاتا ہے یا رحیم نہین ہے - یا آدمی کا
پیٹ ہمارا دوزخ نہین ہے - یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس سے غفلت سم قاتل
ہے - ہم کیا ہین - ایک کرہ کے مخلوق مین کے ایک قلیل جزو کرے اتنے
ہین جنکا حصر نہین ہوسکتا - اور وہ بہی اونکا جنکا دیکہنا ممکن ہے - ورنہ جیسا بیان کیا
کیا گیا نظام شمسی مین جیسا یہ نظام ہے ایسے بہت سے نظامات شامل ہین جو
سب طرف Constilation Hercules
کے دورہ کر رہے ہین اور سب مین آبادی ثابت ہو چکی ہے - پس اگر آدمیون
مین سے زیادہ دوزخ کے لئے اپنے قصور کی وجہ سے ہون اوس سے

ہمارا کام یہ ہونا چاہیے کہ ہم حد سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرین اور اپنے آپکو بے حقیقت جانین اور یہ جان لین کہ اگر ساری دنیا کے آدمی جہنمی ہون تو اوسکے رحم مین ذرا بھی بٹہ نہین لگتا اسلئے کہ یہ ذریعہ رحم صحیح کے حصول کا ہے - یہ نہین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے قواعد توڑ ڈالنے کے منصوبے گھڑا کرین - اور وہ ذریعہ اپنے آتش دوزخ مین جلنے کا بنائین - حقیقت مین یہ خیال اسلئے پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کی سمجھ بیشتر چھوٹی ہوتی ہے اور ایسے آدمی جلدی دہوکے مین آجاتے ہین نظام عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ جلشانہٗ نے جب مادہ کو خلق فرمایا اوسمین یہ طریقہ قایم کیا کہ بہت سے مادہ مین سے ایک چیز تہوڑی سی نکلے جو باعتبارِ خوبی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہو - چنانچہ اعضاء رئیسہ انسانی مقدار مین تہوڑے اور دیگر اعضاء مقدار مین زیادہ ہین - انسان جو کہاتا کہاتا ہے فضلہ مقدار مین زیادہ خون مقدار مین کم ہوتا ہے - معمولی پتہر زیادہ ہین لال کم ہین - تہوڑا سا عطر بہت سے پہولونمین سے نکلتا ہے وعلیٰ ہذا چنانچہ یہ ایسا اصول مسلمہ ہے کہ کسی کو مجال انکار نہین ہو سکتی - یہی طریقہ خلق و فضل کا ہے - جب انسان مادہ سے خلق ہو لازم ہے کہ اوسکے اصول خلق مین بھی یہی اصول مرعی ہو - چنانچہ یقیناً مرعی ہے - ہم دیکھتے ہین کہ انبیاء تہوڑے غیر انبیاء بہت - بادشاہ تہوڑے غیر بادشاہ بہت - حکماء مثل ارسطاطالیس محدود غیر حکماء نامحدود ہین - اور اون سب مین وہی مناسبت ہے جو لعل کو پتہرون سے ہے - یہ تفاوت جس ضرورت سے ہے وہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر ایسا نہوتا دنیا

باقی نرہتی - پس اس اصول کے مطابق لازم آتا ہے کہ اعلیٰ مرتبہ والے ادنیٰ مرتبہ والون سے تھوڑے ہون اسلئے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جو لوگ خدا پرستی کرین اور جو لوگ نکرین جو لوگ اچھی کام کرین جو لوگ نکرین سب برابر ہو جائین - نہ اونکو جزا ملے نہ اونکو سزا فرق اوٹھکر نظام عالم درہم برہم اور باطل ہو جاے - جو اس سوال کے صحیح ہونے کی صورت مین لازم آتا ہے - اعجاز کلام مجید - جسکی طرف بار بار مینے اشارہ کیا - یہ ہے کہ اس سوال کا جواب بھی قرآن مجید مین موجود ہے - چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

ترجمہ ان لوگون سے کہو کہ گندے اور ستھرے درجہ مین برابر نہین ہو سکتے اگرچہ گندی چیز کی بہتات تمکو تعجب مین ڈالے تو اے عقلمندو خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ - یہ صاف جواب اس شبہہ کا ہے اور صاف ارشاد اوس چیز کا جو باعث نفع و فلاح ہے اور عقلمندونکا کام اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے - یہ خیال ہرگز عقلمندی نہین ہے کہ اللہ رحیم ہے بُرون کو بھی دوزخ مین اگر نہ ڈالے تو وہ رحیم نہوگا - ایسے لوگون کی حالت ایک بڑھیا کی حکایت کے مطابق ہے ذیل مین نقل کیجاتی ہے - **حکایت** کسی گانون مین ایک بڑھیا رہتی تھی - ایک دفعہ اوسکو اتفاق کسی شہر مین جانے کا پڑا وہان سڑک پر اوسنے دیکھا کہ صدہا چھکڑے روئی سے لدے چلے جاتے ہین - بڑھیا چرخہ زنی کیا کرتی تھی اورون بہرمین آدہ پاؤ

روئی کات لیتی تھی - اوسنے جو دیکھا کہ ہزارون من روئی دنیا مین ہوتی ہے تو اوسکا
دل دفعتہً اس تصور کے ساتھ اولٹ گیا کہ اے اللہ اتنی بہت سی روئی کون کاتیگا
اور اس دل اولٹ جانے سے بڑھیا چپ ہوگئی اور مجنون معلوم ہونے لگی - ہرچند
اوسکی دوا کیجاتی تھی آرام نہوتا تھا ہر وقت چپ رہتی تھی نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا -
اتفاقاً اوسکے ورثا نے ایک طبیب حاذق سے رجوع کی طبیب موصوف
نے جب ابتدا اور وجہ جنون کی تفتیش کی تو ورثا بیان نہ کرسکے لیکن ایک شخص نے
بیان کیا کہ بڑی بی اچھی بھلی گھر سے شہر مین گئین تھین جسوقت سے جنون شروع
ہوا ہے اوسوقت بہت سے چھکڑے روئی کے لدے ہوئے سامنے سے
گذرتے تھے - اونکا مقابلہ اور بڑی بی کا جنون - یہ سنتے ہی طبیب کی سمجھ مین
آگیا کہ جنون کی یہ وجہ ہے - وہ طبیب بڑھیا کے مکان پر آیا اور سب لوگون کو علیحدہ
کرکے اچانک چک بڑھیا کے سامنے گیا اور سلام کے بعد زور سے کہا کہ بڑی بی!
کچھ تمنے سنا؟ بڑھیا تعجب سے دیکھنے لگی - تب طبیب نے کہا - اوس
روئی کے سب چھکڑون مین آگ لگ گئی اور وہ ساری روئی جل گئی - بڑھیا کو اسقدر
خوشی ہوئی کہ اوسنے تعجب سے پوچھا کہ بیٹا کیا سچ کہتے ہو حکیم جی نے اوسے
یقین دلایا اور مرض جاتا رہا - اگر اس بیان سے بھی تسکین خاطر نہو تو جاننا چاہیئے
کہ ایک چیز عذاب کرتا ہے - ایک ایک چیز جنت مین بھیجتا ہے - ایک چیز دونون
صورتون کے درمیان مین ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم جب تک حجت تمام نہین

کرتے عذاب نہین کرتے - پس ہمکو امر حق کا چھوڑنا نہ چاہیئے ہم پر حجت تمام ہوگئی
جن جن پر تمام نہین ہوئی ہے اونکا اختیار خداوند عالم کو ہے اونکی نسبت وہ خود
فیصلہ فرمالیگا کہ حجت تمام ہوئی یا نہین - ہم ہر معاملہ مین حجت تمام ہونے کا فیصلہ
کرنے کے قابل نہین ہین - امر حق ایک چیز ہے اوسکا عدم علم دوسری چیز ہے
ہمارا اعتقاد وہی ہے کہ کوئی شخص ناواقفِ قانون سزاے قانون سے نہین بچتا
اور بچنا نہین چاہیئے - حکام دنیا ناواقفون کو براے نام سزا دیتے ہین - اگر اللہ تعالے
بھی نرمی کرے اور صرف سزاے محرومی نعمت دے کیا بعید ہے - اوسوقت بہت
سے آدمی دوزخ کے عذاب سے بچ جاوینگے - اور اب تو ضرور حیرت دفع
ہوجانی چاہیئے - اور جب یہ دفع ہوے جان لیجیے کہ احکام و عمل اس لئے
باطل نہین ہین - نیک عملون کو جنت ملیگی اور بدعملون کو سزاے دوزخ ضرور ملیگی -

پانچوین غلطی اور اوسکا جواب

پانچوین غلطی - اسباب کی غلطی کے بیان کی اب ضرورت
نہین ہے - نفس غلطی کی بابت اسقدر لکھنا کافی ہوگا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر
کا ترک خلاف احکام الٰہی ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ
الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
ترجمہ - توبہ کرنے والے - عبادت گذار - حمد کرنیوالے - سفر کرنیوالے - رکوع کرنیوالے - سجدہ
کرنیوالے - نیک کام کی صلاح دینے والے - اور برے کام سے منع کرنیوالے - اور اللہ کی حدون پر قائم رہنیوالے - انکی

نگاہ رکھنے والے - اور ایسے مسلمان کو خوشخبریان سناو آجکل غل ہو رہا ہے
کہ ریفارمر قوم کے پیدا ہوئے ہین - تعجب ہے کہ ایک بزرگ ایک آدمی کا ریفارمر
بھی ہونا پسند نہین فرماتا - جبکہ لوگ قوم کی خیرخواہی مین اپنے آپ کو فنا کیے ڈالتے
ہین - نماز کی بابت جسقدر تاکید ہے اوسقدر اور چیزون مین کمتر ہے خداوند عالم
فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ
یعنی ویل کا عذاب اون نمازیون کے لیئے ہوگا جو نماز مین سہل انکاری
کرتے ہین -

ذکر پیدا ہونے اس سوال کا مذاق شرع پر اور اوسکا جواب -

بعد اس بیان کے ایک اور وجہ کا ذکر ضرور معلوم ہوتا ہے - جواب تک
بیان نہین کی گئی تھی - پہلے سے بیان نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آجکل یہ شبہ (رحم
کے متعلق) اوس ذریعہ سے ہے جسکا بیان ہوا اوس وجہ سے نہین ہے
جواب بیان کیجاتی ہے - پس جاننا چاہیئے کہ اسی قسم کا شبہ احادیث مرویہ کے
اعتبار سے بھی ہوتا ہے - لہذا اوسکا ذکر بھی مناسب ہے - بعض احادیث سے
معلوم ہوتا ہے کہ جو یقین سے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہے وہ جنت مین جائیگا - چنانچہ
مشکوٰۃ شریف مین لکھا ہے فقال اذهب بنعلی هاتین فمن لقیك من
وراء هذا الحائط یشهد ان لا اله الا الله مستیقنا بها قلبه فبشره بالجنة
یعنی جناب رسولخدا صلعم نے حضرت ابوہریرہ کو حکم دیا کہ نشانی کے لیئے یہہ

جوتیان لیجاؤ (تاکہ تصدیق اعتبار ہو) اور جو تمکو اس دیوار سے نکل کر ملے اور یقین کے ساتھ تصدیق کرتا ہو کہ اللہ صرف ایک ہے پس اوسکو جنت کی بشارت دو۔ دوسری روایت مین ہے۔ عن عبادۃ ابن الصامت قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول من شہد ان لا الٰہ الا اللہ وانّ محمّد رسول اللہ حرم اللہ علیہ النار رواہ مسلم یعنی جو خدا کے ایک ہونے اور جناب رسول خدا کے رسول برحق ہونے کی تصدیق کرے اوسپر آتش دوزخ حرام ہے وجہ شبہ کی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ صرف کلمہ طیبہ کے کہنے سے آتش دوزخ حرام کردے یا کلمہ اور اقرار نبوت سے تو بہی مسلمانون کا کوئی فرقہ داخل دوزخ نہین ہوسکتا اور ضرورت تارکین صوم وصلوٰۃ کے بُرا سمجھنے کی نہین نہ تہتر فرقون مین سے ایک فرقہ کے ناجی سمجھنے کی۔ اولاً واضح رہے کہ اس شبہہ کو شبہہ مبحوث عنہ سے زیادہ تعلق نہین ہے اسلئے کہ یہ خوشخبری بعد اسلام کے ہے مسلمانونکی تعداد غیر مسلمانون کے مقابلہ مین بالنسبت قلیل ہے۔ پس یہ اعتراض تب بہی دفع نہین ہوگا کہ اگر بہت سے دوزخ کے لئے بنائے گئے خدا رحیم نہین ہے۔ ثانیاً واضح رہے کہ معنی یہ ہین جو آدمی یقین قلب سے یہ کلمات طیبات کہے اوسوقت جنت واجب اور آتش دوزخ حرام ہوجائیگی۔ اسکے بعد جب عذاب کا کام کریگا عذاب لازم ہوگا۔ حرمت دوامی مراد نہین کیونکہ جو آدمی معتقد حدیث ہو لازم ہے کہ وہ۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کا مصداق نہو۔ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی بہی پڑہنا چاہیے

یعنی اور احادیث کو دیکھنا ضرور ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف مین حدیث متفق علیہ یہ بھی لکھی۔۔ قال قال رسول اللہ صلعم لا تزنی الزانی حین تزنی وھو مؤمن۔ ولا تسرق السارق حین تسرق وھو مؤمن ولا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن الخمر ہ

یعنی جب مومن زنا و سرقہ و شرب خمر کرتا ہے ایمان سے نکلجاتا ہے۔ پس صاف معنی ہین کہ کلمہ طیبہ سے جو وجوب ہوا ساقط ہوجاتا ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ وجوب بحالت افعال نیک باقی رہتا ہے۔

خود جناب رسول خدا نے فرمایا ہے چنانچہ صاحب ملل ونحل نے بطور جزم لکھا ہے کہ ستفرق امتی علے سبعین وثلث فرق کلھم فی النار الا الواحد اور یہ اوس روایت سے موئد ہے جو بعض اصحاب کے دوزخ مین جانے کے متعلق مشہور ہے۔ مین معاذ اللہ یہ نہین کہتا کہ وہ اصحاب اصحاب مقبول تھے جنہون نے ہمیشہ احکام خدا و رسولخدا صلعم پر عمل کیا لیکن یہ بتلاتا ہون کہ جب افعال بد صحابہ کو صحابیت سے نکالدین تو افعال بد اور اختیار مذاہب ضلال ضرور اسلام سے نکالدینگے۔ موئد اس بیان کے وہ روایت ہے کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چند آدمی آتے تھے۔ آنجناب نے سوال کیا کہ کون ہو فرمایا کہ آپکے شیعہ۔ ارشاد ہوا کہ میرے شیعہ تو ایسے ہوتے ہین کہ خوف الٰہی سے روتے روتے آنکھونمین گڑھے پڑگئے ہون۔ اور بدون دُبلے ہوگئے ہین۔ تم میرے

شیعہ نہین ہو۔ پس شیعہ ہو یا مومن سب کے لئے ضرور ہے کہ وہ اعمال نیک کرے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی خاص کر قابل توجہ یہ امر ہے کہ انسان لاکھون دفعہ اقرار توحید و نبوت کرتا ہے وہ حقیقت مین اقرار و تصدیق صحیح نہین ہوتا کیونکہ مثلاً زبان پر جاری ہوا کہ ساری تعریفین اللہ تعالی جلشانہٗ کے لئے ہین مگر دلمین یہ ہے کہ اللہ تعالی نے شیطان کو پیدا کیا اور عجائب تکالیف مین ڈالا تو یہ خاک کہنا ہوا کہ اللہ تعالی پاک ہے۔ دلمین تو یہ ہے کہ اللہ نے دوزخ کو پیدا کیا وہ رحیم نہین ہے زبان سے کہے جاتے ہین کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پس اگر صحیح طور سے اللہ کی تعریف کرو صحیح طور سے اوسے رحمٰن و رحیم جانو تو وہ صحیح کہنا ہوگا اور وہی موثر ہو سکتا ہے۔ پھر گناہ نکروگے دوسری حالت کا نہ صحیح کہنا ہے نہ اوسمین تاثیر ہے۔ بعضے لوگونکو جو پہلے زمانہ مین تھے یہ خیال ہوا تھا کہ اللہ تعالی جلشانہٗ ایسا بڑا رحیم ہے کہ اوسنے دوزخ کو پیدا ہی نہین کیا یا اگر کیا تو رحیم نہین ہے۔ اسکے متعلق وہ حکایت نقل کیجاتی ہے جو اہل تصوف اور شیعون مین بہت ہی مشہور ہے۔

یعنی ایک فقیر کامل نے درگاہ ایزدی مین عرض کیا کہ آپ اتنے بڑے رحیم پھر دوزخ کو پیدا ہی کیون کیا جب تک اسکی وجہ نہ معلوم ہوگی نہ کھاؤنگا نہ پیونگا۔ فقیر اللہ تعالی کا بہت پیارا تھا جب اوسکی حالت مرگ کے قریب پہونچی تو اوسوقت جناب پیغمبر علیہ السلام کو جو اوسوقت تھے حکم ہوا کہ جاؤ ہمارا دوست ہمسے خفا ہے

اوسکو سمجھاؤ کہ ایسی صورتین بھی ہین جہان دوزخ کی سزا دینا لازم ہے۔ مگر فقیر کو کسی طرح تسکین نہ ہوئی اور خفگی باقی رہی اوسوقت ارشاد ہوا کہ اسکو معرکہ کربلا دکھلاؤ۔ چنانچہ بذریعہ اعجاز معرکہ کربلا دکھلایا گیا۔ جسوقت فقیر نے دیکھا کہ ایک شخص پیاسا شش ماہہ بچہ گود مین لئے سوال آب کرتا ہے۔ دونون کی پیاس کے مارے وہ حالت ہے کہ دیکھی نہین جاسکتی۔ گرمی کی وہ حدت ہے کہ اوٹھائی نہین جاسکتی۔ اوسوقت کیا دیکھتا ہے کہ ایک بے رحم نے بچہ کے تیر مارا بچہ شہید ہوگیا باپ زخمی اور پانی نہ ملا۔ تھوڑی دیر کے بعد اوس بزرگ کو دیکھا کہ زمین پر پڑا ہے قاتل سینہ پر بیٹھا خنجر سے گلا کاٹنا چاہتا ہے۔ فقیر اوسوقت چلا اوٹھا اور روتے روتے غش کر گیا جب غش سے افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ جہنم ایسے لوگونکی سزا نہین ہے بلکہ اس جہنم مین اور سخت جہنم ہونا چاہیے جسمین ایسے لوگونکو سزا دیجائے۔

دلائل ماولین نسبت ضرورت وسعت تاویل کے۔

جب تاویلون کے ضرر کا بیان ختم ہوا

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اون وجوہ غیر متعلق نفس تاویل کا بیان کیا جاے جنکو ماولین زمانہ حال اصلی وجوہ اختیار تاویلات وسیعہ کے فرماتے ہین۔

دلیل اول - ضرورت مقابلہ | **دلیل اول** آجکل تمام دنیا سے مقابلہ Competition ہے - اور روٹی پیدا کرنا تک اس ذریعہ مین منحصر ہو گیا ہے کہ انسان کمال پیدا کرے اور دوسرون سے مقابلہ کرکے اپنے آپکو بہتر ثابت کرے - یہ مقابلہ ان لوگون سے ہے جو ابتک علوم فلسفہ اور صنایع مین بڑی ترقی کر چکے ہین اسلئے ضرور ہے کہ مسلمانون کو علوم فلسفہ اور صنایع سکھلائے جائین - علوم کا خاصہ یہ ہے کہ دلمین ایسے جاگزین ہوتے ہین کہ جو چیز خلاف اصول علوم ہے قبول نہ کیجائے بیشتر دین کے اصول علوم کے اصول کے خلاف ہین اسلئے علوم فلسفہ علوم دین کو دلمین سے اوکھاڑ کر الگ پھینک دیتے ہین - جب بعد ترقی کے دین دلمین سے جاتا رہا ہم مسلمان نرہے - ترقی قومی نہین ہوئی -

جواب کہ یہ ضرورت صحیح نہین ہے | **جواب** اسکا یہ ہے کہ یہی تو وہ دہوکا ہے جسمین ابتدا سے اہل اسلام گرفتار ہوئے اور اوسنے ترقی مٹا کر تنزل پیدا کیا - اس سے بچنا ضرور ہے - میرے نزدیک اچھی طرح علوم دنیا پڑھانے کے بعد وہ ضرر نہین ہو سکتا جسکا اندیشہ ہے - آپ خوب علوم پڑھائیے اور مسلمانون کو سب قومون کے مقابلہ کیلئے وقف کر دیجئے مگر اسلام سے نہ بولئے - اوسوقت ہمارے مسلمان ایسے خراب نہونگے جیسے اور لوگ ہو گئے اور وہ نتیجہ نہوگا جس سے آپ ڈرتے ہین ضرور بعض یا بہت سے عالم اور فلسفی ہو کر مسلمان نرہینگے لیکن جتنے رہینگے وہ مسلمان رہینگے - اس تدبیر سے کوئی مسلمان نہین رہتا اگر اسلام بحالت خود ہو فلسفہ پڑھنے کے

بعد ضعفِ اعتقاد پیدا ہونے دیجئے جو شخص اونمین سے پہر اسلام کو دیکھیگا اور توفیق الٰہی رفیق ہوگی تو اصل دین کی طرف آجائیگا۔ آپکی تدبیر سے جسطرف آئیگا وہ طرفِ دین نہوگی۔ قطع نظر اسکے اب تو عالم نہین ہونے پاتے اور گمراہی شروع ہوجاتی ہے یعنی اوسوقت صرف علمار فلسفہ مین بداعتقادی پیدا ہوگی اب تو یہ بلا اسقدر عام ہوئی ہے کہ عالم نہین ہونے پاتے بگڑ پہلے جاتے ہین حقیقت مین اسلام دُنیا سے اوٹھتا جاتا ہے جو مخالف آپکی اغراض کے ہے جس مثال کی پیروی آپکو مقصود ہے اونکی حالت پر تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔ عیسائیونکا اصل اصول مذہب تثلیث ہے اونکی حالت دیکھئے باوجودیکہ تثلیث خلافِ عقل ہے اور اونکے علمار دراصل اس مسئلہ کو نہین مانتے تاہم قومیت باقی ہے۔ اسلام مین اصل اصول توحید ہے پس ہمارے علمار سے بعد فلسفی ہونے کے قومیت کیونکر جاسکتی ہے۔ فرمائیے کہ مذہب مین مداخلت بالکل بیفائدہ ہے یا نہین۔ سب نے دیکھا ہے کہ بعد تکمیل علوم مروجہ اور مسلمان رہتے کے جن لوگون نے تاویلون کے دیکھنے کی طرف رجوع کیا اون سے کوئی اچھا اثر نہوا۔ بعد اس تجربہ کے بھی اگر آپ اپنی غلطی کے قابل نہون تو اسکا علاج نہین۔

دلیل دوم۔ بغیر وسیع تاویلون کے کام نہین چل سکتا۔

دلیل دوم کہ پہلے جو تطبیق فلسفہ اور اسلام مین کیجاتی تھی وہ چل سکتی تھی۔ دلائل فلسفہ کو مسلمان توڑ سکتے تھے اسلئے کہ فلسفہ سابق محض خیال تھا۔ علاوہ اسکے اوسکا ایسا اثر جب اسلام دلمین

مضبوط ہوا ور وہ اسباب سلطنت سے اور دیگر وجوہ سے مضبوط تھا) نہین ہوسکتا تھا برخلاف اسکے اب فلسفہ اور تمدن کے اصول خلاف اسلام کے ایسے زور سے بعض بذریعہ مشاہدات اور بعض بذریعہ بیانات واضح دکھلائے جاتے ہین اور اثر کرتے ہین کہ اون سے انکار نہین ہوسکتا۔ کچھہ تدبیر نہین بن پڑتی۔ دوسرے اسباب ولمین مضبوطی اسلام کے باقی نہین رہے تو اب سوائے اسکے جو ہمنے طریقہ اختیار کیا ہے کچھہ ہو ہی نہین سکتا۔

جواب کہ یہ تسلیم اعتراضات ہے۔ **جواب** اسکا یہ ہے کہ یہ دلیل اسلئے غلط ہے کہ معنی یہ ہین کہ ہمنے تسلیم کرلیا کہ اسلام غلط ہے۔ اگر ایسا ہے آپ چھوڑ دیجئے۔ اور تاویلین کرکے بیفائدہ کوشش اور تضیع اوقات نفرمائیے۔ اسلام غلط نہین ہے۔ اسلئے کہ بتلایا گیا کہ اسلام کے بیانات کی حقیقت اب بھی بذریعہ تکمیل فلسفہ ہوتی ہے۔ آپ اگر مسلمان ہین ڈھونڈیے اور سچے اسلام پر باقی رہکر تلاش فرمائیے۔ واضح بیان کرنا سیکھئے اور کوشش کیجئے کہ جو غلطیان دوسرون کے اصول مین ہین صاف بتلائی جاسکین۔ اپنے اصول کی خوبیان ظاہر ہوسکین۔ آپ نے کیون ہار مان لی خدا مددگار ہے۔ آپ اہل فلسفہ کو دیکھئے کہ جب کسی امر کی وجہ سمجھہ مین نہین آتی اسمین غور کرتے ہین اور تدبیرون مین جب ناکامی ہوتی ہے غلطیون کے ڈھونڈ نکالنے مین کوشش کرتے ہین۔ آپ بھی کوشش کیجئے۔ آپ نے کوشش چھوڑ دی اونکے پیچھے ہوئے سو یہ امر کم ہمتی ہے اور کچھہ نہین۔ دین نے جو باتین

بتلائی ہین یعنی متعلق قدرت اور وجود فرشتون کے اور روح اور دیگر چیزون کے آپ اونکی تحقیقات مین مثل انگریزون کے ہی متوجہ ہوجیئے۔ مسمریزم انہون نے نکالا اور روح کی بابت دریافت مین اون ذریعون سے جو علاوہ فلسفہ کے ہین مثل کرنیل الکاٹ کے متوجہ ہین۔ سحر کی تحقیقات ہورہی ہے۔ آپ نے تو اون چیزون کو جھوٹ مان لیا اور متوجہ ہی نہین ہوئے۔ آثار قدرت اس زور سے معلوم ہورہے ہین جیسا مینے بیان کیا اونکی بابت آپ بالکل غفلت کرتے ہین۔ اگر یہ علوم رائج ہون اور شاہدات عام ہون تو دلائل فلسفہ سے یہ زور جاتا رہیگا۔ بجاے اسکے کہ آپ اسلام کے بدلنے مین کوشش کرین اصول اسلام کے ثبوت مین کوشش فرمائیے وہ کوشش زیادہ نفع دیگی۔ میری راے مین جو کچھہ اسوقت تک خرابی ہوئی ہے وہ اسی لیئے ہوئی ہے کہ کوشش غلط کیجاتی ہے۔

اصول ہاے اسلام کا سب سے بہتر ہونا۔

میری عقل مین اصول اسلام سب سے بہتر اصول ہین اصول تمدن ہمارے اصول سے کسی دوسرے کے ہرگز بہتر نہین ہین۔ جسکا بیان علیحدہ تصنیف مین ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدہ بات عرض کرتا ہون۔ شریعت نے سود[1] کو منع کیا ہے۔ شراب[2] خواری کو منع کیا ہے۔ زنا[3] کو منع کیا ہے۔ تعدد[4] ازدواج کو جائز رکھا ہے۔ مسائل[5] وراثت خاص طور کے بنائے ہین۔ اونکی بھلائی اور برائیون پر تفصیلی نظر ڈالیئے معلوم ہوگا کہ بھلائی اصول اسلام مین زیادہ ہے۔

ہے - واضح رہے کہ مقصود قوانین پر اعتراض نہین ہے اصول عامہ پر ہے جو بنار قوانین قومی ہین - یا اصول کے پیدا ہونے پر -

اصول کا اسلام نسبت سود کے بہتر ہونا -

(۱) سود کو شریعت نے منع فرمایا ہے اصل برائی سود کی یہ ہے کہ قرضہ لینا اسکے ذریعہ سے آسان ہوگیا ہے - اس آسانی سے فضول خرچی کی عادت پیدا ہوئی اور اُس سے محنت اور انتظام مصارف و خرچ جاتا رہا - اگر سود ناجائز قرار دیا ہے تجارت روپیہ کی بند ہوجائیگی اور قرضہ صرف ضرورت سخت مین لینا دینا محدود ہوجائیگا - اور یہ خرابیان نہونگین جو شخص خدا پرستی سکھلائے اور محنت سے وجہ معاش پیدا کرنا ایسی بے محنت معاش کو جائز نہین رکھ سکتا - قرضہ لیکر ضرور آدمی بڑے کام کرسکتا ہے مگر وہ قرضہ مین منحصر نہین ہین - اب اس طریقے کو نکال کر دیکھئے اوس سے بہت زیادہ بہتر کام ہوسکتا ہے - مثلاً سود ہوتا تو بڑے کامون کے لئے جب ضرورت ہوتی حصہ دار منافع کے ہوتے اوس سے وہی کام چلتا - چنانچہ اب حصہ دار ہوتے ہین حقیقت مین سود نے ایک ایسی قوم کو مالدار کردیا ہے جنکے پاس روپیہ بے وجہ جمع ہے یہ امر کہ روپیہ کے حمل و نقل و حفاظت مین خرچ ہوتا ہے وہ مصارف اور قرضہ واپس لینے کے مصارف بغیر سود کے نہین نکل سکتے غلط دلیل ہے اسلئے کہ ایسی صورتین بعد غلط رواج سود کے پیدا ہوئی ہین -

اصول اسلام کا نسبت شراب خواری کے بہتر ہونا -

(۲) شراب خواری کی برائیان اوس نظر سے

دیکھئے جو شارع علیہ السلام کی ہے۔ یعنی انسان سے مادۂ تکبر اور غفلت دور ہو۔ یاد الٰہی مین مصروف ہو اپنے بس مین رہے جسکی نظر مین یہ اصول ہون ممکن نہین کہ شراب خواری کو جائز رکھے۔

اصول اسلام کا نسبت زنا کے بہتر ہونا۔

(۳) زنا اسقدر برا ہے کہ ہر مذہب وملت وسوسائٹی وتمدن سب کے اصول کے مطابق برا جانا جاتا ہے۔ اتفاق ہے کہ وہ برا ہے۔ مگر دیکھئے کہ زنا کے انسداد کامل کی تدابیر شریعت کے سوا کسی اور نے بھی کی ہین۔

اصول اسلام کا نسبت تعداد ازواج کے بہتر ہونا۔

(۴) تعداد ازواج کے متعلق بھی ایک بڑا اعتراض ہے اور دلیل یہ بیان کیجاتی ہے کہ مناکحت ایک طریقہ ہے جسمین غرض صرف اولاد پیدا کرنا ہی نہین ہوتی بلکہ دنیا مین ایک ساتھی اختیار کیا جاتا ہے جو دوسرے کے مال کو اپنا سمجھے اور اسلئے ہر طرح کی خوبیون اور راحت کا باعث ہو۔ تعدد مین یہ فائدہ نہین نکل سکتا۔ یہ اعتراض اسلئے غلط ہے کہ شارع علیہ السلام نائب خدا تھے خدا کا کام خلق کرنیکا ہے پس اوسکے نبی نے اس تعدد کے ذریعہ سے زیادتی خلق ہونے کی منظور نظر رکھی ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے تناکحوا وتناسلوا تکثر وا فانی اباھی بکم الامم یوم القیٰمۃ ولو بالسقط یعنی نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ مین تمہاری کثرت سے روز قیامت اور اُمتون پر فخر کرونگا اور اگر حمل بھی گر گیا ہوگا تو اوسکو شمار مین لے لونگا پس دیکھئے کہ نظر آپکی اور

شریعت کی مختلف ہے۔ اب اسبات پر خیال فرمائیے کہ اور قومون نے اس بابت کیا کیا ہے اور اسلام نے کیا کیا۔ بعض قومون مین طلاق ناجائز ہے بعض قومون مین ایسے وقت سے ہوتا ہے کہ قریب ناممکن کے ہوجاتا ہے۔ بعض قومون مین نکاح ثانی عورات کا ناجائز ہے۔ ان سبکو ملاکر اول اون قومونکو لیجئے جو سرد ملک کی رہنے والی ہین اونکی بھی ایسی حالت ہوتی ہے کہ انسان کو طبیعت مجبور کرتی ہے Nature must its course

یعنی طبیعی ضرورتین ضرور برآتی ہین۔ فیصدی ۹۰ غالبًا مجبور ہوجاتے ہین۔ پھر اون ملکون کو لیجئے جن مین حرارت ہے اور حرارت کے ساتھ قوت بڑے زور کی ہے اوسکے ساتھ اسبات پر خیال فرمائیے کہ عورتون کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ ہر مہینہ مین پانچ ساتھ روز بیکار ہوتی تھین روتین برس مین کئی کئی مہینہ بیکار رہتی ہین یعنی ایام حمل مین۔ گرم ملک کے اقوام کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ ایک رات بھی بغیر عورت کے صبر نہین کرسکتے۔ پس ایسا سخت قاعدہ عام مقرر کرنا جو ہر ملک والون کے لئے مناسب نہو ایسا سخت ہے یا نہین کہ جسکی پابندی نہین ہوسکتی اب ملاحظہ فرمائیے کہ اسلام نے کیا کام کیا۔ ان ضرورتون پر نظر کرکے تعداد ازواج کو جائز رکھا اور طلاق کو آسان کیا۔ نکاح ثانی کو عورات کے جائز رکھا اور جو برائی تمدن کے متعلق ہوتی تھی اوسمین عدالت کی قید لگائی تاکہ وہی لوگ نکاح کرسکین جن مین ایسی صورت ہو کہ برائیان پیدا نہون۔ پھر دیکھئے اور جان لیجئے کہ جو شریعت کا اصول ہے

سب سے بہتر ہے۔ عورتون کو اسقدر قوت جتنی اب دیگئی ہے صحیح نہین اسلئے کہ خلاف اوس بناوٹ کے ہے جسپر قدرت نے بنایا ہے کہ اسی کی غفلت سے اعتراض تعدد ازواج ولمین مضبوط معلوم ہوتا ہے۔ وہ قواعد جو اسوقت مقرر کئے گئے ہین اس اصول کے مان لینے کے بعد ہو سکتے ہین کہ اصل زنا زیادہ بڑی چیز نہین ہے جو شخص اصل زنا کو زیادہ بڑا سمجھے (جو فی الواقع بڑا ہے) ایسے قواعد جو سوائے اسلام کے ہین مقرر نہین کر سکتا۔

اصول اسلام کا نسبت مسئلہ وراثت کے بہتر ہونا۔

(۵) مسئلہ تقسیم وراثت پر جو اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ تقسیم کے ذریعہ سے دولت ایک جگہ نہین رہتی اور ملک کا انتظام خراب ہوتا ہے اسمین یہ غلطی ہے کہ ولادت کے ذریعہ سے جب اولاد پیدا ہوا اور پرورش اونکی پیدا کرنے والے پر لازم ہو تو کوئی وجہ نہین کہ ایام حیات مورث مین پرورش لازم ہو بعد وفات لازم نہ کیجائے۔ یہ طریقہ حق دارون کے محروم کرنیکا اس خیال محض سے ہے کہ دولت ایک جگہ جمع رہے۔ یہ غریبون کی حق مین کیون جائز و برائی کا سامان ہو۔ یہ قاعدہ چند آدمیون کے لئے ہو سکتا ہے عام کے لئے بہتر نہین۔ کیونکہ مسلم ہے کہ شروع زندگی کا اچھی حالت سے دوسرا سامان پیدا کرتا ہے۔ قاعدہ بہت سے لوگون کے لئے ہوتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ یہان قاعدہ بنانے کے اصول سے کتنی بڑی غفلت ہوئی ہے۔ اوس اصول سے جو نتیجہ ہوا وہ یہ ہے کہ سلطنت جمہوری ہوگئی یعنی امرا کا دخل زور سے

ہوتے ہوتے وہ لوگ داخل سلطنت ہو گئے۔ یہ طریقہ اسلئے اچھا معلوم ہوتا ہے
کہ دنیا کے بادشاہون کے ذریعہ سے جو ظلم شخصی سلطنت مین ہوتا تھا جاتا رہا۔ لیکن
اب اصول دین کو دیکھئے جب خمس و زکوٰۃ واجب ہو اور دنیا کو خدا پرستی سکھلائی
جاے اور سود منع ہو تو ضرورت دولت اور روپیہ کے مجتمع ہونے کی باقی نہین رہتی
جو لوگ زیادہ خدا پرست اور سمجھدار ہون وہ داخل شوریٰ ہونگے چنانچہ شوریٰ کا حکم
شریعت مین سخت زور کا موجود ہے خود اسلام نے ایک طرح سے سلطنت کو مثل
جمہوری قرار دیا ہے۔ خدا پرستی کے ساتھ انتظام اوس سے بدرجہا بہتر ہو سکتا ہے
اور اگر کیا جاے ہوگا۔ بہت سے آدمی بلا محنت کے کھانے والے جمع ہی نہین
ہو سکتے۔ اگر ہون یاد الٰہی کرین اور مضر خلق ثابت نہون۔ اصل امر یہ ہے کہ مضبوطی
جو ملک کے انتظام کی سلطنت جمہوری سے ہوتی ہے اوسکی بھلائی ہمکو اسلئے نظر
آتی ہے کہ اصل اصول سے غفلت ہوئی ہے۔ دنیا مین جب اسلام پھیلانا مقصود
ہو اور ہر جگہہ اسلام کی سلطنت ہو جاے تو سلطنت واحد خود بخود مضبوط ہوگی کیونکہ
دوسرا مقابل نہوگا اور یہ ضرورت ہی مضبوطی کی باقی نہ رہیگی۔ اب دیکھئے کہ یہ اعتراض
نسبت طریقہ تقسیم وراثت کے اسلئے پیدا ہوا ہے کہ آپکی نظر مین یہ بات ہے کہ
سلطنتین مختلف ہون اور ہر سلطنت اپنی اپنی جدا سلطنت کی مضبوطی کے قواعد
بنائے۔ سلطنت اسلام کو اسکی ضرورت نہین پس اوس غلطی کو جو اولاد کے عدم
مساوات سے ہوتی ہے کیونکر جائز رکھا جاتا اور اسی لئے سود کو کیون جائز رکھا جاتا

ایسے طریقون سے اِس صورت مین دولت کی ترقی کی ضرورت ہے اسلام کو نہین ہے۔ اصل یہ ہے کہ خیالات تاویل و تطبیق اکثر اون لوگون مین جاری ہین جنکو پوری واقفیت نہ اپنے دین سے ہے نہ فلسفہ اور صنایع سے۔ جب وہ لوگ حکمت اور فلسفہ کو بطور سیر اور تماشہ کے دیکھتے ہین پوری ماہیت تو اوس کے سمجھنے کی اور ترقی کرنے یعنی غلطی نکالنے کی ہوتی نہین حیران ہوکر فلسفہ کو صحیح اور اسلام کو غلط جان لیتے ہین۔ چونکہ آبائی طریقہ سے موانست ہے یعنی اسلام سے اسواسطے باوجود غلط مان لینے کے اوسکو صحیح کرنا چاہتے ہین۔ اصول کی بات ہے کہ جو کوشش غلط طریقہ سے ہو کبھی ثمرہ اوسکا نیک نہین ہوسکتا۔

تیسری دلیل۔ علم جب ذریعہ شناخت ماہیت نہو تو اور کیا دلیل ہوگی۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ علم اور سائنس Science ذریعہ شناخت ماہیت اشیا کا ہین۔ اگر وہ کسی چیز کے ثبوت مین سے اوٹھا دیے جائین تو وہ ذریعہ ہی باقی نہین رہتا پھر کام کیسے چل سکتا ہے۔

جواب کہ ہم علم کے منکر نہین ہین۔

جواب۔ اسکا ضمناً دیا گیا ہے مگر مستقلاً بھی بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے گو تکرار ہو۔ جواب اوسکا یہ ہے کہ سائنس چند قواعد ہین جنسے ماہیت اشیا پہچانی جاتی ہے اور عمل کے طریقے منضبط ہوتے ہین۔ یہ سب متعلق اون اشیا کے ہین جو بذریعہ حواس قابلیت ادراک کی رکھتے ہین۔ پس ابتک سائنس محسوسات مین محدود ہین۔ جن جن

چیزون کا مجرد ہونا عقلاً ثابت ہے مگر ماہیت کی نوعیت معلوم نہین وہ حیطۂ علوم (سائنس) سے باہر ہین۔ پس اونسے علوم محدود (سائنس) کو متعلق کرنا سخت غلط ہے اور اسی طرح یہ کہنا کہ بغیر سائنس کے کام نہین چلیگا سخت غلط ہے کیونکہ ہم سائنس کا انکار نہین کرتے یہ کہتے ہین کہ ہم آپ علوم دین اور قدرت الٰہی جسطرح عمل کرتی ہے اوسکے سائنس سے واقف نہین ہین۔ آپ پہلے اونکے سائنس سے واقفیت اور ذرایع واقفیت حاصل فرمائیے تب ایسے اعتراض فرمائیے۔ جب مجرد وجود ثابت ہوا اور آثار وجود ظاہر ہون مگر ہمارے سائنس کے احاطہ سے باہر ہون اوسوقت صاف معلوم ہوگا کہ جو چیزین ہماری عقل باکمال مین نہین آتین اونمین اوس حکمت سے جو ہماری سمجھ مین آنے کے قابل ہے بہت زیادہ بزرگ حکمت موجود ہے۔ پس معترضین کی مثال ایسی ہے کہ چھوٹی کنجی سے بڑا قفل کھولنے کا قصد کرتے ہین مناسب ہے کہ بعض وہ کرشمے قدرت کے بیان کئے جائین جہان اسوقت تک کے ترقی شدہ علوم کے اصول درماندہ ہین۔

پہلی مثال غلبہ قدرت الٰہی کی لڑائیون کی حالت سے۔

پہلی مثال لڑائیون کی حالت سے۔ آپ لڑائیونمین اس بات پر غور فرمائیے کہ گولیان ہمیشہ سامنے سے آتی ہین۔ طریقہ معاینہ کے مطابق چاہیے کہ جو سب سے آگے مقابل گولی کے ہو وہ مرجائے یا زخمی ہوکر گر پڑے۔ فوج کے لڑانے والے ہمیشہ آگے رہتے ہین۔ مگر ہمیشہ آگے کے آدمی مارے نہین جاتے۔ آگے والے زندہ رہتے اور پیچھے والے

مرتے ہین - ایک سپاہی نے مجھسے تصدیق کیا کہ ٹھیک آگے والا کھڑا رہا اور بغیر فاصلہ کے ٹھیک پیچھے والا مگر گیا - بڑے بڑے سردار جو آگے رہتے اور لڑتے ہین - اونمین سے ایک بونا پارٹی ہے - وہ کبھی مارا نہ گیا - اس سے ظاہر ہے کہ خدا کی قدرت باوجود ایسے قواعد کے غالب ہے - اور اوسکے سائنس زیادہ باریک اور نازک ہین جو ہماری فہم مین آنے کے قابل نہین -

دوسری مثال علیہ قدرت الٰہی کے حالات جناب ملکہ معظمہ سے -

دوسری مثال آجکل کے حالات ہین اونکو بغور ملاحظہ فرمائیے - جب یہ رسالہ مینے لکھا وہ زمانہ آگیا تھا جب جناب ملکہ معظمہ کی شصت سالہ جوبلی ہوئی اوسکی تاریخ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء مقرر ہوئی زمانہ بارش کا تھا اور بارش شروع ہوگئی تھی چنانچہ لوگون نے جابجا مبارکباد کے جلسون کی تیاریان کین اوسمین روشنی کے لئے کاغذی محرابین قندیلین تیار کین خیمے نصب کیے اونمین جھاڑ فانوس ٹانگے - موسم کے سبب باول آئے ہوا چلی - مگر پانی ایسا کہ نقصان پہونچائے نہ برسانہ ایسی ہوا چلی - جب وہ وقت آیا کہ رسم مبارکباد ادا کیجائے لوگ جمع ہوئے اقبال جناب ملکہ معظمہ کا ذکر ہوا تو روڑکی مین وہان کے حاکم نے بیان کیا کہ ملک انگلستان مین پانی ہمیشہ برستا ہے اور اس موسم مین کوئی دن ہوگا جو پانی برسنے سے خالی رہتا ہو مگر جب جناب ملکہ معظمہ کے متعلق جلسے ہوتے ہین مثل سالگرہ وغیرہ کے ہرگز پانی نہین برستا یا خلل انتظام اور اوسکے سامان مین واقع نہین ہوتا چنانچہ اسیوجہ سے Queens Weather

ایک مثل ہوگئی ہے یعنی ملکہ معظمہ کا موسم ایسا ہی یہان بھی ہوا لوگ اوسوقت صرف خوش ہوئے لیکن راقم حروف کا ایمان تازہ ہوا۔ مین ہمیشہ اس بات پر غور کیا کرتا تھا کہ جس کام مین نام ملکہ معظمہ کا آجاے وہ ہمیشہ ایسی طرح پورا ہوتا ہے جنمین اون اسباب کو بھی دخل تام ہو جو ہماری قدرت سے باہر ہین مثلاً جب بندوبست ہوتا تھا ہمیشہ فصلین غیر معمولی طرح پر جہان سینے دیکھا اچھی ہوتی تھین اور جمع بڑھانے کے ایسے دلائل ملتے تھے کہ اوٹھ نہ سکین۔ بعد ختم بندوبست وہ صورت فصلون کی نہین ہوتی تھی مین سمجھا کرتا تھا کہ خداوند عالم موجود ہے جسنے اس سلطنت کو اقبال اور مضبوطی دے رکھی ہے۔ یہان خیال فرمائیے کہ ہمیشہ ہمیشہ ایسا اتفاق ہونا کیسے اتفاق کہا جا سکتا ہے کہ موسم کا نام خاص ہو جاے۔ موسم جناب ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین نہین ہے۔ آپ غور فرمائیے اور قائل ہو جیئے کہ اسباب کے بغیر کچھ نہین ہوتا مگر اسباب جمع کرنا بلا اسباب کے ایک قادر مطلق کے ہاتھ مین ہے جسنے بادشاہونکو ذریعہ انتظام گروانا ہے۔ اور وہ قادر مطلق موجود ہے فلسفی کی عقل کچھ نہین۔ سوچتے سوچتے وہ احمق ہو گیا ہے اور محض بیخبر ہے۔ اوسکا سائنس پر پھولنا حماقت ہے قدرت کے عمل کا سائنس اوسے معلوم نہین۔

تیسری مثال۔ سحر کی نوعیت سے

تیسری مثال سحر سے اور وجود ذرایع سحر کا۔ اگر کوئی غور کرے اور تحقیقات کرے تو اوسکو ماننا پڑے گا اسلئے کہ مینے خود دیکھا کہ سحر ہوا۔ اور وہ قصہ یہ ہے کہ مقام موڑانی پور ضلع جھانسی مین جب مسٹر کاسب ڈویژن

میرے چارج مین تہا ایک اطلاع ہوئی کہ ایک آدمی قوم نونیان کو سحر سے اسطرح مار ڈالا کہ ایک کاچھی مسحور تہا دوسرے ساحرون نے بتلایا کہ جب تک اون خبائث کو جو اس کاچھی پر متعین ہین جان نہ ملیگی کاچھی کی جان نہ بچے گی چنانچہ دہوکہ سے یہ نونیان بلایا گیا اور ساحرون نے جلسہ کیا اور اپنے اعمال کئے تین چار گہنٹہ مین یہ نونیان مرگیا اوسوقت سے کاچھی کو صحت شروع ہوگئی۔ اوسکی نعش مینے چروائی اور یہ دیکہا کہ تمام اعضا نعش خون سے بہرے ہوئے ہین۔ دل۔ دماغ گردہ۔ معدہ۔ طحال۔ مثانہ۔ تمام اجزا نعش کے اور ہر عضو و رگ کو محنت سے دہلوایا۔ تو کوئی رگ پہٹی ہوئی نہ تہی مگر خون پیٹ مین لبالب بہرا ہوا تہا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ سبب موت کا خون کا اجتماع ان اعضا مین ہے مگر یہ امر کہ خون کہانے سے اور کیونکر آیا دریافت نہین ہوا۔ معدہ کی آلایش ممتحن کیمیا کے یہان بہیجی اونہون نے لکہا کہ زہر نہین ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور مجسٹریٹ صاحب ضلع چپ رہے کہ وجہ نہین معلوم ہوئی۔ کچہہ ہوگی۔ اوسوقت مجہے یہ خیال ہوا کہ انسان جب ایک بات دلمین ٹھہرا لیتا ہے پہر دوسرے کی نہین سنتا گو کیسی ہی مضبوط ہو۔ یہ مثال موجودہ قواعد سائنس کے ٹوٹنے کی بڑی مثال ہے۔ اور اسبات کی کہ بہت سے سائنس ہین جہانتک رسائی نہین ہوئی۔

چوتہی مثال۔ سواریون کے تابعدار کرنے سے

چوتہی مثال سواریون کے تابع فرمانے کی ہے۔ خداوند عالم نے جہان اپنی قدرتون کو بیان فرمایا ہے ہر جگہہ ارشاد فرمایا

ہے کہ ہمنے یہ کیا یہ کیا۔ مثلاً رات دن پیدا کئے چاند سورج پیدا کئے۔ پانی برسایا
مُردہ زمین کو زندہ کیا۔ اور ہمنے جانور بنائے اونکو تمہارے تابع کیا۔ آپ غور فرمائیے
کہ سواریون کے تابع ہونیکے اسباب ہین یعنی گھوڑیکو جنگل سے پکڑلائے جیسے
آسٹریلیا مین پکڑے جاتے ہین اور اونکو مانوس کیجئے۔ پہلے دیکھئے کہ اوس
خالق نے جسنے گھوڑا خلق کیا اگر اس جانور مین اُنس کا مادہ پیدا نکرتا پیدا نہوتا۔ پھر جب
وہ مانوس ہوا آپکو بذریعہ عقل سوجھا یا گیا کہ اسکے منہ مین ایسا مادہ ہے کہ وہان کوئی سخت
چیز ڈالنے سے تمہارا تابع ہوکر حکم مانیگا۔ یہ سمجھ آپکو کسنے دی۔ کیونکہ ہاتھی کا منہ بھی نرم
ہی مگر اوسمین یہ مادہ نہین مانئے گا کہ اوسی خالق نے دی جسنے ہمکو پیدا کیا۔ پھر گھوڑی
کی پشت کو عادی کرنا سکھلایا۔ پشت مین عادی ہونے کا مادہ پیدا کیا۔ پھر اوسکو
طرح کا چلنا باگون پر صاف ہوجانا سکھلایا۔ آپ مین سکھلانے اور گھوڑے مین
سیکھنے کا مادہ کسنے پیدا کیا۔ آپ مین عقل ہے گھوڑے مین آپ کیسی عقل نہین
ہے عقل حیوانی یکسان ہونی چاہئے کم سے کم ایک حیوان کی عقل حیوانی ایک سی
ہونی چاہئے باوجود اسکے ہم دیکھتے ہین کہ بعض گھوڑے ایسے ہین کہ سیکھ سا کہہ کر
کہنا نہین مانتے بگڑکر سوار کو مار ڈالتے ہین۔ ایسی بدی سے آتے ہین جو نہین جاتی
فرمائیے کہ اس سے کیا یہ نہین معلوم ہوتا کہ باوجود بتلا دینے اور دیدینے قوتِ تدبیر
کے آپکی عقل مین اور خلق کردینے مادہ اطاعت کے سواریون مین پھر قدرت الٰہی
برقرار ہے کہ جس جانور کو چاہے۔ جتنی مدت کے لئے چاہے۔ تابع انسان کا کرے

جسکو نہ چاہے اور جب نہ چاہے نہ کرے - پس تدبیر محض سبب یکسان نتیجون کا نہین ہے - ہاتھیونکی مثال سے یہ امر کہ اللہ مادہ اطاعت کا پیدا کرتا ہے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے - ہمنے دیکھا ہے کہ ہاتھی نے مچھر کٹے کو مار ڈالا فیلبان کی اور بابو نہین اطاعت کرتا رہا جس سے ظاہر تھا کہ اپنی اور بنی نوع انسان کی قوت کو وہ ہاتھی جانتا تھا مگر باوجود اسکے اطاعت سے باہر نہ ہوتا تھا - اگر قوت و تدبیر باعث اطاعت ہوتی ہاتھی آدمی کا مطیع نہوتا ہر وقت تدبیر اطاعت کہان - پس خلق آسمان و زمین اور قدرت الہی کے عمل کا سائنس معلوم نہونا صاف ظاہر ہے -

پانچوین مثال مرضون کی حالت سے -

پانچوین مثال مرضونکی حالت ہے کہ ایک دوا نفع کرتی ہے ایک دوا اوسی مرض مین نفع نہین کرتی یہانتک کہ دست بند ہونے کی یہ حالت ہے کہ اوسی دوا سے ایک مریض کے بند ہوتے ہین اور پھر اوسی دوا سے اوسی مریض کے بند نہین ہوتے - طبیب ڈھونڈتا ہے کہ کیا غلطی ہے - مگر اسبات کو بھی دیکھیے کہ ہمیشہ غلطی ہوتی ہے پس یہ غلطی ہے یا کوئی دوسری قوت ہے جو تدبیرونکو باطل کر رہی ہے - پانی مین دست بند کرنیکی دوا ڈالی گئی گاڑھا ہو گیا مگر معدہ کا پانی ویسا ہی رہا - اوسپر وباؤن کی حالت مین وہی ایک ہوا ایسا زہر پیدا کرتی ہے کہ لوگ مرتے چلے جاتے ہین اور دفعتہ وہی اثر ہوا کا ایسا ہو جاتا ہے کہ پھر کوئی نہین مرتا - غور فرماے کہ یہ اثر کسنے پیدا کیا - اور آپنے جب ایک وبا مین کچھ تدبیر سیکھی دوسری کیسے پیدا ہوئی جیسے وبا - ہیضہ اور طاعون یہ موجودہ علوم سے بالا ہے

یا نہین - اور اوسکا سائنس دوسرا ہے یا نہین -

چوتھی دلیل - ثبت مضرت اعتقاد تقدیر - وعلم الٰہی - وتوکل ودعا کے

چوتھی دلیل یہ ہے کہ مسلمان چونکہ (۱) تقدیر - (۲) علم الٰہی - (۳) توکل (۴) دعا کے قائل ہین اوسنے ضرر عظیم پہونچا ہے - جب تک ان تینون کا اعتقاد رہیگا عادت محنت کی پیدا نہوگی نہ علم وعمل (مطابق علم) مین ترقی ہوگی - یہ اوسی طریقے سے جا سکتی ہے جو وسعت تاویل کا اختیار کیا گیا ہے -

جواب کہ معنی ان چیزون کے صحیح بتلانے چاہئین -

جواب اسکا یہی ہے کہ یہ خرابی ناواقفیت کی ہے اصل اصول تقدیر وعلم الٰہی وتوکل ودعا کے نہین ہے اور اصلی ماہیت قابل اعتراض نہین ہے افسوس ہے غلطی کے دور کرنے کی کوشش نہین کیجاتی اُن چیزونسے جو اصل دین ہین انحراف کیا جاتا ہے - اسلئے تینون کی ماہیت اور وجوہ خوبی کے جدا جدا بیان کئے جاتے ہین -

اول معنی تقدیر اور اوسکی شرح

اول - تقدیر وقضا وقدر - تقدیر اندازہ کرنے کو کہتے ہین - اوسکا وجود بیان ذیل سے صاف روشن ہے -

(۱) جب اللہ تعالیٰ ہر شخص کی عقل اور قوتون کو متفاوت پیدا کرے لازم ہوگا کہ مقدار اور اندازہ کرے کہ فلان شخص فلان مقدار قوت وعقل کا ہوگا - اُسوقت یہ بھی لازم ہوگا کہ اندازہ کرے کہ اوس قوت وعقل سے کتنے ثمرے پیدا ہونگے - مثلاً ایک شخص جو غبی ہے وہ اگر پڑھیگا اور تعلیم پائیگا تو اوسکو ایک مقدار کا علم حاصل ہوگا جو

غنی ہوگا اوسکو دوسری مقدار کا علم حاصل ہوگا اور دونون کے نتایج مختلف ہونگے یہ امر اسقدر ظاہر ہے کہ کوئی اس سے انکار نہین کرسکتا۔ پس ذہین آدمی کے ثمرے اور غبی آدمی کے ثمرون کا اختلاف اور نوعیت اختلاف کے ساتھہ پیدا کرنا تقدیر ہے۔

(۲) جب خداوند عالم سامانِ رزق پیدا کرے بغیر اندازہ کے پیدا کرنا لغو ہوگا۔ وہی تقدیر ہے

(۳) جس مین سامان ترفہ اور ثروت بہی داخل ہین اور وہ بہی تقدیر ہے۔

(۴) امور بالا کے ساتھہ اور امور کو ملائے اور مثال کے لئے تجارت پر خیال فرمائیے ایک اچھی عقل کے آدمی نے تجارت کے لئے مال لندن سے منگایا۔ وہ مال ڈوب گیا۔ ایک کم عقل کے آدمی نے منگایا وہ نہ ڈوبا تو ثروت اور ترفہ کے ذریعے بدل گئے۔ یہ وہی تقدیر ہے جسکے جہلا بہی قائل ہین۔

اتفاقات اتفاق نہین ہوتے تدبیرات قدرت الٰہی ہوتے ہین۔

واضح رہے کہ یہ تقدیر ہے۔ اتفاق نہین ہے۔ اسلئے کہ اگر ان چیزون کو اتفاق مانا جاے تو دنیا مین جسقدر رہو رہا ہے بے قاعدہ ہوجایگا۔ اگر آپ مانتے ہین کہ حق تعالیٰ قادر ہے تو اتفاق کوئی چیز نہین ہوسکتا۔ اتفاقات قدرت ہین بے سوچی ہوئی بات نہین ہین۔ اگر اتفاقات بلاوجہ مانے جائین یہ معنی ہوتے ہین کہ نظم دنیا مین نہین ہے۔ حالانکہ صریحًا موجود ہے مثلًا اگر انتظام نہوتا تو مرد اسقدر پیدا ہوتے کہ اونکو عورتین نہ ملتین۔ اور یا عورتین اسقدر پیدا ہوتین کہ اونکو مرد نہ ملتے۔ رجسٹر فوتی و ولادت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت ہر گانون تک مین برابر کے قریب ہوتی ہے۔ تھوڑی سی کمی

بیشی بچون کی حیات اور ممات کی نظر سے ہے اور اس نظر سے کہ معاملت دوسرے
موضون سے ہوتی ہے - بعض ملکون مین عورتین مردم شماری مین زیادہ نکلتی ہین
وہ اسلئے ہے کہ یا مرد لڑائیون مین مارے گئے یا دوسرے ملکون مین ہین - مثلاً لندن
چونکہ فوج ملکون مین ہے تعداد مردم شماری عورات زیادہ ہے - دلیل یہ ہے کہ کوئی عورت
جن ملکون مین نکاح اور طریقون سے ہوتا ہے بے نکاح کے نہین رہتی - سب کو مرد
ملجاتے ہین - مثلاً غلہ اتنا ہی پیدا ہوتا ہے کہ صرف ہوجاے - اور صدہا اسکی مثالین
ہین - پس تقدیر کا مان لینا ضروری ہے - اور میرے خیال مین سوچنے والا اوس سے
انکار کر ہی نہین سکتا - لیکن اس طریقے پر تقدیر کو مان لینے کے بعد ضرورت تدبیر کی
نہین جاتی - اسلئے کہ ایک چیز خلق ہونا ہے ایک چیز شے عطیہ کو جو ساتھ خلقت
کے ملی ہے کام مین لانا ہے - جو شخص قوی ہو وہ اگر ہاتھ پاؤن نہ ہلاے قوت جاتی
رہے گی اور عطیہ خلقت مفقود ہو کر قوی کمزور ہو جائیگا - کمزور جو ہاتھ پاؤن ہلاے وہ
اوس قوی سے زور آور ہو جائیگا - پس بعد تقدیر وہانتک پہونچنا جہانتک پہونچنا باعتبار
ہر واحد کی خلقت کے ہوسکتا ہے اپنے اختیار مین ہے - واقع مین جیسا مشیت
مین اختیار داخل ہونے کا بیان مینے جواب سوال دوم مین کیا ہے تقدیر مین بھی اختیار
داخل ہے - اور جیسے ہر چیز کا علم اللہ تعالی کو ہے یہان بھی اوسی پر خیال فرمائیے -
اسباب کا بھی علم ہے کہ آپ اختیار کہانتک کام مین لائین گے - جیسا وہ مسلب
اختیار نہین ہے تقدیر مانع تدبیر نہین ہے - چونکہ یہ نازک بات ہے اسلئے ہر فہم کا

آدمی اسے نہین سمجھتا۔ غلطیان کرتا ہے اور کاہلی اوسکی مددگار ہوتی ہے۔ چنانچہ غلطی یہ ہوتی ہے کہ تدبیر حد تدبیر تک درستی اسباب مین جسکا عمل مین لانا ضرور ہے عمل مین نہین لائی جاتی۔ جب اسباب پیدا کرنے مین کاہلی ہو یا یہ مانا جاے کہ بلا اسباب سب کچھہ ہوتا ہے وہ تقدیر پر عمل مانا جاتا ہی جو غلط ہی۔ اسلئے کہ آپ بلا اسباب کچھہ نہین کرسکتے جو بلا اسباب ظاہر کچھہ کرتا ہے اور دوسرے اسباب پیدا کرتا ہے وہی تو خدا ہے۔ آپ مسلمانون کو اصل حقیقت سے خبر دیجیے اونکو بیدار فرمائے۔ جب وہ اصل شے کا اعتقاد کرین غلطی نکرینگے۔ اصل تقدیر سے انکار کو ذریعہ اونکے بیدار کرنے کا نہ گردانئے۔

دوسری علم الٰہی اور اوسکی شرح

دوسرے علم الٰہی ۔ ذکر اسکا بار بار ہو چکا ہے لیکن یہان پہر اوسکا ذکر مناسب ہے۔ واضح ہو کہ وجہ شبہ کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ خالق مخلوق و قوت مخلوق ہے پس اوسنے خلق اسطرح فرمایا ہے کہ اوسنے وہی افعال صادر ہون جو ہو رہے ہین اور جان بوجھہ کر بنایا ہے کہ وہی افعال صادر کرین۔ یہ شبہ غلط ہے اور تمام کتاب مین بذریعہ بیان اختیار اسکا جواب دیا گیا ہے خصوصاً بحث مشیت مین۔ ضرورت اعادہ نہین۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت علم آثار و نتائج کا پہلے سے ہونا بہ ظاہر علت اور سبب آثار کا معلوم ہوتا ہے۔ غلطی اوسکی یہ ہے کہ افعال خلایق بذریعہ اس علم کے پیدا نہین ہوئے خود مخلوق خالق اپنے اپنے افعال کی ہے اور نتائج آثار کا علم بطور علم خواص اشیاء کے مگر اوس سے زیادہ ہے۔ یعنی وسعت علم الٰہی سے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو گیا ہے کہ اختیار دینے سے یہ آثار و نتائج

پیدا ہونگے - پس خلق ہونا افعال کا مخلوق مین بسبب علم کے نہین ہے - بسبب اختیار کے ہے - اور علم و تقدیر الگ چیزین ہین اور اختیار الگ چیز ہے - یعنی یہ ہین کہ اختیار دیا جاتا ہے مگر ہمکو معلوم ہے کہ تم ایسی ہوشیاری یا حماقت کروگے کہ بطور مناسب اختیار کام مین لاؤگے یا نہ لاؤگے اور اسلئے یہ نتیجے پیدا ہونگے - اگر یہ علم نہوتا آخر کو بعد اختیار دینے کے عالم اللہ تعالی کے بس مین نرہتا - پس یہ دو چیزین ہین ایک تدبیر الٰہی - دوسرے افعال مخلوق - دونون کو الگ سمجھنا چاہیے ملانا نہین چاہیے ہمارا کام یہ ہے کہ جسقدر ہمکو اختیار ہے اوسکے مطابق کام کرین اللہ کا کام یہ ہے کہ بعد دینے اختیار کے اپنی تدبیرین فرمائے - ہمارا کام عمل ہے اوسکا کام علم بھی ہے - اور وہ علم سبب مجبوری کا نہین ہے - پس دیکھیے کہ خیال علم و تقدیر کی غلطی کے ذریعے سے جو آپ ہدایت مسلمانونکو کرتے ہین یہ بھی غلط ہے - اور کسقدر غلط ہے -

آجکل کے اہل دنیا سے تقدیر کے اور علم کے مسئلہ سے اعراض اور اوسپر اعتراض سخت تعجب مین ڈالنے والی چیزین ہین - اسلئے کہ سلطنت ہر چیز کا بجٹ بناتی ہے یعنی اندازہ کرتی ہے - ہر صیغہ کا بجٹ علیحدہ بنتا ہے - علی گڈھ کالج مین بھی بنتا ہے - پس کیا جناب باریتعالی جو حکیم علیم ہے بجٹ بنانے سے غافل ہے - لاحول ولا قوۃ - جیسے بجٹ بنا دینا مجبوری نہین آپ سمجھ لیجیے کہ تقدیر و علم بھی ذریعہ مجبوری نہین ہے - بجٹ اور تقدیر ایک چیز ہین - چنانچہ جناب امام زین العابدین

دعا را داے دین مین ارشاد فرماتے ہین وعلّمنے حسن التقدیر جسکا ترجمہ یہ ہے کہ و
بیاموزان مرانیکی اندازۂ خرچ - انسان جب مخلوق الہی ہو اور اوسکو دینا مقصود ہو تو نیکی
اندازۂ خرچ لازم ہوئی اور جب تک ہر مخلوق کا خرچ مقدر نہ کر لیا جاے مجموعۂ خرچ مقدر
نہین ہو سکتا - ارشاد امام صاف دلیل اسبات کی ہے کہ اللہ تعالی ایسا صحیح تقدیر خرچ
کرنے والا ہے یعنی سجبٹ بنانے والا کہ اوس سے سیکھنے کی خواہش ہے -

تیسرے توکل اور اوسکی شرح

تیسرا توکل توکل کے معنی ہین اپنی عاجزی کا اقرار کرکے
دوسرے پر اعتماد کرنا - پس یہ عین ایمان ہے کہ ہم خدا کو خدا جانتے ہین - اپنے آپ کو
بندہ جانتے ہین - چونکہ اوسنے ہمکو پیدا کیا ہے اور وہ قادر مطلق ہے ہم اوسکے
مقابلہ مین عاجز ہین - اسلئے اوسپر اعتماد کرتے ہین کہ جسنے ہمکو پیدا کیا وہ ضرور ہم پر
مہربان ہے - سواے سزا دینے کے جو ہماری برائی روکنے کے لئے ہو وہ ہمارے
ساتھ برائی نہین کر سکتا - پس جو ایماندار ہے وہ ضرور اللہ کی مہربانی پر بھروسہ کریگا - اگر
نہ کرے اوسنے اللہ کو نہین پہچانا - پس توکل کمال ایمان کے بعد پیدا ہو سکتا ہے -
توکل کی بابت جو غلطی ہے وہ یہ ہے کہ توکل مین ہماری مثال اچھے نوکر کی ہونی
چاہیے یعنی کام اچھا کرین - محنت سے روٹی پیدا کرین عبادت کرین - بھیک نہ مانگین
ہاتھ پاؤن جو اختیار کا ذریعہ ہین اونکو بیکار نہ کردین - اوسکے بعد بھروسہ اللہ پر کرین کہ وہ
محنت کا پھل بقدر ہماری وسعت اور اپنی مرضی کے جسکو وہ ہمکو لایق سمجھتا ہے دیگا -
چنانچہ اب بھی جو نوکر ایسے ہوتے ہین کہ آقا پر بھروسہ کرتے ہین اون نوکرون سے

جو بھروسہ نہین کرتے کہین اچھے رہتے ہین - ہم بجاے اچھے نوکر ہونے کے
بُرے نوکر بن جاتے ہین - بلکہ یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ معاذ اللہ اللہ ہمارا نوکر
ہے وہ اپنے ہاتھ سے مُنہ مین روٹی بدون ہاتھ ہلائے ہوئے ڈالدیگا - اور ہاتھ
کی قوت کو بیکار کردیگا - ایسا نہین ہوسکتا - جو ایسا کریگا اوسکو سستی کی سزا ہوگی
وہ توکل نہین ہے اصل مین پاجی پن ہے - الغرض توکل منافی تدبیر نہین ہے
جسکے لئے آپ کوشش فرما رہے ہین کہ مسلمان کوشش سیکھین اور ترقی کی
تدبیر کرین - آپ ارشادات نبوی کو دیکھئے چنانچہ منقول ہے کہ جب آیات توکل نازل
ہوئین جیسے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○
(یعنی چونکہ وہ) مشرق اور مغرب (یعنی تمام جہان) کا مالک ہے اور اوسکے سواے کوئی
معبود نہین تو اوسی کو اپنا کارساز سمجھو اور وکیل بناؤ - وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ
(یعنی اللہ پر توکل والون کو توکل کرنا چاہیے) لوگون نے اپنے گدھے وغیرہ نہ
باندھے - وہ رات کو آپسمین لڑنے لگے اوسوقت جناب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے ارشاد صادر ہوا کہ پہلے گدھے باندھ لیجئے تب توکل فرمائیے - اوسکے معنی
یہی ہین کہ اختیار کو ضایع نہین کیا جاتا - اور اللہ مسبب الاسباب ہے وہ اسباب کو
بلا ضرورت کے نہین توڑتا - لیکن اسباب دوسرے نتیجون کے پیدا کرتا ہے پس
توکل لازم ہے - مثلاً پانی برسنا اور زمین نرم ہوکر گدھے کھل جانا وقس علی ہذا بہت سے
اسباب جو قوت بشری سے خارج ہین - الغرض کافی ہے کہ مسلمانون کو اصل

معنی توکل کے بتلائے جو جناب رسول خدا صلعم نے فرمائے ہین توکل کو برا نہ کہیے اور اسلئے ایسی چیز کو اسلام سے مفقود نہ فرمائے جو عین اسلام ہے شیخ سعدی رح نے اسباب مین جو ایک قطعہ کہا ہے کسقدر صحیح بیان ایسے امور کا ہے۔ ؎

رزق ہر چند و بیگمان برسد	شرط عقل است جستن از درہا
گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد	تو مرو در دہان اژدرہا

چوتھی دعا اور اوسکی شرح — چوتھی دعا۔ اب دعا کے مسئلہ پر غور فرمائے۔ اول دیکھیے کہ دعا کیا چیز ہے۔ اور پھر دیکھیے کہ اوسکا حکم کسنے دیا۔ پھر دیکھیے کہ وہ غلط کیون مانی جاتی ہے۔ اور غلط ماننا اوسکا صحیح ہے یا نہین۔

معنی دعا — دعا اور ندا کے لغت مین ایک معنی ہین۔ یعنی پکارنا۔ لیکن اصطلاح و عرف مین دعا کے معنی رغبت کرنا اللہ تعالی کی طرف اور اوسی سے طلب رحمت کرنا بطریق فروتنی اور حاجت مانگنا ہے۔ اور کبھی کبھی دعا کے معنی تحمید اور تقدیس کے بھی ہوتے ہین۔ یعنی اللہ کی تعریف کرنا اور کہنا کہ وہ پاک ہے۔ تعریف کرنا بھی ایک قسم کی طلب ہے۔

حکم دعا — اب یہ دیکھنا چاہیے کہ دعا کا حکم کسنے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے خود دیا ہے اور دعا کرنے کو بصیغہ امر ارشاد فرمایا ہے اور قصے بھی بیان کئے ہین کہ اللہ تعالی نے دعائین حاجتون مخلوق کی قبول فرمائی ہین۔ بعض آیات جنمین حکم دعا ہے نقل کرتا ہون۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ دعا کرو مجھسے

استجابت کرونگا تمہارے لیئے۔ اُدْعُوا رَبَّكُمْ دعا کرو اللہ سے۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○

ترجمہ اے پیغمبر جب ہمارے بندے تمسے ہمارے بارہ مین دریافت کرین تو (اونکو سمجھا دو کہ) ہم اونکے پاس ہین۔ جب کوئی ہمسے دعا کرے تو ہم ہر ایک دعا کرنے والے کی دعا کو سنتے ہین تو اونکو چاہیئے کہ ہمارے حکم (بھی) مانین اور ہمپر ایمان لائین تاکہ وہ سیدھے رستے لگین۔ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ۔

یعنی اللہ سے اوسکا فضل مانگتے رہو۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم دعا سے ہے۔ یہ تاویل کرنا کہ معنی اسکے محض اللہ کو پکارنے کا حکم ہے جسکو اللہ سن لے گا اسلیئے غلط ہے کہ اس چلانے سے اگر فائدہ نہین ہے تو حکم کیون ہے۔ اور اگر فائدہ ہے تو یہی ہے کہ جب کسیکو دنیا مین بلانے سے مدد ملتی ہے اللہ کے یہانسے بھی ملے گی۔ اللہ جسکی سن لے اوسے سب کچھ ملگیا۔ علاوہ بران دعا کے معنی حاجت مانگنا وہ معنی ہین کہ انبیاءؑ اور اوصیاءؑ اور تمام مسلمانون نے باستثنائے بعض متکلمین اور فلسفین کے سمجھے ہین۔ ان معنون کی تائید خود خداوند عالم نے قصص ذیل بیان کرکے فرمائی ہے۔

قصہ قبول دعا حضرت زکریاؑ

چنانچہ سورہ مریم مین ارشاد ہوا۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِیَّا ○ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا ○ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ

مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا ○ وَاِنِّیْ
خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ
لَّدُنْكَ وَلِیًّا ○ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ
رَضِیًّا ○ یٰزَكَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ
لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ○ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِیْ
عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا ○ قَالَ كَذٰلِكَ ج قَالَ رَبُّكَ
هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَیْئًا ○ قَالَ رَبِّ
اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً ط قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ
سَوِیًّا ○ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ
سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ○

ترجمہ (اے پیغمبر اوس) مہربانی کا مذکور ہے جو تمہارے پروردگار نے اپنے بندہ زکریاؑ پر کی تھی۔ کہ جب اونہون نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا (اور دعا کی) کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیان کمزور ہوگئی ہین اور سر سفیدی سے (آگ کی طرح) چمک رہا ہے اور اے میرے پروردگار تیری جناب مین دعا کرکے مین (کبھی) محروم نہین رہا اور مرے پیچھے مجھکو اپنے چچازاد بھائیون سے خوف ہے۔ اور میری بی بی بانجھ ہے۔ پس اپنی طرف سے مجھکو ایک جانشین (یعنی فرزند) عطا فرما جو میرا (بھی) وارث ہو اور نسل یعقوبؑ کا (بھی) وارث ہو۔ اور اے پروردگار اوسکو

پسندیدہ کر (خدا نے فرمایا) اے زکریا ہم تمکو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہین جسکا نام یحیٰی ہوگا اور (اس سے) پہلے اس نام کا (کوئی آدمی) پیدا نہین کیا۔ (زکریا نے (بتقاضاے بشریت) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے یہان لڑکا کیسے ہوسکتا ہے اور حال یہ ہے کہ میری بی بی تو بانجھ ہے اور ضرور پہونچ گیا ہون مین حد سے زیادہ بڑہاپے کو فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تمکو اس عمر مین بیٹا دینا ہمارے لیے آسان ہے (اس سے) پہلے تمہین ہمنے پیدا کیا حالانکہ تم کچھہ بھی نہ تھے۔ (زکریا نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار (اسبات کی کہ میرے بیٹا ہوگا۔) مجھے کوئی نشانی بتا۔ فرمایا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم برابر تین رات (دن) لوگون سے بات نہین کروگے پھر زکریا محراب سے نکلکر اپنے لوگون کے پاس آئے تو اشارہ سے اونکو سمجھا دیا کہ صبح و شام خدا کی تسبیح مین مصروف رہو (غرضی یحیٰی پیدا ہوئے۔)

تنبیہ۔ یہ مقام ظاہر کرتا ہے کہ دعا جب ایسے نیک کام کے لئے ہو معجزہ کے طور پر بظاہر بلا اسباب قبول ہوتی ہے کیونکہ بڑہاپا اور عقر و بانجھ ہونا طبعاً مانع ولادت ہین۔

قصہ قبول دعا حضرت نوحؑ پھر سورہ نوح مین ارشاد ہوا ہے۔ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ترجمہ اور نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار ان کافرون مین سے کوئی رہنے والا زمین پر نہ چھوڑ۔ اور سورۂ مومنون مین ارشاد ہوا ہے۔

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا

وَفَارَ التَّنُّوْرُ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ○ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

ترجمہ اسپر ہمنے نوح کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے اور ہماری وحی سے ایک کشتی بناو پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور اوبلنے لگے تو ناو مین ہر قسم کے جوڑے سے دو دو بٹھا لو اور اونکے ساتھ اپنے لوگون کو بھی۔ مگر اونمین سے جنکی نسبت پہلے سے غرق ہونیکا حکم ہو چکا ہے اونکو نہین۔ اور جن لوگون نے نافرمانیان کی ہین اونکے بارہ مین ہمسے کچھہ گفتگو نہ کرنا کیونکہ وہ بہرحال ڈبو دیے جائینگے۔ پھر جب تم اور تمہارے ہمراہی سب اطمینان سے کشتی مین بیٹھہ لو تو کہو کہ خدا کا شکر ہے جسنے ہمکو ان ظالمون سے نجات دی۔ پھر سورہ انبیا مین فرماتا ہے۔ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○

خلاصہ ترجمہ۔ جب نوح نے ہمکو پکارا تو ہمنے اونکو اور اونکے اہل کو بڑے کرب سے نجات دی۔

تنبیہ۔ اس سے اثر دعا یہانتک معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ کو منع کیا گیا کہ تم اب کسی کے بچانے کی دعا نہ کرنا۔ اور دعا سے بڑی سختی سے نجات ہوئی۔

تفسیر قرآن حکیم | پھر سورہ طٰہٰ مین ارشاد ہوا ہے اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ
طَغٰى ۝ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝
يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝
وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝
اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ
يٰمُوْسٰى ۝

ترجمہ (اب) تم فرعون کے پاس جاؤ اوسنے بہت سر اوٹھا رکھا ہے
(موسیٰ نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرا سینہ کھولدے۔ اور میرے
کام کو میرے لئے آسان کر۔ اور میری زبان مین جو لکنت ہے اوسکو بھی کھولدے
تاکہ لوگ میری بات سمجھین۔ اور میرے کنبہ والون مین سے میرے بھائی ہارون
کو میرا وزیر کردے۔ اور میرے کام مین اونکو شریک کر تاکہ ہم کثرت سے تیری
تسبیح کرین۔ تیری یاد بہت کرین۔ تو ہی ہماری دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ فرمایا
اے موسیٰ تمہارا سوال تمہین دیا گیا۔

تنبیہ۔ یہان خاص لفظ سوال استعمال فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ مقام بظاہر دعا
نہین معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین حاجت مانگنا ہے کیونکہ وجہ اوسکی یہ بھی
فرمائی ہے کہ ہم کثرت سے تیری یاد کرینگے۔ صرف وقت کا فرق ہے۔ یعنی جب
حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ایک کام پر بھیجنا چاہا اونھون نے اپنی اور حاجتین

موقع پاکر مانگ لین۔

قصہ قبول دعا حضرت ایوب

پھر سورۂ انبیا مین ارشاد ہوا ہے۔ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝

ترجمہ

اور ایوبؑ کی وہ حالت یاد کرو) جب اونہون نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھکو بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والون سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہمنے اونکی (فریاد) سُنلی اور جو دکھ اونکو تھا اوسکو دور کر دیا۔ اور اونکو اونکے اہل (وعیال) عطا فرمائے۔ بلکہ اونکے ساتھ اُوتنے ہی اور یہ محض ہماری مہربانی تھی اور اس لئے کہ عبادت کرنے والون کے لئے یہ یادگار رہو۔

قصہ قبول دعا حضرت یونس

پھر سورۂ انبیا مین ارشاد فرماتا ہے۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

ترجمہ اور ذوالنون (یعنی یونسؑ) کو یاد کرو) جب خفا ہو کر (اپنی قوم سے) چلدئے اور گمان یہ ہوا کہ ہم تنگی نہ کرینگے اون پر پس پکارے وہ تاریکیون

مین تیرے سوا کوئی معبود نہین تو پاک ذات ہے ضرور مین ظالمون سے تھا تو ہمنے اوسکی فریاد سن لی اور اوسکو غم سے نجات دی اور ہم ایمان والون کو اسی طرح نجات دیتے ہین۔

تنبیہ۔ یہ ترغیب ہی دعا کے لئے ہے حضرت یونس نے مچھلی سے نجات پائی تھی۔

پھر ارشاد ہوا ہے۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ

ترجمہ آیا کون ہے کہ جو سنتا ہے گھبرائے ہوئے بے بس کی جبکہ وہ پکارتا ہے اوسے اور کھول دیتا ہے اوس سے اور دور کرتا ہے مصیبت کو۔

افسوس ہے کہ منکرین دعا اتنی موٹی بات نہین سمجھتے کہ دعا سے بیٹا ملا۔ اور کسکو بانجھ اور بوڑھے کو۔ دعا سے رتبہ ملا کر بھائی نبی اور وزیر ہوگیا۔ دریا شق ہوگئی۔ بیماریان اچھی ہوگئین مچھلی سے زندہ درگور کو نجات ملگئی۔ پس دیکھئے دعا فرض ہے یا نہین اور اوسمین اثر ہے یا نہین۔ ان مثالون پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعاؤن مین دو طرح کے اثر ہین ایک الفاظ مین۔ ایک بلا خیال الفاظ محض طلب دعا مین۔

ثبوت الفاظ کے اثر کا۔ الفاظ کے اثر کا ثبوت۔ خود خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔

ترجمہ (اے پیغمبر) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اوتارتے تو تم اوسکو

دیکھہ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا ہوتا اور پھٹ پڑا ہوتا - تاثیر اس ارشاد سے اسلئے ثابت ہے کہ اگر پہاڑ فہم مین مثل آدمی کے ہوتا تو ضرورت اس بیان کی نہوتی - بلکہ یہ معنی ہین کہ ایسی تاثیر پیدا ہوتی اور الفاظ قرآنی سے کہ انسان بوجہ اختیار ایسا ہے کہ اوسکا یہ حال نہین ہوتا اوسمین ڈر کا مادہ پیدا ہوکر وہ مادہ اوسے پھاڑ دیتا - علاوہ اسکے اثر الفاظ کا ثبوت یہ ہے کہ ہر مطلب کے لئے علیحدہ الفاظ کی دعا منقول ہے چنانچہ کتابین اسکے لئے تدوین ہوچکی ہین - صحیفہ علویہ و صحیفہ کاملہ منہج الدعوات و حصن حصین و سفینۃ النجاۃ اور بہت سی کتابون کو دیکھئے - اگر ایسا نہوتا یہ نوبت نہ آتی - خاص سورہ ہے قرآنی جو تفاسیر مین منقول ہین وہ بھی ثبوت اثر کا ہین - اس سے بھی قطع نظر کلام مین تاثیر کی نسبت ہر شخص کچھہ نہ کچھہ قائل ہے - ایک بیان کو بری طرح سے کیجئے اوسکو اچھی طرح سے کیجئے اثر دوسرا ہوگا بعض آثار جو بیان مین مثالون کے لکھے گئے ہین اونسے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض کلام لغو مین تاثیر خاص ہے اور سحر اوسی سے نکلا ہے جب ایسے کلامون مین تاثیر ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالی کے کلام مین ہماری فائدون کے لئے تاثیر نہو -

محض طلب کا اثر ارشاد مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جب مضطر ہوکر دعا کرتے ہو تو کون برائی دور کرتا ہے - یہ علی العموم عنایت اور کمال شفقت ہے اور یہ صرف مانگنے سے ملجاتا ہے -

خدشات متعلق دعا

اب دیکھئے کہ دعا غلط کیون مانی جاتی ہے - اوسمین دو طرح

کے خدشات پیدا ہوتے ہین - اول دین کے مذاق پر - دوسرے اہل دنیا کے مذاق پر -

جواب مذاق دین پر - اہل دین کے مذاق پر اعتراض اور جواب مناسب ہوگا کہ کلام علمار دین سے نقل کیا جائے - سر سید علی خانصاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے - بعض متکلمین جو محض ظاہر پر عمل کرتے ہین اونکو یہ وہم باطل پیدا ہوتا ہے کہ دعا مین کچھ فائدہ نہین - اسلئے کہ اگر مطلوب ایسا ہے کہ ضرور ہوگا اور اللہ تعالے کے علم مین اوسکا ہونا گذر چکا ہے اور حکم قضا و قدر جاری ہو کر قلم نے لکھ دیا ہے جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ تو ضرور ہوگا - اگر ایسا نہین ہے نہین ہوگا - پس دعا سے اوسمین کمی اور بیشی نہین ہو سکتی - علاوہ اسکے اگر دعا نیک کام کے واسطے ہے جس مین بندون کی مصلحت اور بہتری ہے تو اللہ جوّاد ہے یعنی سخی وہ بخل نہین کر سکتا اس سے بھی قطع نظر عمدہ بندون کے لئے ایک مقام مقام رضا ہے - یعنی اللہ تعالے کے احکام پر راضی رہنا - اور نفس کشی کرنا جسمین لذتونکا کم کرنا چاہیئے دعا مین مصروف ہونا اسکے خلاف ہے - یہ گمان نہایت فاسد اور نہایت سخیف ہے اوسکو وہی شخص کریگا جو اصول حقایق سے بے خبر ہے - نظر اوسکی صحیح نہین - اسلئے کہ دعا وہ چیز ہے جو قضا کا مقابلہ کرتی ہے (یعنی حکم الٰہی کا) یہ مقابلہ اس حیثیت سے کہ وہ فعل بندہ کا ہے نہین ہے - اس حیثیت سے تو قضا حاکم ہے - اگر حکم نہوتا دعا نہوتی پس وہ مقابلہ حیثیت فعل الٰہی سے ہے - یعنی اللہ نے حکم دیا ہے کہ دعا کرو مین قبول

کرونگا - اور اپنے پروردگار سے مانگو - پس اس حیثیت سے دعا جسطرح پیدا ہوتی ہے قضا اور حکم اوسیطرح پیدا ہوتا ہے - اور اسلئے قضا کو غلبہ دعا پر نہین ہے کیا معنی کہ دونون اللہ کیجانب سے ہین اور دعا اور وہ حالت جو وقت دعا پیدا ہوتی ہے بطور ترجمان کے ہوتی ہے - کیونکہ دعا خود تو انسان نے کی ہی نہین - اللہ کے حکم سے کی ہے - جو شخص کسیکے حکم سے کوئی کام کرے اوسکا کرنا خود حاکم کا کرنا ہوتا ہے مثال اوسکی یہ ہے کہ بادشاہ کسی نوکر کو حکم دے کہ اوسکے بیٹون مین سے کسی ایک کو مارو - پس یہ ہاتھ نوکر کا اوسوقت بادشاہ کا ہاتھ سمجھا جائیگا - اگر وہ ہاتھ اوسوقت بھی نوکر کا ہاتھ سمجھا جاے تو بھلا خادم اور نوکر کی مجال ہوسکتی ہے کہ بادشاہ کے بیٹے پر دست درازی کرے - بلکہ ہاتھ جہان ہے وہین رہ جائیگا - آپ جانتے ہین کہ دعا ہمارے اوپر حکم ہے اللہ پر نہین ہے اللہ کا حکم سب پر غالب ہے پس جب دعا کو اس حیثیت سے دیکھیگا اور وہ قضا کی برابر ہوگی تو قضا اور دعا دونون ایک دوسرے کا علاج ہونگی اور حکم الٰہی جنکی مدد کریگا وہی غالب ہوجائیگی - یہ بیان بعض اہل تحقیق کا ہے - نظام نیشاپوری نے تفسیر آیہ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ مین ارشاد فرمایا ہے کہ تمام عقلا کے نزدیک دعا اعظم مقامات عبودیت مین سے ہے اور قرآن اوسپر ناطق ہے کہ دعا صحیح چیز ہے اور صدیقین کی ہمیشہ قبول ہوتی ہے اور احادیث وادعیہ ماثورہ اس سے بھری پڑی ہوئی ہین - اسقدر کثرت ہے کہ انکار اور تاویل نہین ہوسکتی - سبب عقلی اوسمین اور کیفیت دعا مین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم مین

جو کچھ گذرا ہے اور جو اوسنے حکم دیا ہے بشر کو معلوم نہین عقل سے پوشیدہ
ہے حکمت الٰہی اسکے مقتضی ہوئی ہے کہ بندہ خوف اور رجا یعنی امید و بیم مین معلق رہے
ایک طرف نہ ہو جاے۔ کیونکہ بندہ ہونا اسی طرح ہو سکتا ہے اور تکمیل بندہ ہونے کی
یہی ہے اسی طریقے سے مسئلہ تکلیف صحیح ہوتا ہے یعنی اوسپر سے اعتراض اوٹھ جاتا
ہے کیونکہ وہان یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب کچھ ہوتا ہے اور اوسکے
قضا و قدر جاری ہین باوجود اسکے تکلیف دی گئی ہے یعنی بندہ کو مکلف بنایا ہے
کہ وہ کام کرے بدلا پاوے۔ چنانچہ اسکی تائید اوس روایت سے ہوتی ہے جو
حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ سراقہ ابن مالک حضور اقدس جناب رسالت مین
حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے دین کی توضیح فرمائیے۔ گویا ہم آج پیدا ہوئے
ہین پس کس چیز مین عمل کرینگے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور پہلے سے
مقدر کر دیا ہے۔ ؟ یا وہ کرینگے جو آیندہ ہوگا ؟ جواب مین ارشاد ہوا کہ وہی جو اللہ
نے پہلے سے مقدر کر دیا اور لکھ دیا ہے۔ سراقہ نے عرض کیا کہ پس عمل کیون
کرین۔ جواب مین ارشاد ہوا کہ عمل ضرور ہے کیونکہ ہر شخص کے لئے۔ وہ چیز کہ جسکے
لئے وہ خلق ہوا ہے آسان کر دی گئی ہے اور جو عامل ہوگا وہ مطابق علم الٰہی کے
عمل کریگا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت نے دونون امر مین بندہ کو
معلق ظاہر فرمایا ہے پہلے ڈرایا ہے کہ خدا نے پہلے سے مقدر کر دیا ہے۔ پھر
رغبت دلائی ہے کہ عمل کرو۔ اور دونون باتون مین سے ایک کو بھی ترک نہین

فرمایا - اسی سبب سے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزین دنیا مین انسان کو میسر آتی
ہین وہ بحالت زندگی بسبب عمل کے میسر ہوتی ہین اور اسلئے میسر آتی ہین کہ اللہ تعالے
نے قبل خلق انسان اونکو مقدر کردیا ہے اور وہ میسر آنا بسبب عمل کے ہوتا ہے -
لیکن ضرور ہے کہ میسر اور مسخر مین فرق کیا جاے تاکہ آدمی گرداب قضاء قدر مین
ہلاک نہو جاے پھر نظام کہتے ہین کہ اسیطرح رزق اور کسب یعنی کمانے مین
بحث ہوسکتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ اسباب اور ذریعے اور طریقے ہر امر
مین لازمی چیز ہین اس عالم مین بغیر اسباب کے کچھ نہین ہوسکتا - لیکن جہان بہت
سے اسباب ہین جنکے سبب سے حاجتین پوری ہوتی ہین ایک سبب دعا مانگنا اور
اللہ سے التماس کرنا ہے - جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے بندہ کی دعا کو
سبب بعض حاجتون کے برآنے کا گردانا ہے - اور جب یہ ہو ضرور ہے کہ
انسان دعا کرے - اور اوسکے ذریعہ سے مطلوب تک پہونچے اور یہ امر قانون
قضا و قدر کے خلاف نہین ہے - نہ اوس سے لازم آتا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے
بدلا گیا ہے جناب ابوالقاسم نیشاپوری نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر دعا غیر معقول ہے
تو عبادت بھی غیر معقول ہوگی - بلکہ طاعت اور عبادت کی بعض
صورتون مین مسئلت اور مانگنا شامل نہین ہوتے - لیکن دعا اور مسئلت مین ہمیشہ طاعت
اور عبادت موجود ہوتی ہین - کیونکہ دعا کے ساتھ لازم ہے کہ آدمی اقرار اپنی ذلت
اور نقص اور اضطرار اور بیچارگی کا ہر طرح یعنی عقل سے - زبان سے - صورت سے

کرے - اگر ایسا نکریگا تو معنی یہ ہین کہ وہ دعا نہین کرتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ حاجت سوائے اپنے آقا کے اور کوئی نہین دیسکتا - بہتری اور کسی جگہ سے نہوگی - کیونکہ جب انسان قول سے اور دل سے ایسا کرتا ہے تب اوسکی زبان مین طرح طرح کی گڑگڑاہٹ پیدا ہوتی ہے - اعضا مین مختلف حرکات پیدا ہوتے ہین - آسمان کی طرف ہاتھ اوٹھ جاتے ہین - چنانچہ حضرت امام جعفر صادق صلوٰۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو رغبت اللہ کی طرف اسکو کہتے ہین - اور حضرت نے ہاتھ بڑہائے اور ہتھیلیون کی طرف سے آسمان کی جانب بلند کئے - پھر فرمایا کہ رہبت یعنی ڈرنا اللہ سے یون ہوتا ہے - اور دونون ہاتھ پشت دست کی طرف سے آسمان کی طرف بلند کئے - پھر فرمایا کہ تضرع اسے کہتے ہین اونگلیون کو داہنے بائین جانب حرکت دی - پھر فرمایا کہ تبتل یعنی خدا کی طرف منقطع رہنا یون ہوتا ہے اور انگلیان کبھی اونچی کین کبھی نیچی کین - پھر فرمایا کہ ابتہال اسے کہتے ہین یعنی زاری کرنا - منہ کے سامنے دونون ہاتھ قبلہ کی طرف بلند فرمائے آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور آنکھین کبھی کھولین کبھی بند کین - غور فرمائے کہ اخلاص عبادت کیا ان صورتون سے زیادہ اور کسی صورت مین ہوسکتا ہے پس دعا اشرف عبادت ہوئی - کیونکہ عبادت سے شرف انسانی تمام ہوتا ہے اور جو خالص غرض اللہ کی انسان کے پیدا کرنے سے ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے جن وانس کو عبادت کے لئے خلق فرمایا ہے حاصل ہوتی ہے - ہر چند

کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور اور اجرا سوال اور مانگنے ہی سے نہین ہوتا لیکن باوجودیکہ
اللہ تعالیٰ جواد ہے اور رحمت اوسکی ہمیشہ نازل ہوتی ہے تاہم دعا قبول کرنے مین
جو مہربانی ہے جس سے اطمینان ہوتا ہے کہ اللہ فضل کرنے والا ہے اور بھروسہ
ہوتا ہے کہ وہ قبول کریگا اور اسلئے بندہ جانتا ہے کہ مینے جب اللہ سے دعا کی اوسنے
قبول کی وہ دوسری چیز ہے یعنی دعا زیادہ اسباب نزول رحمت کا جمع کرنا ہوتا ہے
یہ مرتبہ طاعت اور عبادت سے بھی بلند ہے یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم
نے دعا کی اپنے مصاحبین کو تاکید فرمائی - بلکہ خود اپنے حق مین دعا کرنے کو فرمایا
باقی رہا یہ امر کہ اشتغال دعا مین یعنی مصروف دعا رہنا رضا کے رتبہ کے خلاف و منافی
ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ منافات اوسوقت لازم آتی ہے جب دعا خواہش
نفسانی کے لئے ہو - اگر دعا مانگنے والا یہ بات جانتا ہو کہ اللہ کچھ نہین کرتا بجز اسکے
کہ اوسکو مناسب معلوم ہو اور اوسکی تعمیل حکم مین دعا کرے اور وہ دعا حظ نفس کی
نہو تو دعا و رضا مین کچھ منافات نہ ہوگی -

رابع اس سب تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اوسنے حکم دعا
دیا ہے اور اوسکو سبب برآنے حاجات کا مقرر کیا ہے جیسے دنیا مین اور اسباب
ہین یہ بھی سبب ہے اور چونکہ یہ اللہ سے مانگنا ہے اور اُس سے مانگنا بغیر
اوسکی شناخت کامل کے نہین ہوسکتا عین ایمان ہے اور چونکہ تعمیل حکم ہے
اوسمین ثواب ہے - تقدیر کے مخالف اسلئے نہین کہ جب اسباب داخل تقدیر

ہین یہ بھی سمجھ لیجئے اور داخل تقدیر ہے۔ قضا اور دعا مین بیر اور مناقات نہین
اسلئے کہ دونون احکام الٰہی ہین۔

جواب مذاق اہل دنیا پر

اہل دنیا کے مذاق پر جو اعتراضات ہین وہ زیادہ تر عدم
اجابت دعا کے متعلق ہین بعض کہتے ہین کہ بلا دعا کیجئے کہ پیر ناغہ آتا ہو پانی نہین گرے
دیکھین دعا کرکے کیسے بچ جاتے ہین۔ آگ مین کود پڑئے دیکھین دعا کیسے
بچاتی ہے۔ دعا کیجئے کہ آپکو بادشاہت مل جاے دیکھین کیسے ملجاتی ہے۔
ایسے ہی بعضون نے اچھی باتون کے لئے دعا کی۔ قبول نہین ہوئی اگر دعا مین
ایسا اثر ہوتا جیسا وہ مین ہے ضرور قبول ہوتی۔ توضیح اسکی یہ ہے کہ آیات قرآنی
مذکورہ صدر سے اور نیز احادیث مرویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے لئے شرائط
ہین وہ شرائط تقدیر اور توکل اور خدا کی قدرت کے سب سے مافوق ہونے کو اور مشیت
کے اجرا کو ملا کر دیکھنے سے سمجھ مین آتے ہین۔

پہلی شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا کرنے والے مین قابلیت ہو۔ چنانچہ ایسی دعائین
جو مثل معجزات قبول ہوئی ہین اونہین لوگون کی تھین جو بڑے برگزیدہ تھے حضرت
خلیل اللہ علیہ السلام آگ مین ڈال دیئے گئے۔ آگ نے اونکو نہ جلایا۔ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو پانی نے نہ غرق کیا۔ پس یہ تاثیر آب و آتش کا توڑنا معجزہ تھا
ایسی قابلیت ہم لوگون کے لئے نہین ہوسکتی مثال اوسکی یہ ہے کہ خوب کلان بخار
مین نافع ہے اور سنکھیا مگر دونون کے اثر کی قوت مین فرق ہے۔ دعا چونکہ

زبان سے پیدا ہوتی ہے اور کلام ہوتا ہے اوسکی تاثیر مین قوت اور ضعف متکلم کو دخل ہے - اللہ تعالی نے ہم بندون کو جو گنہگار ہین جب دعا کا حکم دیا ہے پہلے استغفار کو ساتھہ لگا دیا ہے - جیسے بغیر مسہل کے دوا کا اثر نہین ہوتا یا کم ہوتا ہے بہت سی صورتون مین دوا کچھہ کام نہین دیتی بہت سی صورتون مین دعا بھی کچھہ کام نہین دیتی جیسے مرض موت مین دوا بیکار ہے جب مشیت الٰہی ضرورتًا خلاف مراد ہو اوسوقت دعا بھی بیکار محض ہوگی - افسوس ہے کہ آپ دوا کے لئے بے اثری سے اوسکے اثر پر معترض نہین ہوتے دعا کی بے اثری سے اوسکے اثر پر جو معلوم اور ثابت ہے معترض ہوتے ہین ——

دعاؤن کا قبول ہونا مین نے دیکھا ہے اور حکایتین جو کہانیان نہین ہین کتابون مین ہزارہا مسطور ہین مثلاً دعاؤن سے پانی برسنا - دعاؤن سے امراض مین شفا ہونا - دعاؤن سے ہر قسم کی حاجتون کا ملجانا کہ اسباب پورے ہی ہو جائین - آپکے معتقدہ اتفاق نہ پڑین -

دوسری شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا ایسی نہو کہ آدمی جس کام کے لئے خلق ہوا ہے اوسکے خلاف مانگے - کیونکہ اللہ نے عقول کو متفاوت پیدا کیا ہے - اور ہر ہر شخص کو جدا جدا کام کے لئے پیدا کیا ہے پس جو شخص کھیتی کرنے کو پیدا ہوا ہو وہ چاہے کہ بادشاہ ہو جاؤن تو یہ دعا غلط ہوگی - اوسکی ایسی مثال ہوگی کہ آدمی مانگے کہ میرے پر لگ جائین - اگر وہ پردار ہو جاے دنیا کی بے ستری لازم ہوگی - اسی طرح اگر

بادشاہت مانگے جب نہ کرنی آتی ہو خود مارا جائیگا۔ اوسکا قبول کرلینا خلاف رحمت ہے۔

تیسری شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا متعلق کشف سو یعنی بدی اور برائی دور کرنے کی ہو۔ ایسی دعا نہو کہ وہ فی نفسہ بدی ہو۔ یا ایسا ترفہ نہو جو بے ضرورت ہو اکثر وہی دعائین قبول ہوتی ہین جو متعلق بدی دور کرنے کے ہوتی ہین۔ باقی اللہ تعالے تو منعم حقیقی خود ہے۔

چوتھی شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعائین ضرورت کی وجہ سے اضطراب ہو ہر مثال مین جو نقل کئے گئے ہین اضطراب کا وجود ہے۔

پانچوین شرط یہ ہے کہ اللہ سے مانگے۔ امتحان لینا اور بات بنانا جسکی مثالین ابھی دین ہین دعا نہین ہے۔ یہ بھی نہین چاہئے کہ اللہ کو نابعدار جانے کہ وہ دیگا اسلئے کہ وعدہ کرلیا ہے۔ وعدون مین اللہ تعالی نے اجابت کا لفظ استعمال فرمایا ہے جسکا مادہ جواب دینا ہے۔ یعنی جب اللہ کہے کہ مین جواب دونگا۔ چونکہ وہ حکم اور ترغیب دیتا ہے یعنی تو نہین ہو سکتے کہ وہ جواب سو کہا انکار ہوگا۔ مگر یہ اوس رتبہ کا بھی جواب نہین ہے کہ ایسا وعدہ ہر دعا کے قبول کا ہو جسپر اللہ تعالی کی نسبت خلف وعدہ لازم آئے۔ اسپر بھی حدیث مین آیا ہے کہ مومن کی دعا مسترد نہین ہوتی۔ اگر یہان قبول کرنا اوسکا مصلحت نہین ہوتا وہان یعنی عقبی مین اوسکا عوض دیا جائیگا۔ مگر اسبات سے یہ امر کسی طرح لازم نہین آتا کہ دعا سے حاجت نہین

ملتی بلکہ اللہ تعالیٰ جب دعا معقول کرو اور شرائط دعا موجود ہون حسب وعدہ اون پر حکم مناسب دیتا ہے اور جب قبول مناسب ہو ضرور قبول کرتا ہے۔

پس عدم قبول کے اسباب پر غور کرنا چاہیے ایسے لغو اعتراض جو خلاف ایمان ہین نہین کرنے چاہئین۔ بالکل ایسی مثال ہے جیسے آجکل حکام وقت کی ہے بڑا وعدہ یہ ہوتا ہے کہ تم درخواست کرو ہم غور کرینگے مینے ایک دعا دیکھی جو جناب سید الساجدین نے اپنی اولاد کے لئے فرمائی اوسمین اور دیگر دعاؤن مین فرماتے ہین کہ وہ گناہ عفو فرماوے جو دعا کو روکتے ہین اسکے معنی صاف یہ ہین کہ بسبب گناہون کے دعا زبان اور قلب سے آگے بڑہتی ہی نہین اور جب بڑہتی نہین دعا نہوئی۔ اس حالت مین دعا کی عدم قبول کی نسبت کوئی اعتراض نہین ہوسکتا اور استجابت کا وعدہ بمعنی قبول صحیح ہوتا ہے۔ اب غور فرمائے کہ ایسی دعا اور ایسا مانگنا جو عبادت ہے کیونکر عامۂ اسلام پر باعث طعن ہوسکتا ہے۔ آپ اس ڈر کے مارے کہ دعا پر بھروسے سے تدبیر کرنے کی عادت جاتی ہے دعا کو کیون باطل کرکے قاصر ہائین کہ وہ محض طلب مغفرت ہے دنیا کے متعلق نہین۔ کیا دنیا مین اللہ کے سوا اور کوئی دینے والا ہے۔ پھر اوسی سے کیون نہ مانگین۔ ہم تو جب آدمی آدمی سے مانگتے ہین سمجھتے ہین کہ اللہ چاہیگا تو اوسکے دلمین ڈالدیگا کہ وہ دیدے وہ دیدیگا نہین تو نہین دیگا پس حقیقی دینے والا اللہ ہے۔

آخر مین یہ عرض کرتا ہون کہ باوجود ان شرائط اور سارے نکات کے اللہ

تعالیٰ کی عجب قدرت ہے کہ وہ ہمسے گناہگارون کی بہی دعائین قبول کرلیتا ہے
اور ظاہر طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا کا اثر ہے مینے اسکو خود اپنے معاملات
مین دیکہا ہے اور روز روز دیکہتا ہون - اور مجھے تعجب ہوتا ہے کہ مجھسے گناہگار
کی دعا بہی قبول ہوگئی - وہ اتفاق نہین تہا جیسے بیان ہوا کہ اتفاق (میل جول آدمیونکا
نہین - Coincidence کوئی چیز نہین ہے - غلط ہے -
چونکہ اوس عجیب وغریب مالک ذوالجلال والاکرام نے میری دعائین قبول
کی ہین خاص معتقد دعا اور اوس کے اثر کا ہون باوجود اس کے پوری
محنت اپنے کامون مین کرتا ہون اور وہ اعتقاد ہارج کام کا نہین ہوتا اسی طرح
مین جانتا ہون کہ دعا اور تقدیر اور علم الٰہی اور توکل ہارج نہین ہین - نہ ضرورت
تاویل کی ہے البتہ ضرورت تشریح کی ہے - جو کیجاتی ہے - اب آخر مین مین
یہ دعا کرتا ہون کہ جیسے تو نے میرے عیوب ڈہکے - نیکیان مشہور کین اسی
طرح اس رسالہ کے عیوب کو ڈہک لے - اور مقبول خلایق کرکے خود
قبول فرمالے تو نے بلا وجہ ہزارون دعائین قبول فرمائی ہین اے اللہ تجھے اپنے
نبی پاک کا صدقہ اونکی آل پاک کا صدقہ اپنے آئمہ طاہرین کا صدقہ - خون ناحق جناب
سید الشہدا اور اونکے ساتہیون کا صدقہ - اور اپنی خلاق اور قاضی الحاجات ہونے کا
صدقہ اسے بہی قبول فرما - **آمین آمین - ثم آمین**

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظات

تقریظ اول عالیجناب سید محمد مرتضیٰ صاحب المتخلص بہ بیان ویزدانی ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب رئیس میرٹھ کی طبع وقاد اور لیاقت خداداد کا نتیجہ ہے جسکو اونہون نے **پائین باغ بیان** کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ یہ بزرگ مصنف کتاب کے عزیز اور ایسی شخص ہین کہ ہمارے زمانہ کو اونکی ذات بابرکات سے فخر ہے۔ اونکی دونون تحریرین نظم ونثر کی مثل آفتاب دلیل بدیہی اون کے کمالات کی ہین۔

قصیدہ کی زبان۔ اوسکی بندش۔ اوسکے معانی بلند۔ تبلار ہے ہین کہ حضرت **بیان ویزدانی** کو فخر انوری وخاقانی کہین تو بیجا نہوگا۔ بلکہ اونکو خسرو ثانی کہنا بجا ہوگا ناظرین سخن سنج یہ بات اس قصیدہ مین پائینگے کہ وہ متاخرین کے مضامین محض خیالی وتکلفی سے پاک ہے۔ مگر پختگی مین کسی متقدم یا متاخر سے کم نہین۔

نثر مین آیات کلام مجید کا نظم اپنی عبارت مین کسی طرح نعمت خان عالی سے کم نہین ہے مگر بیان مین زور اس قدر ہے کہ خان صاحب کے یہان نہین ہے۔ لفظی خوبیون کے بعد جب معانی کی خوبیون پر نظر فرمائیگا تو معلوم ہوگا کہ کتاب کی جن جن خوبیون کا ذکر کیا ہے وہ بھی ایسی نہین ہین کہ ہر شخص اون تک پہونچ سکے اس سے ظاہر ہے

کہ حضرت یزدانی جہان شاعر باکمال ہین عالمِ بیمثال اور حقایق آگاہ حکیم بے ہمال بہی ہین - اونکے قصیدہ کے بعد نثر پڑہنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونہون نے قصیدہ مین تعریف شاعرانہ کی ہے جسمین مبالغہ کے بغیر لطف نہین آتا - مگر جن خوبیون اور ضرورتون کو نثر مین بیان کیا ہے اونکے الفاظ مین شاید اغراق ہے مگر جس بات کو لکہا ہے اصل مضمون نہایت صحیح اور لاجواب ہے - اوسکے بعد جو دوسری تقریظ اور قطعات تاریخ ہین وہ بہی جناب سید محمد مرتضی صاحب کے بہائیون کے ہین اور اونکو دیکہکر ہم کہہ سکتے ہین - کہ این خانہ تمام آفتابست - یہان سے حضرت بیان کا بیان ہے -

قصیدۂ غرا و جریدۂ مطرا

در تمہید تقریظ کتاب مستطاب - وصحیفہ لاجواب - گلوے عقائد اہل ایمان را رشک عواقید الجمان - وگردن اخلاص ارباب ایقان را غیرت قلائد العقیان - نسخہ شفائے آلام ارواح وادیان - وارونامہ اسقام دل وجان معشر جن وانسان - اعنی کتاب **شفاء الجنان من شبہات الشیطان** تصنیف تاج تارک عظمائے ثغور و بہور - طرہ اکلیل کبرائے سنین وشہور - مرجع کبار عز وجلال - مجمع سحار فضل وکمال بدر کامل اوج حکمت وحکومت ذیشان - مطمح انظار عواطف سبحان وسلطان سمی للہ حضرت خلیفۃ الرحمان امام مہدی دین - صاحب العصر والزمان - عالیجناب **مولوی سید مہدی علیخان**

ڈپٹی کلکٹر وایڈیشنل جج عدالت مطالبہ حقیقہ روڑکی ضلع سہارنپور - ادام اللہ ظلال جلالہ الی یوم النشور -

مطلع اوّل

بہترین ڈپٹی کلکٹر حاکم جم اقتدار — مولوی مہدی علیخان سید والاتبار

در طلسم آباد روڑکی جلوۂ کرسی زند — جود دستش بحر زیر جوے وجوہر آبشار [۵۱]

آسمانِ سربلند آفتابِ عزوشان — آفتابِ نور پاشش آسمانِ اقتدار

در ممالک بختیار و در مسالک رہنما — در معارج شاہباز و در معارک شہسوار

داورِ عادل بہ نوشروان ایران ہمقرین — سید جیدّ ز سلطانِ خراسان یادگار

مہربان صدرے کہ اندر کیش او کین شد حرام — قہرمان بدرے کہ اندر دور او ظلم است خوار

از فروغِ عدل او در صیت کسریٰ کسرہا — واز علوے جاہ او در شان دارا صد شنار

شمع حسنِ صورتش بر طارم عیسیٰ است نور — نور شمع معنیش در وادی موسیٰ است نار

روے او در جاہ و مکنت مہ بود در نیم ماہ — رائے او در ملک و ملت مہر در نصف النہار

از کفِ جودش مساکین در مساکن میوہ چین — گوئیا دستش بود از نخل طوبیٰ شاخسار

با کفش گر قحطِ آب افتد در اقلیم سحاب — بار بار اے ابر احسان ابر گوید بار بار

در کنار دامنش احسان چو گوہر گوشہ گیر — گرچہ باشد دامنِ جودش محیط بے کنار

[۵۱] معنی یہ ہیں کہ جیسے روڑکی میں نہر اوپر ندی نیچے ہے اور نہر نیچے ندی اوپر ہے اور طلسم معلوم ہوتا ہے یہی حالت ممدوح کے ہاتھ کی جود کے ساتھ ہے ۱۲ منہ

زلہ کش از خون احسانش رفیع و ہم وضیع — خوشہ چین از خرمن جودش صغار ہم کبار

در سرائے عقل و علم و حکمت افلاطون پناہ — بر سریر عز و شان و حکم اسکندر وقار

بر سپہر فرہی صاحبقران صد سعود — در بسیط آگہی مجموعۂ چندین بحار

در زمانش عقل افلاطون دروغ بے فروغ — با نوالش جود حاتم قصۂ پار و پرار

در لسان شیرب و بطحی لسانش گل فشان — در زبان برطن کبری زبانش در نثار

در علوم خاک مغرب روکش بدر الظلام — در فنون ملک مشرق ہمسر شمس النہار

نکتہ ہا زیر لبش چون آب باران بے حساب — جلوہا در سینہ اش چون سلک انجم بیشمار

خوض فکرش در حقایق موسی دریا شگاف — غور طبعش در دقایق یونس ماہی شکار

از فروغ رائے تابانش بہ پیچد سر کسے — کافتابش جلوہ زد بر سمت راس روزگار

خامہ اش در کار دین و دولت و ایقان و شک — گاہ کلک و گاہ سیف و گہ عصا و گاہ مار

حملہ زد ثعبان کلکش تا سر میدان دین — رنگ و ریو دیو شد چون سحر فرعون تار مار

در جہاد خامہ دار و زیر منجوق لواش — شاہ مردان شیر یزدان قوت پروردگار

نعرہ زد بانگ صریر کلک او در حرب دیو — لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

در صف تحقیق حق باشد زبانش تیغ زن — واز پئے ابطال باطل کلک تندش نیزہ دار

شعبہ پیدا میکند ابلیس و او تیر شہاب — او حدف می سازد و این ناوک سندان گزار

ناصر دین است و گفتارش شہاب ثاقبے — دیو را آتش زند در عرصۂ شبہائے تار

بسکہ سر تا سر وکارش بفقہ دین بود — شد ز سر کار علومش منکشف صد سر کار

تار و پود مکر شیطانی چو نسج عنکبوت
از خدنگِ کلک دشمن روز او شد تار مار

قدسیان را آنکه پیر مسند تعلیم بود
کودن آمد در جلال و کرد چون کودک فرار

قول او در احسنِ تقویم شد صورت پذیر
گشت ایدون دفتر پیشینیان تقویم پار

ان محق حق که بهر کشف اسرارِ کلام
همچو رومی فخر رازی را نداند راز دار

بسکه تنقیح ملل فرمود تنقید نحل
شد ز روے فضل شهرستانیان را شهریار

سدِّ بابِ مکر شیطانی معطل بود و بس
مرد میدانی برون آمد ز غیب کردگار

نزد آدم کے بود ابلیس را فر فروغ
پیش مهدی کے بود دجال را عز و وقار

جلوه ریز و مطلعِ ثانی سرِ بزم حضور
تا کند چون صبح ملک مدح را لامع و وبار

مطلع ثانی

اے تو چون کشور کشایان در بسیطِ روزگار
کامیاب و کامجوی و کام بخش و کامگار

در شهامت قیصر هندوستان را اعتماد
در شریعت خسروِ ملکِ عرب را اعتبار

از درون سو آفتاب و از برون سو ماهتاب
شمع خلوت خانهٔ دل نور پا شد در عذار

از پیئے یک زینتِ اسلام صد زحمت کشید
شاهد جهدت ز خونِ دل همی بندد نگار

خامه ات چون سدِّ ذوالقرنین در ملکِ یقین
بست محکم رخنه ها کاندخت شیطان در حصار

فره دین داری و فرمانِ دنیا نیز هم
در دو مرجع یک ضمیرت را نباشد انتشار

عدل تو تا در جهان کوسِ تن آسانی زند
ناخنِ ضیغم کشد از پاے آهو نوکِ خار

بسکه گلها بر فشانی در افاضات نکات — بزم تو گلزار خلد و خلق تو باد بهار

ایکه گفتارت کمند گردن دلها بود — صورت فتراک در تار نفس بندی شکار

کلک سر تیزت عدو الله را گردن برید — وه که تیغ از چوب بود و کردگار ذوالفقار

همچو موسی کرده دریای وقت را دو نیم — خود برون جستی و شیطان غرق شد فرعون وار

در فضای شرع گل بانگ صریر کلک تو — لحن مرغ زیرکی باشد درون مرغ زار

انچه حق پوشیده در استار فرقان حمید — کرد حسن سعی تفسیرت چو بیضا آشکار

در شفایت نوش جان دردمندان شکوک — وارد ما پور سینا سینه از رشکش فگار

خشک و تر پیموده اندر عالم علم کتاب — طبع مواجت گهی چون خضر و گه الیاس وار

جند شیطان را سر کلکت چو سیف صف شکاف — رانده از پیش حریم حرمت پروردگار

اوج فکرت مایه از کوه شکوه آسمان — هم بیارد چون سحاب و هم ببارد ابر وار

حکمت خلاق بی همتا دو مهدی آفرید — اولین پنهان ز چشم خلق دیگر آشکار

اولین چون آفتاب از نور سبحان مستنیر — وین دگر ضو گیر دازوی همچو مه در روزگار

دومین بر بستر فیضان او چون شیر حق — اولین چون احمد محمود در جلباب غار

آن یکی فرمان روای دین بیضا چون رسول — وین دگر نائب منابش چون امام ذی وقار

نامور نامست چو معراج محمد سر بلند — کاخ والای حیاتت همچو مهدی استوار

حصر او صافت کجا در حیطه یزدانی است — بر کند دست مناجاتی ز دوی اختصار

در کف عمرت بود سر رشته عهد دوام — مر ترا روز نخستین باد ختم روزگار

تا جہان در سایہ ات بنشیند و چیند ثمر | بادیا رب تا قیامت نخل جودش پائدار

تقریظ (پائین باغ بیان)

رباعی

این نسخہ بود شفائے دلہائے خراب | فصلی است ز باب فیض رب الارباب
در مہد دہد جواب شافی چو مسیح | فرزند آمد بخانۂ اُمّ کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم | تیر شہابست بدیو رجیم

اقلام سے تعالی شانہ کے بلند نام کا اونچا نشان اوٹھانے والی۔ اوراق سے توحید رب مجید کے جہان کشا ہریرے اوڑنیوالی۔ براہین ساطعہ سے اللہ متم نورہ کی کوندتی ہوئی بجلیاں چمکانے والی۔ حجج قاطعہ سے تائید دین محمدی کے لیے ان شاء اللہ ھو الابتر کی چمکتی ہوئی تلوارون کے جوہر دکھانے والی۔ دلائل باہرہ سے آوارگانِ وادیٔ وسواس کو جادۂ اھدنا الصراط المستقیم پر لانے والی معانی زاہرہ سے خرمن شبہات ابلیس پر برق شہاب گرانے والی۔ نکات پر جوش سے دریائے حقیقت کو کوزہ مین بند کرنے والی۔ عبارات پر خروش سے کلمۃ اللہ ھی العلیا کے گران گوشون کے لیے ومن یھدی اللہ فما لہ من مضل کے نعرے بلند کرنے والی۔ سوختگانِ آتش شکوک کو یا نار کونی بردا وسلاما کی

بشارت پہنچانے والی - فاتح زدگان سروسری اعتقادات سخیفہ کے رگ وپے مین
تاثیر مضامین گرم سے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کے صاعقے دوڑانے
والی - مضامین سربلند سے نوبت کدہ اسلام مین تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا
کے ڈنکے بجانے والی - تفسیر غواص فرقانی سے بے بصران ظلمت نفسانی کے
دیدۂ باطن مین ذالک الکتاب لا ریب فیہ کا سرمہ لگانے والی - انکشاف سرائر
قرآنی سے خوابیدگان فرش غفلت کی بالین پر ھذا کتاب ینطق علیکم بالحق کے
صور کا شور مچانے والی - ایجاد مضامین متین سے مجاہران مناہر علوم کی مغرور گردنین
سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا کے ادب آموز محراب مین جھکانے والی - اظہار
عجز علماے متقدمین سے فضلاے متاخرین کو ولا یحیطون بشیء من علمہ
الا بما شاء کا سبق پڑھانے والی - شرح دقایق غریبہ سے مجامع علماے امت محمدی
مین ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء کا اقرار لینے والی - استحکام اقوال عجیبہ سے
مدعیان علم تفاسیر کو الراسخون فی العلم کی تعلیم دینے والی - افتادگان بستر
ضعیف الاعتقادی کے دلون کو مقولات برجستہ سے ہاتون اوچھالنے والی - فریب
خوردگان غولان بادیہ ھذبذبین بین ذالک کو مسلک سواء السبیل پر ڈالنے والی
گم گشتگان صحرائے حیرانی کے لیے صواعق روشن بیانی سے چراغ ہدایت جلانے
والی - تشنہ لبان ریگستان شرک وبدعت کے سوکھے ہوئے گلوے اطمینان مین
آب زندگی ٹپکانے والی - متکلمین فرق مختلفہ کے دہان تقریر پر جادلھم بالتی ھی احسن

سے مہر سکوت لگانیوالی - معترضین ملل متبائنہ کے سینہ پر کینہ مین رشحات
انك لعلے خلق عظیم سے نار حسد کے شعلہ بجھانیوالی - حسن بیانات شافیہ کی
دلفریبیون سے ان من البیان لسحرا کا رنگ جمانیوالی - عقلی استدلالات
کافیہ کے ثبوت حقیت سے جاء الحق وزهق الباطل کی سکہ
بٹھانیوالی - تکمیل جبر نقصانات عظیمہ وساوس شیطانی سے جوامع ایمانی مین الیوم
اکملت لکم دینکم کی صدا دینے والی - اظہار نزول فیوض ربانی سے مجامع عرفانی
مین اتممت علیکم نعمتے کی صلا دینے والی - یعنی کتاب انتخاب صحیفہ لاجواب -
مشحون بہ الہامات رب دوجہان - المسمی بہ **شفاء الجنان من شبہات الشیطان**
تصنیف شریف اعلی حضرت - قبلہ دوجہانی - منتہی نشین مراتب انسانی برگزیدہ بزرگ
نشان - دودہ حضرت ابوالبشر - مسیح امراض الجہر والاختیار والخیر والشر -
المجدد لفن الکلام علے راس المائۃ الرابع عشر ملائک عادات - سید السادات
نقاوہ اکوان - خلاصہ بنی نوع انسان عالیجناب مولوی **سید مہدی علیخان** لازالت
شموس افاضات - بازغۃ وبدور افاداتہ لامعۃ -

نظم

در ظلمت بود این دیر خراب	آفتاب ست آفتاب ست این کتاب
یافت صد ہا نکتہ باریک را	کرد روشن عالم تاریک را
یوسفے آمد برون از مصر ما	مہدی آمد برون در عصر ما

آن جمال دینِ حق آراستہ | دین نہالِ دینِ حق پیراستہ
لوحِ حسنِ یوسفِ مصری ست این | خوش ہدایت نامۂ مہدیست این
او سفیر و این کتابِ صاحب است | زانکہ صاحب را بعالم نائب است
نور آیاتِ منیفہ است این کتاب | زانکہ قرآن را خلیفہ است این کتاب
این کتابِ بینظیر و بے شبیہ | بعد قرآن مبین لاریب فیہ

اعلیٰ حضرت مصنف کی قدرت قدسیہ کی اعجاز نمائیاں پکار رہی ہین کہ طاقت انسانی بدون القائے ربانی ایسا زور کلام نہین دکھا سکتی۔ اور ابلیس ایسے پرائے معلم الملکوت کو شکست فاش دینا بدون کرشمہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ظہور مین نہین آسکتا۔ تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کے کرامت رقم قلم کو کوئی جبروتی قوت زور دے رہی ہے اور کوئی لاہوتی کمک معجز نگار ہاتھ کی پیشدستیان کر رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے طائر فکر کی بلند پروازیان کنگرہ ہائے عرش کو سرانگشت ہائے دست رقم سمجھے ہوئے ہین۔ اور ذہن فلک رسا کی رسائیان ملکوت سموات کے کفِ دست میدان کو کفِ دست خیال کر رہی ہین۔ نظم

اے قلم اے پائے جولانت روان | سر زمین تست گوئی آسمان
نکتہ ہا روشن نوشتی در کتاب | در پئے شیطان زدی تیر شہاب

مضامین بلند کا اوج موج پکار رہا ہے کہ الحق یعلو ولا یعلیٰ اسے کہتے ہین۔ ہمت عالی کی اولوالعزمیان علیٰ رؤس الاشہاد کہہ رہی ہین کہ اَنتم الاعلون

کے گویا یہی معنی ہین - ہم دیکھتے ہین کہ اعلیٰ حضرت مصنف کا متحرول اک اوبلتے ہوئے چشمۂ تہ جوش کی طرح بڑے زور شور کے ساتھ موج مار رہا ہے - اور فیض آلہی کا دریاے روان سر انگشت محمدی کیطرح نوکِ قلم سے بڑے جوش و خروش کیساتھ جاری ہوتا ہے - میرے نزدیک اگر دستِ قدرت ازلی ایسے افتخار عالم علوم کی تخمیر وجود باوجود کیطرف متعلق نہوتا تو وہ دہوکے کی ٹٹیان جو ابلیس پُر تلبیس نے سوالات کے پردہ مین کوتاہ نظر بنی آدم کے آنکھونکے سامنے استادہ کی تھین زلزلۃ اذا السماء انشقت کے بعد بھی قایم رہتین - اور وہ جادو کے چراغ جسکے تلے تیرہ و تاریک وسوسونکا عالم آشوب اندھیرا رہتا تھا غلغلہ واذ النجوم انکدرت کے بعد بھی کسی انقلاب ہوا سے گل نہوتے مصرع

چنین کنند بزرگان چو کرد باید کار

عالم ایک ایسا بیمار خانہ ہے جسمین موسمون کے تبدل اور طبیعتون کے اختلاف سے ہر زمانہ مین نئے نئے جسمانی امراض کیساتھ روحانی اسقام بھی پیدا ہوتے رہتے ہین - جس طرح ہر حصہ دنیا مین ایک طبیب اجسام کی ضرورت پڑتی ہے - اسی طرح ایک حکم ارواح کا بھی زمانہ محتاج رہتا ہے - حضرت موسیٰ کے زمانہ مین دینی فسادات کا علاج آپ سے متعلق تھا تو بدنی خرابیون کا معالج افلاطون یونانی تھا - جس طرح اپنے عہد مین حضرت مسیح روحانی طبیب تھے اسی طرح بطلیموس جسمانی چارہ فرماتھا - اس زمانہ مین قدیم طب کی خرابیان ڈاکٹرون نے دور کین لیکن

پورا سے خیالات درستیونکے ضرورت مند رہے - اسلئے حال کے قومی نکار
نے ایمان وایقان کو علیل اور اعتقادات کو ضعیف پاکر روحانی تندرستیون کے
لئے نسخے لکھنے شروع کئے - اور دعوی کیا کہ ہم اسلام کے نیم بسمل تن بدن کی پوری
پوری اصلاح کرینگے - مگر جو دوائین تجویز کین تہین - اونسے شلہ برگشت کا عالم ہوا - اور
زمانیکی ضرورت رفع نہ ہوسکی - اتنے مین دن سے حضرت غدر آپہنچے اور قیامت
بپا کردی پہر تو دنیا بالکل کایہ پلٹ ہوگئی اور تغیرات عظیم سے جدید خیالات نے خروج
کیا - عام جاہلیت نے جس طرح سطوت سلطان پر حملہ کیا اسی طرح شریعت سبحان
کو بہی صدمہ پہونچایا - اس حملہ اور فوج کی نشان بردار جہالت تہی اور مقدمۃ الجیش دونونکی
بہکانیوالی مذہبی احکام سے ناواقفیت - امراض کے اسباب پالئے گئے اور
علامات کا ظہور ہوچکا تو حال کے رفارمرون نے دینی حفاظت اور دنیوی تعلیم مین
سعی شروع کی - غرض تعلیم ترک مفاسد اور استحصال مراحم خسروی تہی - حفظان مذہب
اسلئے ضروری ہوا کہ علوم جدیدہ کی ترقی اصول دین پر تیشہ زنی کریگی حالانکہ اسلام
مافوق فلسفہ ہے - کسی حکیم شاعر نے کیا اچہا کہا ہے - شعر -

صوفی وفقیہ وعارف ودانشمند	این جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

اوسپر العلم حجاب الاکبر کی صدا بہی دیر سے کانون مین گونج رہی تہی - اس خوف
سے کوشش کی رگونمین اور خون دوڑنے لگا کہ ایسا نہو تازہ علوم سے مسلمان
ڈگمگا جائین - کیونکہ فلسفہ واسلام مین ہمیشہ سے جنگ ٹہنی چلی آتی ہے ناچار پرانی

شاہ راہ سے پلٹ کر دوسری طرف بڑھے ہے۔ فی الحقیقت ٹھیک ڈگر پر آگئے تھے اور مناسب اصول پر پیش قدمی کی تھی مگر افسوس ہے کہ راستہ مین ٹیڑھی چال چلے اور طریق عمل کے لیے مفید انجام نہ سوچا اس غلط فہمی سے لشکر موسیٰ کی طرح آپس مین پھوٹ پڑگئی اور اسلام کا سواد اعظم اون فوائد سے محروم رہا جنکا حاصل ہونا ضرور تھا۔ سوال ہے کہ نیک کوشش سے بدنتیجہ کسطرح پیدا ہوا۔ جواب یہ ہے کہ تاویلات کو اسقدر پھیلا دیا کہ فلسفہ و اسلام کے تطابق کی غرض پوری نہ ہو سکی۔ یہان اوہوری سمجھ نے دہوکا کھایا اور یہ سمجھا یا کہ معجزات اور ملائکہ اور دیگر ارواح مخفیہ سے ٹکر جانا ضرور ہے اسلیئے کہ نئی حکمت شہودی دیکھے بغیر کسی امر کو تسلیم نکریگی اور خلافِ عادت کسی شے کی قابل نہوگی تو اسلامی دنیا مین تزلزل پیدا ہوگا۔ یہ راے بظاہر دین کی موئد معلوم ہوتی ہے لیکن جمہور کے تخالف نے مسلمانون کو بھڑکا دیا اور تکبیر کی جگہ تکفیر کے نعرے بلند ہوئے۔ اس نقصان سے وہ امور جو دولت کے پاؤن سے راہ چلتے ٹھٹک رہے اور ضرور تین اپاہج پڑی رہگئین۔ ایسے سُقم عظیم کے سمجھنے والے کہان؟ اور ایسے نازک معاملہ کے سُلجھانیوالے کدھر۔ مگر حقتعالیٰ اپنے نور کا تمام کرنیوالا ہے تاکہ جزا و سزا کے لیے حجت تمام ہو لہذا آخر کار اوسنے اعلیٰ حضرت مصنف کے ذات مقدس سے زمانیکو زینت دی آپکی جامعیت کمال اور واقفیت اسرار اور حدتِ ذہن اور جدتِ خیال سے اس کتاب مین انتہائی قوت دکھائی اور اربابِ عقول کو بتا دیا کہ صحیح طریق یہ تھا اور کوشش اس رنگ ڈھنگ سے ہوتی۔ الحق ع

مہدی از غیب برون آید و کارے بکند

ہم کسی قرابتِ قریبہ یا کسی غرض نفسانی سے آپکی مدح وثنا نہین کرتے بلکہ یہ وحید العصر کتاب جو کچھہ اپنے منہ سے بول رہی ہے - زبان بیان اوسکا ترجمہ کر رہی ہی شعر

وصفِ انداز جمالت نہ زمن می آید	بلکہ خود شوخیِ حسنت بسخن می آید

یہانتک مجمل بیان ہوا اب مین قلت فرصت اور تعلق مقام کے سبب تھوڑی سی تفصیل کرتا ہون - یہ ہوا کہ فلسفہ حال کی بنا محسوسات پر دیکھکر مدبرانِ وقت نے معجزات وملائکہ کے ساتھہ وجود شیطان اور مسئلہ تقدیر سے بھی انکار کرنا لازم سمجھا اور پکار دیا کہ بن ہاتھہ پیر ہلائے کوئی شے دستیاب نہین ہوتی - آدمی خود مختار ہے مجبور نہین ہے تدبیر کے بل پر تقدیر کے منکر بن بیٹھے - چونکہ ہمیشہ سے مسلمانون کا تکیہ تقدیر پر ہے اسلئے ایسے کلمات راس نہ آئے اور برہمی پھیلگئی - یہ وہی مثل ہوئی - تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ - اعلیٰ حضرت مصنف نے دونون مسئلون پر زور دیا اور ثابت کر دکھایا کہ معجزات اور فرشتے اور شیطان وجود حقیقی رکھتے ہین اور جبر واختیار کے گورکھہ دھندے کی گتھیان کھولکر ایسا صاف وشفاف کر دیا کہ انسانی عقلین دنگ رہگئین - تقدیر و توکل ودعا کے مسئلون کو ایسا صاف بیان کیا کہ تدبیر و تقدیر دونون کی صحت مین کوئی شک نہین ہو سکتا ؎

آنکار کنی کہ کس نیارد انکار	وانجا برسی کہ بعد ازان جا نبود

سبحان اللہ کس انوکھی تمہید سے ان پُر پیچ مسائل کو چھیڑا کہ کسی سے آجتک نہوا نہوگا

یعنی شیطان کے مشہور سوالات کو کتاب کا موضوع ٹھیرایا اور اوسی پر مطالب کتاب کی بنیاد رکھی - یہان بڑے بڑے گران ڈیل مصنفون نے قلم کی طرح ماتھے ٹیک دئے تھے اور عجز کا اعتراف کیا تھا بعض نے کچھ ریزش کی لیکن شکوک کی بیماریان رفع نکر سکے - گویا قلم قدرت نے لوح تقدیر مین شافی جوابات اسی نسخہ شفا کے لئے محفوظ رکھے تھے - انشاء اللہ تعالی اب سے دنیا کی آیندہ نسلون مین جبر و اختیار کے خیالات رویہ سے کسیکو اختلاج قلب کا عارضہ پیدا نہوگا -

دعا ہے کہ اس نیک ذریعہ سے باہمی اختلافات اوٹھ جائین - رعیت بادشاہ کو پیاری ہو دین کے ساتھ دنیا کے فوائد بھی حاصل ہون -

اس معجز نما کتاب مین بڑی خوبی یہ ہے کہ اعلی حضرت مصنف نے بیان مقاصد کا سلسلہ عجیب اختیار کیا - یعنی آغاز مین کتاب و سنت سے کہین استدلال نہین کیا دلائل کی دقتین بیان فرما کر ایک ایسا حیرت ناک اثر دکھلایا ہے کہ حال کے رفارمر اپنے ادراک و اجتہاد کی فاش غلطیان سمجھکر متحیر و مبہوت رہجائین - پھر اوس تحیر کو قدرت الٰہی اور آسان پیش پا افتادہ روزمرہ کی باتون سے مندفع کیا ہے - اور ثابت کر دیا ہے کہ وجود شیطان کا اعتقاد صحیح بلکہ ضروری ہے - پھر اونہین مضامین کا کلام الٰہی سے پورا پورا ثبوت دیا ہے - اسپر طرہ یہ ہے کہ کہین تفسیر بالرائے نہین بااینہمہ عقلی مضامین کو نقل سے ایسا مستحکم کیا ہے کہ باید و شاید - اس کتاب مین ایک اور تعجب انگیز لطف یہ پیدا ہوا ہے کہ آدمی جب اون سوالات کو دیکھے حیران ہو پھر تمہید

پڑھکر وہ حیرت بالکل مضمحل ہوجاے پھر باب اول سے تسکین شروع ہو اور اطمینان قلب بڑھتا چلے یہانتک کہ باب پنجم مین اوس کی تکمیل ہو اور وہ انتہائی یقین آجائے کہ دل باغ باغ ہوکر بول اوٹھے کہ دین حق ہے اور بیاناتِ دین لاریب فیہ صحیح ہین اور اوسکے ساتھہ قانون سلطنت کی اطاعت کو بھی مستحسن مان لے۔

اعلیٰ حضرت مصنف نے جن مسائل مشکلہ کو ایسا حل کیا ہے کہ سواے اعلیٰ حضرت مصنف کے دوسرے کا کام نہ تھا اب ہم اونمین سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہین۔

مثلاً زمانہ حال مین وجہ انکار وجود شیطان یہ ہے کہ دین مین شیطان کا مادہ خلق آگ کو ارشاد فرمایا ہے۔ اور تحقیقاتِ حال کے موافق آگ کوئی عنصر نہین ثابت ہوئی۔ تو مادہ خلق کیونکر ہوسکتی ہے۔ اس مقام کو اس طرح صاف اور روشن کیا ہے کہ اذعان کلی ہوجاتا ہے کہ اسوجہ کی بنا پر انکار کسقدر غلط تھا۔

مثلاً یہ شبہ تھا کہ رحم و عدل دونون ایک جگہہ جمع نہین ہوسکتے اس گرہ کو اس طرح کھولا ہے کہ کسی عاقل کو صفاتِ رحم و عدل کا یکجا ہونا تسلیم کئے بغیر نہ بن پڑے۔

مثلاً۔ جبر و اختیار مین یہ شبہ تھا کہ باہم متناقض ہین اور اجتماع نقیضین محال ہے۔ یہان ایسی معجز نمائی کی ہے کہ تناقض کا شبہ یک قلم جاتا رہا۔

مثلاً لوگون کے دلونمین یہ شبہ تہا کہ حقتعالی رحیم ہے زیادہ مخلوق کو عذاب نہ فرمائیگا اس شبہ کو ایسا دور کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت مصنف کے جوہر دماغ کی قابلیت پر سخت تعجب آتا ہے ع ایسے بہی بشر ہوتے ہین قدرت سے خدا کی۔

مثلاً۔ تاویل کی بحث ایسی لکھی ہے کہ ماولین کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ وسعت تاویل کا طریقہ ایسا ناکارہ اختیار کیا گیا تہا کہ اوس سے زیادہ تر کوئی خرابی نہ تہی۔

مثلاً وجود شیطان کو دلائل عقلی سے ثابت کیا ہے وہ مضمون تو ایسا ہے کہ ہم اوس معجز کی داد دینے سے عاجز ہین۔

مثلاً غرض ایجاد عالم کو اس طرح بیان فرمایا کہ آجتک کسی عالم کے فرشتونکا وہم و خیال بہی وہانتک نہین پہنچا تہا۔

الغرض جس مسئلہ کو لیا ہے اس خوبی سے بیان کیا ہے اور اسقدر اوسمین نئی باتین نکالی ہین کہ ہماری عقل حیران ہے کہ کس بلا کا ذہن ہے۔ شعر

بجودت تو کسے کمتر آفرید خدا		ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدا

اور ایک خوبی اس تصنیف مین یہ ہے کہ سنی شیعہ کی بحث کو دخل نہین دیا اور یہ بہی نہین کیا کہ صرف شیعون کی کتابون سے استدلال ہو یا صرف اہل سنت کی کتابون سے بلکہ ہر جگہ تحقیق حق پیش نظر رکہی ہے جیسی مخالفت رائے امام فخر الدین

رازی سے کی ہے ویسی ہی قاضی نورالله شوستری سے بھی - جہان واقعۂ شہادت جناب سیدالشہدا کو بیان کیا ہے وہان بھی اس طرح لکھا ہے کہ دونون مذہب والی اختلاف نہین کر سکتے - عبارت مین یہ حسن ہے کہ مضامین کو آسان سے آسان لفظون مین ادا کیا ہے - اولاً عربی الفاظ کم استعمال ہوئے ہین - مگر جب پڑھتے پڑھتے لیاقت بڑھجاوے اور ناظر بلند نظر ہو تو عربی لفظون سے چندان احتراز بھی نہین کیا تاکہ فصاحت کی چاشنی باقی رہے اور عبارت بھدی اور پھیکی نہونے پائے - اعلیٰ حضرت مصنف نے جہان جہان اپنا حال بیان کیا ہے وہ ایسا عبرت خیز ہے کہ اگر آدمی اور کتاب کو نہ دیکھے دیباچہ اور متفرق مقامات مین وہی مضمون دیکھ لے اور ذرا غور طبیعت کو بھی کارفرما ہو تو وہین سے راہ راست کا سراغ ملجائے اور ایصال الی المقصود مین کوئی دقت واقع نہو -

[illegible] ہم قطعات تاریخ طبع کتاب سے اپنے پائین باغ کو زیب و زینت دیتے ہین

قطعۂ تاریخ طبع بحساب سال ہجری

[illegible]ب باصواب لاجواب	ہست در دوران شہاب ثاقبے
خرق عادت بین کہ خیزد از زمین	اندرین آوان شہاب ثاقبے
این چنین نادیدہ از روز ازل	دیدۂ بوالعجبان شہاب ثاقبے

گشت دیوِ آتشین خاک سیاه
سوختش سامان شهابے ثاقبے

نار دلها رفته از نور شفاش
تا شد افروزان شهابے ثاقبے

سال طبعش را بیان ناچار گفت
از پے شیطان شهابے ثاقبے

قطعه تاریخ طبع بحساب سال عیسوی

مرحبا واقع علل زلل
جند النسخه شفائے جنان

زین کتاب مبین مبارکباد
فتح آدم هزیمت شیطان

کس ندیدش دگر نخواهد دید
در هزاران هزار جزو زمان

از عبارات روشنش پیدا
هست سحر حلال حسن بیان

عربست و عجم و لے اردو
بر دگرے سبق ازین و ازان

نه از عرب این چنین کتاب رسید
نه از عجم عالمے نوشته چنان

پے تاریخ سال عیسویش
رفته بر عروج عرش فکر بیان

قبله مهدی علی مصنف او
شد سمی خلیفة الرحمان

جهل را سر فرو فگند و بگفت
شده نامش خلیفة القرآن

۱۸ ۶ ۹۹

تقریظ - ریختۂ قلم حقایق شیم تقدس مآب - رونق افزاے ممبر و محراب - عالیجناب مولوی سید اصغر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مین نے اس کتاب کے اکثر مقامات کو خود حضرت مصنف مدظلہ العالی کی زبانی سنا - مین اپنے حق الیقین کے بھروسہ پر سچائی کے ساتھ کہتا ہون کہ میرے پاس ایسے وسیع الفاظ نہین ہین کہ اس لاجواب کتاب کی ایک سطر کا بھی پورے پورے طور سے ریویو کر سکون - ہان اسقدر کہنے کی جرأت کر سکتا ہون کہ ابتدائی آفرینش اسلام سے محمدن پبلک نے آجتک ایسی کتاب نہ دیکھی ہوگی - پھر اپنے سچے کانشنس کی صادقہ شہادت کی رو سے گواہی دیتا ہون کہ اس کتاب کی ایک ایک حرف سے قادر مطلق خدا تعالیٰ کی معرفت اور اوسکے مبنی بمصالح احکام کی تصدیق اسقدر بڑھتی ہے جس طرح علم حساب مین ایک سیاہی کے نقطہ سے جسے صفر کہتے ہین مراتب اعداد فی الحقیقت یہ کتاب اس زمانہ کے لئے ایسی ضروری ہے جیسے ایک مرے ہوے بوسیدہ پیکر کے لئے حضرت مسیح کی زندگی بخش انفاس - انگلستان کے حکیم سر اسحاق نیوٹن نے اشیاء کی کشش کو مراکز کی طرف دریافت کیا اور اوس سے ہزارہا مفیدہ نتائج استنباط کئے - لیکن

شیطانی شبہات کی طرف ضعیف الاعتقاد قلوب کی کشش کا دریافت کرنا اور اوسکے نقصانات عظیمہ کے آثار کو روکنا حکیم نیوٹن سے بدرجہا زیادہ تر کام تھا۔ شکر ہے کہ وہ فیاض برحق (خدا) نے ہمارے قبلہ و کعبہ مولوی سید مہدی علی خان صاحب کا حصہ فرمایا۔ اور آپکے مبارک ہاتھ سے اسلامی دنیا کے ہر ایک سلیم العقل باشندے کو بڑا فائدہ رسان بہرہ پہونچایا۔ آخر میں میری عام رائے اس قیمتی کتاب کی بابت یہی ہے کہ یہ مستطاب صحیفہ آیات الٰہی سے ایک تعجب انگیز آیتہ ہے اور معجزات محمدی سے ایک تحیر خیز معجزہ اللہ تعالیٰ ایسے بزرگوں کو ملک کے سر پر ایک مکلل تاج کی طرح قایم رکھے۔ اور ہماری دعائیں قبول فرمائے۔ والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و آلہ الطیبین الیٰ یوم الدین۔ آمین

عالیجناب منشی سید حسین صاحب تحصیلدار منجن پور ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب رئیس میرٹھ نے جب اس تصنیف کو ملاحظہ فرمایا ایک قطعہ بطور تقریظ و تاریخ لکھا۔

وَہُوَ ہٰذا

قبلۂ کونین نے لکھی شفا	نسخہ شافی پئے اہل جہان
دافع اوہام و مزیل شکوک	چارہ گر قلب و مسیحائے جان

رد کیا شیطان کے سوالات کو
فتح ہوا معرکۂ امتحان

فکر ہوئی جب پئے تاریخِ طبع
ہاتفِ غیبی نے کہا ناگہان

اے شرف از روے بداہت لکھو
نسخۂ نامی بہ شفائے جنان

۱۸۹۹ء

تمت بالخیر

اشتہار

اس کتاب کی بموجب ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء رجسٹری
کرادی گئی ہے کوئی صاحب بغیر اجازت مصنف قصد
طبع نہ فرماویں ورنہ بعوض نفع کے نقصان
اوٹھائیں گے